محاسبۂ قادیانیت

- مولانا منشی امام الدین لاہوری
- مولوی محمد ظہیر الدین سیالکوٹی
- سید امداد اللہ جالندھر
- مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری
- جناب محمد علی خان گوجرانوالہ
- مولانا ابورشید حمد الدین شاہ جہان پوری
- مولانا سید ابو نور ناظر شاہ بخاری
- جناب ڈاکٹر میر فقیر اللہ شید گوجرانوالہ
- محترم منور اختر گوجرانوالہ
- مولانا سید محمد ابوالقاسم حسنی حسینی
- جناب منشی محمد یعقوب پٹیالوی
- مولانا ابوصالح محمد عثمان نصیر آبادی
- فاتح قادیان مولانا محمد حیات
- حاجی محمد عمر اسلامی لائبریری شیخوپورہ

جلد ۲۷

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : محاسبہ قادیانیت جلد ستائیس (۲۷)

مصنّفین :

مولانا منشی امام الدین لاہوری	جناب منشی محمد یعقوب پٹیالوی
مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری	سید امداد اللہ جنڈیالہ ضلع جالندھر
مولانا سید ابونور ناظر شاہ بخاری	مولانا ابورشید احمد الدین شاہ جہان پوری
مولانا سید محمد ابوالقاسم حسنی حسینی	محترم منور اختر گوجرانوالہ
مولوی محمد ظہیر الدین سیالکوٹی	مولانا ابوصالح محمد عثمان نصیر آبادی
جناب محمد علی خان گوجرانوالہ	فاتح قادیان مولانا محمد حیات
جناب ڈاکٹر میر فقیر اللہ شیدا گوجرانوالہ	حاجی محمد عمر اسلامی لائبریری شیخوپورہ

صفحات : ۴۶۴

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : مارچ ۲۰۲۳ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجمالی فہرست رسائل مشمولہ......محاسبہ قادیانیت جلد۲۷

☆	عرض مرتب	مولانا اللہ وسایا	۴
۱	فیصلہ عدالت ہائی کورٹ آسمانی بنام منظوری اپیل غلام احمد قادیانی	مولانا منشی امام الدین لاہور	۱۱
۲	مرزا قادیانی اوران کے الہامات آسمانی	جناب منشی محمد یعقوب پٹیالوی	۹۳
۳	مرزائیت پر تبصرہ نمبر۱	مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری	۱۰۹
۴	مرزائیت پر تبصرہ نمبر۲ ’’مرزا کی کہانی مرزا کی زبانی‘‘	〃 〃 〃	۱۲۵
۵	قادیان میں پنجتن پاک	سید امداد اللہ جنڈیالہ ضلع جالندھر	۱۵۱
۶	القول المقبول فی اثبات حیاۃ المسیح والنزول المعروف بہ رد قادیانی	مولانا سید ابونور ناظر شاہ بخاری	۱۵۵
۷	البلاغ المبین فی اثبات ان غلام احمد لیس من المسلمین‘‘	مولانا ابورشید احمد الدین شاجہانپوری	۱۷۱
۸	دو استفتاء مع ایک ضمیمہ دررد قادیانی	مولانا سید محمد ابوالقاسم حسنی حسینی	۱۸۵
۹	کیا مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے؟	محترم منور اختر گوجرانوالہ	۲۱۱
۱۰	دجل دجال	مولانا مولوی محمد ظہیر الدین سیالکوٹی	۲۵۳
۱۱	قول الحق المعروف بہ المسیح الموعود‘‘	مولانا ابوصالح محمد عثمان نصیر آبادی	۲۹۷
۱۲	سیف القہار علی عنق امام الاشرار‘‘	جناب محمد علی خان گوجرانوالہ	۳۸۳
۱۳	مرزائیاں دی ماں‘‘	فاتح قادیان مولانا محمد حیات	۳۹۷
۱۴	عصمت انبیاء اور قادیانی مشن	جناب ڈاکٹر میر فقیر اللہ شیدا گوجرانوالہ	۴۰۷
۱۵	اظہار صداقت بجواب اظہار حقیقت	〃 〃 〃	۴۲۳
۱۶	قادیانی نبی کی ننگی تصویر(حصہ اوّل)	حاجی محمد عمر اسلامی لائبریری شیخوپورہ	۴۴۱
۱۷	〃 〃 (حصہ دوم)	〃 〃 〃	۴۵۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی خصوصاً علٰی سیدالرسل وخاتم الانبیاء. امابعد!

اللہ رب العزت کی عنایت کردہ توفیق کے ساتھ محاسبہ قادیانیت کی ستائیسویں جلد پیش خدمت ہے۔ اس میں جو رسائل شامل اشاعت ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱/۱۱۷۷...... فیصلہ عدالت ہائی کورٹ آسمانی بنام منظوری اپیل غلام احمد قادیانی

یہ رسالہ جناب مولانا منشی امام الدین ولد علی بخش قوم پراچہ ساکن لاہور محلہ پیر گیلانیاں کا مرتب کردہ ہے۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ ’’ان کے مرحوم بھائی منشی الہ دین کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے چند اوراق ہاتھ میں لئے ہوئے پڑھ رہے ہیں۔ دوسرے بھائی چوہدری نبی بخش بی.اے.ایل.ایل.بی پلیڈر چیف کورٹ نے پوچھا کہ کس مقدمہ کے کاغذات ہیں۔ جن کے دیکھنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ کہا کہ وہی فیصلہ ہائی کورٹ آسمانی دیکھ رہا ہوں۔ بیشک مرزا قادیانی نے احکام ربانی کے برخلاف اپنی کتابوں کا منہ کالا کیا ہے۔ علماء عرب وعجم کے فتوؤں کے مطابق اور اس فیصلہ کی رو سے بھی کافر بلکہ اکفر پکارا جاتا ہے‘‘ اس خواب کی تعبیر سب حضرات نے یہ کہی کہ ایک رسالہ مرزا کے کفر پر لکھ کر شائع کیا جائے اور وہ منشی الہ دین مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے مفت میں تقسیم کیا جائے۔ چنانچہ مؤلف امام الدین مرحوم نے یہ اسی صفحات کا رسالہ شائع کیا۔

یاد رہے کہ ایک مولانا امام الدین گجراتی تھے ان کے دو رسائل رسالہ ملعون قادیان کے خلاف شائع ہوئے: ایک احتساب قادیانیت ج۳۸ میں اور دوسرا محاسبہ قادیانیت جلد ۲۶ میں۔ اس رسالہ کے مصنف بھی مولانا منشی امام الدین ہیں۔ لیکن یہ لاہوری ہیں۔ ان کا یہ رسالہ محاسبہ کی اس جلد ستائیس میں شائع ہورہا ہے۔

ہاں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا منشی امام الدین لاہوری محلہ پیر گیلانیاں کے دو رسالے ملعون قادیان کے خلاف محاسبہ قادیانیت کی جلد بارہ (۱۲) میں شائع ہوچکے ہیں۔

۱...... مرزا کیدیانی اوراس کے الہام شیطانی محاسبہ ج ۲۱ص ۹۱ تا ۹۶

۲...... نیزۂ امام برسینہ غلام " ص ۹۷ تا ۱۰۴

اوراب یہ تیسرا رسالہ شائع ہورہا ہے۔ مولانا امام الدین گجراتی اور مولانا امام الدین لاہوری دونوں ملعون قادیان کے زمانہ کے تھے اور ملعون قادیان کی دھجیاں اڑانے میں پیش پیش تھے۔ دونوں کے نام کا ابتدائیہ امام تھا اور وہ میرے امام تھے اس لئے کہ ارذل الحمقاء ملعون قادیان کو تگنی کا ناچ نچانے میں امام کا ہی کردار ادا کیا کرتے تھے۔ یہ رسالہ ۲۳/جولائی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوا۔

۲/۱۱۷۸...... مرزا قادیانی اوران کے الہامات آسمانی

جناب منشی محمد یعقوب پٹیالوی کا ایک مضمون ہے جو ماہنامہ المظاہر سہارنپور کی اشاعت رجب، شعبان، رمضان ۱۳۴۷ھ مطابق جنوری، فروری، مارچ ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔

یادرہے کہ (۱) تحقیق لاثانی (۲) عشرہ کاملہ آپ کی ردقادیانیت پر دو کتابیں ہم احتساب قادیانیت کی جلد ۱۸ص ۱۲۷ سے ۵۰۸ تک شائع کر چکے ہیں۔ (۳) اب ''مرزا قادیانی اور ان کے الہامات آسمانی'' محاسبہ کی اس جلد ۲۷ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ (۴) ان کا ایک مضمون ''زلزلہ قادیانی'' بھی المظاہر سہارنپور میں شائع ہوا۔ خدا کرے دستیاب ہوجائے تو وہ بھی شائع کرنے کا ہے۔

۳/۱۱۷۹...... مرزائیت پر تبصرہ نمبر۱

۴/۱۱۸۰...... مرزائیت پر تبصرہ نمبر۲ ''مرزا کی کہانی مرزا کی زبانی''

یہ دونوں رسائل حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری خطیب مسجد وزیرخان کے مرتب کردہ ہیں۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے میر کارواں اور بریلوی مکتب فکر کے نامور رہنما تھے۔ بایں ہمہ ان کی رواداری کا یہ عالم ہے کہ اپنے ان دونوں رسائل میں مولانا حبیب اللہ امرتسری اور مولانا لال حسین اختر کے رسائل کو شامل مضمون کیا ہے۔

ان دو رسائل کے علاوہ:

۳...... مرزائیت پر تبصرہ نمبر۳: کرشن قادیانی کے بیانات ہذیانی۔

۴...... " " نمبر۵: قادیانی مسیح کی نادانی خلیفہ کی زبانی۔

۵...... اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب۔ یہ ہم احتساب قادیانیت ج۲۹ ص۶۳ تا۱۲۰ پر شائع کر چکے ہیں۔

افسوس کہ مرزائیت پر تبصرہ نمبر۴، ابھی تک ہمیں موصول نہیں ہوا۔ مفتی محمد امین کراچوی نے عقیدہ ختم نبوت میں مولانا ابوالحسنات قادری کا صرف ایک رسالہ شائع کیا ''اکرام الحق کھلی چٹھی کا جواب'' باقی انہیں یہ رسائل نہ ملے یا شائع نہ کئے؟

۱۱۸۱/۵ قادیان میں پنجتن پاک

سید امداد اللہ بانی ومہتمم مدرسہ اہل سنت وجوہا خورد ڈاک خانہ جنڈیالہ ضلع جالندھر نے تقسیم سے قبل ایک صفحہ کا یہ اشتہار شائع کیا۔ جس کے آخر میں مدرسہ کا بھی اشتہار ہے۔ یہ اشتہار بھی ریکارڈ پر لانے کے لئے یہاں پر ہم شائع کر رہے ہیں۔

۱۱۸۲/۶...... ''القول المقبول فی اثبات حیاۃ المسیح والنزول المعروف بہ رد قادیانی''

یہ رسالہ مولانا سید ابونور ناظر شاہ بخاری بلانوالوی ثم سیز پیری سیالکوٹ کا مرتب کردہ ہے۔ برہمن سٹیم پریس لاہور سے شائع ہوا۔ سن اشاعت ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء ہے۔ سو برس سے زائد عرصہ کے بعد اس کی اشاعت باعث خوشی ہے۔

۱۱۸۳/۷...... ''البلاغ المبین فی اثبات ان غلام احمد لیس من المسلمین''

یہ رسالہ حضرت مولانا ابورشید احمد الدین شاہ جہان پوری محلہ ٹکلی کا مرتب کردہ ہے۔ جس میں ملعون قادیان کی دس عبارتیں پیش کر کے اسے کافر ثابت کیا گیا ہے۔ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء کا یہ لکھا ہوا ہے۔ کریمی پریس لاہور قدیم کوتوالی سے شائع ہوا۔ ایک صدی بعد اس کی دوبارہ اشاعت، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

۱۱۸۴/۸...... دو استفتاء مع ایک ضمیمہ دررد قادیانی

مولانا سید محمد ابوالقاسم حسنی حسینی نے یہ رسالہ ترتیب دیا ہے جو جوہر پریس امروہہ سے شائع ہوا۔ یہ رسالہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۵ء کا شائع شدہ ہے۔ اس میں حیات مسیح علیہ السلام کے منکر کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ مؤلف کے علاوہ مولانا مظہر الہادی، مولانا قطب الدین،

مولانا نظام الدین چشتی صابری، مولانا عبدالقادر، مولانا سید سبط حسن حضرات کے فتاویٰ جات اوراس پر دستخط ہیں۔اس کی ایک سودس برس بعد اشاعت محض فضل باری تعالیٰ ہے۔

۱۱۸۵/۹...... کیا مرزاغلام احمد قادیانی نبی ہے؟

محترم منور اختر نے اس رسالہ کو ترتیب دیا ہے۔موصوف محکمہ صحت گوجرانوالہ میں ملازمت کرتے تھے ان کے محکمہ میں ایک قادیانی حمید عالم مرزائیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔منور اختر نے اس کو کھل کر بات کرنے کی دعوت دی تو وہ اپنے مربی محمد اعظم قادیانی کو لے آیا۔ منور صاحب مسلمانوں کی طرف سے مولانا عبدالمنان نورپوریؒ کو ساتھ لے گئے۔ یہ مجلس شرائط مناظرہ کے لئے بلائی گئی تھی۔لیکن وہاں مناظرہ شروع ہوگیا۔جو تین گھنٹے تک جاری رہا۔مرزائی مناظر اپنا دعویٰ ثابت نہ کرسکا اور لکھ کر دیا کہ میں اپنا دعویٰ آئندہ ثابت کروں گا اور تحریری مناظرہ ہوگا۔ اس کے بعد دعویٰ سمیت دونوں طرف سے تین تحریریں ہوئیں۔ مسلمان مناظر کی تیسری تحریر کے بعد مرزائی مناظر حمید عالم قادیانی کی طرف سے کوئی تحریر بار بار مطالبہ کے باوجود نہ آئی۔اس طرح یہ تحریری مناظرہ مسلمانوں کی فتح کا اعلان کرتا ہے۔اس مناظرہ کی ابتداء ۲۴/جنوری ۱۹۸۳ء کو ہوئی اور آخری تحریر ۲۰ شعبان ۱۴۰۳ھ مطابق ۲/جون ۱۹۸۳ء کو لکھی گئی جس کے بعد مرزائی مناظر کی طرف سے جواب نہ آنے پر اس مناظرہ کی روئیداد کو ۲۲/رجب ۱۴۰۶ھ مطابق ۲/اپریل ۱۹۸۶ء منظر عام پر لایا گیا اور شائع کردیا گیا۔

۱۱۸۶/۱۰...... دجل دجال

مولانا مولوی محمد ظہیر الدین صاحب مسجد شیخاں شہر سیالکوٹ نے یہ رسالہ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ مطابق جولائی ۱۹۲۵ء کو تحریر کیا۔اس کے ٹائیٹل پر حصہ دوم درج ہے۔ جو باب اوّل سے باب ششم تک کو محیط ہے۔باب ہفتم سے حصہ سوم درج ہے جو آخر پر جاکر ختم ہوا۔مصنف مسجد شیخاں اور محلّہ کشمیریاں کا حوالہ دیتے ہیں۔ برادر مولانا فقیراللہ اختر مدظلہم کا کہنا ہے کہ محلّہ کشمیریاں میں مسجد شیخاں نہیں ہے۔ بلکہ مسجد مولانا کمال الدین ہے جو اپنے دور میں شیخ الکل فی الکل تھے۔ہجری اعتبار سے اب ۱۴۴۳ھ چل رہا ہے۔اس کتاب کو لکھے ایک صدی بیت گئی۔ ہم اس کتاب کے حصہ اوّل کے متلاشی ہیں۔ادھر قوم مصنف اور ان کی مسجد کو نہیں جانتی۔ہمیں رسالہ کا حصہ اوّل کہاں سے مل پائے گا؟ جو ملا حاضر ہے۔ خذوا وکونوا من الشاکرین!

۱۱۸۷/۱۱...... **’’قول الحق المعروف به المسیح الموعود‘‘**

یہ کتاب حضرت مولانا ابوصالح محمد عثمان نصیرآبادی کی ہے۔ آپ نے یہ کتاب رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ مطابق اپریل ۱۹۲۴ء میں شائع کی۔ جسے نصیرآباد ضلع اجمیر راجپوتانہ سے شائع کیا گیا۔ مرکنٹائل پرنٹنگ پریس دہلی سے طبع ہوئی۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مصنف نے حیات مسیح علیہ السلام پر قادیانیوں کے اشکالات واوہامات کا دفعیہ کیا ہے۔ اپنے طور پر قابل رشک خدمت ہے۔ سوسال بعداس کی دوبارہ اشاعت پر جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

۱۱۸۸/۱۲...... **’’سیف القهار علی عنق امام الاشرار‘‘**

موضع بوہڑا ضلع گوجرانوالہ کے جناب محمد علی خان، ملعون قادیان کے ہم عصر تھے۔ ملعون قادیان ارتداد سے قبل قادیان اپنے گھر بلا کر ان کے وعظ کراتا اور خود سنتا تھا۔ اب ملعون قادیان نے ارتداد اختیار کیا تو اس کے کفر پر دستخط کرنے والوں میں مصنف رسالہ ہذا بھی تھے۔ ملعون قادیان کی زندگی میں اسے چیلنج دیا کہ لاہور آجاؤ اپنے عقائد کو صحیح ثابت کر کے انعام حاصل کرو۔ مگر ملعون قادیان کو سانپ سونگھ گیا۔ مختصر رسالہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک تاریخی دستاویز سے کم نہیں۔

۱۱۸۹/۱۳...... **’’مرزائیاں دی ماں‘‘**

پنجابی کی نظم میں محمدی بیگم سے متعلق ملعون قادیان کی پوری پیشین گوئی کو منظوم کیا ہے۔ اس کے مصنف مولانا محمد حیات جامع مسجد گوجرانوالہ ہیں۔ استاذ محترم فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحب، حضرت مولانا محمد چراغ صاحب کے پاس اس زمانہ میں پڑھتے رہے ہیں جس زمانہ میں مولانا محمد چراغ صاحب جامع مسجد گوجرانوالہ میں پڑھاتے رہے۔ اس زمانہ میں مولانا محمد حیات نے ملعون قادیان کی محمدی بیگم والی پیش گوئی کو پنجابی زبان میں نظم کر کے شائع کیا۔ یہ غالب گمان ہے اور قریباً صحیح ہے کہ یہ رسالہ مولانا محمد حیات فاتح قادیان کا مرتب کردہ ہے۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا زاہدالراشدی مدظلہم کا بھی ظن

غالب یہی ہے۔ بہرحال پون صدی پہلے کا رسالہ دوبارہ شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔ پھر اگر یہ استاذ محترم حضرت مولانا محمد حیات صاحب کا ہی مرتب کردہ ہے تو اپنی خوش نصیبی پر ناز نہ کریں تو کفران نعمت ہوگا۔

۱۱۹۰/۱۴...... عصمت انبیاء اور قادیانی مشن

گوجرانوالہ کی قادیانی جماعت نے ایک پمفلٹ شائع کیا۔ یہ اگست ۱۹۳۳ء کی بات ہے۔ تب گوجرانوالہ کی اہل حدیث جماعت کے رہنما ڈاکٹر میر فقیر اللہ شیدا ایل.ایم.ایس.ایچ دروازہ ٹھاکر سنگھ گوجرانوالہ نے اس کا جواب تحریر کیا جو اگست ۱۹۳۳ء میں گورونانک الیکٹرک پریس گوجرانوالہ سے شائع کرکے تقسیم کیا گیا۔

۱۱۹۱/۱۵...... اظہار صداقت بجواب اظہار حقیقت

گوجرانوالہ کے جناب ڈاکٹر میر فقیر اللہ شیدا ایل.ایم.ایس.ایچ نے ''عصمت انبیاء اور قادیانی مشن'' تحریر کیا۔ جس کا گوجرانوالہ کی قادیانی جماعت کے عہدیدار شیخ مشتاق حسین قادیانی جو آرمی کنسٹریکٹر تھے۔ گول سڑک دروازہ ٹھاکر سنگھ میں ایک قادیانی بلڈنگ کا انہوں نے دارالسلام نام رکھا تھا (جسے مسلمان دارالکفر کہتے تھے) کے وہ مالک تھے۔ انہوں نے ''شیدا'' صاحب کے متذکرہ رسالہ کا جواب ''اظہار حقیقت'' کے نام سے دیا۔ اس کے جواب میں ''اظہار صداقت'' رسالہ شیدا صاحب نے تحریر کیا۔ یہ ستمبر ۱۹۳۳ء کی بات ہے۔ ان دونوں نوے سال قبل کے (۱۹۳۳ء، ۲۰۲۳ء) رسائل کی اشاعت زہے نصیب!

۱۱۹۲/۱۶...... قادیانی نبی کی ننگی تصویر (حصہ اوّل)

۱۱۹۳/۱۷...... // // // (حصہ دوم)

یہ دونوں رسائل حاجی محمد عمر صدر وانچارج اسلامی لائبریری محلّہ اسلام پورہ چوہڑ کانہ منڈی (فاروق آباد) ضلع شیخوپورہ کے سوال وجواب کی طرز پر مرتب کردہ ہیں۔ دوسرا حصہ کا نامکمل نسخہ ہمیں ملا جو کچھ ملا حاضر کر دیا ہے۔

غرض یہ کہ محاسبہ قادیانیت کی جلد ۲۷ میں:

۱......	مولانا منشی امام الدین لاہوری	کا	۱	رسالہ
۲......	جناب منشی محمد یعقوب پٹیالوی	کا	۱	رسالہ
۳......	مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہور	کے	۲	رسائل
۵۴۷/۴......	سید امداد اللہ جالندھر	کا	۱	رسالہ
۵۴۸/۵......	مولانا سید ابونور ناظر شاہ بخاری بلانوالوی	کا	۱	رسالہ
۵۴۹/۶......	مولانا ابورشید احمد الدین شاہ جہان پوری	کا	۱	رسالہ
۵۵۰/۷......	مولانا سید محمد ابوالقاسم حسنی حسینی	کا	۱	رسالہ
۵۵۱/۸......	محترم منور اختر گوجرانوالہ	کا	۱	رسالہ
۵۵۲/۹......	مولانا مولوی محمد ظہیر الدین سیالکوٹی	کا	۱	رسالہ
۵۵۳/۱۰......	مولانا ابوصالح محمد عثمان نصیر آبادی	کا	۱	رسالہ
۵۵۴/۱۱......	جناب محمد علی خان گوجرانوالہ	کا	۱	رسالہ
۵۵۵/۱۲......	فاتح قادیان مولانا محمد حیات	کا	۱	رسالہ
۵۵۶/۱۳......	جناب ڈاکٹر میر فقیر اللہ شیدا گوجرانوالہ	کے	۲	رسائل
۵۵۷/۱۴......	حاجی محمد عمر صدر اسلامی لائبریری شیخوپورہ	کے	۲	رسائل
	گویا کل ۱۴ حضرات	کے	۱۷	رسائل

<u>نتیجہ</u>: اب تک احتساب قادیانیت ساٹھ جلدیں اور محاسبہ قادیانیت ۲۷ جلدیں کل ۸۷ جلدوں میں تکرار کے حذف کے بعد پانچ سوستاون (۵۵۷) مصنّفین کے کل قدیم ونایاب گیارہ سو ترانوے (۱۱۹۳) کتب ورسائل شائع کرنے کی سعادت حاصل کرچکے ہیں۔ الحمدللہ اولاً و آخراً!

محتاج دعا

(فقیر) اللہ وسایا، ملتان

۲۷؍شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ، مطابق ۲۰ مارچ ۲۰۲۳ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

فیصلہ

عدالت ہائی کورٹ آسمانی

بنام

منظوری اپیل غلام احمد قادیانی

مولانا منشی امام الدین لاہور

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول

حسب فرمائش جناب بابو عطا محمد صاحب گڈس کلرک لاہور و جناب بابو غلام قادر صاحب ملازم ریلوے ساکن شہر انبالہ

فیصلہ عدالت ہائی کورٹ آسمانی

بنا منظوری اپیل غلام احمد قادیانی

مؤلفہ جناب منشی امام الدین ولد علی بخش قوم پراچہ
ساکن لاہور محلہ پیر گیلانیاں

۱۳۲۵ ہجری
مطابق
۱۹۰۷ عیسوی

مطبع فیضی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فیصلہ ہائی کورٹ آسمانی کے لکھنے سے چار روز پیشتر اس خاکسار کے غریب خانہ پر بابو فیروزالدین صاحب گڈس کلرک میاں میر مشرقی جو میرے قدیمی محسن اور جان نثار دوست ہیں معہ بابو فضل الدین صاحب گڈس کلرک لاہور جو وہ بھی اس عاجز کے نہایت ہی مہربان اور ہوا خواہ ہیں۔ ایک مقدمہ میں قانونی مشورہ کے لئے میرے حقیقی بھائی منشی کریم بخش صاحب کے پاس تشریف لائے چوں کہ برادر صاحب موصوف اس وقت گھر پر موجود نہ تھے اور قریباً رات کے نو بج چکے تھے۔

لہٰذا دونوں صاحبان کو ان کی انتظار میں چندے توقف کرنا پڑا۔ میں نے اپنے دوسرے بھائی حسین بخش کو منشی کریم بخش صاحب کے پاس بلانے کے لئے دوسرے مکان پر جلد روانہ کیا۔ جب تک کہ وہ تشریف لاویں اثناء گفتگو میں مرزا قادیانی کا تذکرہ شروع ہوگیا۔ ایک صاحب جو وہاں موجود تھے بول اٹھے کہ وہ نہایت ہی خیرہ چشم بے باک ہے اسلامی ارکان کے پامال کرنے میں اس کو مطلقاً پرواہ نہیں۔ بابو عطا محمد صاحب خلف الرشید بابو محمد رمضان صاحب ملازم ٹی.ایس.او آفس لاہور نے ان کی تائید کی اور بیان کیا کہ دیکھو سفر کی آڑ میں جب کہ دہلی سے قادیان آرہا تھا رمضان المبارک میں کیسی شوخ چشمی سے لدھیانہ اور امرت سر میں چائے وغیرہ پیتا رہا۔ حالاں کہ اس اور اس کے مریدوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ مجدد، محدث، امام الزمان، نبی رسول ہے اور سفر میں یہ حالت کہ ریل گاڑی کی سیکنڈ کلاس میں گھر کی طرح آرام صرف دہلی سے امرتسر تک ایک رات کا راستہ افسوس صد افسوس اس کی مجددیت پر۔ دیکھو امیر حبیب اللہ خان والی دولت خداداد افغانستان کے مرشد جناب معلّی القاب حضور پرنور فیض گنجور قبلہ ضیا معصوم خان صاحب کی نسبت جن کو نہ مہدی مسعود نہ مسیح موعود، نہ محدث، نہ مجدد، نہ نبی، نہ رسول ہونے کا دعویٰ ہے۔

پیسہ اخبار کا نامہ نگار بمبئی سے ۲۹ر دسمبر ۱۹۰۶ء کے اخبار مذکور کے ص۴ کالم دوم پر یوں رقم طراز ہے ''ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں خواہ سفر میں ہوں یا گھر میں صرف وہ روزے چھوڑتے ہیں جو حرام ہیں نماز اور شریعت کے پابند ہیں۔'' ایک مرزا قادیانی اور اس کے مرید ہیں۔

ہزار افسوس ان کی ایسی حرکات پر ’’گرہمیں مکتب وہمیں ملاّ کار طفلاں تمام خواہد شد‘‘

مرزا کا معہ مریدوں کے رمضان المبارک میں لدھیانہ اور امرتسر میں چائے نوشی کی نسبت جب بابو عطا محمد صاحب سے دریافت کیا گیا تو آپ نے بیان کیا کہ یہ واقعہ اخبار عام میں لکھا ہوا موجود ہے۔ میں نے ان کے رخصت ہونے پر وہی اخبار عام عاریتاً مانگنے کی استدعا کی جس کو آپ نے میرے دونوں لڑکوں محمد حسین اور محمد حسن کے ہاتھ دوسرے روز بھیج دیا۔

اسی رات کو میں نے اپنے بھائی منشی الٰہ دین صاحب مرحوم کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے چند اوراق ہاتھ میں لئے ہوئے پڑھ رہے ہیں۔ بھائی صاحب موصوف جناب چوہدری نبی بخش صاحب بی.اے، ایل.ایل.بی پلیڈر چیف کورٹ پنجاب کے پاس منشی تھے۔ میں نے پوچھا کیا کسی مقدمہ کے کاغذات ہیں کہ جن کے دیکھنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ کہا ہاں وہی فیصلہ ہائی کورٹ آسمانی دیکھ رہا ہوں۔ بے شک مرزا نے احکام ربانی کے برخلاف اپنی کتابوں کا منہ کالا کیا ہے اور عالم بالا میں علماء عرب وعجم کے فتوؤں کے مطابق اور اس فیصلہ کے رو سے کافر بلکہ اکفر پکارا جاتا ہے۔

اس نظارہ کے بعد اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے یہ خواب منشی قدرت اللہ صاحب کلرک چیف کورٹ، منشی ولی محمد صاحب محافظ دفتر عدالت خفیفہ لاہور، علاقہ مند بابو غلام قادر صاحب یارڈ فورمین ٹریفک ڈیپارٹمنٹ لاہور اور جناب معلےٰ القاب استاد زمان کریم بخش صاحب ساکن لاہور محلّہ پیر گیلانیاں کو سنایا تو سب نے بالاتفاق جو کچھ تعبیر کیا اس کا نتیجہ یہی ہے کہ مرزا کے عقائد کی تردید میں ایک رسالہ لکھا جائے جو مرحوم منشی الٰہ دین کی یادگار میں مفت تقسیم کیا جاوے اور اس رسالہ کا نام فیصلہ ہائی کورٹ آسمانی رکھا جائے۔ اس کے اعلیٰ محرک منشی الٰہ دین مرحوم ہیں اس لئے مسلمانوں کی خدمت میں التماس ہے کہ مرحوم کے لئے دعاء مغفرت فرمائیں۔

والسلام

خاکسار امام الدین ولد علی بخش قوم پراچہ ساکن لاہور محلّہ پیر گیلانیاں

◆ ◆ ◆ ◆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزا غلام احمد قادیانی اپیلانٹ بنام سرکار ابد پائیدار و علماء اسلام
رسپانڈنٹ ہائی کورٹ آسمانی

مقدمہ نمبر ۳

باجلاس جناب م ن ش ی (ا۔ د۔) اح۔ جج ہائی کورٹ آسمانی

آج بتاریخ ۲۰ / جمادی الاوّل ۱۳۲۵ھ مطابق ۳ جولائی ۱۹۰۷ء اپیل مرزا غلام احمد قادیانی بخلاف علماء اسلام ہمارے اجلاس میں پیش ہوئی۔

وجوہات اپیل

اپیلانٹ فریق مخالف (علماء اسلام) یعنی رسپانڈنٹ کی نسبت بیان کرتا ہے:

۱...... کہ وہ ان کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں کیوں؟

۲...... کیا ہم تلاوت قرآن نہیں کرتے۔ ۳...... یا نماز نہیں پڑھتے۔

۴...... یا روزے نہیں رکھتے۔ (اخبار عام مؤرخہ ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۷ کالم اوّل) ''یا صوم وصلوٰۃ وغیرہ ارکان اسلام کو نظر استخفاف سے دیکھتے ہیں یا غیرضروری سمجھتے ہیں۔''

(انجام آتھم ص ۴۵ خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

۵...... ''محمد حسین کا یہ سراسر افتراء ہے کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ گویا ہمیں معجزات انبیاء علیہم السلام سے انکار ہے۔'' (انجام آتھم ص ۴۵ خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

۶...... ''یا ہم خود دعویٰ نبوت کرتے ہیں یا نعوذ باللہ حضرت سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء نہیں سمجھتے...... بلکہ خداتعالیٰ گواہ ہے کہ ہم ان سب باتوں کے قائل ہیں اور ان عقائد اور ان عمّال کے منکر کو ملعون اور خسر الدنیا والآخرہ یقین رکھتے ہیں۔''

(انجام آتھم ص ۴۵ خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

۷...... ''میں ایک مسلمان ہوں۔ ''اٰمنت باللہ وملآئکتہ وکتبہ ورسولہ'' وغیرہ وغیرہ پر ایمان رکھتا ہوں۔'' (ازالہ اوہام ٹائٹل پیج ص ۲ خزائن ج ۳ ص ۱۰۲)

فیصلہ فریق رسپانڈنٹ یعنی علماء اسلام کی طرف سے منشی الٰہ دین صاحب حنفی فاضل اجل اور ملا محمد بخش صاحب حنفی قادری اور شیخ الکل استاد زمان جناب کریم بخش صاحب

کشمیری ثم لاہوری پیروکار ہیں۔ بحث وکلاء سنی گئی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وکلاء رسپانڈنٹ (یعنی علماء اسلام) نے جس قدر وجوہات پیش کئے ہیں وہ سب قابل پذیرائی ہیں اور وکلاء فریق اپیلانٹ نے ہر چند جدوجہد کی کہ اصلیت مقدمہ ظاہر نہ ہو۔ مگر عدالت ہذا نے تمام کاغذات جو شامل مسل ہیں بہ نظر تعمق دیکھے اور عذرات اپیلانٹ بغور سن کر معلوم کیا کہ واقعی جو کچھ علماء اسلام (یعنی رسپانڈنٹ) نے اپیلانٹ کے حق میں فتاویٰ صادر فرمائے ہیں۔ درست ہیں۔

اپیلانٹ کے جس قدر خود ساختہ پرداختہ عقائد اور اس کی دستخطی دستاویزات اور اس کے بیانات وغیرہ معلق مقدمہ ہذا جو علماء اسلام یعنی رسپانڈنٹ نے پیش کئے ہیں۔ وہ سب شامل مسل ہیں، ان کی رو سے ہم کوئی وجہ نہیں پاتے کہ ان کے فتاویٰ کے مطابق اپیلانٹ کو کافر نہ کہا جاوے، اپیلانٹ کا یہ کہنا۔

عذر نمبر۲: ''کیا ہم تلاوت قرآن نہیں کرتے۔'' اس کے مسلمان ہونے کی کوئی کافی دلیل نہیں۔ قرآن شریف کا پڑھنا اور اس پر ایمان لانا کہ یہ کلام خدا ہے جس کا فیصلہ عذر نمبر۷ کی تیسری جزو میں بیان کیا گیا ہے۔ عدالت کو اجازت نہیں دیتا کہ اس کو مسلمان سمجھا جاوے۔

عذر نمبر۳ اور۴: ''یا نماز نہیں پڑھتے، یا روزے نہیں رکھتے۔'' صوم وصلوٰۃ وغیرہ ارکان اسلام کو نظر استخفاف سے دیکھتے ہیں یا غیرضروری سمجھتے ہیں۔ ہرگز قابل سماعت ہی نہیں۔ صوم وصلوٰۃ جو دو رکن مطابق قوانین اسلام (ج دوم باب۲ دفعہ۱۸۳،۱۸۵)

''یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون. وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون'' اے ایمان والو حکم ہوا تم پر روزے کا جیسا کہ حکم ہوا تم سے اگلوں پر شائد تم پرہیزگار ہو جاؤ، اور روزہ رکھو تو تمہارا بھلا ہے، اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

دفعہ۴۳: ''واقیموا الصلوٰۃ'' کے ہیں۔ ان پر اس کا عملدرآمد کاغذات مسل سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ فریق مخالف یعنی رسپانڈنٹ (علماء اسلام) نے معتبر شہادتوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اپیلانٹ کا شہر لدھیانہ کے لیکچر میں یہ کہنا ''کیا ہم تلاوت قرآن نہیں کرتے یا ہم نماز نہیں پڑھتے یا روزے نہیں رکھتے'' بلکہ رعایا گورنمنٹ عالیہ الٰہیہ کو دھوکہ دینا اور یہ جتانا مقصود تھا کہ تمام لوگ یہ سمجھیں کہ واقعی یہ شخص اسلامی اصولوں کا پابند ہے۔ حالاں

کہ اپیلانٹ کو کسی مسجد میں کسی مسلمان نے نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ ایسا ہی دہلی میں بھی کسی نے اس کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور مولوی خدابخش واعظ امرتسری کا بیان ہے کہ:

تے مرزا جمعہ جماعت کولوں تارک سنیا جاوے

حجرے دے وچ رہے ہمیشہ مسجد وچ نہ آوے

(ازکلمہ فضل رحمانی ص۱۱۵)

اور جامع مسجد دہلی میں دوسرے لوگوں نے نماز عصر ادا کی۔ مگر اپیلانٹ نے معہ خدام نماز نہ پڑھی۔ یہ واقعہ ۱۸۹۱ء میں پیش آیا۔ جب نماز کے لئے کہا گیا تو عذر کیا کہ گھر سے پڑھ کر آئے ہیں اور یہ عذر اس کا ہرگز قابل توجہ نہیں اور جب اپیلانٹ ۱۹۰۴ء میں لاہور دارالخلافہ پنجاب میں آیا تب بھی اس کو کسی نے شاہی مسجد یا وزیرخان مرحوم یا سنہری مسجد یا انارکلی کی بڑی مسجد یا لاہور کی کسی چھوٹی سی ہی مسجد میں کسی مسلمان نے اس کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور علیٰ ہذا القیاس شہر سیالکوٹ میں بھی۔ اسی طرح جب یہ لیکچر دینے گیا تو کسی مسجد میں اس کو کسی مسلمان نے نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور کسی مسلمان کی ایسی شہادت کا غذات امسلہ میں نہیں پائی جاتی۔ جس نے یہ عینی شہادت دی ہو کہ اس نے کسی ایک شہر لاہور، دہلی، امرتسر، سیالکوٹ، جہلم، ملتان، لدھیانہ وغیرہ میں جہاں کبھی یہ حسن اتفاق سے گیا ہو۔ اس کو مسلمانوں کی کسی بڑی یا چھوٹی مسجد میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر مطابق قوانین اسلام ج اوّل باب۲، دفعہ۴۳ ''وارکعوا مع الراکعین'' کے مصداق پایا ہو۔

اور اس کی روزہ نہ رکھنے کی نسبت لدھیانہ کے سینکڑوں گواہوں کے علاوہ قریباً دس ہزار آدمیوں نے اس کو شہر امرتسر کے تھیٹر ہال رمضان المبارک میں عین لیکچر کے بیچ چائے پیتے دیکھا۔ چنانچہ اس بارہ میں اخباری شہادت جو اس امر کے ثبوت میں رسپانڈنٹ (علماء اسلام) نے پیش کی ہے یہ ہے:

''مرزا قادیانی نے لدھیانہ میں ایک لیکچر دیا مقامی اخبار نے اس کا لطیفہ ظاہر کیا کہ مرزا قادیانی نے علماء اسلام کی شکایت کرتے ہوئے کہ ان کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں دریافت کیا کہ کیوں وہ ایسا کرتے ہیں؟ کیا ہم تلاوت قرآن نہیں کرتے یا نماز نہیں پڑھتے یا روزے نہیں رکھتے۔ لطف یہ کہ مرزا قادیانی ہر دس منٹ کے بعد ایک جرعہ دودھ کا نوش فرماتے تھے اور ان کے حواری اور مرید بطور تبرک ان کا پسماندہ ایک

ایک جرعہ پیتے جاتے تھے۔ گویا مرزا قادیانی کے ساتھ ان کے مریدوں نے بھی روزہ نہیں رکھا تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی کے اس سوال پر کہ کیا ہم روزہ نہیں رکھتے سامعین تبسم کو ضبط نہ کر سکے۔''

وہی اخبار لکھتا ہے کہ ''امرتسر میں اور بھی درگت پیش آئی یہاں ۹ رنومبر (۱۹۰۵ء) کو ایک وسیع مکان میں آپ کا لیکچر ہوا تھا ابھی آدھ گھنٹہ بھی نہ ہوا تھا کہ مرزا قادیانی نے چائے نوشی شروع فرمائی۔ ''لوگوں نے تالیاں پیٹ کر آوازیں دیں کہ روزہ کیوں نہیں رکھا۔'' تھیٹر ہال کے باہر نظارہ نہایت قابل دید تھا۔ دس ہزار کے قریب مسلمان جمع تھے اور مرزا قادیانی کی کرتوت اور نالائقی کا تذکرہ کرتے تھے۔''

(اخبار عام مؤرخہ ۱۷ رنومبر ۱۹۰۵ء ص ۷ کالم اوّل)

ان سب واقعات پر نظر ڈالنے سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ اپیلانٹ نہایت چابک دست خیرہ چشم آدمی ہے۔ جس نے فرائض حقہ کے توڑنے میں لدھیانہ کے کم سے کم سینکڑوں اور امرتسر کے قریباً دس ہزار آدمیوں کے روبرو ذرا حیا اور شرم سے مطابق شرح قوانین اسلام ''الحیاء من الایمان'' کام نہ لیا۔ ایک یہودی کا ماہ رمضان کے دنوں میں بباعث ہمسائیگی اہل اسلام اپنے لڑکے کو مسلمانوں کے سامنے کسی شئے کے کھانے سے منع کرنا اپیلانٹ کے ایسے ناجائز فعل کے ساتھ موازنہ کرنے سے جو کچھ کہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا وہ عین انصاف نہیں۔

جس شخص کو اسلامی عقائد کی اس قدر بھی پاس خاطر منظور نہ ہو جو اس شخص کو باوجود یہودیت کے فقط ہمسائیگی کے لحاظ سے تھی۔ کیا ایسے شخص کو مسلمان کہہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اگر اپیلانٹ کو یہ عذر ہو کہ وہ سفر میں تھا یا بیمار تھا تو یہ بھی قابل سماعت نہیں۔ کیوں کہ اپیلانٹ نے اپنے عذرات میں یہ ہرگز بیان نہیں کیا کہ فلاں امر نے جو فرائض حقہ سے بڑھ کر تھا اس کو مجبور کیا تھا کہ وہ سفر کرے۔ اس لئے وہ معذور تھا کہ ایک رکن اسلام کو سفر میں ساقط کر دے۔

حالاں کہ اپیلانٹ کا دس ہزار آدمیوں کے روبرو یہ کہنا کہ کیا ہم روزہ نہیں رکھتے صاف دلالت کرتا ہے کہ اس کو کسی ایسے امر نے جو فرائض حقہ کے ادا کرنے سے بڑھ کر ہو سفر کی اجازت نہ دی تھی۔ ورنہ وہ ایسے مجمع میں چائے نوشی سے پیشتر اس کی تشریح ضرور کر دیتا کیوں کہ وہ روزہ کی حالت میں نہ تھا اور اس سفر کی نسبت اپیلانٹ کے سابق مرید جناب

مولوی ڈاکٹر محمد عبدالحکیم صاحب ایم. بی اسسٹنٹ سرجن جنہوں نے پندرہ بیس ہزار روپیہ اپیلانٹ کے مشن کے متعلق خرچ بھی کردیا اور علاوہ اس کے بیس روپیہ ماہوار بھی اپیلانٹ کو اپنی تنخواہ سے بھیجتے رہے، گواہی دیتے ہیں کہ اپیلانٹ نے اگر ''سفر بھی کیا تو سیکنڈ کلاس میں محض بیوی صاحبہ کی خاطر دہلی کا اور نہ اسلام کی خاطر۔'' (الذکرالحکیم نمبر۴ ص ۲۸-۲۴؍مئی ۱۹۰۶ء)

اس شخص کی شہادت نہایت ہی قابل وثوق ہے اور اعتبار کے لائق۔ ایک تو وہ اپیلانٹ کے حال کا کماحقہ واقف ہے۔ کیوں کہ وہ بیس برس تک اس کا مرید رہا ہے۔ دوئم ڈاکٹر صاحب موصوف ایک اعلیٰ عہدہ دار ہیں اور اب بھی اقرار کرتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے اپیلانٹ کی نسبت تحریر کیا ہے اگر کوئی شخص اس کے خلاف ثابت کردے تو وہ پانچ سو روپیہ انعام کا مستحق سمجھا جاوے گا۔ (اخبار وطن مؤرخہ ۵؍جولائی ۱۹۰۶ء حاشیہ ص ۱۵)

عذر دوم کی نسبت کہ وہ یعنی اپیلانٹ بیمار تھا۔ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ کیوں کہ قریباً دس ہزار کے مجمع میں سے جس کے سامنے اپیلانٹ نے چائے پی۔ ایک فرد نے بھی یہ شہادت نہیں دی کہ اپیلانٹ بیمار تھا۔ کیوں کہ اگر وہ بیمار ہوتا تو لوگ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یہ کلمات بقول اخبار عام ''دس ہزار کے قریب مسلمان جمع تھے اور مرزا قادیانی کے کرتوت اور نالائقی کا تذکرہ کرتے تھے۔'' کبھی بھی زبان پر نہ لاتے۔ اگر بفرض محال اپیلانٹ یہ عذر کرے کہ وہ مسلمان ہے اور چند لوگ اس کو مسلمان سمجھتے ہیں تو یہ عذر بھی اس کا بعد کافی ثبوت کے مطردد ہے۔

اور اس بارہ میں عدالت ہائی کورٹ آسمانی کو اسلامی قانون بھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپیلانٹ کو مطابق قوانین اسلام (ج اوّل باب دوم دفعہ ۸ تا ۱۰) ''ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الآخر وماھم بمؤمنین. یخٰدعون اللہ والذین آمنو وما یخدعون الّا انفسھم وما یشعرون فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون'' اور ایک وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم یقین لائے اللہ پر اور آخرت پر ان کو یقین نہیں، دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے اور کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے۔ ان کے دل میں آزار ہے۔ پھر زیادہ دیا اللہ نے ان کو آزار اور ان کو دکھ کی مار ہے اس پر کہ جھوٹ کہتے تھے۔

اور (ج ۲۰ باب ۲۹ دفعہ ۲) ''احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا

وھم لا یفتنون ’’کیا سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جاویں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور ان کو جانچ نہ لے گی۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ خیال کیا جائے کہ شاید کسی وجہ کے باعث اس نے روزہ نہ رکھا ہو تو اس سے ایک اور اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے مریدوں نے جن پر اس کا اثر پڑ سکتا تھا کیوں روزہ رکھنے پر جو ایک رکن اسلام ہے مجبور نہ کیا یا کم سے کم رمضان المبارک کی عظمت اور اسلامی حمیّت کو ہی مدنظر رکھتے۔ حالاں کہ وہ اس کا پس خوردہ عین اسی مجمع میں بطور تبرک نوش کرتے تھے۔ جیسا کہ اخبار عام کی اس عبارت سے ’’لطف یہ کہ مرزا قادیانی ہر دس منٹ کے بعد ایک جرعہ دودھ کا نوش فرماتے تھے اور ان کے حواری اور مرید بطور تبرک ان کا پس ماندہ ایک ایک جرعہ پیتے جاتے تھے۔ گویا مرزا قادیانی کے ساتھ ان کے مریدوں نے بھی روزہ نہیں رکھا تھا۔‘‘ ظاہر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ اپیلانٹ کو معہ اس کے حواریوں کے قوانین اسلام کی گزشتہ دفعات کے مطابق واقعی اسلام پر یقین نہیں اور اسلامی ارکان کے پامال کرنے کا چوں کہ اپیلانٹ نے وطیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ اس لئے فریق رسپانڈنٹ (یعنی علماء اسلام) نے اگر اس کی نسبت دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ صادر فرمایا ہے تو وہ واقعی سچا ہے۔ افسوس ہزار افسوس جس شخص نے ہزاروں آدمیوں کے روبرو خاص رمضان المبارک کے دنوں میں اس یہودی کے برابر بھی عظمت اور حمیّت اسلامی کو خوردونوش کرنے میں ایک ذرہ بھر بھی مدنظر نہ رکھ کر کمال بے باکی اور خیرگی چشم سے بقول شخصے: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ لیکچر میں ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ’’کیا ہم روزہ نہیں رکھتے۔‘‘ حالاں کہ روزہ دار نہ تھا۔

ایسے دلاور اور چابک دست آدمی نے گو اسلامی ارکان کے توڑنے میں اپنی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن قوانین اسلام (ج۴ اباب۱۵ دفعہ۹) ’’انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون‘‘ کے مطابق اسلام کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ جوں کہ اپیلانٹ اور اس کی بعض معاونوں اور حواریوں اور مریدوں نے عمداً ہزاروں آدمیوں کے روبرو گورنمنٹ عالیہ الٰہیہ کے مقرر کردہ حدود کے توڑنے میں ذرا بھی پرواہ نہیں کی۔ اس لئے عدالت ہائی کورٹ آسمانی (ج۴ باب۴ دفعہ۱۴) ’’ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعدد حدودہ یدخلہ نارا خالداً فیھا ولہ عذاب مھین‘‘ اور جو کوئی بے حکمی کرے اللہ کی

اور رسول کی اور بڑھے اس کی حدوں سے اس کو داخل کرے گا آگ میں رہ پڑے اس میں اور اس کو ذلت کی مار ہے۔

اور (ج۳ باب۳ دفعہ۱۹) ''**ومن یکفر باٰیٰت اللہ فان اللہ سریع الحساب**'' اور جو کوئی منکر ہوا اللہ کے حکموں سے تو اللہ شتاب (جلدی) لینے والا ہے حساب۔

اور (ج۲۰ باب۲۸ دفعہ۴۲) ''**واتبعنٰھم فی ھٰذہ الدنیا لعنۃ ویوم القیامۃ ھم من المقبوحین**'' اور پیچھے رکھے ان پر اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن ان پر برائی ہے ان کے حق میں تجویز کرنی ہے۔

عذر نمبر۵: محمد حسین کا یہ سراسر افتراء ہے کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ''گویا ہمیں معجزات انبیاء علیہم السلام سے انکار ہے۔'' (انجام آتھم ص۴۵ خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

اپیلانٹ کا یہ عذر مثل دیگر عذرات کے بالکل نکما اور محض لاطائل اور بے ہودہ ہے اور اس لائق ہی نہیں کہ اس کی طرف توجہ کی جاوے۔ اپیلانٹ کی اپنی تحریری دستاویزات جو شامل مسل ہذا ہیں۔ ان سے صاف پایا جاتا ہے کہ واقعی اپیلانٹ کو معجزات انبیاء علیہم السلام سے انکار ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب جو اہل حدیث کے ایک بڑے پیشوا اور رہبر ہیں۔ انہوں نے مع دیگر اولوالعزم علماء وفضلاء کے اگر یہ الزام اپیلانٹ پر لگایا ہے تو وہ بلاشک وشبہ حق پر ہیں اور اپیلانٹ کا امر واقعی کو اپنے حق میں افتراء قرار دینا سراسر غلطی ہے۔ کیوں کہ اپیلانٹ خود اپنی تحریری دستاویزات میں لکھتا ہے:

''ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جاوے جو محض افترا کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی عجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیش گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔''

(ازالہ اوہام ص۶ خزائن ج۳ ص۱۰۵،۱۰۶)

اپیلانٹ کی اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مطلقاً انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو نہیں مانتا کیوں کہ اپیلانٹ کے ان فقرات سے ''بلکہ مسیح کے معجزات اور پیش گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں

میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔'' (ایضاً) صاف پایا جاتا ہے کہ اپیلانٹ کے نزدیک واقعی اور نبیوں کے خوارق یا معجزات کی نسبت حضرت مسیح کے معجزات اور پیشین گوئیاں زیادہ مشتبہ مشکوک اور قابل اعتراض ہیں۔ یعنی اپیلانٹ کو جس قدر حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات اور پیشین گوئیوں پر اعتراض اور شکوک ہیں اور نبیوں کی خوارق اور پیش خبریوں پر اس قدر شبہات نہیں جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ اشتباہ اور شک تو اپیلانٹ کو دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی نسبت بھی ہے۔ مگران کی نسبت مسیح کے معجزات پر بہت ہی زیادہ۔ پس جب کہ اپیلانٹ بذات خود اپنی تحریری دستاویزات میں انبیاء علیہم السلام کے خوارق یا معجزات کا مشتبہ اور مشکوک ہونا تسلیم کرتا ہے جو ایک طرح کا صریحاً انکار ہے تو اب عدالت اپیل میں اپنی تحریر مذکورہ بالا کے خلاف یہ عذر کرنا کہ اپیلانٹ کو انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے انکار نہیں۔ کس قدر قابل شرم بات ہے۔

اگر اپیلانٹ کا یہ عذر ہو کر اس نے اپنی مذکورہ بالا دستاویزات میں انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت مسیح کے خوارق یا معجزات کی نسبت اشتباہ یا شکوک ظاہر کئے ہیں نہ کہ صریحاً انکار تو اپیلانٹ کا یہ عذر بمصداق عذر گناہ بدتر از گناہ سمجھا جاوے گا۔ کیوں کہ کتاب مجموعہ قوانین گورنمنٹ عالیہ الٰہیہ میں انبیاء علیہم السلام اور حضرت مسیح کا باذن اللہ معجزات دکھانا صاف مذکور ہے اور اس مجموعہ قوانین الٰہیہ کی نسبت گورنمنٹ الٰہیہ کا صاف صاف حکم ''ذالک الکتاب'' (یعنی یہ مجموعہ قوانین الٰہیہ ہماری ہی طرف سے اور ہمارا ہی ہے) موجود ہے۔

جس حکم کے رو سے تمام رعایا گورنمنٹ عالیہ الٰہیہ کو اس کے تسلیم کرنے میں ایک ذرہ بھی عذر نہیں اور پھر اسی مجموعہ قوانین الٰہیہ کی نسبت بموجودگی حکم لاریب (یعنی جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ بلاشک وشبہ گورنمنٹ الٰہیہ کی طرف سے ہی ہے) چوں کہ اپیلانٹ اس میں بھی بڑے بڑے شکوک اور اشتباہ ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے اپیلانٹ قوانین الٰہیہ (ج اوّل باب۲ دفعہ ۲) ''ذالک الکتاب لاریب فیہ'' یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے اس میں ہرگز شک نہ کرنا چاہئے۔

اور (ج ۱۵ باب ۱۷ دفعہ ۱۰۵) ''وبالحق انزلناہ وبالحق نزل'' اور سچ کے ساتھ اتارا ہم نے یہ قرآن اور سچ کے ساتھ اترا۔

کے خلاف ورزی کا مرتکب ہوا اور یہ صاف بات ہے کہ جو شخص احکام گورنمنٹ

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

عالیہ الٰہیہ کا انکار کرے یا اس پر شکوک ظاہر کرے وہ بلاریب مسلمان نہ سمجھا جائے گا۔

اگر اپیلانٹ کو یہ اصرار ہو کہ بحال مشکک اور اشتباہ انکار کلی لازم نہیں آتا تو چوں کہ عدالت عالیہ الٰہیہ کو کسی پر ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم وستم روا نہ رکھنا منظور نہیں۔ اس لئے اس کے اس نکمے عذر کے دفعیہ کے لئے عدالت عالیہ کو محض رعایا گورنمنٹ الٰہیہ کو ایسے شخص کے اس قسم کے مغالطوں سے بچانے کے واسطے اس کی دوسری دستاویزات کی طرف توجہ مبذول کرنی پڑے۔

یہ مغالطہ انداز آدمی اس جگہ تو بطور اشتباہ انکار معجزات انبیاء علیہم السلام کر کے عذر داری کرتا ہے کہ اس پر انکار معجزات انبیاء علیہم السلام کا علماء اسلام نے الزام لگایا ہے۔ حالاں کہ یہ معجزات سے صاف انکار بھی کرتا ہے۔ دیکھو (ازالہ اوہام ص۸ خزائن ج۳ ص۱۰۶) ’’اس مقام پر زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کر کے کہتے ہیں کہ میں ہرگز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا۔ مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ نہیں دیکھتے کہ وہ کھلے کھلے انکار کئے جاتے ہیں۔‘‘

اب اس کا معجزات حضرت مسیح سے صاف صاف انکار اسی کی اپنی دستاویزات سے ثابت ہے اور اس کا یہ انکار گورنمنٹ عالیہ الٰہیہ کی مجموعہ قوانین (ج اوّل وسوم باب۲ دفعہ ۸۷،۲۵۳) ’’’واٰتینا عیسی بن مریم البیّنات وایدناہ بروح القدس‘‘ اور عیسیٰ بیٹے مریم کو معجزات صریح اور قوت دی اس کو روح پاک سے۔

اور (ج۷ باب۵ دفعہ۱۱۰) ’’اذ قال اللہ یٰعیسٰی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلٰی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمّتک الکتاب والحکمۃ والتورات والانجیل. واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتٰی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبیّنٰت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مبین‘‘

جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے پر اور اپنی ماں پر جب مدد کی میں نے تجھ کو روح پاک سے تو کلام کرتا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور پکی باتیں اور تورات اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور

کی صورت میرے حکم سے۔ پھر دم مارتا اس میں تو ہو جاتا جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ کا اندھا اور کوڑھی میرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا مردے میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لایا ان کے پاس معجزات تو کہنے لگے جو کافر تھے ان میں اور کچھ نہیں یہ جادو ہے صریح۔

اور (ج سوم باب دوم دفعہ۴۹) ''**ویعلمہ الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل ورسولاً الٰی بنی اسرائیل انی قد جئتکم باٰیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللّٰہ وابرئ الاکمه والابرص واحی الموتی باذن اللّٰہ وانبئکم بما تأکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذالک لاٰیة لکم ان کنتم مؤمنین**''

اور سکھا دے گا اس کو کتاب اور کام کی باتیں اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف کہ میں آیا ہوں تم پاس نشان (معجزات) لے کر تمہارے رب کا کہ میں بنا دیتا ہوں اس کو مٹی کی صورت جانور کی۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاتا ہے اڑتا جانور اللہ کے حکم سے اور چنگا کرتا ہوں جو اندھا پیدا ہوا اور کوڑھی اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو رکھ آؤ اپنے گھر میں۔ اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر تم یقین رکھتے ہو۔

اور (ج ۲۵ باب ۳۳ دفعہ ۴۳) ''**ولمّا جآء عیسٰی بالبیّنٰت قال قد جئتکم بالحکمة ولابیّن لکم بعض الذی تختلفون فیه فاتقوا اللّٰہ واطیعون**'' اور جب آیا عیسیٰ معجزات لے کر بولا میں لایا ہوں تمہارے پاس پکی باتیں اور بتانے کو بعض چیز جس میں تم جھگڑتے تھے۔ سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو۔

کے صریحاً برخلاف ہے اور گورنمنٹ عالیہ الٰہیہ نے دفعات مذکورہ بالا میں کھلے کھلے الفاظوں میں حضرت مسیح کے معجزات مٹی سے جانور کی صورت بنا کر اس میں دم مارنا اور اس کا جانور ہو جانا اور مادرزاد اندھے کو بینائی بخشنا اور کوڑھی کو پاک صاف کرنا اور مردے کو بحکم الٰہی زندہ کرنا پوشیدہ اشیاء جہاں رکھا جاوے بتا دینا وغیرہ وغیرہ کی صاف صاف تشریح کر دی ہے کہ ان معجزات سے جو ہمارے حکم سے حضرت مسیح علیہ السلام نے دکھائے، فقط کافروں نے انکار کر کے جادو کہا ہے۔ جس کا نتیجہ صریحاً یہ ہے کہ ان معجزات سے انکار صرف کفار نے

کیا ہے اور بس اب چوں کہ اس جگہ اپیلانٹ نے بھی مثل کفار کے اپنی دستاویزات کے مطابق معجزات عیسوی سے انکار کیا ہے۔ اس لئے اس کے کافر بلکہ اکفر ہونے میں کچھ بھی شک نہیں رہا۔

اگر اپیلانٹ کو یہ عذر ہو کہ اس نے بیشک معجزات عیسوی کا انکار کیا ہے مگر دوسرے انبیاء علیہم السلام کی معجزات کی نسبت تو صرف شکوک اور شبہات ہی ظاہر کئے ہیں۔ کیا پھر بھی وہ کافر ہی سمجھا جائے گا تو اپیلانٹ کا یہ عذر بھی مثل دیگر عذرات کے قابل سماعت نہیں۔ اوّل تو اس کو اپنی ہی دستاویزات کے مطابق دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے بارہ میں شک اور شبہات ہیں جو ایک طرح کا انکار ہی گنا جاتا ہے۔ لیکن اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لئے یہ سمجھا جاوے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی نسبت اپیلانٹ کو مطلقاً کوئی شک وشبہ نہیں الاّ حضرت مسیح کے معجزات اور پیشین گوئیوں کی نسبت جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ تب بھی اپیلانٹ بلاریب کافر سمجھا جاوے گا اور واقعی ہے۔

دیکھو مجموعہ قوانین (ج۵ باب۴ دفعہ ۱۵۰و۱۵۱) ''ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرّقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلاً اولٰئک ہم الکافرون حقاً واعتدنا للکافرین عذابا مہینا '' جولوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو، نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں بیچ میں ایک راہ۔ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار رکھی ہے منکروں کے واسطے ذلت کی مار۔

پس رسپانڈنٹ (علماء اسلام) نے انہیں وجوہات کے باعث اپیلانٹ کو کافر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ صادر فرمایا ہے اور وہ یعنی علماء اسلام واقعی حق پر ہیں۔ عدالت عالیہ الٰہیہ یعنی ہائی کورٹ آسمانی کے نزدیک مطابق مجموعہ قوانین اپیلانٹ بیشک کافر بلکہ اکفر ہے اور علماء اسلام خصوصاً مولوی محمد حسین صاحب نے فریق رسپانڈنٹ میں ہے جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہے وہ واقعی درست اور سچ ہے اور عدالت الٰہیہ اس پر صاد کر کے اپیلانٹ کے عذرات کو مطرّد و مردود قرار دیتی ہے اور ساتھ اس کے یہ رائے پاس کرتی ہے کہ اگر کوئی فرد و بشر رعایا گورنمنٹ الٰہیہ میں سے اس کی پیروی اختیار کریں تو وہ بھی اسی کی

مانند کافر سمجھا جاوے گا اور اس کا کوئی عذر گورنمنٹ عالیہ الٰہیہ میں نہ سنا جاوے گا۔

۶...... ’’یا ہم خود دعویٰ نبوت کرتے ہیں یا نعوذ باللہ حضرت سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء نہیں سمجھتے۔ وغیرہ وغیرہ بلکہ خدا گواہ ہے کہ ہم ان سب باتوں کے قائل ہیں اور ان عقائد اور ان اعمال کے منکر کو ملعون اور خسر الدنیا والآخرہ یقین رکھتے ہیں۔‘‘

(انجام آتھم ص۴۵ خزائن ج۱۱ص ایضاً)

۱...... عدالت عالیہ ہائی کورٹ آسمانی نے جب اپیلانٹ کے اس عذر کو دیکھا تو یہ بھی مثل دیگر عذرات کے بالکل فضول اور بے بنیاد پایا۔ کاغذات امسلہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اپیلانٹ بڑا چالاک اور قوانین الٰہیہ کی خلاف وزری میں نہایت ہی چابکدست اور خیرہ چشم ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اپیلانٹ واقعی بڑا مغالطہ انداز ہے۔ جب کہ عدالت ہذا کو بھی دھوکہ دینے کی کوشش کرتا ہے تو عوام الناس کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔

اپیلانٹ نے جو کچھ عذر نمبر۶ میں تحریر کیا ہے ایک ناواقف اور سادہ لوح آدمی بھی جو قوانین الٰہیہ سے بالکل معرّا ہو جلدی اس کے دام فریب میں آسکتا ہے۔ چوں کہ جہلاء اور حمقاء علوم دینیہ سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اپیلانٹ کی طرف سے حتی المقدور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ان پر اس کے بدعقائد کا کسی طرح بھی انکشاف نہ ہو اور یہی باعث ہے کہ ایسے لوگوں کو اس قسم کی منافقانہ طریق سے جس طرح چاہتا ہے اپنے دام تزویر میں پھنسا لیتا ہے۔

۲...... اپیلانٹ اس عذر میں صاف اقرار کرتا ہے کہ وہ حضرت سید المرسلین، محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتا ہے اور اس نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ وہ اس بات کا بھی مقر ہے کہ خدا گواہ ہے کہ وہ ایسا دعویٰ کرنے والے کو اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو ملعون سمجھتا ہے۔ لیکن کاغذات امسلہ سے صاف عیاں ہے کہ اپیلانٹ نے بڑے زور وشور سے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ وہ رسالت کا بھی مدعی ہے۔

اپیلانٹ کی دستاویزات بنام (توضیح مرام ص۱۸، ۱۹ خزائن ج۳ ص۶۰) ’’اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خداتعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہوتا ہے کیوں کہ وہ خداتعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اور امور

غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کے وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزوی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔''

اس دستاویز میں اپیلانٹ مقر ہے کہ اس کی نبوت تامہ نہیں لیکن جزوی طور پر یہ نبی ہے۔ الّا جو جو باتیں نبوت تامہ کے لئے مخصوص ہیں۔ ان سب کا اس نے اپنی ذات میں جمع ہونا بیان کیا ہے۔ جیسا کہ امور غیبیہ کا منکشف ہونا خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونا نبیوں اور رسولوں کی وحی کی طرح اس کا بھی دخل شیطان سے منزہ ہونا اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آنا اور اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرنا اور جو شخص اس سے انکار کرے اس کا سزاوار ٹھہرنا وغیرہ وغیرہ۔

ان سب باتوں کے جمع کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اپیلانٹ نے واقعی نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا ہے اور اس کا یہ لکھنا کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، بالکل غلط ہے۔ بلکہ اپیلانٹ نے قوانین اسلام (ج ۲۲ باب ۳۳ دفعہ ۴۰) ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین'' کے خلاف نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء نہیں مانتا۔ اس لئے فریق رسپانڈنٹ (یعنی علماء اسلام) کا اس پر کفر کا فتویٰ لگانا امر واقعی ہے اور اپیلانٹ بلا ریب کافر بلکہ اکفر ہے۔

۳...... اس میں کچھ شک نہیں کہ اپیلانٹ نے فقط دستاویز مذکور بالا میں ہی نبوت ورسالت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ فریق رسپانڈنٹ (یعنی علماء اسلام) نے اس کی صدہا تحریریں اس کے علاوہ اور بھی ایسی پیش کی ہیں۔ جن میں اپیلانٹ نبوت اور رسالت کا مدعی بنا ہے۔

چنانچہ اس کی دستاویز (ایک غلطی کا ازالہ ص ا خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۶، ۲۰۷) ۵ر نومبر ۱۹۰۱ء جو شامل مسل ہذا ہے اور اس وقت ہمارے سامنے موجود ہے اس میں اپیلانٹ لکھتا ہے

’’ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنی معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے برخلاف ہوتا ہے۔ اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالاں کہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خداتعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ، پھر کیوں کر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہوچکے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے: ’’**ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ**‘‘ (براہین احمدیہ ص۴۹۸ خزائن ج۱ص۵۹۳ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے ’’**جری اللہ فی حلل الانبیاء**‘‘ یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلّوں میں۔ (براہین ص۵۰۴ خزائن ج۱ ص۶۰۱ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳)

پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہے یہ وحی اللہ ہے ’’**محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم**‘‘ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔‘‘

اپیلانٹ کی اس تحریر سے ہر ایک صغیر وکبیر بلاتردد سمجھ سکتا ہے کہ اس نے علانیہ نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ اسی دستاویز مؤرخہ ۵؍نومبر ۱۹۰۱ء (ایک غلطی کا ازالہ ص۵ خزائن ج۱۸ ص۲۱۲) میں صاف صاف لکھتا ہے: ’’کہ عرصہ ۲۲ برس سے مطابق تحریر (براہین احمدیہ ص۴۹۸ خزائن ج۱ ص۵۹۳ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳) اس کو دعویٰ نبوت اور رسالت کا ہے۔‘‘

حالاں کہ اپیل ہذا میں منجملہ دیگر عذرات کے نمبر۶ میں یہ بیان کرتا ہے کہ ’’وہ

حضرت سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء سمجھتا ہے'' اور یہ عذر اس کا دستاویز بنام (انجام آتھم ص۴۵ خزائن ج۱۱ص ایضاً) پر مرقوم ہے۔ جو ۱۸۹۶ء میں طبع ہوئی ہے۔ یعنی عذر نمبر۶ کی تحریر سے پہلے ہی اپیلانٹ ۱۸۸۰ء میں ہی نبوت اور رسالت کا مدعی ہے نہ ایک دفعہ بلکہ اپنی ہی تحریر کے مطابق ''صدہا دفعہ'' اور یہ کیسی دلیری اور دھوکہ کی بات ہے کہ ۵/نومبر ۱۹۰۱ء سے پیشتر بائیس برس سے اپیلانٹ کو دعویٰ نبوت اور رسالت کا ہو۔

اور عذر نمبر۷ مؤرخہ ۱۸۹۶ء میں عدالت عالیہ ہائی کورٹ آسمانی کے سامنے بیان کرتا ہے کہ ''ہم ہرگز دعویٰ نبوت نہیں کرتے بلکہ آں حضرت کے بعد ایسا دعویٰ کرنے والے کو ملعون سمجھتے ہیں۔'' (انجام آتھم ص۴۵ خزائن ج۱۱ص ایضاً ملخص) افسوس صد افسوس خود اپنی ہی تحریر کے مطابق ایسے شخص ملعون بن کر بھی باز نہیں آتے۔ نہ معلوم کہ اس کے پیرو اس کی ایسی بیہودہ اور منافقانہ تحریرات کو دیکھ کر بھی کیوں شرم نہیں کرتے۔ اپیلانٹ کی مذکورہ بالا تحریرات پر غور کرنے سے عدالت عالیہ ہائی کورٹ آسمانی کو معلوم ہوگیا کہ یہ آدمی بڑا کاذب فریب دہ اور مغالطہ انداز ہے۔ جس نے باوجود دعویٰ نبوت اور رسالت کے رعایا گورنمنٹ الٰہیہ کو یہ دھوکہ دینا چاہا کہ وہ آں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتا ہے۔

حالاں کہ یہ محض غلط ہے کیوں کہ خود مدعی نبوت ورسالت ہے نہ ایک دفعہ بلکہ بقول خود ''صدہا دفعہ'' اور اس پر طرہ یہ ہے کہ اسی دستاویز میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظ میں لکھتا ہے کہ آیت ''والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم'' میرے حق میں ہے اور میں ہی اس کا مصداق ہوں۔ کیوں کہ ''اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۱ خزائن ج۱۸ص۲۰۷)

اگر ایسے بے باک گستاخ خیرہ چشم کاذب کی نسبت رسپانڈنٹ (یعنی علماء اسلام) نے کفر کا فتویٰ دیا ہے تو عین حق ہے۔

فریق رسپانڈنٹ یعنی علماء اسلام نے جو دستاویزات اپیلانٹ کے خلاف مقدمہ ہذا کے متعلق پیش کی ہیں وہ بھی شامل مسل ہیں جن کے دیکھنے اور باہم موازنہ کرنے سے بلا تردد ماننا پڑتا ہے کہ فریق رسپانڈنٹ واقعی حق پر ہے۔ وہ یہ بیان کرتا ہے کہ اپیلانٹ کا یہ دعویٰ کرنا کہ ''هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله'' کا وہ مصداق ہے۔ کیوں کہ اس بارہ میں اس کو وحی ہوئی ہے۔

اور پھر اپیلانٹ اسی آیت کی نسبت اپنی دستاویز (ازالہ اوہام ص ۶۷۵ خزائن ج ۳ ص ۴۶۴) پر لکھتا ہے: ''درحقیقت اسی مسیح بن مریم (یعنی اپیلانٹ) کے زمانہ سے متعلق ہے کیوں کہ تمام ادیان پر روحانی غلبہ بجز زمانہ کے کسی اور زمانہ میں ہرگز ممکن نہ تھا۔''

اور پھر (ازالہ اوہام ص ۱۹۳ خزائن ج ۳ ص ۱۹۳) پر اس آیت کے تحت میں لکھتا ہے کہ ''یہ وہ پیشین گوئی ہے جو پہلے سے قرآن مجید میں انہیں دنوں (یعنی اپیلانٹ کے زمانہ کے متعلق) کے لئے لکھی گئی ہے۔'' ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ یہ بات تو اظہر من الشّمس وابیض من الاسود ہے کہ آیت متذکرہ بالا آں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حق میں اور انہیں کے زمانہ کے متعلق ہے اور وہی اس کے مصداق ہیں، نہ کہ اپیلانٹ اور یہ واقعی سچ ہے بیشک وہ مسلمان ہی نہیں جو آں حضرت ﷺ کو اس آیت شریفہ کا مصداق نہ سمجھے۔

آپ کے زمانہ مبارک میں اسلام کو وہ غلبہ نصیب ہوا کہ جس کی نظیر صفحہ دنیا پر نہیں ملتی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جرار بہادر کا جن کی ہیبت اور سطوت سے تمام عرب بید کی طرح کانپتا تھا، اسلام میں داخل ہونا اور آنحضرت پر ایمان لانا کیا کچھ کم بات ہے۔ جس روز آپ ایمان لائے مشرکان عرب کی کمر ٹوٹ گئی۔ دیکھو تاریخ الخلفاء وغیرہ اور اسی طرح ہزاروں تو کیا لاکھوں یہود، مجوس، نصاریٰ، مشرکان عرب وغیرہ وغیرہ۔ خدائی کشش سے خود بخود کھنچے چلے آتے تھے اور جوق در جوق اور انبوہ درانبوہ دین حقہ میں داخل ہوتے تھے۔

دیکھو قوانین اسلام (ج ۳۰ باب ۱۰ ادفعہ ۲) ''اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا'' جب پہنچ چکی مدد اللہ کی اور فتح اور تو نے دیکھے لوگ داخل ہوتے اللہ کے دین میں جوق در جوق۔

اور روحانی غلبہ کا یہ حال کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کو آں حضرت ﷺ کی غلامی کا دعویٰ تھا اور جو آپ ﷺ کے بعد دوسرے خلیفہ ہیں۔ ان کا سینکڑوں کوس سے ساریہ نام سپہ سالار افواج اسلامیہ کو دشمن کے تعاقب سے آواز دے کر بچانا کیا ہر ایک صغیر وکبیر پر عیاں نہیں۔ کون سا ایسا مسلمان ہے جس کو آپ کے عہد خلافت میں دریائے نیل کا واقعہ معلوم نہیں اور اسی طرح آں حضرت کے خدام کے روحانی کاموں کا حال دنیا پر روشن وہویدا ہے اور خود جناب سرور کائنات فخر موجودات کے روحانی غلبہ کی نسبت تو اپیلانٹ کا انکار محض آفتاب نصف النہار کو فقط ہتھیلی سے چھپانا ہے۔

حضرت جابرؓ کے لڑکوں کا زندہ کرنا، غار میں حضرت صدیق اکبرؓ کو سانپ کا ڈسنا اور آں حضرت ﷺ کا اس پر لعاب دہن لگانا اور خلیفہ اوّل کا صحت یاب ہو جانا، سنگریزوں کا کلمۂ توحید پڑھنا، ہزاروں آدمیوں کو میدان جنگ میں قلیل پانی سے سیراب کرنا اور عین جنگ میں حضرت سمرہؓ کے ہاتھ پر تیرہ تیروں کا لگنا اور آں حضرت ﷺ کا تیرہ دفعہ ہی لعاب دہن لگانا اور ان زخموں کا فی الفور اچھا ہونا اور اس کافر کا جو آں حضرت ﷺ کی آنکھ کا نشانہ تاک کر تیر مارتا تھا ان حکمی تیروں کے خطا ہو جانے سے متعجب ہو کر پوچھنا اور پھر آپ کی خدمت میں باریاب ہو کر مشرف بہ اسلام ہونا۔

کیا یہ سب کچھ دنیا پر عیاں نہیں ہے اور حضرت انس بن مالکؓ کے پاس جو رومال تھا جس سے بادشاہ دوجہاں فقط کبھی کبھی وضو کر کے منہ پونچھ لیا کرتے تھے وہ رومال آپ کے وصال کے بعد حضرت انسؓ کے پاس رہا۔ اس رومال کو جب کبھی میلا ہو جاتا تو وہ اس کو تنور میں ڈال دیا کرتے لیکن وہ رومال بہ برکت اس امر کے کہ آں حضرتؐ کبھی کبھی اس سے چہرہ مبارک پونچھ لیا کرتے تھے ہرگز نہ جلتا تھا بلکہ نہایت سفید ہو جاتا تھا۔ اس سے بڑھ کر اور ہزاروں روحانی کام آں حضرت ﷺ کے کتب احادیث وغیرہ میں موجود ہیں۔

اور ایک اپیلانٹ ہے کہ خود اس کے کنبہ کے بعض اشخاص عیسائی ہوگئے۔ جیسا کہ اپیلانٹ کی زوجہ کا خالہ زاد بھائی محمد سعید (جو چار سال تک اپیلانٹ کے پاس بھی رہا) وغیرہ اور میاں سراج الدین بی.اے ساکن لاہور محلّہ سادھوآں کی نسبت جب یہ معلوم ہوا کہ وہ عیسائی ہونے کو تیار ہے تو اپیلانٹ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر وہ چند ہفتہ اس کے پاس رکھا جاوے تو وہ کبھی عیسائی نہ ہوگا۔

چنانچہ حسب منشاء اپیلانٹ میاں سراج الدین اس کے پاس قادیان بھیجا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپیلانٹ کے سمجھانے اور اس کے نفوس قدسیہ کی برکت اور روحانی غلبہ کی تاثیر سے ایسا متاثر ہوا کہ مذہب حقہ یعنی اسلامی سے دست بردار ہو کر علانیہ عیسائی ہو گیا اور اب تک ہے اور اپیلانٹ معہ بڑے بڑے حواریوں کے منہ دیکھتا رہ گیا۔

اگر اپیلانٹ کی طرف سے یہ عذر پیش ہو کہ آں حضرت ﷺ پر ابوجہل آپ کے کنبہ میں سے ایمان نہ لایا تھا تو یہ امر دیگر ہے۔ جس کو اس سے ایک ذرہ برابر بھی نسبت نہیں۔ کیوں کہ ابوجہل کافر تھا کافر ہی رہا۔ لیکن آں حضرت ﷺ کے علو مرتبہ کو جانتا تھا گو

ایمان نہ لایا۔ الاّ یہ لوگ تو مسلمان تھے اور مسلمانوں کی اولاد، پھر مدت مدید اپیلانٹ کی صحبت میں رہ کر مذہب حقہ یعنی اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہوگئے۔ اس کے کیا معنی: ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

اسی طرح لاکھوں مسلمان علاوہ دیگر اقوام کے خاص اس ملک انڈیا میں جہاں کہ اپیلانٹ نے دعویٰ رسالت اور نبوت کا کیا ہے اسی کی عین حیات ہی میں ہے، اس کی آنکھوں کے سامنے عرصہ ستائیس سال میں عیسائی ہوگئے اور ہورہے ہیں (اور بعض آریہ بھی ہوگئے ہیں جیسا کہ عبدالغفور وغیرہ) اور جب کہ اپیلانٹ کے قول کے مطابق بحوالہ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۴۹۸ خزائن ج۱ ص۵۹۳ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳) جس کو طبع ہوئے عرصہ ستائیس برس کا گزر چکا ہے اور جس کی تحریر کی رو سے بذریعہ وحی اللہ ''**ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ**'' کا مصداق بنتا ہے۔ ایک آدمی بھی غیر مذاہب نصاریٰ، سناتن دھرم، آریہ، سکھ، پارسی، مجوسی، یہود وغیرہ میں سے دیگر ممالک تو درکنار خاص ہندوستان میں ہی اس پر ایمان نہ لایا تو کیا تمام ادیان پر غلبہ حاصل کر لینا اسی کا نام ہے؟

اگر کوئی شخص غیر مذاہب میں سے اس پر ایمان لاتا تو یہ ضرور بڑھا چڑھا کر لکھتا اور اس کی ایسی تحریر ضرور شامل مسل ہوتی اور اپیلانٹ کے روحانی غلبہ کا یہ حال ہے کہ مسیلمہ کذاب کی طرح جس بات کا دعویٰ کیا وہی پوری نہیں ہوئی اور نامراد رہا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ عبداللہ آتھم عیسائی عرصہ پندرہ ماہ میں مرجائے گا۔ مگر وہ نہ مرا اور عیسائیوں نے اس کی وہ تضحیک کی کہ الامان۔ اس نے دعویٰ کیا کہ محمدی بیگم کا میرے ساتھ نکاح ہوگا بلکہ آسمانی فیصلہ کے آخری (ٹائٹل پیج ص۴ خزائن ج۴ ص۳۵۰) پر یہ بھی لکھ دیا کہ ''خدا نے تیرا نکاح اس سے باندھ دیا ہے۔''

لیکن اس کا نکاح اور جگہ ہوگیا اور اس نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ ''اگر نکاح کسی اور کے ساتھ ہوگا تو اس کا خاوند ۷/ اکتوبر ۱۸۹۴ء تک مرجائے گا۔''

دیکھو دستاویز اپیلانٹ بنام (دافع الوساوس ص۲۸۶ خزائن ج۵ ص ایضاً) لیکن وہ بہ فضل خدا اب تک جب کہ ۱۹۰۷ء ہے زندہ موجود اور صاحب اولاد ہے اور جناب رسالدار صاحب امیر شاہ کی نسبت لکھا کہ آپ کے گھر لڑکا ہوگا میں خاص دعا کرتا ہوں ایک برس معیاد مقرر کی۔ مگر اب تک شاہ صاحب کے گھر لڑکا پیدا نہ ہوا۔

ملاّ محمد بخش صاحب مالک اخبار جعفرزٹلی لاہور وکیل رسپانڈنٹ کی نسبت الہام کیا کہ وہ عرصہ تین برس کے اندر ذلیل اور خوار ہوگا۔ مگر میعاد متعینہ تک اس کو کچھ بھی نہ ہوا اور وہ اب تک خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہ نسبت اوّل کے زیادہ آسودہ حال ہے۔ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کی نسبت بھی پیش گوئی کی تھی کہ وہ ذلیل اور خوار ہوں گے۔ لیکن برخلاف اس کے گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ان کو چار مربع زمین عطا ہوئی اور اسی طرح اس کی بہت سی روحانی غلبہ کی باتیں ہیں جو ایک بھی پوری نہیں ہوئی۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ معدودے چند اشخاص عقل سے بے بہرہ اور اسلامی عقائد سے بے خبر اور علم دینیات سے بالکل معرّا اس کی پیرو ہوگئے ہیں۔ مگر اپیلانٹ ان کو بھی عرصہ ستائیس سال سے اب تک بقول شخصے او خویشتن گم است کرا راہبری کند۔ کچھ روحانی فائدہ نہ پہنچا سکا۔

چنانچہ خود اپیلانٹ ان کی نسبت لکھتا ہے:

’’توبہ کرو اور پاک اور کامل ایمان اپنے دلوں میں پیدا کرو اور ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلس میں مت بیٹھو تا تم پر رحم ہو۔ یہ مت خیال کرو کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک جو بچایا جائے گا اپنے کامل ایمان سے بچایا جاوے گا۔ کیا تم ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو یا ایک قطرہ پانی کا تمہاری پیاس بجھا سکتا ہے۔ اسی طرح ناقص ایمان تمہاری روح کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتا آسمان پر وہی مومن لکھے جاتے ہیں جو وفاداری سے اور صدق سے اور کامل استقامت سے اور فی الحقیقت خدا کو سب چیز پر مقدم رکھنے سے اپنے ایمان پر مہر لگاتے ہیں میں سخت دردمند ہوں کہ میں کیا کروں اور کس طرح ان باتوں کو تمہارے دل میں داخل کردوں اور کس طرح تمہارے دلوں میں ہاتھ ڈال کر گند نکال دوں۔‘‘ دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز بنام زلزلہ کی پیشین گوئی مؤرخہ ۲ مارچ ۱۹۰۶ء۔

(مجموعہ اشتہارات ج سوم ص ۵۴۹)

اپیلانٹ کی اس تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیروان واقعی ناقص الایمان ہیں اور ابھی تک ان کے دلوں میں کامل ایمان بھی نہیں۔ کیوں کہ اگر وہ کامل الایمان ہوتے تو اپیلانٹ کو ان کی نسبت اس طرح لکھنے کی چنداں ضرورت ہی نہ تھی۔

پس جس شخص کی روحانی غلبہ کی تاثیر کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے پیروان کو ہی عرصہ ستائیس برس میں اپنی تحریر کے مطابق کچھ فیض نہ پہنچا سکا ہو اور ان کے دلوں سے ابھی تک

بقول خود (اور کس طرح تمہارے دلوں میں ہاتھ ڈال کر گند نکال دوں) پلیدی نہ نکال سکا ہو اوران کے دلوں پر اچھی باتوں کا اثر ایک صدی کے چہارم حصہ سے بڑھ کر میعاد میں نہ ڈال سکا ہو۔ ایسے شخص کی نسبت کوئی وجہ ہے کہ اس کے اس قول کو ’’کیوں کر روحانی غلبہ بجز اس زمانہ کے کسی اور زمانہ میں ممکن نہ تھا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۹۳ خزائن ج۳ ص۱۹۳) تسلیم کرلیا جاوے۔

علاوہ ازیں ایک اور اہم اور قابل غور یہ بات ہے کہ اپیلانٹ اپنی دستاویز بنام (ایک غلطی کا ازالہ ص اخزائن ج۱۸ ص۲۰۶، ۲۰۷) پر بحوالہ براہین احمدیہ ص ۴۹۸ بیان کرتا ہے کہ وہ بذریعہ وحی اللہ ’’ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ‘‘ کا مصداق ہے اور یہ وحی اللہ براہین احمدیہ میں جس کو ۱۹۰۱ء میں طبع ہوئے ۲۲ برس گزر چکے ہیں (یعنی ۱۸۸۰ء) احاطہ تحریر میں آچکی ہے۔

اور یہی آیت معہ شرح اپیلانٹ کی الہامی کتاب ازالہ اوہام مؤرخہ ماہ ذالحج ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء (ص ۶۷۵ خزائن ج۳ ص۴۶۴) پر مرقوم ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں ’’ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ‘‘ درحقیقت اسی مسیح بن مریم (یعنی اپیلانٹ) کے زمانہ سے متعلق ہے کیوں کہ تمام ادیان پر روحانی غلبہ بجز اس زمانہ کے کسی اور زمانہ میں ہرگز ممکن نہیں تھا۔‘‘

اور (ازالہ اوہام ص۱۹۳ خزائن ج۳ ص۱۹۳) پر اسی آیت کی نسبت لکھتا ہے ’’یہ وہ پیش گوئی ہے جو پہلے سے قرآن مجید میں انہیں دنوں کے لئے لکھی گئی ہے۔‘‘

اللہ اور اس کے رسول کے وعدے جو قرآن اور حدیث میں تھے آج سچے ہوگئے اور خدا کا وعدہ اور امر ایک دن پورا ہونا تھا۔ عدالت عالیہ ہائی کورٹ آسمانی کو کاغذات متعلقہ مسل ہذا سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ اپیلانٹ بروے دستاویزات مؤرخہ ۱۸۸۰ء اور ۱۸۹۱ء اس بات کا مدعی ہے کہ آیت ’’ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ‘‘ ایک پیشن گوئی ہے جو پہلے سے ہی اپیلانٹ کے حق میں قرآن شریف میں لکھی گئی ہے۔ جس کا پورا ہونا انہیں دنوں یعنی اپیلانٹ کے زمانہ میں ضروری تھا۔

کیوں کہ تمام ادیان پر غلبہ بجز زمانہ اپیلانٹ کے کسی اور زمانہ میں ممکن نہ تھا لیکن اس کی اس تحریر کے بالکل برخلاف اسی کے دوسری دستاویزات فریق مخالف یعنی رسپانڈنٹ

پیش کرتا ہے جو شامل مسل ہے جس میں اپیلانٹ لکھتا ہے:

اوّل: ’’کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے۔ یہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے۔‘‘ دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز بنام (دافع الوساوس ص ۱۵ خزائن ج ۵ ص ایضاً)

دوم: اور عیسائی پادریوں کی نسبت اپنی دستاویز بنام (ازالہ اوہام ص ۴۸۹، ۴۹۰ خزائن ج ۳ ص ۳۶۳) پر لکھتا ہے ’’یہ لوگ اپنے دجالانہ منصوبوں کی وجہ سے ایک عالم پر دائرہ کی طرح محیط ہو گئے ہیں، جہاں یہ لوگ جائیں اور جہاں اپنا مشن قائم کریں ایک عالم کو تہہ وبالا کر دیتے ہیں۔‘‘

سوم: اور پھر (ازالہ اوہام ص ۴۹۱، ۴۹۲ خزائن ج ۳ ص ۳۶۴) پر لکھتا ہے ’’ہجرت مقدسہ کی تیرہویں صدی سے پہلے ان تمام فتنوں کا نام ونشان نہ تھا اور جب تیرہویں صدی کچھ نصف سے زیادہ گزر گئی تو یک دفعہ اس دجالی گروہ کا خروج ہوا اور پھر ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس صدی کے آواخر میں بقول پادری ہیکر صاحب پانچ لاکھ تک صرف ہندوستان میں ہی کرسٹان شدہ لوگوں کی نوبت پہنچ گئی اور اندازہ کیا گیا کہ قریباً بارہ سال میں ایک لاکھ آدمی عیسائی مذہب میں داخل ہو جاتا ہے۔‘‘

چہارم: ’’سب سوچو کہ صلیب کا غلبہ تو انتہا تک پہنچ گیا اور نصاریٰ ٹڈیوں کی طرح دنیا پر محیط ہو گئے اور پادریوں کو اپنے شیطانی اغواء میں وہ کامیابی ہوئی جس کی کوئی نظیر نہیں۔‘‘ دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز بنام (ضمیمہ انجام آتھم ص ا خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۵)

اب اپیلانٹ کا پہلے دستاویز (براہین احمدیہ ص ۴۹۸ خزائن ج ۱ ص ۵۹۳ حاشیہ درحاشیہ نمبر ۳) وغیرہ میں یہ بیان کرنا کہ ’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الخ‘‘ کا بذریعہ وحی اللہ میں ہی مصداق ہوں اور میرے زمانہ کے سوا کسی اور گزشتہ یا آئندہ زمانہ میں دین کو دوسرے ادیان پر غلبہ ممکن ہی نہ تھا اور دوسری دستاویزات میں جو براہین احمدیہ کے بعد احاطہ تحریر میں آئیں جیسا کہ (دافع الوساوس ص ۱۵ خزائن ج ۵ ص ایضاً، ضمیمہ انجام آتھم ص ا خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۵ اور ازالہ اوہام ص ۴۹۱ خزائن ج ۳ ص ۳۶۴) میں یہ تحریر کرنا کہ ایک لاکھ کے قریب ۱۲ سال

کے بعد ہندوستان کے لوگ عیسائی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بقول ہیکر صاحب اپیلانٹ کی دستاویز (ازالہ اوہام ص۴۹۱ خزائن ج۳ ص۳۶۴) کی تحریر کے وقت یعنی ۱۸۹۱ء تک پانچ لاکھ کرسٹان ہو چکے تھے اور یہ دیگر ممالک کے علاوہ صرف انڈیا کا حال ہے اور لطف یہ ہے کہ اپیلانٹ خود مقر ہے کہ ہجرت مقدسہ کے تیرہویں صدی سے پہلے ان تمام فتنوں کا نام ونشان بھی نہ تھا۔

اور جب تیرہویں صدی نصف سے زیادہ گزر گئی حتیٰ کہ آخر صدی میں عین اسی وقت جب کہ اپیلانٹ کا خروج ہوا، یعنی براہین احمدیہ آخر صدی ۱۸۸۰ء میں اپیلانٹ کے ہی قول کے مطابق لکھی گئی اور اسی زمانہ سے اہل تثلیث کا غلبہ بھی شروع ہو کر یہاں تک نوبت پہنچی اور ان کو وہ کامیابی نصیب ہوئی کہ ٹڈیوں کی طرح دنیا پر محیط ہوگئی۔ جس کی کوئی نظیر نہیں۔

گویا اپیلانٹ کے ہی قول اور تحریر کے مطابق اسی کے زمانہ خروج سے ہی اسلام میں یہ زوال شروع ہوا۔ حالاں کہ نصف صدی سے زیادہ تک اس کا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا۔ اگر اپیلانٹ کی اوّل الذکر دستاویز کو جس کی نسبت ۱۸۸۰ء اور ۱۸۹۱ء میں تحریر ہونا بذریعہ وحی اللہ تسلیم کرتا ہے، صحیح ہوتیں تو مؤخر الذکر دستاویزات ۱۸۹۳ء اور ۱۸۹۷ء میں کیوں اور کس لئے احاطہ تحریر میں آتیں۔

بہرحال اپیلانٹ کے خود اپنے اقوال دستاویزات سے یہ امر بوجہ احسن پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ جب سے اس نے خروج کیا ہے ایک فرد بھی غیر اقوام میں سے اس کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی بیہودہ واہیات اور بالکل لاطائل تحریرات کو دیکھ کر سطحی خیالات کے ہزاروں بلکہ لاکھوں تعلیم یافتہ اسلام سے منحرف ہوگئے۔ ہاں اگر اس تنزل کو ہی جس کا یہ خود قائل ہے (کہ کئی لاکھ فقط ہندوستان) میں سے ہی جس جگہ اپیلانٹ نے خروج کیا ہے اور اسی کے نفوس قدسیہ کی برکت سے کرسٹان ہوگئے ہیں بلکہ چند ایک آریہ ہی بن گئے) دوسرے ادیان پر غلبہ قرار دیا جاتا ہے اور وہی بذریعہ وحی اللہ تو ایسی لغو لچر اور بیہودہ خیالات کو دنیا ہرگز قبول نہیں کرسکتی۔

اب یہ مرحلہ طے ہو کر نتیجہ صاف نکل آیا کہ اس کی تمام باتیں فقط اپنی من گھڑت ہی ہیں۔ کیوں کہ خدا کی کلام میں اور الہامی باتوں میں کبھی بھی اختلاف واقعہ نہیں ہوتا۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ غیر اللہ کی کلام میں البتہ مطابق قوانین اسلام (ج۵ باب۴ دفعہ۸۲) ’’ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً‘‘ اختلاف کا ہونا ضروری

ولابدی امر ہے۔ اگراس کی یہ باتیں من جانب اللہ ہوتیں اور ’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی الخ ‘‘ کا بذریعہ وحی اللہ مصداق ٹھہرایا جاتا تو اس کی تحریر اور قول میں کیوں اس قدر اختلاف واقع ہوتا۔

پس اپیلانٹ کی نسبت کہ اس نے دیدہ ودانستہ احکم الحاکمین پر چوں کہ افتراء باندھا ہے کہ اس کو وحی اللہ کے ذریعہ آیت مذکورہ بالا کا مصداق ٹھہرایا گیا ہے۔ حالاں کہ یہ سب باتیں اسی کی دستاویزات سے غلط ثابت ہوکر شیطانی وساوس پائی گئیں۔ اس لئے عدالت عالیہ ہائی کورٹ آسمان اپیلانٹ کے حق میں قوانین اسلام (ج ۷ باب ۶ دفعہ ۹۳):

’’ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئ ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ ولو تریٰ اذالظّلمون فی غمرات الموت والملٰئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیرالحق و کنتم عن اٰیٰتہ تستکبرون‘‘

اور اس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجھ کو وحی آئی اور اس کو وحی کچھ نہیں آئی جو کہے میں آتا رہا ہوں برابر اس کے جو اللہ نے اتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان آج تجھ کو جزا ملے گی ذلت کی مار اس پر کہ کہتے ہیں اللہ پر جھوٹ باتیں اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

اور (ج ۸ باب ۶ دفعہ ۱۴۴) ’’فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین ‘‘ پھر اس سے ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر تا لوگوں کو بہکاوے بغیر تحقیق کے بیشک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔

تجویز کرتی ہے اور نیز عدالت ہائی کورٹ آسمانی اس بات کی بھی تصدیق کرتی ہے کہ بیشک رسپانڈنٹ (علماء اسلام) اپیلانٹ پر کفر کا فتویٰ لگانے میں حق پر ہے اور اپیلانٹ واقعی کافر بلکہ اکفر اور کاذب ہے۔

۴...... ’’اور اس امر کی نسبت کہ بموجودگی حکم احکم الحاکمین ’ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین ‘‘ جب کہ کسی کو آں حضرت ﷺ کے بعد یہ حق ہی نہیں پہنچ سکتا کہ وہ نبوت ورسالت کا دعویٰ کرے، اپیلانٹ اس طرح بیان کرتا ہے۔ اس آیت میں ایک پیش گوئی ہے جس کے ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آں حضرت ﷺ

کے بعد پیشین گوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کردیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو، یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے، نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۲ خزائن ج۱۸ ص۲۰۷)

اپیلانٹ کی اس تحریر سے دو باتیں تشریح طلب نکلیں۔ اوّل: کیا رسمی مسلمان کے علاوہ کسی نے آج تک اسی طرح نبوت کا دعویٰ کیا۔ جیسا کہ اپیلانٹ نے۔

دوم: کیا آں حضرت ﷺ کے بعد آج تک کوئی بھی کھڑکی سیرت صدیقی کے راستہ سے داخل ہوکر فنافی الرسول ہوا اور اس کو وہی نبوت محمدی کی چادر پہنائی گئی یا نہیں اور کیا وہ اسی خاتم النّبیین میں ایسا گم ہوگیا کہ بہ باعث اتحاد اور نفی غیریت کی محمد کا نام ہی پالیا۔ گو ظلی طور پر ہی سہی۔

امر اوّل کی نسبت تو اپیلانٹ نے عرصہ ۱۳ سو برس میں ایک شخص کو بھی بطور مثال پیش نہیں کیا جو اپیلانٹ کے قول کے مطابق رسمی مسلمان کی صفت سے متصف نہ ہوتا اور وہ مدعی نبوت ورسالت ہوتا اور اسلام نے اس کو مان لیا ہوتا اور اپیلانٹ کو اتنی جرأت ہی نہیں کہ وہ عرصہ تیرہ سو برس سے زیادہ میں جس قدر مسلمان گزرے ہیں۔ سب کی نسبت سوائے اپنے رسمی مسلمان کے نام سے نامزد کرے۔

کیا حضرت صدیق اکبرؓ یا حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ یا حضرت علیؓ اصحاب کبار، ائمہ اطہار حضرت امامین یا ان کی اولاد مطہرہ میں سے حضرت پیران پیر محی الدین گیلانی اور اسی طرح سینکڑوں ہزاروں تو کیا لاکھوں بزرگان دین واولیاء اللہ وغیرہ کیا یہ سب کے سب رسمی مسلمان ہی تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ تمام امت محمدیہ کے سردار باوقار اور سب کے سب گورنمنٹ الٰہیہ کے نامی گرامی رکن اعظم تسلیم کئے گئے ہیں۔

حضرت عمرؓ کی زبان پر کئی آیات قرآن شریف میں نازل ہوئی ہیں۔ دیکھو کتب احادیث وغیرہ اور انہیں اصحاب رسول خدا کے عرق ریزی سے اسلام ہم تک پہنچا۔ جو جو کارنامے ان بزرگان دین سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ کیا کوئی اپنا یا بیگانہ انکار کرسکتا ہے۔

ہر گز نہیں۔

غرضیکہ اگر نبوت ورسالت کا اختتام نہ ہوا ہوتا اور بقول اپیلانٹ رسمی مسلمانوں کے علاوہ کسی کو نبوت ورسالت کا حق نہیں پہنچتا تو سب سے اوّل آں حضرت کے خلفاء راشدین کا حق۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کو اگر بہ نظر تعمق دیکھا جاوے تو معلوم ہو جاوے گا کہ علاوہ عرب کے مصر وشام کا کس قدر ملک آپ کے قبضہ اور تصرف میں تھا۔ جس کا انتظام آپ نے ایسا کیا کہ آج اس زمانہ میں جس کو روشنی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ ہر گز ممکن نہیں۔ باوجودیکہ سلسلہ ریل نہ تھا، تار برقی نہ تھی، ڈاک کا ایسا انتظام نہ تھا۔ پھر اس قدر دور دراز ممالک کو اپنے قبضہ وتصرف میں رکھنا اپیلانٹ کے نزدیک کیا کچھ کام نہیں۔ ایسا شخص رسمی مسلمان کہلانے کا استحقاق رکھتا ہے ہر گز نہیں۔

پس رسمی مسلمانوں کے علاوہ اپیلانٹ کے ہی قول کے مطابق نبوت اور رسالت کا مرتبہ سواء آں حضرت ﷺ کے اگر کسی دوسرے کو پہنچ سکتا تو ضرور عرصہ تیرہ سو برس سے زیادہ میں خاص الخاص مسلمانوں میں سے کوئی نہ کوئی جیسا کہ حضرت عمرؓ وغیرہ اپنا حق ظاہر کرتا اور اپیلانٹ اس کو بطور مثال اپنے عذر میں ضرور پیش کرتا۔ چوں کہ کسی نے بزرگان دین میں سے آج تک خلاف حکم احکم الحاکمین ایسا دعویٰ نہیں کیا اور اپیلانٹ بذات خود ایک نام بھی پیش نہیں کرسکا۔ اس لئے اس کا دعویٰ بلادلائل قابل سماعت ہی نہیں۔

امر دوئم: کی نسبت اپیلانٹ نے سیرت صدیقی کا لفظ استعمال کیا ہے اور سیرت صدیقی کی کھڑکی سے داخل ہونے والے کو چادر نبوت کا پہنایا جانا تحریر کیا ہے۔ پس ضروری نتیجہ یہ نکلا کہ کیا چادر نبوت حضرت صدیقؓ کو بھی کبھی پہنائی گئی اور صدیق امت کو ظلی طور پر کبھی محمد ﷺ تسلیم کیا گیا۔

کیوں کہ جب تک مشبہ بہ میں کوئی صفت حاصل نہ ہو اس وقت تک مشبہ کو اس کے ساتھ کوئی بھی وجہ تشبیہ نہیں ہوسکتی۔ حضرت صدیقؓ کے لئے کمال فخر کا مقام وہ ہے جس سے ان کا فنافی الرسول ہونا بھی نکلتا ہے۔ جہاں قرآن مجید میں اللہ پاک نے حدیث رسول کی روایت فرماکر ''ان اللہ معنا'' کہا اور ان کی معیت با رسول کا اظہار فرمایا۔

اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ اس مقام پر ان کا کیا نام رکھا گیا ہے۔ قرآن مجید نے تو جو لفظ استعمال کیا ہے وہ ''لصاحبہ'' ہے۔ اب جب کہ صدیق امت (مشبہ بہ کو جن کے ساتھ

اپنی آپ کو اپیلانٹ نے تشبیہ دی ہے) اس مقام بیعت پر جس کے توصیف قرآن مجید میں موجود ہے۔ اس سے بڑھ کر اور خطاب نہیں پا سکے (تو مشبہ اس صفت کو جو مشبہ بہ میں موجود نہیں۔ کس طرح حاصل کرنے کا مجاز ہوسکتا ہے) تو پھر کوئی اور شخص یا خود اپیلانٹ سیرت صدیقی کی کھڑی سے داخل ہوکر کیوں کر چادر نبوت اوڑھ سکتا ہے یا نبی ورسول بن سکتا ہے: ایں خیال است ومحال است وجنون۔

اب رہا ظلی طور پر محمد ہونا تو کیا کوئی شخص خیال کرسکتا ہے کہ کسی وجود کے سایہ میں بھی وہی کمالات موجود ہوتے ہیں جو شخص میں ہوتے ہیں۔ اگر نہیں تو ظلی ہوکر بھی اپیلانٹ ہرگز ہرگز محمد ﷺ نہیں بن سکتا۔ کتب سیر میں کثرت طرق کے ساتھ یہ امر بیان کیا گیا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے جسم اطہر وجود منورہ کا سایہ نہ تھا۔ شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ کسی مدعی کو (جیسا کہ اپیلانٹ نے دعویٰ کیا ہے) بطور مجاز بھی یہ کہنے کی جرأت نہ ہوسکے کہ میں ظل محمد ہوں۔ کیوں کہ جس چیز کی حقیقت ہی موجود نہیں۔ اس کے لئے مجاز کیوں کر استعمال ہوسکتا ہے۔'' (دیکھو فیصلہ قاضی سلیمان صاحب جج عدالت ہائی کورٹ آسامی)

اور یہ بدیہی بات ہے کہ ظل ایک ظلمت اور اندھیرا ہوتا ہے اور احکم الحاکمین کو یہ ہرگز منظور نہ تھا کہ وہ نور یعنی محمد مصطفیٰ جو دنیا کو منور کرنے کے لئے آیا اور جس نے دنیا کو تاریکی کی غار سے نکال کر روشنی کے پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا۔ اس کے ساتھ ظل جو بالکل اندھیرا اور ظلمت ہی ہے، رکتا۔ کیا آج تک کسی نے سورج یا چاند کا ظل دیکھا ہے۔ ہرگز نہیں۔

پس آں حضرت ﷺ جو نورٌ علی نور ہیں جن کے لئے یہ چاند اور سورج بنائے گئے ہیں۔ ان کا ظل کہاں۔ یہ اپیلانٹ کی محض چالاکی اور دھوکہ بازی ہے کہ رعایا گورنمنٹ الٰہیہ کو مغالطہ میں ڈال کر اپنا الّو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔ کیا اس کے تمام پیروان نے اس کو یعنی اپیلانٹ کو ظل مان لیا ہے۔ اگر مان لیا ہے تو یہ ظاہر بات ہے کہ ظل ظلمت اور اندھیرا ہی ہوتا ہے۔ پس جب کہ اپیلانٹ ظلمت ہی ظلمت ہوا تو اس کے متبعین جنہوں نے تاریکی کی پیروی اختیار کی کیا وہ منزل مقصود کو پہنچ جاویں گے ہرگز نہیں۔

ب: ''اگر خداتعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کہ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب

کے ہیں۔'' دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز بنام (ایک غلطی کا ازالہ ص۳ خزائن ج۱۸ ص۲۰۹) ''سو یاد رکھنا چاہئے کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں۔''

(وہی دستاویز ص۳ خزائن ج۱۸ ص۲۰۹) اس جگہ اپیلانٹ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''میرا نام محدث نہیں رکھنا چاہئے کیوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔'' چوں کہ نبوت کے معنی اظہار غیب کے ہیں اور میں غیب کی خبریں پانے والا ہوں۔ اس لئے میں ہی ہوں اور ''ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں۔'' لیکن اس کا یہ دعویٰ بالکل فضول اور بے ہودہ ہے۔

دیکھو خود اپیلانٹ اپنی دستاویز بنام (توضیح مرام ص۱۸ خزائن ج۳ ص۶۰) پر لکھتا ہے ''اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خداتعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی نبی ہی ہوتا ہے...... کیوں کہ خداتعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے۔''

توضیح مرام جو الہامی دستاویز ہے اس میں تو اپیلانٹ نے لکھا ہے کہ محدث پر امور غیبیہ ظاہر کئے جاتے ہیں اور اشتہار بنام (ایک غلطی کا ازالہ ص۳ خزائن ج۱۸ ص۲۰۹) پر جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے لکھتا ہے ''کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں'' تو سوال اب یہ ہے کہ اگر اشتہار کی تحریر سچی سمجھی جاوے کہ کسی لغت کی کتاب میں تحدیث کے معنی اظہار غیب نہیں تو اپیلانٹ نے دستاویز توضیح مرام میں یہ معنی کیوں کر لکھ دیئے اور اگر الہام سے یہ معنی لکھے گئے ہیں جیسا کہ توضیح مرام سے ظاہر ہے تو اب اس سے انکار کرنے کی کیا ضرورت آپڑی۔ پس اپیلانٹ کی دونوں تحریریں چوں کہ آپس میں مختلف ہیں۔ اس لئے قابل پذیرائی نہیں۔ کیوں کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ الہامی باتوں میں جو منزل من اللہ بیان کی جاویں اختلاف واقع ہو۔ ہاں غیر اللہ کی کلام میں جیسا کہ پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ اختلاف کا ہونا لابدی ہے۔ کیوں کہ یہی ایک شناخت کا معیار ہے۔

دیکھو (قوانین اسلام ج۵ باب۴ دفعہ۸۲) ''ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً''

ج: ''اور خدا نے آج سے ۲۰ برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آں حضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے...... (۱) یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آں حضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں۔ تمام کمالات محمدی معہ نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا۔ جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا...... (۲) ہاں یہ ممکن ہے کہ آں حضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجاویں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔''

دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز (ایک غلطی کا ازالہ ص۵و۶ خزائن ج۱۸ ص۲۱۲و۲۱۵)

اوّل: اپیلانٹ کا یہ دعویٰ کرنا کہ میں بروزی طور پر محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں۔ یہ بھی غلط بلکہ اغلط ہے۔ اپیلانٹ نے اس جگہ بروز کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس کے معنی لوگوں کو کم معلوم ہیں۔ بروز کے معنی ظاہر ہونا اور باہر نکلنا (منتخب اللغات) اور قوانین اسلام میں اس لفظ کا استعمال آیات مندرجہ حاشیہ میں قبور سے مردوں کے نکلنے کے معنی یا اوٹ میں سے نکل کر سامنے آجانے کے معنی میں کہاں گیا ہے۔

۱...... ''وبرزوا للہ الواحدالقھار'' (ابراہیم:۴۸)

۲...... ''وبرزوا للہ جمیعاً'' (ابراہیم:۲۱)

۳...... ''یومھم بارزون لا یخفی علی اللہ منھم شئ'' (مومن:۱۶)

سامنے آنے کے لئے:

۱...... ''ولما برزوا لجالوت'' (البقرہ:۲۵۰)

۲...... ''قل لو کنتم فی بیوتکم لبرزالذین کتب علیھم القتال''

(آل عمران:۱۵۴)

۳...... ''فاذا برزوا من عندک'' (النساء:۸۱)

جس سے ثابت ہے کہ احکم الحاکمین کے نزدیک بروز اس کو کہتے ہیں جو جسم چھپ گیا تھا وہی آشکارا ہوجائے، اوجھل جسم سامنے آجائے۔ پس یہ نہیں ہوسکتا کہ اس لفظ کا اطلاق ایک ایسے غیر شخص پر کیا جاوے جو خود بھی شخصیت کے لحاظ سے اپنا غیر ہونا تسلیم کرتا ہو۔

بروز محمدی کے معنی تو صرف یہ ہیں کہ محمد ﷺ مدینہ طیبہ کے مرقد منور اور راحت گاہ پاک سے اٹھ بیٹھیں اور یہ واقعہ نفخ صور کے بعد ہی ہوگا۔ دیکھو فیصلہ قاضی سلیمان صاحب جج

ہائی کورٹ آسامی جس فیصلہ کے ساتھ ہم بھی اتفاق ظاہر کرتے ہیں۔

دوم: اپیلانٹ کے اس طرح لکھنے سے کہ ’’ہاں یہ ممکن ہے کہ آں حضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجاویں۔‘‘ صاف معلوم ہوگیا کہ اپیلانٹ لفظ بروز کو تناسخ کے ہم معنی استعمال کرتا ہے۔ حالاں کہ اسلام اس مسئلہ کو نہیں مانتا اور اس کے خلاف سینکڑوں مدلل کتابیں موجود ہیں اور اپیلانٹ خود بھی تناسخ کا قائل نہیں۔ جیسا کہ اس کی دستاویز (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۳۹، ۴۴۰) سے ظاہر ہے۔

اپیلانٹ نے اب تک کسی جگہ اپنی دستاویز میں اس کے متعلق یہ نہیں بتلایا کہ اپیلانٹ سے پیشتر بھی بروزی رنگ میں کوئی شخص نبوت محمدیہ سے مشرف کیا گیا تھا اور اس کو مسلمان سمجھا گیا تھا۔ یہ بات تو اظہر من الشّمس ہے کہ اس کا جواب ابھی تک اپیلانٹ کی طرف سے نفی ہی نفی ہے۔ ورنہ ایسا بیباک چالاک آدمی جس نے ایسی جسارت کی اور ایسی خیرہ چشمی دکھلائی کہ خود ہی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! محمد ﷺ ہونے کا مدعی بن بیٹھا۔ اگر کسی شخص نے اس سے پیشتر اسی کی مانند اسی طرح آں حضرت ﷺ کی نسبت ایسی بے ادبی کی ہوتی تو ضرور اپنے دعویٰ کی تائید میں اس کو نظیراً پیش کرتا۔

اپیلانٹ اس جگہ اپنی دستاویز میں لکھتا ہے کہ ’’ہاں یہ ممکن ہے کہ آں حضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجاویں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا اظہار کریں۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۶ خزائن ج۱۸ ص۲۱۵)

اور اس تحریر کو وہ بحوالہ براہین احمدیہ جس کو طبع ہوئے ۱۹۰۱ء میں عرصہ ۲۲ برس کا گزر چکا ہے بیان کرتا ہے۔ مگر آپ ہی اپنی دوسری دستاویز (ازالہ اوہام ص۶۷۵ خزائن ج۳ ص۴۶۴ و ۱۹۳ خزائن ج۳ ص۱۹۳) پر جس کا ذکر نمبر۳ میں گزر چکا ہے ’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ‘‘ کی نسبت قوانین اسلام (ج۶ باب۵ دفعہ۳) ’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا‘‘ آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا پسند کیا۔

الاسلام دینا ...... میں نے تمہارے واسطے دین مسلمانی ...... کے مفہوم کو بالائے طاق رکھ کر لکھتا ہے کہ ’’یہ آیت یعنی ’’ھو الذی ارسل رسولہ الخ‘‘ میرے زمانہ کے

متعلق ہے۔ کیوں کہ ’’تمام ادیان پر غلبہ بجز اس زمانہ کے کسی اور زمانہ میں ممکن نہ تھا۔‘‘

اور ’’یہ وہ پیش گوئی جو پہلے سے قرآن شریف میں انہیں دنوں (یعنی اپیلانٹ کے زمانہ کے متعلق) کے لئے لکھی گئی ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۶۷۵ و ۱۹۳ خزائن ج ۳ ص ۴۶۴ و ۱۹۳)

حالاں کہ آیت ’’ھوالذی ارسل رسولہ الخ ‘‘ کا مفہوم ہر طرح سے آں حضرت ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں پورا ہو چکا ہے۔ دین اسلام کو بانیٔ اسلام کے وقت ہی وہ غلبہ نصیب ہوا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ اگر اسلام کو دوسرے ادیان پر آں حضرت ﷺ کے زمانہ میں غلبہ حاصل کرنے میں کچھ بھی کمی رہتی تو احکم الحاکمین کا ’’الیوم اکملت لکم دینکم الخ ‘‘ فرمانا نعوذ باللہ غلط ہو جاتا۔

اگر آں حضرت ﷺ کی نسبت اپیلانٹ کا یہ لکھنا کہ ’’نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں کمالات کے ساتھ آ کر نبوت کا اظہار کر سکتے ہیں۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۶ خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۵)

اور اپیلانٹ بہ باعث اتحاد اور نفی غیریت کے کوئی دوسرا وجود ہی نہیں بلکہ وہی محمد ہی صحیح ہوتا تو جس زمانہ میں آپ کا پہلے آنا ہوا اور قیامت تک وقتاً فوقتاً ہوگا۔ اسی زمانہ میں آیت ’’ھوالذی ارسل رسولہ الخ ‘‘ کا مفہوم مع اپنے تمام لوازمات کے ان کے حق میں سمجھنا چاہئے تھا۔ نہ یہ جیسا کہ اپیلانٹ باوجود دعویٰ اتحاد اور نفی غیریت کے یہ لکھتا ہے:

’’کیوں کہ تمام ادیان پر روحانی غلبہ بجز اس زمانہ کے کسی اور زمانہ میں ہرگز ممکن نہیں تھا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۶۷۵ خزائن ج ۳ ص ۴۶۴)

اور ’’یہ پیشین گوئی ہے جو پہلے قرآن شریف میں انہی دنوں (یعنی اپیلانٹ کے زمانہ کے متعلق) کے لئے لکھی گئی ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۱۹۳ خزائن ج ۳ ص ۱۹۳)

کیوں کہ اس جگہ اپیلانٹ نے اپنے آپ کو معہ اپنے زمانہ کے آں حضرت ﷺ اور ان کے زمانہ سے غیر اور علیحدہ قرار دیا ہے۔ یعنی اس آیت کا مفہوم آں حضرت ﷺ کے حق میں نہیں اور نہ آپ کے زمانہ میں پورا ہوا ہے۔ بلکہ میرے لئے ایک پیشین گوئی ہے جو میرے زمانہ میں پوری ہوئی اور میرے زمانہ کے سوا کسی اور زمانہ میں اس کا پورا ہونا ممکن ہی نہ تھا۔

پس اگر اپیلانٹ کی واقعی یہ بات صحیح ہے ’’کہ تمام ادیان پر غلبہ بجز اس زمانہ (اپیلانٹ کے زمانہ) کے کسی اور زمانہ میں ممکن نہ تھا۔‘‘ تو اپیلانٹ کے دوسرے قول ’’ہاں یہ ممکن ہے آں حضرت ﷺ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجاویں اور

بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔'' دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز بنام (ایک غلطی کا ازالہ ص۶ خزائن ج۱۸ ص۲۱۵) کے غلط ہونے میں کیا شبہ باقی رہا۔

عدالت ہائی کورٹ آسمانی کو بخوبی معلوم ہوگیا کہ اپیلانٹ ایک بڑا چالاک اور کذاب ہے جس نے نہایت ہی ایچ پیچ سے ایسی ایسی بے سروپا باتیں تحریر کر کے جہلاء کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر اپنی روٹی کمانے کا ڈھنگ نکالا ہوا ہے۔ ورنہ یہ تو اسلامی مسئلہ بالکل سادہ اور صاف ہے کہ جب آں حضرت ﷺ کو خداوندتعالیٰ نے مبعوث کیا اور آپ نے دوسرے ادیان باطلہ کے مقابل دین حق پیش کیا اور مشرکان، مجوس، یہود، عیسائی وغیرہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کو خدا کا مرسل اور سچا نبی مانا، آپ پر جاں نثار کرنے لگے اور تمام ادیان باطلہ پر آپ کو احکم الحاکمین نے فتح ونصرت بخشی اور اس امر واقعی کا اظہار اس طرح کیا جیسا کہ آیت ''**ھو الذی ارسل رسوله الخ**'' میں مذکور ہے اور چوں کہ خداوندتعالیٰ نے اس آیت اور اس کے تمام لوازمات اور مفہوم وغیرہ کو آپ کے ہی زمانہ میں بحد تکمیل کو پہنچا دیا تھا۔ اس لئے قوانین اسلام (ج۶ باب۵ دفعہ۳) ''**الیوم اکملت لکم دینکم الخ**'' میں اس کی صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظ میں اظہار تکمیل فرمادیا۔

اگر آں حضرت ﷺ کے زمانہ میں ہی اسلام کو عروج ترقی اور غلبہ دوسرے ادیان پر نہ ہوتا اور بقول اپیلانٹ آیت ''**ھو الذی ارسل رسوله الخ**'' کو ایک پیشین گوئی سمجھ کر اور اس کا پورا ہونا اور حد تکمیل کو اپیلانٹ کے زمانہ کے لئے ودیعت رکھا گیا ہوتا تو احکم الحاکمین کے فرمان ''**الیوم اکملت لکم دینکم الخ**'' کے غلط ہونے میں کون سا شبہ باقی رہتا ہے۔ **لعنت اللہ علی الکاذبین!**

سوم: اپیلانٹ کی طرف سے اس کے ان بیانات کی تائید میں یعنی ''جب کہ میں بروزی طور پر آں حضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا۔ جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔''

اور ''خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آں حضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۵ خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

ایک گواہ سراج الحق کا حلفی بیان جو اپیلانٹ کا جان نثار مرید ہے شامل مسل ہذا

ہے۔جس میں گواہ مذکور بیان کرتا ہے:

''سواب میں بفضلہٖ تعالیٰ خدا کی قسم کے ساتھ مؤکد کر کے اپنے کشف ورؤیا کو اس جگہ لکھتا ہوں اور حلفاً لکھتا ہوں کہ یہ میرا افترا نہیں۔ برب کعبہ یہ میری بناوٹ نہیں...... میں ایک مرتبہ شہر جنید میں قاضی تھا۔قاضی صاحبوں کی مسجد میں عشاء کی نماز میں نے پڑھائی اور پچاس آدمیوں کے قریب میرے مریدوں میں سے مقتدی تھے۔ بعدازادائے فرض مجھ پر غنودگی اور کشفی حالت طاری ہوئی اور دیکھا کہ بلند فرش والی مسجد میں وضو کر رہا ہوں اور مسجد کے شمال کی طرف ایک گلی میں بہت سے لوگ مسلمان اور ہندو آتے جاتے ہیں۔میں نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول مقبول کی خدمت میں گئے تھے جو عرب سے ہجرت کر کے ہند میں آ گئے ہیں۔میرے دل میں خیال آیا کہ مسلمان تو معتقد ہیں دوسروں سے پوچھوں جب میں نے ان سے پوچھا کہ رسول ﷺ کو کیسا پایا تو انہوں نے کہا سبحان اللہ! جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا اور کچھ کلمات تعریفیہ کہے۔میں نے جلد وضو کیا اور حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے دیکھا کہ صحن مکان میں فرش پر بہت سے آدمی بیٹھے ہیں اور دالان کے بیچ کی محراب میں حضرت رسول اللہ ﷺ چارزانو رو بجنوب تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے قریب ایک اور بزرگ ادب سے بیٹھے ہیں اور صحن میں فرش پر لوگوں کے اندر ایک شخص ننگے سر اور ننگے بدن چھوٹا سا تہہ بند میلا کچیلا باندھے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو پشت دیئے ہوئے بیٹھا ہے۔

میں نے دل میں کہا کہ یہ کون گستاخ اور بے ادب ہے جو رسول اللہ ﷺ کو پیٹھ دے رہا ہے......اس نظارہ کے دوسال بعد گواہ بیان کرتا ہے کہ وہ لدھیانہ میں گیا اور جب کہ وہ وہیں تھا تو اپیلانٹ بھی صوفی عباس علی (یہ وہ صوفی عباس علی ہے جو اپیلانٹ کا بڑا بھاری مرید تھا) جس کی نسبت الہام تھا ''اصلها ثابت وفرعها فی السماء'' پھر وہ اپیلانٹ کا مخالف ہوا۔دیکھو رسالہ (المسیح الدجال مصنفہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب ص ۴۸) کے بلانے پر لدھیانہ وارد ہوا تو گواہ مذکور شام کی نماز کے بعد اس کو دیکھنے گیا۔

اور وہ لکھتا ہے کہ:

''بباعث کثرت زائرین یہ خیال دل میں کر کے واپسی کی نیت سے اٹھا کہ اور کسی وقت جو فرصت کا ہوگا زیارت کرلوں گا۔مگر اس وقت آپ کی صورت لباس ونشست کو دیکھ کر

مجھے اپنا کشف یاد آیا اور میں نے یقین کرلیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیرایہ میں آپ کو (یعنی اپیلانٹ کو) ہی دیکھا تھا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو نبی کریم کے پیرایہ میں مجھ پر ظاہر کیا تھا۔''

اور''میں جب ۱۲۹۸ھ میں حضرت امام کامل کی زیارت کر کے قادیان سے واپس سرساوہ گیا اور اپنی کشف اور حضرت امام برحق کے حالات اپنے گھر میں بیان کئے تو ہمارے گھر میں ایک ہفتہ کے بعد یہ خواب دیکھا کہ تمام دنیا میں شور اور فساد برپا ہے اور کہیں امن کی صورت نہیں تو ایک مکان میں حضرت اقدس کھڑے ہوئے فرماتے ہیں۔ بیٹا یہاں آجاؤ۔ امن یہیں ہے۔ میں اس زمانہ کا امام پناہ اور امن ہوں۔ اس کے وہ قادیان آئیں تو انہوں نے آپ کو پہچان لیا۔'' (حاشیہ ص۱۴)

اس گواہ سراج الحق کا یہ بھی بیان ہے''پھر ایک دفعہ مجھے رؤیا ہوا کہ اپیلانٹ مسجد کی چھت پر بیٹھا ہوا ہے اور خواجہ خضر اچانک ظاہر ہوئے اور دو نقشے لمبے چوڑے میرے سامنے کئے۔ ایک نقشہ پر چار تصویریں گھوڑوں پر سوار دیکھیں۔ ایک تصویر پر مجدد اوّل لکھا ہے۔ دوسری پر مجدد دوم، علیٰ ہذا چوتھی پر مجدد چہارم لکھا ہے اور یہ چوتھی تصویر معہ گھوڑے کے وجیہ اور شاندار تینوں سے بڑی تھی۔ دوسرے نقشہ میں بیت اللہ کا نقشہ تھا۔ خضر نے فرمایا سراج الحق یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ بیت اللہ کا نقشہ ہے۔ تب خضر نے زور سے کہا اب یہ بیت اللہ قادیان بنے گا۔

ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ میں بیت اللہ کی زیارت کے لئے گیا ہوں۔ جب میں اندر داخل ہونے لگا تو بیت اللہ کے اندر اور اوپر چھت اور دیواروں میں بکثرت تصویریں رکھی ہیں۔ میری زبان سے بے ساختہ یہ نکلا۔ سبحان اللہ! بیت اللہ تو بتوں کی نجاست سے رسول اللہ ﷺ نے پاک کیا تھا۔ اب پھر بتوں سے مزین ہوگیا۔ میں ایسے بیت اللہ میں نہیں جاتا۔ جو پھر بتوں سے نجس اور پلید ہوگیا۔'' دیکھو گواہ سراج الحق کا بیان موسومہ

(کشف صحیح بتصدیق مثیل المسیح ص۲ تا ۷)

گواہ سراج الحق کی شہادت سے صاف صاف بلاکم وکاست معلوم ہوگیا کہ شہادت واقعی بناوٹی ہے جیسا کہ اپیلانٹ چابکدست خیرہ چشم اور کاذب ہے ویسا ہی یہ گواہ بھی سخت دشمن اسلام اور سخت دروغ گو ہے۔ محض جہلا کو فریب اور دھوکہ دینے کے لئے

اپیلانٹ نے اپنی حسب منشاء اپنے بیانات اور دعویٰ کی تصدیق اور تائید کے لئے اس قسم کی شہادتیں پیش کی ہیں۔ اپیلانٹ کے دعویٰ اور گواہ کی شہادت کو موازنہ کرنے سے بلاتردد ماننا پڑے گا کہ اپیلانٹ کا دعویٰ یعنی ’’جب کہ میں بروزی طور پر آں حضرت ﷺ ہوں۔‘‘ الخ اور ’’خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آں حضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۵ خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

اور اس پر سراج الحق گواہ کی شہادت ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ اپیلانٹ اپنی دستاویز (ایک غلطی کا ازالہ ص۵ خزائن ج۱۸ ص۲۱۲) میں بحوالہ براہین احمدیہ بیان کرتا ہے ’’اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آں حضرت ﷺ کا وجود قرار دیا۔‘‘

اس تحریر سے عدالت ہذا کو معلوم ہوگیا کہ اپیلانٹ کا نام بذریعہ وحی ۱۹۰۱ء سے ۲۰ برس پہلے محمد رکھا گیا اور آں حضرت ﷺ کا وجود قرار دیا گیا۔ گویا اپیلانٹ اور آں حضرت کوئی دو وجود نہیں بلکہ ایک ہی وجود ہے اور ۵ر نومبر ۱۹۰۱ء سے ۲۰ برس پہلے حساب لگانے سے معلوم ہوا کہ یہ درجہ اپیلانٹ کو بذریعہ وحی اللہ ۵ر نومبر ۱۸۸۱ء میں عطا ہوا۔

اور گواہ کا بیان ہے کہ اس کو شہر جنید میں قاضی صاحبوں کی مسجد میں حالت کشفی طاری ہوئی اور اس نے آں حضرت کو دیکھا اور اس نظارہ کے دو سال بعد جب گواہ لدھیانہ میں آیا تو وہاں اپیلانٹ بھی وارد ہوا، اور صوفی عباس علی کے مکان پر فروکش ہوا، اور گواہ اس کو دیکھنے کے لئے صوفی مذکور کے مکان پر گیا۔ اس وقت اپیلانٹ کی صورت لباس نشست وغیرہ کو دیکھ کر گواہ کو اپنا کشف جو دو سال پیشتر دیکھا تھا یاد آیا اور اس نے یقین کرلیا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پیرایہ میں اپیلانٹ کو دیکھا تھا۔

اس کے بعد گواہ ۱۲۹۸ھ میں (جیسا کہ حاشیہ ص۴ پر درج ہے) جب کہ قادیان میں واپس سرساوہ گیا تو اپنا کشف اور اپیلانٹ کے حالات گھر میں بیان کئے الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ گواہ ۱۲۹۸ھ میں قادیان سے لوٹا اور ضرور ہے کہ اسی سن میں یا اس سے پہلے بیعت میں داخل ہوا ہو۔

بہر حال نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ گواہ ۱۲۹۸ھ تک بیعت میں داخل ہو چکا تھا۔ لیکن جب وہ اپیلانٹ کو لدھیانہ میں دیکھنے گیا تھا تو جنید والی مسجد کی کشف سے دو سال بعد گیا تھا۔

پس حساب کے رو سے گواہ مذکور کو کشفی حالت اسی کی مقرر کردہ میعاد کے بموجب ۱۲۹۶ھ میں طاری ہوئی یا یوں کہو کہ اس کو یہ حالت ۱۸۷۹ء میں پیش آئی۔

اب از روئے حساب ۱۸۷۸ء سے لے کر ۱۹۰۱ء تک ۲۳ برس ہوئے۔ یعنی اپیلانٹ کو اپنے بیان غلطی کا ازالہ ۵ر نومبر ۱۹۰۱ء کے مطابق، ۱۹۰۱ء سے ۲۰ برس پہلے ۱۸۸۱ء میں بذریعہ وحی اللہ آں حضرت ﷺ کا وجود قرار دیا گیا اور اس وقت یا یوں کہو کہ ۱۸۸۱ء میں عین محمد اور احمد ہونے کا حق پیدا ہوا۔ لیکن گواہ کی شہادت کے مطابق ۱۹۰۱ء سے ۲۳ برس پہلے یعنی ۱۸۷۹ء مطابق ۱۲۹۶ھ بنا دعویٰ پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ شہادت اور اپیلانٹ کے بیانات میں کم سے کم چھتیس مہینے کا اختلاف واقع ہوا۔ حالاں کہ اپیلانٹ تو اپنی دستاویز کو بذریعہ وحی اللہ قرار دیتا ہے اور گواہ اپنے بیانات کو کشف صحیح بتصدیق مثیل المسیح ظاہر کرتا ہے اور مثیل المسیح وہی اپیلانٹ ہے جس نے اپنی طرف سے...... اپنے بیانات کے تائید میں جھوٹی شہادت کے بنانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اگر اپیلانٹ کو یہ عذر ہو کہ قمری اور شمسی تاریخوں کے شمار میں فرق پڑ جاتا ہے اور یہی باعث اختلاف ہے تو یہ عذر بھی اس کا بالکل تسلی بخش نہیں۔ کیوں کہ قمری اور شمسی حساب میں ۳۶ سال کے بعد ایک برس کا فرق پڑ جاتا ہے۔

حالاں کہ یہاں ۲۰ برس کے بعد ۳ برس یا ۳۶ مہینے کا اختلاف ہے۔ اگر ۲۰ برس کے لئے چھ مہینے اور ۲۰ دن کا فرق نکال دیا جاوے تو بھی شہادت میں ۲۹ مہینے یا دو سال پانچ مہینے اور دس دن کا اختلاف باقی ہے۔ اس شہادت سے اس فرقہ کے بانی اور اس کے پیروان کے اعتقادات بھی رعایا گورنمنٹ الٰہیہ کو معلوم ہو گئے۔

جیسا کہ گواہ کا بیان ہے ”ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ میں بیت اللہ کی زیارت کے لئے گیا ہوں۔ جب میں اندر داخل ہونے لگا تو بیت اللہ کے اندر اور اوپر چھت اور دیواروں میں بکثرت تصویریں رکھی ہیں۔ الخ“

اور پھر گواہ کا یہ بیان ”دوسرے نقشہ میں بیت اللہ کا نقشہ تھا۔ خضر نے فرمایا سراج الحق یہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ بیت اللہ کا نقشہ ہے تب خضر نے زور سے کہا کہ اب یہ بیت اللہ قادیان بنے گا۔“ **لاحول ولا قوۃ من ھذا الخرافات!**

نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ جب قادیان کو بیت اللہ اور اپیلانٹ کو آں حضرت کا وجود

قرار دیا گیا اور عین محمد رسول اللہ ﷺ بنایا گیا تو علماء اسلام یعنی رسپانڈنٹ نے اگر اپیلانٹ کو انہیں وجوہات کے باعث کافر قرار دیا ہے تو واقعی فریق رسپانڈنٹ حق پر ہے اور یہ امر بھی لابدی ہے کہ جو باتیں من جانب اللہ نہ ہوں اور محض خدا پر افتراء باندھا جاوے۔ ان باتوں میں ضرور مطابق قوانین اسلام (ج ۵ باب ۴ دفعہ ۸۲) ''ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا'' اختلاف واقع ہوتا ہے اور عدالت ہذا اپیلانٹ کے حق میں قوانین اسلام (ج ۸ باب ۶ دفعہ ۱۴۴) تجویز کرتی ہے۔

''فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین'' پھر اس سے ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر تا لوگوں کو بہکاوے بغیر تحقیق کے بیشک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصافوں کو۔

چہارم: اپیلانٹ اپنی دستاویز (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵ خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲) مؤرخہ ۵ر نومبر ۱۹۰۱ء میں بحوالہ براہین احمدیہ لکھتا ہے اور ''خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آں حضرت ﷺ کا وجود قرار دیا۔''

اور اسی دستاویز میں دوسری جگہ پر یعنی ''جب کہ میں بروزی طور پر آں حضرت ﷺ ہوں۔'' اس کے بعد اپیلانٹ اپنی دوسری دستاویز بنام (تبلیغ ص ۷۹، ۸۰ مندرجہ آئینہ کمالات اسلام ص ۴۳۸ خزائن ج ۵ ص ایضاً) پر لکھتا ہے:

''کہ جب حضرت عیسیٰ کو معلوم ہوا کہ ان کی امت نے لوگوں کو راہ حق سے دور پھینک کر ہلاک کر ڈالا اور خود بغی وعصیان میں گرفتار ہے تو انہوں نے اللہ سے ایک نائب کی درخواست کی جو ان ہی کی حقیقت و جوہر کا متحد ومشابہ اور بمنزلہ ان ہی کے اعضا و جوارح کے ہو۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرما کر میرے دل میں مسیح کے دل سے پھونکا گیا اور مجھے توجہات وارادات مسیح کا ظرف بنایا گیا۔ حتی کہ میرا نفس اس سے بھر گیا اور اب میں وجود مسیح کی سلک میں اس طرح پرو دیا گیا ہوں کہ ان کا کالبد روح میرے نفس کے اندر عیاں ہے اور ان کا وجود میرا اندر پنہاں۔ مسیح کی جانب سے ایک برق کوند کر آئی اور میری روح نے اس سے کامل طور پر ملاقات کی۔ یعنی وجود مسیح کے ساتھ جو اتصال ہوا ہے وہ تخیل سے بڑھ کر ہے۔ گویا میں خود مسیح بن گیا ہوں اور اپنی ہستی سے جدا ہو چکا ہوں۔ میرے آئینہ میں مسیح کا ہی ظہور وتجلی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ میرا دل میرا جگر میرے عروق میرے اوتار وجود مسیح سے ہی بھرے

ہوئے ہیں اور میرا وجود مسیح کے جوہر وجود کا ایک ہی ٹکڑا ہے اور یہ سب میرے رب تبارک وتعالیٰ کا فعل ہے۔''

اس وحدت وجود کی نسبت اپیلانٹ نے اپنی کسی دستاویز میں یہ نہیں بیان کیا کہ جب وہ بالکل مسیح بن گیا تو پھر اس کا ''ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین'' کے بعد نبی اور رسول بننا کیوں کر ختمیت محمدی کا منافی نہ سمجھا جاوے گا۔ کیوں کہ اپیلانٹ تو وہ رہا ہی نہیں روح اور جسم سے مسیح بن چکا ہے اور اپنی پہلی ہستی سے علیحدہ ہو چکا ہے تو پھر رعایا گورنمنٹ الٰہیہ کے عقیدہ نزول مسیح پر جو اپیلانٹ نے اعتراض کئے ہیں۔ وہ کیوں کر اس پر وارد نہیں ہونے چاہئے۔ جب کہ بقول خود وہ گوشت پوست سے بالکل مسیح ہے۔

اپیلانٹ نے کسی جگہ اپنے بیانات میں یہ بھی ظاہر نہیں کیا کہ جب وہ پہلے بموجب تحریر براہین احمدیہ ۱۹۰۱ء سے ۲۰ برس پہلے جس کا کئی دفعہ پہلے ذکر آ چکا ہے بذریعہ وحی اللہ محمد رسول اللہ ﷺ بنایا گیا تھا تو پھر اس کے بعد مسیح بنائے جانے میں جو منفعت ہوئی اس کی کیا وجہ ہے۔ کیوں کہ اپیلانٹ یہ ضروری سمجھتا ہوگا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ سید الانبیاء ہیں۔

اپیلانٹ کی دونوں دستاویزات براہین احمدیہ اور تبلیغ کو آپس میں موازنہ کرنے سے عدالت ہائی کورٹ آسمانی کو معلوم ہوگیا کہ اگر اوّل الذکر تحریر جس کو اپیلانٹ نے اپنی دستاویزات (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵ خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲) میں بحوالہ براہین احمدیہ ''اور خدا نے آج سے ۲۰ برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آں حضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔'' اور ''جب کہ میں بروزی طور پر آں حضرت ﷺ ہوں۔'' بذریعہ وحی اللہ من جانب اللہ ہوتی تو اپیلانٹ کو ایسا رتبہ اور قدر ومنزلت یعنی آں حضرت ﷺ کا وجود ہوکر:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری　　آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

موخر الذکر تحریر مندرجہ (تبلیغ ص ۷۹، ۸۰ مندرجہ آئینہ کمالات اسلام ص ۴۳۸ خزائن ج ۵ ص ایضاً) کے مطابق مسیح بننے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی تھی۔

بہر حال اگر اپیلانٹ کو اس کی پہلی تحریر کے مطابق نقل کفر کفر نباشد آں حضرت کا وجود قرار دیا جاوے تو اس کا اپنے آپ کو وجود مسیح بیان کرنا غلط ہوگا۔ اگر اس کو اسی کی دوسری تحریر کے مطابق اپنی ہستی سے جدا ہوکر وجود مسیح قرار دیا جاوے تو اس کا آں

حضرت ﷺ بننا غیر صحیح سمجھا جاوے گا۔ چوں کہ اپیلانٹ کی تمام باتیں من جانب اللہ نہیں ہیں۔ جیسا کہ اسی کی دستاویزات سے ثابت ہے۔ اس لئے اس میں مطابق قوانین اسلام (ج ۵ باب ۴ دفعہ ۸۲) ''ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا '' اختلاف واقع ہوا۔ پس ایسے آدمی جو خدا پر افتراء باندھنے سے نہیں چوکتے ان کے حق میں عدالت ہذا (قوانین اسلام ج ۲۵ باب ۴۵ دفعہ ۷ و ۹) ''ویل لکل افّاک اثیم اولٰئک لھم عذاب مھین '' اور خرابی ہے ہر جھوٹے گناہ گار کی۔ ایسوں کو ذلت کی مار ہے۔

(ج ۲۶ باب ۴۷ دفعہ ۲۲) ''اولٰئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم '' ایسے لوگ وہی ہیں جن کو پھٹکارا اللہ نے پھر کر دیا ان کو بہرے اور اندھی ان کی آنکھیں۔ تجویز کرتی ہے۔

پنجم: اپیلانٹ اپنی دستاویز (ایک غلطی کا ازالہ ص ۵ خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲) میں بحوالہ براہین احمدیہ بیان کرتا ہے ''اور جب کہ میں بروزی طور پر آں حضرت ﷺ ہوں۔'' اور ''خدا نے آج سے ۲۰ برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آں حضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا۔''

اپیلانٹ کے اس بیان پر حساب لگانے سے معلوم ہو گیا کہ اس کو ۱۹۰۱ء ۲۰ برس پہلے یعنی ۱۸۸۲ء میں خدا نے آں حضرت ﷺ کا وجود قرار دیا۔ لیکن شق چہارم میں بحوالہ دوسری دستاویز بنام (تبلیغ ص ۷۹، ۸۰ مندرجہ آئینہ کمالات اسلام ص ۴۳۸ خزائن ج ۵ ص ایضاً) جو براہین احمدیہ کے بعد لکھی گئی ہے۔ اس سے ثابت ہو چکا ہے کہ اپیلانٹ بقول خود گوشت پوست سے بالکل اور روحانی اور جسمانی طور پر مسیح بنایا گیا ہے (اور جو فرق فیما بین قدر و منزلت آں حضرت ﷺ اور حضرت مسیح کے ہے وہ بھی ہر ایک صغیر و کبیر پر عیاں ہے) پس معلوم ہوا کہ ۱۸۸۲ء کی تحریر کے بعد مطابق دستاویز بنام تبلیغ اپیلانٹ اس رتبہ اور منزلت سے جو اس کو آں حضرت ﷺ کے وجود قرار دیئے جانے سے حاصل تھا۔ معزول ہو کر فقط مسیح ہی رہ گیا اور پھر اپیلانٹ اس کے بعد اپنی تیسری دستاویز بنام (دافع الوساوس حاشیہ ص ۲۱۸ خزائن ج ۵ ص ایضاً) پر بیان کرتا ہے:

''مگر یہ کہ ۱۸ر اکتوبر ۱۸۹۲ء کے بعد ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء ایک اور رؤیا دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں۔'' عدالت ہذا کو اپیلانٹ کی اس تیسری تحریر

کے مطابق صاف معلوم ہوگیا کہ اگر یہ گوشت پوست سے بالکل اور روحانی اور جسمانی طور پر سچ مچ مسیح ہوتا جو ایک رسول اور اولوالعزم نبی تھا تو اپیلانٹ ایسے رتبہ عالی کو چھوڑ کر حضرت علی ہونے کا دعویٰ ہرگز نہ کرتا۔

بہرحال اس کی ۱۸۹۳ء تک کی تحریر سے ثابت ہوگیا کہ ۷/دسمبر ۱۸۹۲ء تک یہ مسیحائی کے درجہ سے معزول ہوکر فقط حضرت علیؓ بن جانے کا مدعی ہے (اور جو فرق فیما بین نبوت رسالت اور اصحاب نبی کے ہے وہ بھی ظاہر ہے) اسی طرح جب عدالت ہائی کورٹ آسمانی نے اس مقدمہ کے متعلق تمام کاغذات کو جو مشمولہ مسل ہذا میں نہایت عمیق نظر سے دیکھا تو اپیلانٹ کی طرف سے ایک گواہ کی شہادت اپیلانٹ کی ہی تصدیق سے نظر پڑی۔

یہ گواہ اپنا نام محمد سراج الحق ابن حضرت شاہ حبیب الرحمٰن بتاتا ہے اور اس کی گواہی ۱۴/جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء قلمبند ہوئی ہے اور اس گواہی کا نام ''کشف صحیح بتصدیق مثیل مسیح'' ہے اور اپیلانٹ نے اس گواہ کے بیانات کے صحیح ہونے کی خود تصدیق کی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ:

''میں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت امام اعظم بڑی وجاہت اور علوشان سے تشریف رکھتے ہیں اور ان کے سامنے میں اور میرا دوست لالہ کیول رام سرساوی بیٹھے ہیں۔ لالہ صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ میں نے کہا یہ میرے دادا امام اعظم ہیں۔ غیر مقلدوں نے آپ کی سخت توہین کی ہے۔ اس لئے خدا نے آپ کو دوبارہ اس دنیا میں بھیجا کہ خلقت کو سیدھے راستے پر چلائیں۔ اس میں یہ تفہیم ہوئی کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مراد حضرت اقدس (یعنی اپیلانٹ) ہیں۔'' (کشف صحیح بتصدیق مثیل مسیح ص ۷،۸)

اس گواہ کی شہادت سے ظاہر ہوا کہ اپیلانٹ ایک محدث ہے نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس دستاویز کو اپیلانٹ خود تصدیق کرتا ہے کہ صحیح ہے اور جو فرق فیما بن اصحاب کبار اور محدث کے ہے اس کے بیان کی اس جگہ چنداں ضرورت نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اگر اپیلانٹ سچ مچ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوتا جیسا کہ اس نے بیان کیا ہے تو وہ اس گواہ کی شہادت کو جس میں اپیلانٹ کو امام اعظم بیان کیا گیا ہے کیوں صحیح قرار دیتا۔

اسی طرح جب عدالت ہذا نے کاغذات مشمولہ مسل کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص محض دھوکہ باز ہے۔ کیوں کہ اسی کی دستاویزات اور اسی کے بیانات سے ثابت ہوگیا

کہ اپیلانٹ کا یہ بڑا بھاری افتراء تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے خداوندتعالیٰ نے آں حضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے یا کہ وہ مسیح ہے یا حضرت علی۔ رہا اس کا یہ دعویٰ کہ وہ امام اعظم ہے وہ بھی غلط ہے۔ کیوں کہ یہ اپنی سب سے اخیر دستاویز میں اپنی نسبت لکھتا ہے:

’’ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ روحانی حقیقت کی رو سے میں وہی ہوں۔ یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین وآسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ...... اور خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا (یعنی کرشن کا) بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔‘‘ دیکھو اپیلانٹ کا لیکچر موسومہ بہ اسلام جو سیالکوٹ میں پڑھا گیا۔

(لیکچر سیالکوٹ ص۳۳،۳۴ خزائن ج۲۰ ص۲۲۸،۲۲۹)

چوں کہ اپیلانٹ کی یہ دستاویز ان دستاویزوں کے بعد ہے جن میں اس نے یہ لکھا ہے کہ خدا نے مجھے آں حضرت ﷺ کا وجود قرار دیا یا میں گوشت اور پوست سے اور روحانی اور جسمانی طور پر مسیح ہوں یا حضرت علی یا امام اعظم ہوں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اور اس سب دستاویزات بہ ترتیب پہلی دوسری اور تیسری کے اور وہ چوتھی کے تردید کرتی ہے اور آپس میں صریحاً متفاوت ہیں اور آخر میں پانچویں تحریر کے بعد ابھی تک اس کی اور کوئی تحریر اس بارہ میں شامل مثل ہذا نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے عدالت ہائی کورٹ آسمانی بھی اس کی اس آخری دستاویز مؤرخہ ۲؍نومبر ۱۹۰۴ء کو مطابق قوانین اسلام (ج۳۰ باب ۹۳ دفعہ ۴) ’’وللاٰخرۃ خیراً لک من الاولی‘‘ صحیح اور سچا قرار دیتی ہے۔

چوں کہ اپیلانٹ خود اپنی سب سے پچھلی تحریر میں کرشن بننے کا مدعی ہے تو عدالت ہذا کی رائے میں رسپانڈنٹ یعنی علماء اسلام بھی اب اس کا زیادہ تعقب نہ کریں۔ کیوں کہ جب یہ کرشن بن گیا تو اب اس کو اسلام سے کچھ بھی سروکار نہ رہا اور جب کہ یہ خود ہی دائرہ اسلام سے نکلنے کا مقر ہے تو رسپانڈنٹ کے لئے بھی مقام شکر ہے کہ ایسا کافر بلکہ اکفر اور کاذب جو اسلام کی آڑ میں سینکڑوں مسلمانوں کے ایمان کا خون کر چکا تھا از خود اسلام سے علیحدہ ہوکر سرگروہ مشرکین بن گیا اور فریق رسپانڈنٹ بھی بفضل خدا اس کی نسبت آئے دن

فتاویٰ کفر صادر کرنے سے سبکدوش ہوگیا۔

ششم: اپیلانٹ اپنی دستاویز بنام (ایک غلطی کا ازالہ ص۵ خزائن ج ۱۸ ص۲۱۲) میں بحوالہ براہین احمدیہ جس کو طبع ہوئے بقول اپیلانٹ ۱۹۰۱ء میں ۲۲ برس گزر چکے ہیں بیان کرتا ہے:

''جب کہ میں بروزی طور پر آں حضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلّیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔''

لیکن اس دستاویز یعنی براہین احمدیہ کے ۱۲ سال بعد ۱۸۹۱ء میں اپنی دوسری دستاویز بنام (ازالہ اوہام ص۶۷۳ خزائن ج۳ ص۴۶۳) پر جو وہ بھی الہامی دستاویز ہے اس کے برعکس یوں تحریر کرتا ہے:

''اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل (یعنی مثیل مسیح) ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیوں کہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کے رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے ''ومبشراً برسول یأتی من بعدہ اسمہ احمد'' مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔ یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عبودیت رکھتا ہے بھیجا گیا۔''

ان دونوں دستاویزات کے موازنہ کرنے سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ اپیلانٹ اپنی الہامی تحریر (ایک غلطی کا ازالہ ص۵ خزائن ج۱۸ ص۲۱۲) کے رو سے براہین احمدیہ میں ۲۰ برس پہلے یعنی ۱۸۸۰ء میں بذریعہ الہام آں حضرت کا وجود اور بہ باعث اتحاد اور نفی غیریت کے محمد ہونے کا مدعی بنا۔ لیکن اپنی دوسری الہامی تحریر میں بحوالہ (ازالہ اوہام ص۶۷۳ خزائن ج۳ ص۴۶۳) میں جو پہلی دستاویز سے ۱۲ برس بعد ۱۸۹۱ء میں قلم بند ہوئی۔ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ آیت ''ومبشراً برسول یأتی من بعد اسمہ احمد'' میری شان میں ہے اور اس آیت کے مصداق آں حضرت ﷺ نہیں۔ کیوں کہ آں حضرت کا نام جمالی اور جلالی صفات کے رو سے محمد ہے اور احمد سے مراد صرف جمالی شخص ہے جو خود اپیلانٹ ہے اور اس آیت کی تمسک سے اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کا غیر بنایا اور غیر ہونے کی

وجوہات بھی تحریر کردی۔

پس اپیلانٹ کا اپنے آپ کو دستاویز بنام (براہین احمدیہ ص۴۹۸ خزائن ج۱ ص۵۹۳ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳) ۱۸۸۰ء میں بہ باعث اتحاد اور نفی غیریت کے بذریعہ وحی اللہ عین محمد مصطفیٰ ﷺ کا وجود قرار دینا اور اس کے ۱۲ برس بعد دوسری دستاویز بنام (ازالہ اوہام ص۶۷۳ خزائن ج۳ ص۴۶۳) الہامی کتاب میں جو ۱۸۹۱ء میں طبع ہوئی۔ اس میں بذریعہ وحی اللہ ''ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' کا مصداق بننے کے لئے آں حضرت کا غیر بننا صاف صاف دلالت کرتا ہے کہ اس کی دونوں تحریریں بالکل غلط بلکہ اغلط ہیں۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ وحی اللہ میں اختلاف واقع ہو ہرگز نہیں۔

ہاں غیر اللہ کی کلام میں اختلاف کا ہونا مطابق قوانین اسلام (ج۵ باب۴ دفعہ۸۲) ''ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً'' لازمی ہے اور اپیلانٹ قوانین اسلام (ج۷ باب۶ دفعہ۹۲) ''ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئ'' اور اس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجھ کو وحی آئی اور اس کو وحی کچھ نہیں آئی۔ کا واقعی مصداق ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ عذر نمبر۶ میں جو کچھ اپیلانٹ نے بیان کیا تھا جیسا کہ یا ''ہم خود دعویٰ نبوت کرتے ہیں یا نعوذ باللہ حضرت سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاء نہیں سمجھتے۔ بلکہ خدا گواہ ہے کہ ہم ان سب باتوں کے قائل ہیں اور ان عقائد اور ان اعمال کے منکر کو ملعون اور خسر الدنیا والآخرۃ یقین رکھتے ہیں۔'' (انجام آتھم ص۴۵ خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

ان سب باتوں کے بیان کرنے میں وہ بلا ریب کاذب ہے۔ اپیلانٹ گو عذر نمبر۶ میں تحریر کرتا ہے کہ وہ مدعی نبوت نہیں اور آں حضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء سمجھتا ہے مگر علماء اسلام یعنی رسپانڈنٹ نے اپیلانٹ کی صدہا تحاریر سے جن کا ذکر اوپر گزر چکا ہے ثابت کردیا ہے کہ اس کا ایمان اس تحریر یعنی آں حضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء ماننے پر ہرگز نہیں۔ کاغذات امسلہ کے رو سے صاف صاف یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ وہ واقعی آں حضرت کو خاتم الانبیاء نہیں مانتا۔

اور عدالت ہذا کو اس بارہ میں ذرا بھی تامل نہیں کہ اس نے اپنی ہی دستاویزات کے صریحاً برخلاف بیشک نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا اور بڑے زور سے کیا بلکہ نبوت کا دعویٰ

کرتے ہوئے اپنے آپ کو آں حضرت ﷺ کا وجود ہی قرار دے دیا اور اس کے اس دعویٰ کو فریق رسپانڈنٹ نے اپیلانٹ کی تحاریر سے غلط اور غیر صحیح ثابت کر کے اپیلانٹ کو اسی کے قول کے مطابق ’’بلکہ خدا گواہ ہے کہ ہم ان سب باتوں کے قائل ہیں اور ان عقائد اور ان اعمال کے منکر کو ملعون خسر الدنیا والآخرہ یقین رکھتے ہیں۔‘‘ (انجام آتھم ص۴۵ خزائن ج۱۱ ص ایضاً) ملعون اور خسر الدنیا والآخرہ بنا دیا۔

اور عدالت ہائی کورٹ آسمانی قرار دیتی ہے کہ علماء اسلام نے جو اپیلانٹ کے حق میں کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے وہ واقعی درست ہے اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب قوانین اسلام (ج۲۶ باب ۴۹ دفعہ۱،۲) ’’**یآایها الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی الله ورسوله واتقوالله ان الله سمیع علیم یآایها الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون**‘‘

اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔ اے ایمان والو اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور ان سے نہ بولو چیخ کر جیسا کہ چیختے ہو ایک دوسرے پر، کہیں اکارت نہ ہو جاویں عمل تمہارے اور تم کو خبر نہ ہو۔

کے رو سے یہ بات اچھی طرح بحکم احکم الحاکمین واضح ہو چکی ہے کہ آں حضرت ﷺ کی آواز سے جو شخص اپنی اونچی آواز بھی نکالے گا گو وہ اصحاب رسول ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے اعمال ضائع ہو جاویں گے تو کیا جو شخص اپیلانٹ کی طرح خاکش بدہن آں حضرت ﷺ کی ہمسری کا دعویٰ کرے، رسول اور نبی کہلائے اور اس پر لطف یہ کہ وہ یہ بھی دعویٰ کرے:

’’جب کہ میں بروزی طور پر آں حضرت ﷺ ہوں۔ الخ‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۵ خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

تو کیا ایسا بے باک گستاخ، خیرہ چشم، بے ادب اس لائق نہیں کہ اس کو دائرہ اسلام سے خارج نہ کیا جاوے۔ ہاں وہ بے شک اس لائق ہے کہ اس کو اسلام سے خارج کیا جاوے

اور عدالت ہذا قرار دیتی ہے کہ ایسا دعویٰ کرنے والا جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اور کاغذات میں درج ہے وہ بلا ریب اسلام سے خارج ہے بلکہ اپنی ہی دستاویز کے مطابق واقعی ملعون اور خسر الدنیا والآخرۃ بھی ہے۔

اور عدالت ہائیکورٹ آسمانی اس کے لئے قوانین اسلام (ج ۳۰ باب ۷۸ دفعہ ۲۱ تا ۲۸) ''**ان جهنم كانت مرصادا. للطٰغين مآبا. لٰبثين فيها احقاباً. لا يذوقون فيها بردا ولا شرابا. الا حميما وغساقا. جزاء وفاقا انهم كانوا لا يرجعون حسابا وكذبوا باٰتنا كذاباً**'' بے شک دوزخ ہے تاک میں شریروں کا ٹھکانہ رہتے ہیں اس میں قرنوں، نہ چکھیں وہاں مزہ ٹھنڈک کا نہ ملے کچھ پینا، مگر گرم پانی اور بہتی پیپ، بدلا پورا اور وہ تھے توقع نہ رکھتے حساب کی اور جھٹلائیں ہماری آیتیں مکرا کر۔

تجویز کرتی ہے۔

(عذر نمبر ۷) ''میں ایک مسلمان ہوں، ''**اٰمنت باللّٰه وملٰئكته وكتبه ورسله**'' پر ایمان رکھتا ہوں۔'' (ازالہ ٹائٹل پیج ص ۴، خزائن ج ۳ ص ۱۰۲)

اوّل: اپیلانٹ کے اس عذر کے متعلق جب کہ تمام کاغذات مشمولہ مسل ہذا کی پڑتال کی گئی اور رسپانڈنٹ یعنی فریق ثانی علمائے اسلام کے مدلل جوابات دیکھے گئے اور زبانی تقریریں وکلاء کی سنی گئیں تو معلوم ہوا کہ اپیلانٹ واقعی کاذب اور مغالطہ انداز ہے۔

رسپانڈنٹ (یعنی علماء اسلام) اپیلانٹ کے جواب میں بیان کرتا ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ میں ایک مسلمان ہوں اور ''**امنت باللّٰه وملٰئكته وكتبه ورسله**'' پر ایمان رکھتا ہوں۔ محض جھوٹ ہے۔ اپیلانٹ نے فقط عوام الناس رعایا گورنمنٹ الٰہیہ کو دھوکہ میں ڈالنے کے علاوہ عدالت ہائی کورٹ آسمانی کو بھی مغالطہ دینے کی نیت سے لکھا ہے ورنہ اسلامی قوانین کے مطابق اس کا ایمان ان باتوں پر جن کا ذکر اس نے عذر نمبر ۷ میں کیا ہے ہرگز نہیں ہے۔

عذر نمبر ۷ میں سب سے اوّل بات اٰمنت باللہ پر ایمان لانا قوانین اسلام (ج ۳۰ باب ۱۱۱ دفعہ ۱ تا ۴) ''**قل هو اللّٰه احد اللّٰه الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً احد**'' تو کہہ اللہ ایک ہے، اللہ نرادھار ہے نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی۔ کے مطابق شرط ہے۔ لیکن اپیلانٹ اس کے صریحاً برخلاف اپنی دستاویز بنام (دافع البلاء ص ۶، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۶، ۲۲۷) پر لکھتا ہے:

’’اس کے بعد ان دنوں میں بھی خدا نے مجھے خبر دی چنانچہ وہ عزوجل فرماتا ہے ’’انت منی بمنزلۃ اولادی‘‘ اور خود ہی اس کا ترجمہ کرتا ہے ’’اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد‘‘

اور اسی دستاویز کے (دافع البلاء ص۷، خزائن ج۱۸ ص۲۲۷) پر لکھتا ہے:

’’انت منی وانا منک‘‘ تو مجھ میں سے ہے اور میں تجھ میں سے۔‘‘ یعنی خدا نے کہا تو میرا بیٹا ہے اور میں تیرا بیٹا۔ نعوذباللہ من ھذالخرافات۔

اور اپیلانٹ بیان کرتا ہے کہ یہ باتیں خدا نے بذریعہ وحی اس پر ظاہر کی ہیں۔ دیکھو وہی دستاویز (دافع البلاء ص۸، خزائن ج۱۸ ص۲۲۹) اور اس طرح اپیلانٹ اپنی دوسری دستاویز بنام (انجام آتھم ص۵۵، خزائن ج۱۱ ص ایضاً) پر لکھتا ہے:

’’خدا نے مجھ کو فرمایا ’’انت من مائنا‘‘ تو ہمارے پانی میں سے ہے۔‘‘

اور اسی دستاویز (انجام آتھم ص۵۲، خزائن ج۱۱ ص ایضاً) پر یوں لکھتا ہے:

’’الارض والسماء معک کما ھو معی‘‘ زمین اور آسمان تیرے ساتھ ایسا ہے جیسا کہ وہ میرے ساتھ۔‘‘

اس میں اپیلانٹ صاف صاف اقرار کرتا ہے کہ زمین وآسمان یعنی کل کائنات جو کچھ کہ آسمان اور زمین پر ہے۔ سب کا تعلق جس طرح خدا کے ساتھ ہے ویسا ہی اپیلانٹ کے ساتھ ہے۔ حتی کہ جس طرح خداوند تعالیٰ اس میں تصرف کرتا ہے ویسا ہی اپیلانٹ بھی کرتا ہے۔ افسوس صد افسوس اپیلانٹ کی اس جرأت اور خیرہ چشمی پر کہ عدالت ہائی کورٹ آسامی کو دھوکہ دینے سے نہیں چوکا اور عذر نمبر۷ میں نہایت دلیری اور بے باکی سے بیان کیا کہ وہ اٰمنت باللہ کی صفت سے متصف ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ پر اس طرح ایمان رکھتا ہے جیسا کہ قوانین اسلام میں مندرج ہے۔

حالاں کہ اسی کی دستاویزات سے رسپانڈنٹ نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اٰمنت باللہ کی صفت سے بالکل معرّا ہے۔ اگر اپیلانٹ عوام الناس اور رعایا گورنمنٹ الٰہیہ کو دھوکہ میں ڈالنے کی نیت سے یہ عذر کرے۔ جیسا کہ اس نے لکھا ہے کہ یہ باتیں ازقسم مجاز ہیں تو یہ بھی بڑی بھاری غلطی ہے۔ کیوں کہ یہ صاف ظاہر ہے کہ جس چیز کی حقیقت ہی موجود نہیں۔ اس کے لئے مجاز کیوں کر استعمال ہوسکتا ہے اور اس کا یہ عقیدہ ’’انت منی وانا منک‘‘ یا ’’انت منی بمنزلۃ اولادی‘‘ وغیرہ وغیرہ۔

چوں کہ قوانین اسلام (ج ۷ باب ۶ دفعہ ۱۰۰) ’’وخرقوا لہ بنین وبنٰت بغیر علم سبحٰنہ وتعالٰی عما یصفون ‘‘ اور تراشی ہیں خدا کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں وہ اس لائق نہیں اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو بتاتے ہیں۔

(ج ۱۱ باب ۱۰ دفعہ ۶۸،۶۹) ’’قالوا تخذاللہ ولداً سبحانہ ھوالغنی لہ ما فی السموات وما فی الارض ان عندکم من سلطان بھذا. اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون. قل ان الذین یفترون علی الکذب لا یفلحون ‘‘ کہتے ہیں اللہ نے کوئی بیٹا کیا وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں کچھ سند نہیں تم پاس کیوں جھوٹ کہتے ہو اللہ پر جو بات نہیں جانتے۔ کہہ جو لوگ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ بھلا نہیں پاتے۔

(ج ۵ باب ۴ دفعہ ۴۸) ’’ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشآء ومن یشرک باللہ فقد افتری اثماً عظیماً ‘‘ تحقیق اللہ نہیں بخشتا یہ کہ اس کا شریک پکڑے اور بخشتا ہے اس سے نیچے جس کو چاہئے اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے بڑا طوفان باندھا۔

(ج ۶ باب ۴ دفعہ ۱۷۱) ’’انما اللہ الٰہ واحد سبحانہ ان یکون لہ ولد لہ ما فی السموات وما فی الارض وکفی باللہ وکیلا ‘‘ اللہ جو ہے سو ایک معبود ہے اس لائق نہیں کہ اس کی اولاد ہو اسی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین ہے اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔

(ج ۱۶ باب ۱۹ دفعہ ۳۵) ’’ما کان للہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ ‘‘ اللہ ایسا نہیں کہ رکھے اولاد وہ پاک ذات ہے۔

(ج ۱۶ باب ۲۰ دفعہ ۸۹ تا ۹۵) ’’وقالوا اتخذالرحمن ولدا لقد جئتم شیئا اڈا تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخرالجبال ھدّا ان دعوا للرحمن ولدا وما ینبعی للرحمن ان یتخذ ولداً ‘‘ اور لوگ کہتے ہیں رحمان رکھتا ہے اولاد، تم آ گئے ہو بھاری چیز میں ابھی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر اس پر کہ پکارتے ہیں رحمان کے نام پر اولاد اور نہیں آتا رحمان کو کہ رکھے اولاد۔

(ج ۱۸ باب ۲۳ دفعہ ۹۱و۹۲) ’’ما اتخذاللہ من ولد وما کان معہ من الٰہ اذا لذھب کل الٰہ بما خلق ولعلا بعضھم علٰی بعض سبحان اللہ عما یصفون

علم الغیب والشهادة فتعالیٰ عما یشرکون ’’اللہ نے کوئی بیٹا نہیں کیا اور نہ اس کے ساتھ کسی کا حکم ہے۔ یوں ہوتا تو لے جاتا ہر حکم والا اپنے بنائے کو اور چڑھ جاتا ایک پر ایک اللہ نرالا ہے ان کے بتانے پر سے جاننے والا چھپے اور کھلے کا وہ بہت اوپر ہے اس سے جو شریک بناتے ہیں۔

(ج ۱۸ باب ۲۵ دفعہ ۲)’’ولم یتخذ ولداً ولم یکن له شریک فی الملک‘‘ اور نہیں اس کا کوئی بیٹا اور نہ کوئی اس کا شریک ملک میں۔

کے صریحاً برخلاف ہے۔ اس لئے رسپانڈنٹ یعنی علماء اسلام کا اس کے حق میں کفر کا فتویٰ صادر کرنا اور اس کو کافر قرار دینا واقعی درست اور بالکل صحیح اور عین قوانین اسلام کے مطابق ہے۔

دوم: اسی طرح اپیلانٹ کا عذر نمبر ۷ کی جزو دوئم و ملٰئکته کی نسبت ایمان رکھنا۔ جیسا کہ قوانین اسلام کے مطابق ہونا چاہئے۔ کاغذات مسل مقدمہ ہذا سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اپیلانٹ اپنی دستاویز بنام (توضیح مرام ص۳۳-۳۷ خزائن ج۳ ص۷۰، ۷۱-۸۵) پر لکھتا ہے:

’’ملائکہ وہ روحانیات ہیں کہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ یا دساتیر اور وید کے موافق ارواح کواکب ان کو نامزد کریں یا نہایت طریق سے ملائکۃ اللہ کا ان کو لقب دیں۔ درحقیقت یہ ملائکہ ارواح کواکب اور سیارات کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے انہیں سیاروں کے قوالب اور ارواح کی تاثیرات سے ہو رہا ہے۔‘‘

اور اسی دستاویزات مذکورہ بالا کے (توضیح المرام ص۶۸-۷۰ و۸۵ خزائن ج۳ ص۸۶، ۸۷ و۹۵) پر جناب جبرئیل علیہ السلام کی نسبت کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے پاس زمین پر کبھی نہیں آئے اور نہ آتے ہیں یوں تحریر کرتا ہے:

’’جبرئیل امین جو انبیاء کو دکھائی دیتا ہے وہ بذات خود زمین پر نہیں اترتا اور اپنے ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) سے نہایت روشن منیر سے جدا نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اس کی تاثیر نازل ہوتی ہے اور اس کی عکسی تصویر ان کے (انبیاء) دل میں منقوش ہو جاتی ہے۔‘‘

(کلمہ فضل رحمانی ص۱۰۶)

اپیلانٹ کا ایسا بیان کرنا اور اپنی دستاویزات میں لکھنا صریحاً قوانین اسلام

(ج۲۶ باب ۵۱ دفعہ ۲۴ تا ۲۸) ’’هل اتاک حدیث ضیف ابراهیم المکرمین اذ دخلوا علیه فقالوا سلما قال سلام قوم منکرون فراغ الیٰ اهله فجآء بعجل سمین فقرّبه الیهم فقال الا تأکلون فاوجس منهم خیفة قالوا لا تخف وبشّروه بغلٰم علیم ‘‘ پہنچی ہے تم کو بات ابراہیم کے مہمانوں کی جو عزت والے تھے۔ جب اندر آئے اس کے پاس تو بولے سلام وہ بولا سلام ہے یہ لوگ ہیں اوپرے۔ پھر دوڑا اپنے گھر کو تو لایا ایک بچھڑا موٹا تازہ بھون کر پھر ان کے پاس رکھا کہا تم کھاتے نہیں تو ڈرا ابراہیم ان سے دل میں، بولے تو نہ ڈر ہم تجھ کو ایک لڑکے کی خوشخبری دینے آئے ہیں۔

(ج۱۲ باب ۱۱ دفعہ ۶۹-۷۷-۸۱) ’’ولقد جاء ت رسلنا ابراهیم بالبشری قالوا سلٰما قال سلام فما لبث ان جاء بعجل حنیذ ‘‘ اور آ چکے ہیں ہمارے بھیجے ابراہیم پاس خوشخبری لے کر بولے سلام، وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا۔

(دفعہ ۷۷) ’’ولما جاء ت رسلنا لوطاً سئ بهم وضاق بهم ذرعا وقال هذا یوم عصیب ‘‘ اور جب پہنچے ہمارے بھیجے لوط کے پاس خفا ہوا ان کے آنے سے اور رک گیا جی میں اور بولا آج دن بڑا سخت ہے۔

(دفعہ ۸۱) ’’قالوا یالوط انا رسل ربک لن یصلوا الیک فاسر باهلک بقطع من اللیل ولا یلتفت منکم احد الخ ‘‘ مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہیں تیرے رب کے ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تجھ تک، سو لے نکل اپنی گھر والی کو کچھ رات سے اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں کوئی۔

(ج۱۴ باب ۱۵ دفعہ ۵۱) ’’ونبئهم عن ضیف ابراهیم ‘‘ اور احوال سنا ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا۔

(دفعہ ۵۲) ’’اذ دخلوا علیه فقالوا سلٰما قال انامنکم وجلون ‘‘ جب چلے آئے اس کے گھر میں اور بولے سلام وہ بولا ہم کو تم سے ڈر آتا ہے۔

(دفعہ ۶۰) ’’فلما جاء اٰل لوط ن المرسلین ‘‘ پھر پہنچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے۔

(دفعہ ۶۱) ’’قال انکم قوم منکرون ‘‘ بولا تم لوگ ہو گے اوپرے۔

(دفعہ ۶۲) ’’قالوا بل جئنک بما کانوا فیه یمترون ‘‘ بولے نہیں پر ہم لائے ہیں تجھ پاس جس میں وہ جھگڑتے تھے۔ کے برخلاف ہے۔

اپیلانٹ نے اس جگہ بھی پہلے کی طرح قوانین حقہ کی مطلقاً پرواہ نہیں کی۔اس کو اس بارہ میں سوچنا چاہئے تھا کہ یہ کیسا سایہ تھا کہ حضرت ابراہیم جیسے اولوالعزم نبی بھی ان کو یعنی فرشتوں کو سایہ نہ سمجھے اور انسان سمجھ کر جلدی ان کے لئے بچھڑا ذبح کر دیا اور کھانا پکا کر ان کے روبرو رکھ دیا اور جب انہوں نے نہ کھایا تب ڈرے۔اصل شئے کا اپنی جگہ سے جدا نہ ہونا اور اس کے سایہ کا جہاں چاہیں وہاں بھیج دینا اور سایہ کی جیسی چاہئے ویسی شکل بنا لینا اور سایہ کے معاملہ کی بات چیت کرنا کیا یہ تمام چیزیں غیر ممکن نہیں اور قوانین اسلام میں جا بجا فرشتوں کا نازل ہونا موجود ہے۔

دیکھو (ج ۳۰ باب ۹۷ دفعہ ۴) ''تنزل الملئکة والروح فیها باذن ربهم من کل امر'' اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر۔

اور تابوت سکینہ کی نسبت فرمایا ''تحمله الملئكة'' یعنی اٹھا لائے اس کو فرشتے۔دیکھو (قوانین اسلام ج ۲ باب ۲ دفعہ ۲۴۰) جب کہ کسی جگہ پر احکم الحاکمین نے فرشتوں کے سایہ کا ذکر ہی نہیں فرمایا تو ہم کوئی وجہ نہیں پاتے کہ اپیلانٹ کی تحریر کو صحیح تسلیم کریں۔ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ اپیلانٹ نے فرشتوں کے بارہ میں جو کچھ اپنی دستاویز مذکورہ بالا میں لکھا ہے۔چوں کہ وہ صریحاً قوانین اسلام کے برخلاف ہے۔جیسا کہ ظاہر کیا گیا ہے اس لئے اپیلانٹ کی نسبت رسپانڈنٹ یعنی علماء اسلام کا اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ صادر کرنا اور اس کو کافر قرار دینا بالکل صحیح اور درست ہے۔

سوم: اپیلانٹ کا عذر نمبر ۷ تیسری جزو ''وکتبه'' کی نسبت قوانین اسلام کی (ج اوّل باب ۲ دفعہ ۱۳۶) ''قولوا اٰمنا باللّٰہ وما انزل علینا وما انزل علٰی ابراهیم واسمٰعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی وما اوتی النّبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون'' تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ کو اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم پر اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو اپنے رب سے، ہم فرق نہیں کرتے ایک میں ان سب سے اور ہم اسی کے حکم پر ہیں۔

کے مطابق ایمان رکھنا اور ان کو منجانب اللہ تسلیم کرنا کا غذات امسلہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔حضرت عیسیٰ کو احکم الحاکمین کا اپنی کلام یعنی انجیل عنایت کرنا قوانین اسلام

(ج ۲۸ باب ۵۸ دفعہ ۲۷)''**وقفینا بعیسی ابن مریم واٰتینہ الانجیل**''اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ مریم کا بیٹا اور اس کو دی انجیل۔

اور (ج ٦ باب ۵ دفعہ ۴۶،۴۷)''**وقفینا علٰی آثارھم بعیسی ابن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ واٰتینہ الانجیل فیہ ھدی ونور ومصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ الخ**''اور پچھاڑی میں بھیجا ہم نے ان ہی کے قدموں پر عیسیٰ بیٹا مریم کا سچ بتاتا توریت کو جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سچا کرتے اپنی اگلی توریت کو۔

سے صاف ظاہر ہے اور انجیل کی نسبت یہ حکم بھی احکم الحاکمین نے فرمادیا کہ وہ ہدایت اور روشنی دینے کے علاوہ توریت کو بھی من جانب اللہ ثابت کرتی ہے۔ گوان دونوں کتابوں میں ان کے محافظین یہود ونصاریٰ کے ہاتھوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کے تین سو سال یا کچھ زیادہ عرصہ بعد آپس کی مخاصمت کی وجہ سے تحریف وتبدیل ہوئی ہے۔

لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ مطابق قوانین اسلام کی دفعات مذکورہ بالا کے یہ دونوں کتابیں یعنی توریت اور انجیل من جانب اللہ نہ تسلیم کی جاویں اور یہی عذر نمبر ۷ کی تیسری جزوی''وکتبـــــہ''(ہم ایمان لائے جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو اپنے رب سے اور ہم فرق نہیں کرتے ان میں سے کسی ایک میں اور ہم اسی کے حکم پر ہیں) کا مفہوم ہے۔

الاّ اپیلانٹ قوانین اسلام کی متذکرہ دفعات کے خلاف یوں لکھا ہے''اور نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ نے (یعنی مسیح نے) پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔''

دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز بنام (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ٦ خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

پھر لکھتا ہے''افسوس یہ ہے کہ وہ تعلیم بھی کچھ عمدہ نہیں۔ عقل اور کانشنس دونوں اس تعلیم کے منہ پر طمانچہ مار رہے ہیں۔'' (ایضاً)

اپیلانٹ کی اس دستاویز سے تین باتیں نکلتی ہیں۔ اوّل مسیح علیہ السلام نعوذ باللہ چور تھا کیونکہ اس نے طالمود یہودی کی کتاب سے سرقہ کر کے لکھا اور اس کا نام انجیل رکھا۔ دوم باوجودیکہ سرقہ کر کے انجیل کو مرتب کیا اور پھر انکار کر کے اس کو اپنی تعلیم قرار دیا۔ سوم وہ تعلیم

بھی کچھ عمدہ نہیں کیوں کہ عقل اور کانشنش کے خلاف ہے۔

احکم الحاکمین کا تو قوانین اسلام میں صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظوں میں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے یہ حکم ہے کہ انجیل من جانب اللہ اور ہدایت بخشنے والی ہے اور اپیلانٹ کا یہ ہذیان کہ مسیح علیہ السلام نے طالمود یہودی کتاب سے چرا کر لکھا ہے۔ جب اپیلانٹ کے نزدیک انجیل کا یہ قدر و منزلت ہے تو توریت جس کی تصدیق کا انحصار انجیل پر ''مصدق لما بین یدیه من التوارة'' بیان کیا گیا ہے کیا کچھ سمجھا جاوے گا۔

اپیلانٹ کے اس عقیدہ سے جو صریحاً قوانین اسلام کے خلاف ہے دو اہم سوال یہ پیدا ہوئے۔ اوّل جب بقول اپیلانٹ مسیح نے طالمود یہودی کی کتاب سے چرا کر لکھا اور اس کا نام انجیل رکھا تو احکم الحاکمین نے کیوں اور کس لئے ''واتینه الانجیل'' (اور دی ہم نے مسیح کو انجیل) فرمایا۔ حالاں کہ وہ کلام خدا کا نہ تھا بلکہ طالمود یہودی کا تھا۔

دوم: جب کہ بقول اپیلانٹ وہ تعلیم بھی کچھ عمدہ نہ تھی۔ عقل و کانشنس کے برخلاف تھی تو کیوں اور کس لئے خداوند تعالیٰ نے اس کی نسبت ''فیه هدی ونور'' (جس میں ہدایت اور نور ہے) فرمایا۔

افسوس اپیلانٹ کے اس بدعقیدہ پر جس سے خدا پر بھی کذب بیانی کا الزام عائد ہوگیا۔ ''فاعتبروا یآولی الابصار'' جب اپیلانٹ کے ایمان کا یہ حال ہے جو صریحاً قوانین اسلام کے برخلاف ہے تو کیا اس کے پیروان اس سے احتراز نہیں کریں گے۔

لعنت لله علی الکاذبین!

قوانین اسلام (یعنی قرآن مجید وفرقان حمید) کی نسبت اس کے عقیدہ کے متعلق جب کہ کاغذات مشمولہ مسل ہذا دیکھے گئے تو معلوم ہوا کہ قرآن شریف پر اپیلانٹ کا مطلقاً ایمان نہیں۔ عدالت ہائی کورٹ آسمانی نے اس کی تحریری دستاویزات کو معہ تمام حوالہ جات قوانین اسلام کے برخلاف اپنے فیصلہ میں صاف صاف بلاکم و کاست ظاہر کر دیا ہے۔ اگر اپیلانٹ کا قوانین اسلام یعنی قرآن مجید پر مطابق عذر نمبر ۷ کی جزو سوم ''وکتبه'' پر ایمان ہوتا تو کیوں ایسی دستاویزات خلاف کتاب اللہ شائع کرتا۔

اپیلانٹ قوانین اسلام یعنی قرآن مجید کی نسبت اپنا عقیدہ ظاہر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

۱...... ''قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے

ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے لیکن قرآن کفار کو سنا سنا کران پر لعنت بھیجتا ہے۔'' دیکھوا پیلانٹ کی دستاویز بنام (ازالہ اوہام ص۲۵،۲۶ خزائن ج۳ ص۱۱۵ حاشیہ)

۲...... (قرآن کریم نے) ''ایسا ہی ولید مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کی سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کئے ہیں۔'' دیکھوا پیلانٹ کی دستاویز بنام (ازالہ اوہام حاشیہ ص۲۷ خزائن ج۳ ص۱۱۶)

پس جس شخص کا قوانین اسلام کی نسبت جو بے عیب کتاب ہے ایسا بدعقیدہ ہو کیا وہ اس لائق ہے کہ اس کو مسلمان سمجھا جاوے ہر گز نہیں۔ دیکھو احکم الحاکمین کا ارشاد قرآن مجید کی نسبت۔ قوانین اسلام (ج۱۵ باب ۱۸ دفعہ ۱) ''**الحمد لله الذی انزل علٰی عبده الکتاب ولم یجعل له عوجا**'' تعریف اللہ کے لئے جس نے اتاری اپنے بندہ پر کتاب اور نہ رکھی اس میں کجی۔

(ج۱۵ باب ۱۷ دفعہ ۲۲) ''**وقل جآء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا**'' اور کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ بیشک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا۔

(ج۲۳ باب ۳۹ دفعہ ۲) ''**انّا انزلنا الیک الکتاب بالحق**'' ہم نے اتاری ہے تیری طرف کتاب سچی۔

(ج۷ باب ۶ دفعہ ۹۱) ''**وهذا کتاب انزلناه مبارک**'' اور یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری برکت کی۔

(ج۵ باب ۴ دفعہ ۱۰۵) ''**انّا انزلنا الیک الکتاب بالحق**'' ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچی۔

(ج۶ باب ۵ دفعہ ۱۵،۱۶) ''**قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین یهدی به الله من اتبع رضوانه الخ**'' تم پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے جو کوئی تابع ہوا اس کی رضا کا۔

اپیلانٹ اگر قرآن مجید کو من جانب اللہ سمجھتا اور مانتا ہوتا اس پر ایسا اتہام نہ لگاتا۔ ایسے شخص کو جس کی تحاریر سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم کو منجانب اللہ نہیں سمجھتا، خارج از اسلام نہ سمجھنا کیا معنی۔

اپیلانٹ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قرآن شریف غلطیوں سے پاک نہیں اور اپیلانٹ قرآن شریف کی غلطیاں نکالنے کے لئے آیا ہے۔ جیسا کہ وہ ایک کریم بخش نامی اہل حدیث کی حلفاً شہادت کو ایک فقیر سالک گلاب شاہ نام کی زبانی اپنی نسبت پیش کرتا ہوا لکھتا ہے:

''اس بزرگ (فقیر سالک گلاب شاہ) نے ایک دفعہ جس بات کو عرصہ تیس سال کا گزرا ہوگا۔ مجھ کو (یعنی کریم بخش اہل حدیث) کو کہا کہ عیسیٰ (اپیلانٹ) اب جوان ہوگیا ہے اور لدھیانہ میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔'' دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز بنام

(ازالہ اوہام ص ۷۰۸ خزائن ج ۳ ص ۴۸۲)

اور غالباً اسی شہادت کی بنا پر اپیلانٹ نے قرآن شریف کی بہت سی آیات کو دیدہ ودانستہ بدنیتی سے تحریف وتبدیل کر کے اپنی دستاویزات میں درج کیا ہے۔ جس کی ایک مختصر فہرست پتہ وار اسی کی دستاویز بنام (اربعین نمبر ۲ ص ۵،۶ خزائن ج ۱۷ ص ۳۵۱ تا ۳۵۳) سے ایک معتبر متین اور ثقہ عالم امام الدین صاحب پنشنر ساکن گجرات نے فریق رسپانڈنٹ کی طرف سے (ضمیمہ شحنہ ہند مؤرخہ ۱۶ و ۲۴ / جولائی ۱۹۰۲ء نمبر ۲۷ و ۲۸ ج ۲۰ و ۲۲ ص ۲۲۶ تا ۲۳۰) تک پیش کی ہے۔ جو شامل مسل ہذا ہے اور ہمارے سامنے موجود ہے۔

ہم اس کو اس فیصلہ میں اس لئے نقل کرتے ہیں کہ رعایا گورنمنٹ الٰہیہ (ایسے چالاک آدمی سے جو ایک طرف تو احکم الحاکمین کے احکامات میں مصلح بن کر جس طرح چاہتا ہے اپنی مرضی کے مطابق کم وبیش کر کے اپنی کتابوں کا منہ کالا کرنے کے علاوہ خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بن رہا ہے اور دوسری طرف ہائی کورٹ آسمانی کے سامنے عذر نمبر ۷ کی تیسری جزو ''وکتبہ'' پر معہ اس کے تمام لوازمات اور اصل مفہوم کے اپنا ایمان بھی ظاہر کرتا ہے) اس کی ایسی بے جا حرکت کو دیکھ کر ہر ایک اس سے جہاں تک ہو سکے احتراز کرے اور وہ فہرست یہ ہے:

نمبر ۱۲...... (ص ۲۲۹) ''یریدون ان یطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون'' یہ سورہ صف کی آیت نمبر ۸ ہے۔ اصل میں یوں ہے ''یریدون لیطفئوا الخ'' اپیلانٹ نے لام کو غیر فصیح سمجھ کر حذف کر دیا اور بجائے اس کے اپنی طرف سے ان ایزاد کر دیا اور یحرفون الکلم عن مواضعہ کے صلہ میں جو انعامات یہودیوں کو خدا کی درگاہ سے ملتے ہیں ان کی مستحق اپنی ذات کو ثابت کر دیا۔

نمبر۱۳...... (ص۲۲۹)''سنلقی فی القلوبهم الرعب''اصل آیت یوں ہے''سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب بما اشرکوابالله مالم ینزل به سلطانا وماواهم النار'' (آل عمران:۱۴۴)

نمبر۱۴...... (ص۲۲۹)''اذا جاء نصرالله والفتح (۲)وانتهٰی امرالزمان الینا (۳)الیس هذا بالحق''اس الہام کے تین ٹکڑے ہیں (۱) سورہ نصر آیت نمبرا (۲) من گھڑت (۳) سورہ احقاف کی آیت نمبر۳۴ کا دوسرا ٹکڑا۔

نمبر۱۵......،۱۶(ص۲۲۹)''اینما تولوا فثم وجه الله کنتم خیر امة اخرجت للناس وافتخاراً للمؤمنین''(۱) سورہ بقر کی آیت نمبر۱۰۶ کا دوسرا جملہ ہے ف کو اپیلانٹ نے ہضم کرلیا۔ اصل میں ہے فاینما الخ (۲) سورہ آل عمران کی آیت نمبر۱۱۰ کا پہلا جملہ ہے۔ جس کو معاذ اللہ غیر فصیح سمجھ کر افتخاراًللمؤمنین اپنی طرف سے بڑھا دیا۔

نمبر۱۷...... (ص۲۳۰)''(۱) قل ان افتریته فعلی اجرامی (۲)ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا (۳)واما نرینک بعض الذی نعدهم او نتوفّینک انی معک وکن معی اینما کنت''(۱) سورہ ہود کی آیت نمبر۳۷ کا دوسرا جملہ ہے (۲) سورہ صف کی آیت نمبر۷ کا پہلا جملہ ہے صرف اتنی اصلاح اپیلانٹ نے کی ہے کہ الف لام جوالکذب پر ہے حذف کردیا (۳) سورہ مومن کی آیت نمبر۷۷ صرف اس قدر تحریف کی ہے کہ فاما کی جگہ وامّا لکھ دیا اور الینا یرجعون کی جگہ انی معک وکن معی این ما کنت۔

نمبر۱۸...... ''(۱)ولاتیئس من روح الله(۲)الا ان روح الله قریب (۳)الا نصرالله قریب''(۱) سورہ یوسف آیت ۸۷ کا چوتھا جملہ ہے (۲،۳) سورہ بقرآیت نمبر۲۱۰الا ان نصرالله قریب کو بگاڑ کر دو ٹکڑے بنائے ہیں۔ یعنی دوسرے ٹکڑے میں لفظ نصراللہ کو نکال کر روح اللہ بھرتی کردیا اور تیسرے ٹکڑے میں سے لفظ ان کو حذف کردیا۔

نمبر۱۹...... ''(۱)یاتیک من کل فج عمیق (۲)یأتون من کل فج عمیق'' سورہ حج کی آیت نمبر۲۷ میں قطع وبرید کرکے الہام کے دونوں ٹکڑے تیار کئے ہیں۔ اصل میں آیت یوں ہے''واذّن فی الناس باالحج یاتوک رجالاً وعلٰی کل ضامر یأتین من کل فج عمیق''

۲۰نمبر...... (ص۲۳۰)''(۱)ینصرک الله من عنده (۲)ینصرک رجال نوحی

الیھم من السماء ‘‘ پہلا کلمہ سورہ فتح کی آیت نمبر۳ کا ہے۔ اپیلانٹ نے دوسرا کلمہ یعنی نصراً عزیزاً کو حذف کر کے اس کی جگہ میں عندہ اپنی طرف سے لگا دیا ہے(۲) سورہ نحل کی آیت نمبر۴۳ کو توڑ کر بنایا ہے۔

۲۱...... (ص۲۳۰)’’انّی منجیک من الغم وکان ربک قدیراً‘‘ سورہ یونس کی آیت نمبر۹۱ کو توڑ کر بنایا۔ وہاں لکھا ہے’’الیوم ننجیک ببدنک ‘‘ دوسرا ٹکڑہ سورہ فرقان کی آیت نمبر۵۶ کا ہے بعینہٖ اخیر حصہ ہے۔

چوں کہ احکم الحاکمین خود اپنی کلام کا محافظ ونگہبان ہے دیکھو قوانین اسلام (ج۱۴ باب۱۵ دفعہ۹)’’انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ‘‘ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم ہیں اس کے محافظ۔

اس لئے اس کی یہ چوری بہت جلد پکڑی گئی اور اپیلانٹ اپنے ہی قول کے مطابق آپ ہی منکر ملعون اور خسر الدنیا والآ خرۃ کا مصداق بن گیا۔

۴...... عذر نمبر۷ کی جزو چوتھی’’ورسلہ‘‘ یعنی رسولوں پر ایمان لانے کی نسبت مطابق مفہوم قوانین اسلام اپیلانٹ کا اظہار ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ کیوں کہ اس امر کے متعلق مسل مقدمہ ہذا میں کوئی کافی ثبوت موجود نہیں۔ اپیلانٹ کا فقط زبان سے سرسری طور پر عذر نمبر۷ میں اقرار کرنا سوائے بدنیتی اور دھوکہ دینے کے اور کچھ نہیں۔ جب کہ رسولوں پر مطابق قوانین اسلام (ج۷ باب۶ دفعہ۸۳ تا۹۰)’’وتلک حجتنا اٰتینٰھا ابراھیم علٰی قومہ نرفع درجٰت من نشاء انّ ربک حکیم علیم. ووھبنالہ اسحق ویعقوب کلاً ھدینا ونوحاً ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمن وایوب ویوسف وموسٰی وھارون وکذالک نجزی المحسنین. وزکریا ویحیٰی وعیسٰی والیاس کل من الصالحین واسماعیل والیسع ویونس ولوطا وکلاً فضلنا علی العالمین. ومن اٰبائھم وذریٰتھم واخوانھم واجتبینٰھم وھدینٰھم الٰی صراط مسقیم ذالک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء من عبادہ ولو اشرکو لحبط عنھم ما کانوا یعملون. اولٰئک الذین اٰتینٰھم الکتاب والحکم والنّبوۃ فان یکفر بھا ھٰؤلاء فقد وکّلنا بھا قوما لیسوا بھا بکٰافرین. اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھدیٰھم اقتدہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً ان ھو الّا

ذکری للعالمین‘‘

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دیئے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابل درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کو چاہیں تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار اور اس کو بخشا ہم نے اسحٰق اور یعقوب سب کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ان سب سے پہلے اور اس کی اولاد میں داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں نیک کام والوں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیک بختوں میں اور اسماعیل اور الیسع اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی، سارے جہان والوں پر اور بعضوں کو انکے باپ داداوں میں اور اولاد میں اور بھائیوں میں اور ان کو ہم نے پسند کی اور راہ سیدھی چلایا یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر راہ دے جس کو چاہے اپنے بندوں میں اگر وہ لوگ شرک کرتے ہیں البتہ ضائع ہوتا جو کچھ کیا تھا۔ وہ لوگ ہیں جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں یہ لوگ تو ہم نے ان پر مقرر کئے ہیں۔ وہ شخص کہ نہیں ان سے منکر وہ لوگ تھے جن کو ہدایت دی اللہ نے سو تو چل ان کی راہ تو کہہ میں نہیں مانگتا اس پر کچھ مزدوری یہ تو محض نصیحت ہے جہاں کے لوگوں کو۔

اور (ج۳ باب۲ دفعہ۲۵۳) ’’**تلک الرسل فضلنا بعضهم علیٰ بعض منهم من کلم الله ورفع بعضهم درجٰت الخ** ‘‘ کوئی ہے کہ کلام کیا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے بلکہ سب رسولوں اور نبیوں کی نسبت فرمان احکم الحاکمین ’’**کل من الصالحین کلاً هدینا و کلاً فضلنا علی العالمین** ‘‘ سب ہیں نیک بختوں سے سب کو ہدایت دی اللہ نے اور سب کو ہی بزرگی دی سارے جہان والوں پر۔

اور ’’**واجتبینٰهم** ‘‘ اور ان کو ہم نے پسند کیا۔ وغیرہ وغیرہ کو بلائے طاق رکھ کر ان کی ذات پر نکتہ چینی اور عیب جوئی کرنا اور ان کے اقوال کو جھوٹا سمجھنا اور ان کے افعال پر حرف گیری کرنا اور ’’**ورسله** ‘‘ کے مفہوم سے مع اس کے تمام لوازمات کے روگردانی کرنا اس کی دستخطی دستاویزات سے من وعن ظاہر ہورہا ہے تو کیوں کر ہوسکتا ہے کہ اپیلانٹ کو ایماندار سمجھا جاوے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

اپیلانٹ اپنی دستاویز بنام (ازالہ اوہام ص ۶۸۸ تا ۶۹۰ خزائن ج ۳ ص ۴۷۱،۴۷۲) پر سید المرسلین خاتم النّبیین کی نسبت بموجودگی فرمان احکم الحاکمین (قوانین اسلام ج ۲۷ باب ۵۳ دفعہ

۳،۴)''وما ینطق عن الھوی ان ھو الاوحی یوحٰی'' دیدہ ودانستہ بدنیتی سے لکھتا ہے:

''اوّل انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو وخطا ہے۔ مثلاً اس خواب کی بنا پر جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے جو بعض مؤمنوں کے لئے موجب ابتلاء کا ہوئی تھی۔ آں حضرت ﷺ نے مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کا قصد کیا اور کئی دن تک منزل درمنزل طے کر کے اس بلدہ مبارکہ تک پہنچے۔ مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا اور اس وقت اس رؤیا کی تعبیر ظہور میں نہ آئی۔ لیکن شک نہیں کہ آں حضرت ﷺ نے اسی امید پر یہ سفر کیا تھا کہ اب کے سفر میں ہی طواف میسر آ جائے گا اور بلاشبہ رسول ﷺ کی خواب وحی میں داخل ہے۔ لیکن اس وحی کے اصل معنی سمجھنے میں جو غلطی ہوئی، اس پر متنبہ نہیں کیا گیا تھا۔ تب ہی تو خدا جانے کئی روز تک مصائب سفر اٹھا کر مکہ معظّمہ پہنچے۔ اگر راہ میں متنبہ کیا جاتا تو آں حضرت ﷺ ضرور مدینہ منورہ میں واپس آ جاتے۔''

دوم: ''پھر جب آں حضرت ﷺ کی بیویوں نے آپ کے روبرو ہاتھ ناپنے شروع کئے تو آپ کو اس غلطی پر متنبہ نہیں کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ فوت ہوگئے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی یہی رائے تھی کہ درحقیقت جس بیوی کے لمبے ہاتھ ہیں وہی سب سے پہلے فوت ہوگی۔ اسی وجہ سے باوجودیکہ آپ کے روبرو باہم ہاتھ ناپے گئے۔ مگر آپ نے منع نہ فرمایا۔ کہ یہ حرکت تو خلاف منشا پیش گوئی ہے۔''

سوم: ''اور اسی طرح ابن صیاد کی نسبت صاف طور پر وحی نہیں کھلی تھی اور آں حضرت ﷺ کا اوّل اوّل یہی خیال تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ مگر آخر میں یہ رائے بدل گئی۔''

چہارم: ''ایسا ہی سورہ روم کی پیش گوئی کے متعلق جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط لگائی تھی۔ آں حضرت ﷺ نے صاف فرمایا کہ بضع کا لفظ لغت عرب میں نو برس تک اطلاق پاتا ہے اور میں بخوبی مطلع نہیں کیا گیا کہ نو برس کی حد کے اندر کس سال یہ پیش گوئی پوری ہوگی۔''

پنجم: ''ایسا ہی وہ حدیث جس کی نسبت یہ الفاظ ہیں''فذھب وھلی الی انھا الیمامۃ اوالھجرۃ فاذاھی المدینۃ یثرب'' صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ جو کچھ آں حضرت ﷺ نے اپنے اجتہاد سے پیش گوئی کا محل ومصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا۔''

افسوس یہ کس قدر افتراء اور بہتان اپیلانٹ نے خیرالبشر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت لکھ کر اپنی دستاویزات کا منہ کالا کیا ہے آپ کی خواب کو اپیلانٹ داخل وحی

سمجھتا ہے اوراس میں بھی آں حضرت کی نسبت غلط فہمی کا قائل ہے اور ایسا ہی آں حضرت کا اپنی بیویوں میں سے جس کے ہاتھ لمبے تھے اس کی نسبت پیش گوئی کرنا کہ وہ پہلے فوت ہوگی اور اس پیش گوئی کا پورا نہ ہونا اور ابن صیاد کی نسبت کہ وہی دجال ہے صاف طور پر وحی کا نہ کھلنا۔

سورۂ روم کی نسبت پورے طور پر مطلع نہ ہونا وغیرہ وغیرہ بیانات افتراؤں سے صاف معلوم ہوا کہ اپیلانٹ یہ بیان کرتا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے غلطی کھائی ہے تو پھر کون سی وجہ ہے کہ قرآن کریم جو وحی الٰہی سے لکھا گیا ہے غلطی سے محفوظ رہا ہو۔ اپیلانٹ کے اس عقیدہ سے صاف صاف معلوم ہوگیا کہ اس کے نزدیک ممکن ہے کہ جس طرح نعوذ باللہ مذکورۃ الصدر امور کے سمجھنے میں جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے آں حضرت ﷺ نے غلطی کھائی اور دیگر احکامات وغیرہ میں کیوں کر وحی الٰہی کے سمجھنے میں غلطی نہ کھائی ہوگی اور حالاں کہ اپیلانٹ کا یہ عقیدہ صریحاً قوانین اسلام ''ما ضلّ صاحبکم وما غوی'' کے خلاف ہے۔ کیا یہی اسکا ''ورسله'' پر ایمان ہے۔ **لعنت اللہ علی الکاذبین!**

اس دستاویز میں تو آں حضرت ﷺ کی خواب وغیرہ کی نسبت جس کا ذکر قرآن شریف میں بھی ہے۔ جو کچھ اپیلانٹ کا عقیدہ اور ایمان ہے۔ وہ من وعن ظاہر ہوگیا۔ مگر اپنی دوسری دستاویز میں ایک فاسقہ اور کنجری کی خواب کی نسبت یوں تحریر کرتا ہے:

''میں یہاں تک مانتا ہوں کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے۔ جس کی تمام جوانی بدکاری میں ہی گزری ہے۔ کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات میں بھی کہ جب وہ بادہ بسر و آشنا بہ بر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے۔'' دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز (توضیح مرام ص۸۵ خزائن ج۳ ص۹۵)

تف ہے اپیلانٹ کے ایسے ایمان اور عقیدہ پر کہ ایک کنجری یعنی رنڈی فاسقہ فاجرہ، بدکار عورت کی خواب کو جب کہ وہ بادہ بسر اور آشنا بہ بر ہو سچا سمجھتا ہے اور مانتا ہے۔ مگر خدا کے فرستادہ اور مرسل خیر البشر کی خواب کو جو وحی میں داخل ہو اس کی نسبت یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ غلط نکلی۔ یہ ہے اس کا ایمان خدا کے برگزیدہ رسول پر جس کا ہر ایک کام ہر ایک بات قوانین اسلام (ج۸ باب۶ دفعہ ۱۶۳) ''قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین'' تو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ کی طرف ہے جو

صاحب ہے سارے جہان کا۔ **لعنت الله علی الکاذبین!**

اور ایسا ہی اپیلانٹ کا حضرت موسیٰ کی نسبت بھی ایمان ہے جیسا کہ لکھتا ہے:

''حضرت موسیٰ کی بعض پیش گوئیاں بھی اس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں۔ جس صورت پر حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید باندھ لی تھی۔'' دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز (ازالہ اوہام ص۸ خزائن ج۳ ص۱۰۶)

اور اس کی یہ تحریر قوانین اسلام (ج۸ باب۶ دفعہ۱۵۴) ''**ثم اٰتینا موسی الکتاب تماماً علی الذی احسن وتفصیلاً لکل شئ وهدی ورحمة لعلهم بلقاء ربهم یؤمنون**'' (پھر دی ہم نے موسیٰ کو کتاب پورا فضل نیکی والے پر اور بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور مہر شاید وہ لوگ اپنے رب کا ملنا یقین کریں) کے صریحاً خلاف ہے اور (دفعہ۱۵۴) کا فقرہ ''**وتفصیلاً لکل شئ**'' صاف صاف دلالت کر رہا ہے کہ ہر ایک چیز کا بیان واضح طور پر حضرت موسیٰ کو خداوند تعالیٰ نے سمجھا دیا تھا۔ بلکہ آپ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام **منهم من کلمه الله** کی صفت سے بھی متصف تھے۔

پس بموجودگی دفعات متذکرہ بالا قوانین اسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت ایسی تحریر شائع کرنی اپیلانٹ کی سراسر بے ایمانی میں داخل ہے اور علاوہ بریں دوسرے انبیاء کی نسبت اسی دستاویز میں لکھتا ہے:

''ایک بادشاہ کے وقت میں چارسو نبی نے اس کی فتح کے بارہ پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کی طرف سے نہ تھا اور ان نبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا۔'' (ازالہ اوہام ص۶۲۹ خزائن ج۳ ص۴۳۹)

کیا اپیلانٹ کی اس قسم کی دستاویزات سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس کا ایمان رسولوں اور نبیوں پر ورسلہ کی تمام لوازمات اور مفہوم کے مطابق تھا۔ ہرگز نہیں۔ یہ تو ایک نہایت صاف بات ہے۔ نادان سے نادان آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ غیر ممکن بات ہے کہ ایک ناپاک روح نے چارسو نبیوں کو دھوکہ میں ڈال دیا ہو اور وہ ناپاک اور پاک روح میں ذرا تمیز نہ کر سکے ہوں۔ ایک ناپاک روح اور چارسو نبیوں کا مقابلہ۔ نبیوں نے دھوکہ کھایا ہرگز صحیح نہیں۔

کیا اپیلانٹ کی ایسی دستاویزات کے رو سے احکم الحاکمین پر یہ اعتراض نہیں وارد ہوتا کہ اس نے ایسے رسول اور نبی تبلیغ کے لئے بھیجے جنہوں نے کلام الٰہی کے سمجھنے میں سخت غلطی کھائی۔ جو عوام الناس کے لئے جن کی ہدایت اور رہبری کے لئے وہ مقرر کئے گئے تھے۔ ابتلاء کا باعث ہوئے۔ جب رسول اور نبی ہی بقول اپیلانٹ وحی الٰہی کے سمجھنے میں غلطی پر سمجھے گئے تو کون سی کتاب کو کتاب اللہ سمجھ کر اور کس دلیل سے صحیح قرار دیا جاوے گا۔

اپیلانٹ کی اس قسم کی دستاویزات سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس کا خاص اور دلّی منشاء یہ ہے کہ سب نبیوں اور رسولوں کی وقعت اور بزرگی اور عصمت جو قوانین الٰہی کے رو سے رعایا گورنمنٹ الٰہی کے دلوں اور سینوں میں جاگزیں ہے، محو کر کے اس کے ذہن میں یہ بات داخل کر دی کہ عیسائیوں کی طرح وہ سب نبیوں اور رسولوں سے غلطی کا سرزد ہونا اپنا جزو ایمان سمجھ لیں۔ لیکن ایں خیال است ومحال است وجنون۔

اسی طرح کاغذات امسلہ کے دیکھنے سے عدالت ہذا کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اپیلانٹ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت بھی نہایت بے باکی اور سخت بے ایمانی یعنی خیرہ چشمی دکھلائی ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

۱...... ''اور مسیح کے حالات کو پڑھو تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ شخص کبھی اس لائق نہیں ہوسکتا کہ نبی بھی ہو۔'' (اخبار الحکم مورخہ ۲۱ر فروری ۱۹۰۲ء ص ۳ کالم اوّل)

۲...... دوسری دستاویز میں لکھتا ہے: ''پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن (مسیح) کو ایک بھلامانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائے کہ اس کو نبی قرار دیا جائے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص ۹ خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۳)

اور اس کی یہ تحریر سراسر قوانین اسلام (ج ۳ باب ۲ دفعہ ۲۵۳) ''تلک الرسل فضّلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجٰت واٰتینا عیسی ابن مریم البینٰت وایّدنٰہ بروح القدس'' (یہ سب رسول بڑائی دی ہم نے ان میں ایک کو ایک سے کوئی ہے کہ کلام کیا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے اور دیں ہم نے عیسیٰ بن مریم کو نشانیاں صریح اور زور دیا روح پاک سے)

اور (ج ۱۶ باب ۱۹ دفعہ ۳۰) ''قال انی عبداللہ اٰتنی الکتاب وجعلنی نبیاً''

وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا مجھ کو اس نے کتاب دی اور مجھ کو نبی کیا۔

کے برخلاف ہے۔ کیا ہوسکتا ہے کہ ایسے شخص کو جو قوانین الٰہی کے برخلاف اپنا ایمان ظاہر کرتا ہے، مسلمان سمجھا جائے، ہرگز نہیں۔

۳...... دوسری جگہ حضرت مسیح کی نسبت لکھتا ہے: ''کہ پورا ناتوان اور بے علم تھا اور اس کی راست بازی میں کلام ہے۔'' (اخبار الحکم مؤرخہ ۲۱ رفروری ۱۹۰۲ء ص ۳ کالم سوم)

اور جب اس کی تحریر قوانین اسلام (ج ۱۶ باب ۱۹ دفعہ ۳۱، ۳۲) ''وجعلنی مبارکاً این ما کنت. ولم یجعلنی جباراً شقیاً'' (اور بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں، اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست بدبخت) کے صریحاً خلاف ہے تو کیوں کر ہوسکتا ہے کہ اپیلانٹ کو خلاف ورزی احکام احکم الحاکمین ''وجعلنی مبارکاً. ولم یجعلنی جباراً شقیاً'' ملزم قرار نہ دے کر اس کو سخت کافر ملحد اور زندیق نہ سمجھا جائے۔ نہیں نہیں۔ وہ واقعی ایک بڑا کافر اور بے ایمان ہے۔ جس کو ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی احکم الحاکمین کے احکامات پر ایمان نہیں جیسا کی اسی کی دستاویزات سے من وعن ظاہر ہے۔

۴...... اپیلانٹ حضرت مسیح کی نسبت اپنی دوسری دستاویز میں لکھتا ہے: ''وہ یعنی (مسیح) ایک لڑکی پر عاشق ہوگیا اور جب استاد کے سامنے اس کے حسن وجمال کا تذکرہ کر بیٹھا تو استاد نے اسے عاق کردیا۔'' (اخبار الحکم مؤرخہ ۲۱ رفروری ۱۹۰۲ء)

۵...... ''مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔''

(انجام آتھم ص ۴۱، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

(کشلیا راجہ رام چندر کی والدہ کا نام ہے)

۶...... ''لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیوں کہ وہ شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔'' دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز (دافع البلاء ٹائٹل پیج خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۰)

گویا حضرت مسیح علیہ السلام بقول اپیلانٹ شراب پیتے تھے اور فاحشہ عورتیں اپنی کمائی

کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا کرتی تھیں اور بے تعلق جوان عورتیں ان کے پاس آیا جایا کرتی تھیں اور آپ کی خدمت کرتی تھیں۔ یہ ہے ایمان اپیلانٹ کا حضرت مسیح کی نسبت نعوذباللہ من ھذالخرافات!

۷...... ''یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کس طرح پروہ (یعنی مسیح) نامحرم نوجوان عورتوں سے ملتا تھا اور کس طرح ایک بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا۔''

(اخبار الحکم مؤرخہ ۲۱/فروری ۱۹۰۲ص ۳ کالم سوم)

۸...... ''یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو (یعنی حضرت مسیح کو) کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔''

الف: ''آپ کا یہودی استاد تھا جس سے آپ نے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو قدرت نے آپ کو زیرکی سے کچھ بہت حصہ نہیں دیا تھا اور یا اس استاد کی یہ شرارت ہے کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا۔ بہرحال آپ علمی اور عملی قویٰ میں بہت کچے تھے۔اسی وجہ سے آپ ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔''

ب: ''آپ کو اپنی تمام زندگی میں تین مرتبہ شیطانی الہام بھی ہوا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ اسی الہام سے خدا سے منکر ہونے کے لئے بھی تیار ہوگئے تھے۔''

ج: ''آپ کی انہیں حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے اور وہ ہمیشہ چاہتے رہے کہ کسی شفاخانہ میں آپ کا باقاعدہ علاج ہو شاید خدا تعالیٰ شفا بخشے۔'' اپیلانٹ کی دستاویز بنام

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵،۶ خزائن ج۱۱ص ۲۸۹،۲۹۰ حاشیہ)

یہ ہے اس منافق کاذب کا ایمان خدا کے نبیوں اور رسولوں پر اور اس کے یہ تمام ہذیان سراسر قوانین اسلام (ج۳ باب۳ دفعہ ۴۵/۴۶،۴۸،۴۹،۵۱) ''اذ قالت الملٰئکة یٰمریم ان اللہ یبشرک بکلمة منه اسمه المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیھاً فی الدنیا والاٰخرة ومن المقربین '' جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی جس کا نام مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا مرتبے والا دنیا میں اور آخرت میں اور نزدیک والوں میں۔

’’ویکلم الناس فی المهد وکهلاً ومن الصالحین. ویعلمه الکتاب والحکمة والتوراة وانجیل. ورسولاالیٰ بنی اسرائیل ‘‘اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب ماں کی گود میں اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں ہے اور سکھادوں گا اس کو کتاب اور کام کی باتیں اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف۔

’’ان اللّٰہ ربی وربکم فاعبدوه هذا صراط مستقیم ‘‘بیشک اللہ ہے رب میرا اور تمہارا سو اس کی بندگی کرو، یہ سیدھی راہ ہے۔

اور (ج۱۶باب۱۹دفعہ۳۰،۳۱)’’قال انی عبداللّٰہ اتٰنی الکتاب وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً این ما کنت الخ ‘‘وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا مجھ کو اس نے کتاب دی اور مجھ کو نبی کیا ہے اور بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں۔

اور (ج۷باب۶دفعہ۸۶)’’وزکریا ویحییٰ وعیسٰی والیاس کل من الصٰلحین واسمٰعیل والیسع ویونس ولوطا وکلاً فضلنا علی العالمین ‘‘اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیک بختوں سے اور اسماعیل اور الیسع اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر) کے برخلاف ہے۔

احکم الحاکمین تو حضرت مسیح کی نسبت’’وایدنٰه بروح القدس اور دیا روح پاک سے، وجیهاً فی الدنیا مرتبے والا دنیا میں، ومن المقربین اور وہ مقربین میں سے ہے، ومن الصالحین اور وہ ہے نیک بختوں میں، ویعلمه الکتاب والحکمة اور سکھادے گا اس کو کتاب اور کام کی باتیں، ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف، وعیسٰی والیاس کل من الصالحین اور عیسیٰ اور الیاس سب ہیں نیک بختوں میں، وهدینٰهم الیٰ صراط مستقیم اور چلایا ان کو راہ سیدھی‘‘

فرمادیں اور مسیح کا یہ کہنا’’ان اللّٰہ ربی وربکم فاعبدوه هذا صراط مستقیم ‘‘اور اپیلانٹ کا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ان کی نسبت یہ ایمان کہ (۱) مسیح کو تین مرتبہ شیطانی الہام بھی ہوا تھا۔ (۲) خدا سے منکر ہونے کو تیار ہوگیا تھا (۳) اور جناب مسیح علیہ السلام کے دماغ میں خلل تھا (۴) اور وہ پاگل تھے (۵) اور جوان بے تعلق فاحشہ نامحرم اور بازاری عورتوں سے ملتے تھے (۶) اور ان کی کمائی کا عطر اپنے سر پر ملواتے تھے ا(۷) ورایک خوبصورت

لڑکی پر عاشق ہوگئے۔ وغیرہ وغیرہ پناہ بخدا۔

پس جس شخص کا ایسا بدعقیدہ خداتعالیٰ کے برگزیدوں کی نسبت ہو اس کو اگر فریق رسپانڈنٹ یعنی علماء اسلام نے اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ صادر فرمایا ہے تو وہ عین حق ہے۔

عدالت ہذا کو اپیلانٹ کی دیگر دستاویزات سے جو شامل مسل ہذا ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس نے حضرت مسیح کے حق میں اس سے بھی زیادہ اور سخت گستاخی اور خیرہ چشمی دکھلائی ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

''آپ کا (یعنی مسیح کا) خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین، دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی، آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔'' دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز بنام

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۷ خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

اور اس کی یہ تحریر قوانین اسلام (ج۳ باب۳ دفعہ۳۴ تا۳۸) ''ان اللہ اصطفی اٰدم ونوحاً وآل ابراهیم وآل عمران علی العالمین ذریة بعضها من بعض واللہ سمیع علیم'' اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہاں سے کہ اولاد تھے ایک دوسرے کی اور اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔

''اذ قالت امرأة عمران ربی انی نذرت لک ما فی بطنی محرّراً فتقبل منی انّک انت السمیع العلیم'' جب بولی عورت عمران کی کہ اے رب میں نے نذر کی تیری جو کچھ میرے پیٹ میں ہے آزاد سو تو مجھ سے قبول کر تو ہے اصل سنتا جانتا۔

''فلمّا وضعتها قالت رب انّی وضعتها انثی واللہ اعلم بما وضعت ولیس الذکر کالانثٰی وانّی سمیتها مریم وانی اعیذها بک وذریتها من الشیطان الرجیم'' پھر جب اس کو جنا بولی اے رب میں نے یہ لڑکی جنی اور اللہ کو بہتر معلوم ہے جو کچھ جنا اور بیٹا نہ ہو جیسے وہ بیٹی اور میں نے اس کا نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے۔

''فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتاحسنا وکفلها زکریا

کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقا قال یٰمریم انٰی لک هذا قال هو من عندالله ان الله یرزق من یشآء بغیر حساب ''پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اس کو اچھی طرح بڑھایا اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آتا اس کے پاس زکریا حجرے میں پاتا اس کے پاس کچھ کھانا بولا اے مریم! کہاں سے آیا تیرے پاس، کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے، اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے حساب۔

کے صریحاً خلاف ہے۔ احکم الحاکمین کا حضرت مسیح علیہ السلام کے نانا عمران اور اس کے گھر والوں کو سارے جہان سے زیادہ پسند کرنا اور آپ کی نانی کا دعا مانگنا اور حضرت مریم اور اس کی اولاد یعنی مسیح کو خدا کی پناہ میں دینا اور احکم الحاکمین کا اس دعا کو سن کر ''فتقبلها ربها بقبول حسن الخ '' کا شرف بخشنا۔ جب کہ قوانین اسلام سے صاف ظاہر ہے تو اپیلانٹ کا مسیح کی نانیوں کی نسبت بموجودگی ''ان الله اصطفٰی آدم ونوحاً آل ابراهیم وآل عمران علی العالمین '' یہ الزام لگانا کہ وہ زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔ نہایت ہی کورچشمی، بے باکی، الحاد اور کفر نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اپیلانٹ نے حضرت مسیح کی نانیوں کے علاوہ آپ کی دادیوں کی نسبت بھی الزام لگایا ہے۔ حالاں کہ آپ کی کوئی دادی نہ تھی۔ کیوں کہ آپ بے باپ پیدا ہوئے تھے جیسا کہ قوانین اسلام (ج ۳ باب ۳ دفعہ ۵۹، ۶۰) ''ان مثل عیسٰی عندالله کمثل اٰدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون. الحق من ربک فلا تکونن من الممترین ''عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی۔ بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو ہو جا وہ ہو گیا، حق بات ہے تیرے رب کی طرف سے پھر تو مت رہ شک میں)

باپ ہی نہ تھا تو دادی کہاں سے آ گئی اور یہ اور بھی اپیلانٹ کی خیرہ چشمی ہے کہ حضرت مسیح کی کوئی دادی ہی نہ تھی تو کی اپیلانٹ نے عمداً رعایا گورنمنٹ الٰہیہ کو محض دھوکہ میں ڈالنے کی نیت سے قوانین اسلام کے پائمال کرنے میں جیسا کہ کاغذات امسلہ سے ظاہر ہے جہاں تک اس سے ہو سکا اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی۔

اس لئے اپیلانٹ عدالت ہذا کے نزدیک قوانین اسلام (ج ۳ باب ۳ دفعہ ۴) ''ان الذین کفروا باٰیٰت الله لهم عذاب شدید والله عزیز ذوانتقام'' جو لوگ منکر ہیں

اللہ کی آیتوں سے ان کو سخت عذاب ہے اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا۔

(ج۶ باب۵ دفعہ۸۶) ’’والذین کفروا وکذبوا بآیٰتنا اولٰئک اصحٰب الجحیم‘‘ اور جو منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ کے لوگ۔

اور (ج۸ ب۶ دفعہ۱۴۴) ’’فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ان اللہ لا یهدی القوم الظالمین‘‘ پھر اس سے ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر تا لوگوں کو بہکاوے بغیر تحقیق کے بیشک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو۔

اور (ج۵ باب۴ دفعہ۱۵۲) ’’اولٰئک هم الکافرون حقاً واعتدنا للکافرین عذاباً مهینا‘‘ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھی ہے منکروں کے واسطے ذلت کی مار۔

کا مصداق ٹھہرا، اور فریق رسپانڈنٹ یعنی علمائے اسلام کا اس پر فتویٰ لگا کر کافر اور مرتد قرار دینا واقعی حق اور بیشک صحیح ہے اور اپیلانٹ رسولوں، نبیوں کی سخت توہین آمیز تحاریر اور قوانین اسلام کی خلاف ورزی کے باعث جیسا کہ اس کی دستخطی دستاویزات سے جو شامل مسل ہذا ہیں، ظاہر ہوگیا کہ وہ کافر بلکہ اکفر ہے۔ اگر اس میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوتا تو رسولوں اور نبیوں کی شان میں یہ گستاخانہ تحریریں کبھی بھی شائع نہ کرتا۔ جو شخص اس کی ایسی تحاریر اور دستاویزات دیکھ کر بھی اس کو مطابق دفعات مندرجہ بالا کافر نہ سمجھے گا، اس کے کافر ہونے میں بھی کچھ شک نہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کو اس قدر حقارت آمیز دشنام دہی کے بعد اگر اپیلانٹ یہ عذر کرے کہ اس نے جو کچھ اپنی دستاویزات میں لکھا ہے وہ یسوع کی نسبت لکھا ہے جس کو عیسائی مانتے ہیں اور اس کا یعنی یسوع کا ذکر قرآن میں نہیں۔ دیکھو اپیلانٹ کی درخواست

(ضمیمہ انجام آتھم ص۹ خزائن ج۱۱ ص۲۹۳ حاشیہ اور انجام آتھم ص۱۳ خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

’’اور مسلمانوں کو واضح ہو کہ خداوند تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔‘‘ ’’ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔‘‘

یہ عذر بھی اپیلانٹ کا عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اس میں کچھ شک وشبہ باقی نہیں رہا کہ اپیلانٹ حقارت آمیز دشنام دہی کا جیسا کہ اس کی دستاویزات سے ثابت ہو چکا

ہے بدل وجان مقر ہے اور اس کا یہ عذر کرنا کہ اس نے یہ کلمات کفریہ عیسائیوں کے پیشوا یسوع کی نسبت استعمال کئے ہیں۔ ہرگز قابل شنوائی نہیں۔ اپیلانٹ نے اپنی تمام دستاویزات اور بیانات میں یہ کہیں بھی ثابت نہیں کیا کہ حضرت عیسیٰ یا مسیح علیہ السلام جن کا ذکر قرآن شریف میں درج ہے اور جن پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے وہ ایک علیحدہ وجود اس وجود سے تھا، جس کا نام یسوع ہے۔ جس کو عیسائی خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور اس کا ذکر قرآن کریم میں کہیں نہیں پایا جاتا اور اوّل الذکر فلانے زمانے میں موجود تھا اور مؤخر الذکر اس سے پہلے یا پیچھے کس زمانہ میں تھا۔

اگر اپیلانٹ کے پاس کوئی کافی ثبوت ہوتا اور یسوع اور مسیح واقعی علیحدہ دو وجود ہوتے تو یہ غیر ممکن تھا کہ اپیلانٹ نے جیسا کہ اس کی دستاویزات میں مندرج ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو نہایت ہی شوخ چشمی اور کمال بے باکی سے قوانین اسلام کے برخلاف حقارت آمیز گالیاں دی ہیں اور فریق رسپانڈنٹ نے اس کو کافر، اکفر، ملحد، زندیق قرار دے کر اس کو اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ صادر کیا۔ اس لئے اپیلانٹ نے رعایا گورنمنٹ الٰہیہ اہل اسلام کے سادہ لوح اور اپنی جماعت کے اجہل بے علم کوتاہ اندیش آدمیوں کو محض دھوکہ دہی کی نیت سے یہ بات بنائی ہے تاکہ مسلمانوں کو واضح رہے کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں یسوع کی خبر نہیں دی۔ ''کہ وہ کون تھا۔'' اس فقرہ لکھنے سے اپیلانٹ کی منشاء اور مراد یہ ہے کہ میں نے یسوع کو گالیاں دی ہیں جس کا قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں۔ حالاں کہ یسوع وہی ہے جس کا نام عیسیٰ یا مسیح علیہ السلام ہے۔

قاضی فضل احمد صاحب سابق کورٹ انسپکٹر لدھیانہ فی الحال کورٹ انسپکٹر لائل پور جو گورنمنٹ برطانیہ کے نہایت دلی خیرخواہ اور نیک شعار ہیں اور اس گورنمنٹ یعنی گورنمنٹ الٰہیہ کے کارکنوں میں سے ایک رکن اعظم ہیں۔ انہوں نے جو تحقیقات یسوع اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں کر کے رپورٹ کی ہے، وہ بھی شامل مسل ہذا ہے۔ مختصراً نقل یہ ہے:

۱...... یسوع علیہ السلام ہی مقلوب ہے عیسیٰ علیہ السلام کا۔ حرف واؤ کا بدل الف سے ہوا ہے۔

۲...... یہ نام اصل میں عبرانی زبان کا ہے اصل اس کی یسع ۹۶۶ ع وع کے لفظ سے یشوع ہوا۔

دیکھو لغات عبرانی (ص۶۲۱ سطر۱۰) یشع کے معنی نجات اور یشوع نجات دینے والا اور یشوع کا یونانی زبان میں ای اے سوس (easoos) بنایا گیا۔ ای اے سوس کا عبرانی زبان میں عیسیٰ علیہ السلام بن گیا۔ دیکھو گنٹیس ڈکشنری (ص۳۷۴) اور ویبسٹر ڈکشنری ص۷۵۹) اور انگریزی میں جی سس (Jasoe) یسوع اس کا ترجمہ اردو ہو گیا۔ جو ایک چھوٹی موٹی ڈکشنری میں موجود ہے۔ پس اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اصل نام عبرانی زبان میں یشوع ہوا اور یونانی اے سوس سے عربی میں عیسیٰ علیہ السلام ہوا۔ پس یسوع علیہ السلام وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۳...... تمام اناجیل میں یسوع مسیح یا صرف مسیح یا صرف یسوع یا عیسیٰ علیہ السلام لکھا ہوا ہے۔

۴...... یسوع اور مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے ہیں۔ (مقدمہ تفسیر حقانی ص۱۵۱)

(دیکھو رپورٹ قاضی فضل احمد صاحب بنام کلمہ فضل رحمانی ص۶۸،۶۹)

اگر اس پر بھی اپیلانٹ عذر کرے اور اپنی ضد سے باز نہ آئے اور یہ کہے کہ جو گالیاں یا فحش الزامات میں نے لگائے ہیں وہ یسوع کی نسبت لگائے ہیں جس کا ذکر قرآن شریف میں نہیں ہے نہ کہ مسیح کی نسبت تو یہ عذر اس کا محض بے دلیل اور نکمّا ہے۔

۱...... اپیلانٹ کی ہی تحریری دستاویزات سے یہ بات ثابت ہے کہ اس نے حضرت مسیح کا نام لے کر بے باکی سے خیرہ چشمی دکھلائی ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

''لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیوں کہ وہ شراب نہ پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔'' دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز بنام (دافع البلاء ٹائٹل پیج خزائن ج۱۸ ص۲۲۰)

کیا اپیلانٹ کی اس دستاویز سے صاف صاف نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت مسیح کی نسبت اس کا ایسا بد عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ فاحشہ عورتوں کی کمائی کا عطر اپنے بدن پر ملواتے اور بے تعلق جوان عورتوں سے خدمت کراتے تھے اور الحکم جو اپیلانٹ کا خانہ ساز اخبار ہے اس میں بھی صاف لکھا ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا کہ مسیح ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا اور استاد کے سامنے ذکر کرنے سے استاد نے عاق کر دیا۔ پناہ بخدا اور پھر اسی اخبار میں لکھا ہے کہ

وہ کس طرح نامحرم نوجوان عورتوں سے ملتا تھا اور کس طرح بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا۔

(الحکم مؤرخہ ۲۱ رفروری ۱۹۰۲ء)

ب: عیسائیوں کو مخاطب کر کے اپیلانٹ لکھتا ہے۔ ''ہاں مسیح کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے۔ اس کا جواب بھی کبھی آپ نے سوچا ہوگا۔'' دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز (نور القرآن ص۱۲ اخزائن ج۹ ص۳۹۴) اپیلانٹ کا اس جگہ صاف صاف مسیح کا نام لے کر نہ یسوع کا یہ کہنا ''ہاں مسیح کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے الخ۔ معلوم ہوگیا کہ مسیح اپیلانٹ کے نزدیک وہی یسوع ہے جس کی بابت (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۷ خزائن ج۱۱ ص۲۹۱) پر لکھ چکا ہے:

''کہ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار کسبی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔''

پس اس کا یہ عذر کرنا کہ میں نے جو گالیاں دی ہیں۔ وہ یسوع کو دی ہیں نہ کہ مسیح کو بالکل اسی کی تحریر سے باطل ہے اور اس کی دونوں دستاویزات کے موازنہ کرنے سے بے شک وشبہ معلوم ہوگیا کہ اپیلانٹ کے نزدیک بھی مسیح علیہ السلام وہی یسوع ہے کچھ بھی فرق نہیں اور اپیلانٹ نے یہ فقط عدالت ہذا کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے چالاکی کی تھی۔ الّا اس کی کچھ پیش نہ چلی اور اس کی شوخی چشمی اور اس کا کفر اور الحاد من وعن ظاہر ہوگیا۔

ج: اپیلانٹ کا حضرت مسیح علیہ السلام کو گالیاں دے کر یہ عذر کرنا کہ میں نے یسوع کی نسبت فحش کلامی کی ہے۔ جس کو عیسائی خدا کہتے ہیں اور اس کا ذکر قرآن مجید میں کہیں نہیں نہ کہ مسیح علیہ السلام کی نسبت تو یہ عذر اس کا اپیلانٹ کی ہی مفصلہ ذیل تحریر سے باطل ہے۔

''اور خدا کی عجیب باتوں میں سے جو مجھے ملی ہیں ایک یہ بھی ہے جو میں نے عین بیداری میں جو کشفی بیداری کہلاتی ہے۔ یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے اور اس سے باتیں کر کے اس کے اصل دعویٰ اور تعلیم کا حال دریافت کیا ہے۔ یہ ایک بڑی بات ہے جو توجہ کے لائق ہے کہ حضرت یسوع مسیح ان چند عقائد سے جو کفّارہ اور تثلیث اور ابنیت ہے ایسے متنفر پائے جاتے ہیں کہ گویا ایک بھاری افتراء جو ان پر کیا گیا ہے، وہ یہی ہے۔'' دیکھو

اپیلانٹ کی دستاویز بنام (تحفہ قیصریہ ص۲۱ خزائن ج۱۲ ص۲۷۳)

اپیلانٹ کی اس تحریر سے صاف معلوم ہوگیا کہ جس یسوع کو عیسائی خدا خدا کر کے مانتے ہیں اور اس کے کفّارہ پر یقین رکھتے ہیں اسی کا نام مسیح بھی ہے اور اسی کا ذکر قرآن شریف میں برابر موجود ہے اور اپیلانٹ نے خود اسی جگہ اپنی تحریر میں اس کو تسلیم کرلیا ہے کہ مجھ کو یسوع مسیح عین حالت بیداری میں جو کشفی بیداری کہلاتی ہے ملاقات ہوئی اور وہ عقیدہ ابنیت، کفّارہ اور تثلیث سے متنفر پائے گئے۔

اور ایسا ہی قوانین اسلام سے بھی ثابت ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اپیلانٹ اس کو اپنا کشف بیان کرتا ہے۔ حالاں کہ قرآن شریف میں خود احکم الحاکمین ۱۴۰۰ سو برس سے فیصلہ کر چکے ہیں۔ دیکھو قوانین اسلام (ج۶ باب۵ دفعہ۱۷) ''لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم'' بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا۔

اور (ج۶ باب۴ دفعہ۱۷۱) ''یٰاھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللّٰہ الا الحق انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ وکلمتہ القٰھآ الٰی مریم وروح منہ فاٰمنوا باللّٰہ ورسولہ ولا تقولوا ثلٰثہ انتھوا خیراً لکم''

اے کتاب والومت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور مت بولو اللہ کے حق میں مگر بات تحقیق مسیح جو ہے مسیح مریم کا بیٹا رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام ڈال دیا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور مت بتاؤ اس کو تین یہ بات چھوڑو کہ بھلا ہو تمہارا۔

اور (ج۶ باب۵ دفعہ۷۳) ''لقد کفر الذین قالوا انّ اللّٰہ ثالث ثلٰثہ وما من اللّٰہ الّا اللّٰہ واحد'' بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک اور بندگی کسی کی نہیں مگر ایک اللہ کی۔

ان سب باتوں یعنی قوانین اسلام اور اپیلانٹ کے پیش کردہ کشف وغیرہ سے یہ بات بطریق احسن ثابت ہوگئی کہ اپیلانٹ کے نزدیک بھی یسوع وہی مسیح ہے جو عقیدہ ابنیت، کفارہ اور تثلیث سے متنفر پایا گیا۔ نیز قوانین اسلام کی دفعات مذکورہ بالا سے بھی بخوبی معلوم ہوگیا کہ مسیح کو ہی نصاریٰ (یا عیسائی) خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور اسی کو تو وہ تین میں ایک اور

ایک میں تین کہتے ہیں اوران کے اس عقیدہ پر خود احکم الحاکمین اپنی ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں تو حضرت یسوع مسیح (یعنی عیسیٰ مسیح) کیوں نہ رنجیدہ ہوں گے۔

بہر حال یہ بات اپیلانٹ کی ہی دستاویز سے ثابت ہوگئی کہ یسوع اور مسیح ایک ہی ہے جیسا کہ اپیلانٹ کے الفاظ ''کہ حضرت یسوع مسیح ان چند عقائد سے الخ'' ظاہر ہے اور ان الفاظ کے علاوہ اس کی یہ تحریر بھی قابل غور ہے:

''جس قدر عیسائیوں کو حضرت یسوع مسیح سے محبت کرنے کا دعویٰ ہے۔ وہ دعویٰ مسلمانوں کو بھی ہے۔ گویا آں جناب کا وجود عیسائیوں اور مسلمانوں میں ایک مشترکہ جائیداد کی طرح ہے۔'' دیکھو اپیلانٹ کی دستاویز (تحفہ قیصریہ ص۲۳ خزائن ج۱۲ ص۲۷۵)

اپیلانٹ کی اس تحریر سے صاف معلوم ہوگیا کہ یسوع مسیح عیسائیوں اور مسلمانوں کی ایک مشترکہ جائیداد ہے یعنی یسوع اور مسیح ایک ہی ہے۔ جس کو عیسائی یسوع یا مسیح کہتے ہیں۔ اسی کو مسلمان عیسیٰ اور مسیح کہتے ہیں اور یہ اپیلانٹ کے ہی الفاظ ہیں جو قابل غور ہیں۔

پس جب کہ اپیلانٹ کی ہی دستاویز کے مطابق یسوع اور مسیح میں کچھ فرق نہیں اور وہ دونوں فریق مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے بمنزلہ مشترکہ جائیداد کے ہیں تو اپیلانٹ کا حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت نقل کفر کفر نباشد یہ کہنا کہ اس کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی، اس نے انجیل کو طالمود یہودی کی کتاب سے چرا کر لکھا ہے، اس کی تعلیم کچھ عمدہ تعلیم نہیں، علمی اور عملی قوائے میں بہت کچے تھے، شیطان کے پیرو تھے، وہ پاگل تھے کیوں کہ ان کے دماغ میں خلل تھا، اس کے حقیقی بھائی بھی تھے۔ آپ کے ہاتھ میں سواء مکر اور فریب کے کچھ نہ تھا۔ آپ کی تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا تھا۔ آپ کا کنجریوں سے میلان شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ایک لڑکی پر عاشق ہوگیا اور استاد نے عاق کر دیا۔ زنا کی کمائی کا پلید عطر سر پر ملوایا۔ جوان بے تعلق نامحرم اور بازاری عورتوں سے ملتا تھا اور ناتواں بے علم تھا اور اس کی راست بازی میں کلام ہے۔ ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائے کہ اس کو نبی قرار دیا جاوے (وغیرہ وغیرہ پناہ بخدا نعوذ باللہ من ہذا الخرافات) اور پھر ان الزامات سے اپیلانٹ کا اپنے آپ کو بچانے کے لئے یسوع کو مسیح کا

غیر بتانا اس کے حق میں کس قدر قابل شرم بات ہے۔

بہرحال عدالت ہائی کورٹ آسمانی کے روبرو یہ ثابت ہوگیا ہے کہ اپیلانٹ کا ایمان نبیوں اور رسولوں پر جیسا کہ ’’ورسلـــه‘‘ کا مفہوم ہے۔ ہرگز نہیں اور اپیلانٹ اپنی تحریرات کے مطابق جیسا کہ اسی کی دستاویزات سے ظاہر ہے۔ کافر، ملحد اور بے ایمان ہے۔ اس کو قوانین اسلام پر ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ وہ اس لائق ہی نہیں کہ اس کو مسلمان سمجھا جائے۔ فریق رسپانڈنٹ نے جو اس کو کافر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کیا ہے واقعی حق ہے اور عدالت ہذا بھی کفر کے فتوؤں کو جو فریق رسپانڈنٹ نے اس کے لئے تجویز کئے ہیں صحیح قرار دے کر اس کی اپیل کو نامنظور کر کے حکم دیتی ہے

حکم ہوا

چوں کہ اپیلانٹ تحریرات متذکرہ بالا کے مطابق تارک الصلوٰۃ اور تارک الصوم ثابت ہوا ہے اور نبیوں اور رسولوں کے معجزات سے بھی انکار کرتا ہے اور اس نے آں حضرت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی برابری اور ہمسری کا دعویٰ بھی بموجودگی قوانین اسلام (ج ۲۶ باب ۴۹ دفعہ ۱،۲،۳) ’’یاایھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیھم‘‘ اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ سنتا ہے جانتا ہے۔

’’یاایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون‘‘ اے ایمان والو اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور اس سے نہ بولو چیخ کر جیسے چیختے ہو ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہوجاویں تمہارے عمل اور تم کو خبر نہ ہو۔

’’انّ الذین یغضّون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ‘‘ جو لوگ دبی آواز بولتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہی ہیں جن کے دل جانچے ہیں ادب کے واسطے۔

کے کیا ہے بلکہ اس کے علاوہ اپنے آپ کو خدا کا بیٹا اور خدا کا باپ بھی کہتا ہے۔ دیکھوا پیلانٹ کی کتاب (دافع البلاء ص۶، ۷ خزائن ج۱۸ ص۲۲۶، ۲۲۷ ملخص) اور نیز رسولوں اور نبیوں کی شان میں بخلاف حکم احکم الحاکمین ’’کل من الصالحین ‘‘نہایت خیرہ چشمی دکھلائی ہے۔ اس لئے وہ اپنی تمام گستاخیوں اور بدزبانیوں کی پاداش میں جواس نے دیدہ دانستہ کی ہیں تاقیدحیات مورد علیهم لعنة اللّٰہ والملٰئکة والناس اجمعین رہے اوراس کے بعد ہمیشہ کے لئے ’’قیل ادخلوا ابواب جهنم خالدین فیها فبئس مثوی المتکبرین ‘‘حکم ہوا کہ بیٹھو دروازوں میں دوزخ کے سدار ہنے کو سو کیا بری جگہ ہے رہنے کی غرور والوں کو۔ قوانین اسلام (ج۲۶ باب۳۹ دفعہ۷۲) ’’ویل یومئذ للمکذبین ‘‘ (خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی) قوانین اسلام (ج۲۹ باب۷۷ دفعہ۱۵) ’’اولٰئک ماواهم النار بما کانوا یکسبون ‘‘ ایسے لوگوں کا ٹھکانا ہے آگ بدلا اس کا جو کماتے تھے۔ قوانین اسلام (ج۱۱ باب۱۰ دفعہ۸)

’’من ورآئه جهنم ویسقٰی من مآء صدید لهم شراب من حمیم وعذاب الیم بما کانوا یکفرون ‘‘ پیچھے اس کے دوزخ ہے اور پلاویں گے اس کو پانی پیپ کا ان کو پینا ہے گرم پانی اور عذاب ہے دکھ دینے والا بدلہ کفر کرنے کا۔

’’ان جهنم کانت مرصاداً للطاغین ماٰبا ‘‘ بیشک دوزخ ہے تاک میں شریروں کا ٹھکانا۔

’’لٰبثین فیها احقاباً لا یذوقون فیها برداً ولا شراباً الا حمیماً وغساقاً جزاء وفاقاً لا یرجون حساباً وکذّبوا باٰیٰتنا کذابا ‘‘ رہتے ہیں ان میں قرنوں نہ چکھیں وہاں مزا ٹھنڈک کا نہ ملے کچھ پینا مگر گرم پانی اور بہتی پیپ بدلا پورا وہ تھے توقع نہ رکھتے حساب کی اور جھٹلائیں ہماری آیتیں مکرا کر۔ قوانین اسلام (ج۳۰ باب۷۸ دفعہ۲۲ تا۲۹)

’’تصلٰی ناراً حامیة تسقٰی من عین اٰنیة لیس لهم طعام الّا من ضریع لا یسمن ولا یغنی من جوع ‘‘ پٹیں گے دہکتی آگ میں پانی ملے گا ایک چشمے

کھولتے کا، کھانا نہیں ان پاس مگر جھاڑ کانٹے نہ موٹا کرے نہ کام آوے بھوک میں۔ مطابق قوانین اسلام (ج۳۰ باب ۸۸ دفعہ۴ تا ۷)

دوزخ میں رہے اپیلانٹ کو یہ حکم سنایا گیا۔

آج بتاریخ ۳؍جولائی ۱۹۰۷ء مطابق ۲۰؍جمادی الاوّل ۱۳۲۵ھ

دستخط جج ہائیکورٹ آسمانی

امام الدین عفی عنہ

انعامی اشتہار نمبر۱

اپیلانٹ کی ہزارہا دستاویزات میں سے جو صریحاً قوانین اسلام یعنی قرآن مجید کے برخلاف ہیں ان میں سے چند تحریری روایت بحوائے مشتے نمونہ از خروارے اس فیصلہ ہائی کورٹ آسمانی میں رعایا گورنمنٹ الٰہی کو اس کے ہفوات مکروہات، کفریات ......لغویات اور التحاد سے بچنے کے لئے درج کی گئی ہیں اور رعایا گورنمنٹ الٰہی میں سے ہر ایک ذی ہوش کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اس کی اصلی دستاویزات سے (جیسا کہ فیصلہ ہائی کورٹ آسمانی میں پتہ وار درج ہیں) مقابلہ کر کے اطمینان قلبی حاصل کرے اور اس کی مکروہ تحاریر سے جو اسلامی عقائد کے خلاف ہیں محترز رہے۔

۲...... عدالت ہائی کورٹ آسمانی اپیلانٹ کو بھی اپنی عدل اور انصاف کے بھروسہ پر فراخ حوصلگی سے اجازت دیتی ہے کہ وہ بھی معہ اپنے مریدوں، جانثاروں ہواخواہوں اور حاشیہ نشینوں وغیرہم کے اگر یہ ثابت کردے کہ جو کہ فیصلہ ہائی کورٹ آسمانی میں عدالت ہذا کی طرف سے اس کی اور اس کے مریدوں کی دستاویزات کے حوالہ سے لکھا گیا ہے، غیر صحیح ہے اور ان کی دستاویزات کے مطابق نہیں (یعنی جن دستاویزات کا پتہ فیصلہ ہائی کورٹ آسمانی میں دیا گیا ہے) تو گورنمنٹ الٰہی کی طرف سے ان کو تین سو روپیہ انعام دیا جاوے گا۔

۳...... جو شخص رعایا گورنمنٹ الٰہیہ میں اپیلانٹ کے بیانات کو جو صریحاً قوانین اسلام یعنی قرآن شریف کے برخلاف ہیں اور فیصلہ ہذا میں بلاکم وکاست اپیلانٹ کی ہی دستاویزات

کے مطابق درج کئے گئے ہیں۔قوانین الٰہی (یعنی قرآن مجید) سے مقابلہ کرنے پر اور اس کی یعنی اپیلانٹ کے بیانات کو صریحاً خلاف ثابت ہونے پر بھی اپیلانٹ کو علماء عرب وعجم کے فتوؤں کے مطابق کافر بلکہ اکفر نہ یقین کرے گا وہ بھی اس کی ساتھ ہے کافر سمجھا جاوے گا۔

انعامی اشتہار نمبر۲

۱...... اپیلانٹ گورنمنٹ برطانیہ (جو ایک عیسائی گورنمنٹ ہے) کی رعایا میں سے موضع قادیان ضلع گورداسپور کا باشندہ ہے۔

۲...... اس کو بخوبی علم ہے اور وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ ایک امن پسند گورنمنٹ ہے۔اس کے ظل حمایت میں اس کی رعایا کا ہر ایک فرد خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو ہو اپنی مذہبی فرائض ادا کرنے کا حق رکھتا ہے۔

۳...... اس کا انصاف عدل اور قانون اجازت نہیں دیتا کہ اس کے امن کے زمانہ میں کوئی شخص دیدہ دانستہ مذہب رہبری پروفٹ رسول یا نبی کی نسبت مغلظ یا جائز کلمات احاطہ تحریر میں لائے جاویں جس سے اس کی یعنی اس رسول نبی رہبر پیشوا اور اس کے پیروان کی ہتک پائی جاوے یا دل شکنی متصور ہو۔

۴...... گورنمنٹ برطانیہ کا زمانہ ایک امن کا زمانہ ہے اور ایسی محسن گورنمنٹ کے زیر سایہ اس کی تمام رعایا کیا ہندو، کیا مسلمان کیا عیسائی کیا پارسی وغیرہ۔غرضیکہ رعایا کا ہر ایک فرد وبشر باامن اپنی زندگی بسر کر رہا ہے اور اس امن پسند اور محسن گورنمنٹ کا اس کی رعایا جس قدر شکریہ ادا کرے تھوڑا ہے۔

اپیلانٹ خود اپنے اشتہار مؤرخہ ۷رمئی ۱۹۰۷ (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۵۸۳) میں لکھتا ہے:

’’یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیوں کہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے...... گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کے زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجہ سے محفوظ ہیں......اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **ھل جزاء الاحسان الاالاحسان** یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے۔‘‘

۵...... مگر اپیلانٹ نے باوجودیکہ بخوبی جانتا اور سمجھتا ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ ایک امن پسند گورنمنٹ ہے اور وہ رعایا کو اپنی مہربانی اور رعایا پروری کی وجہ سے بمنزلہ اولاد کے سمجھتی ہے اور رعایا بھی اپنی ایسی محسن گورنمنٹ کو بجائے مہربان والدین کے جانتی ہے۔ پھر بھی اس کی رعایا کے تمام فرقوں کے مذہبی پیشواؤں کی نسبت ناجائز تحریر کے ذریعہ اس کے دلوں کو سخت مخدوش کر دیا ہے۔

چنانچہ اپنے آپ کو ہندو مذہب کا پیشوا سری کرشن جی مہاراج (جس کو کئی کروڑ ہندو ورعایا گورنمنٹ برطانیہ عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اور اس کو اپنا بڑا بزرگ مانتے ہیں) بیان کر کے لکھتا ہے:

’’ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں، جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں ایک بڑا اوتار تھا یا یوں کہو کہ روحانی حقیقت کے رو سے میں وہی ہوں۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ ص۳۳ خزائن ج۲۰ ص۲۲۸)

اور اس کے اس قسم کی تحریروں سے جو اور بہت سے ہیں تمام ہندوؤں کو سخت ترین صدمہ پہنچایا گیا ہے۔ گورنمنٹ اہل ہنود کے معززین پنڈتوں سے دریافت فرماوے کہ تمام ہندو اس کی اس تحریر سے خوش ہیں، ہرگز نہیں اور اہل اسلام جو گورنمنٹ کے زیر سایہ کروڑوں کی آبادی ہے۔ ان کے دینی پیشوا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت جیسا کہ فیصلہ میں درج ہے سخت توہین کر کے ان کے دلوں کو پاش پاش کر دیا ہے۔ آں حضرت ﷺ کی وحی الٰہی کو غلط کہا اور لکھا کہ انہوں نے وحی الٰہی کے سمجھنے میں غلطی کھائی جس سے قرآن شریف کی کلام الٰہی ہونے پر بھی نقص لازم آتا ہے۔

اور یہ بھی لکھتا ہے کہ آں حضرت نے دجال کے سمجھنے میں یا مکہ شریف کی طرف جانے میں وحی الٰہی کے سمجھنے میں غلطی کھائی اور اس قسم کی تحریروں سے اہل اسلام کی سخت دل شکنی کی اور خود گورنمنٹ برطانیہ کے پیشوا حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت جس کو اہل اسلام نہایت ہی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور تمام عیسائی ان کو اپنا رہبر تسلیم کرتے ہیں لکھتا ہے:

۱...... ’’آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔‘‘

۲...... ’’ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے چلے گئے۔‘‘

۳...... ’’آپ کو تین مرتبہ شیطانی الہام ہوا۔‘‘

۴...... ’’آپ خدا سے منکر ہونے کو تیار ہو گئے۔‘‘

۵...... ’’آپ کے دماغ میں خلل تھا (یعنی پاگل تھے)۔‘‘

۶...... ’’آپ کا خاندان بھی نہایت پاک ومطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسب درمیان ہے۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۵،۶،۷،۸ خزائن ج۱۱ ص۲۸۹ تا۲۹۲)

۷...... ’’وہ (یعنی مسیح) ایک لڑکی پر عاشق ہوگیا اور جب استاد کے سامنے اس کی حسن وجمال کا تذکرکر بیٹھا تو استاد نے اسے عاق کر دیا۔‘‘ (اخبار الحکم ۲۱رفروری ۱۹۰۲ء)

۸...... ’’پورا ناتواں اور بے علم تھا اس کی راست بازی میں کلام ہے۔‘‘

(اخبار الحکم ۲۱رفروری ۱۹۰۲ء)

۹...... ’’یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کس طرح پروہ (یعنی مسیح) نامحرم نوجوان عورتوں سے ملتا تھا اور کس طرح ایک بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا۔‘‘ (اخبار الحکم ۲۱رفروری ۱۹۰۲ء)

۱۰...... ’’اور مسیح کے حالات کو پڑھو تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ شخص کبھی اس لائق نہیں ہوسکتا کہ نبی بھی ہو۔‘‘ (الحکم ۲۱رفروری ۱۹۰۲ء)

۱۱...... ’’پس ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راست بازوں کے دشمن (مسیح) کو بھلامانس بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائے کہ اس کو نبی قرار دیا جاوے۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۹ خزائن ج۱۱ ص۲۹۳ حاشیہ)

اسی طرح اس کی تحریریں بھی (حضرت مسیح) کے حق میں موجود ہیں جن مکروہ اور مغلظ تحریروں نے اہل اسلام اور عیسائیوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ جس گورنمنٹ

کے زیر سایہ اپیلانٹ کو اس قدر امن میسر ہو کہ اس کے قول کے مطابق اس کے مریدوں کی تعداد کئی لاکھ تک بڑھ گئی ہے۔

اس گورنمنٹ کے شکریہ میں اس کا **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** لکھنا اور ادھر اس کے پیشوا کو یہ صلواتیں سنانا کہاں تک درست خیال کیا جاوے، اس کی اس تحریر کو دیکھ کر عیسائیوں کے دل ٹوٹ گئے۔ کیا اس کے لئے شرم کا مقام نہیں کہ گورنمنٹ کے احسان کا بدلہ یہی احسان ہے۔

کیا اس کو معلوم نہ تھا کہ گورنمنٹ ایک عیسائی گورنمنٹ ہے کیا اس نے یہ دیدہ ودانستہ ایسے فحش کلمات نہیں لکھے اور اس تحریر سے عیسائیوں اور اہل اسلام کے دل شکنی نہیں ہوئی۔ گورنمنٹ کے مقامی حکام کو لازم ہے کہ اس کے مریدوں کی ایک فہرست اس سے طلب کریں اور دیکھیں کہ اس میں گورنمنٹ کے ملازم کس قدر ہیں۔ جو باوجود گورنمنٹ کے نمک خوار ہونے کے گورنمنٹ کے پیشوا حضرت مسیح کی نسبت ایسا فاسد عقیدہ رکھتے ہیں، اس کے پیرو ہیں۔

اگر اپیلانٹ مع اپنے مریدوں جانثاروں اور ہوا خواہوں اور حاشیہ نشینوں وغیرہم کے یہ ثابت کر دے کہ اس نے یہ سب کچھ حضرت مسیح (جس کو عیسائی اپنا پیشوا سمجھتے ہیں اور مسلمان اس کو رسول مانتے ہیں) کی نسبت نہیں لکھا ہے تو ان کو تین سو روپیہ انعام دیا جاوے گا۔

نوٹ: اس کی ان تمام ہفوات کا جو اس نے مسیح کی نسبت لکھا ہے۔ انگریزی میں ترجمہ کر کے عنقریب انگلینڈ اور انڈیا میں مشتہر کیا جاوے گا اور ظاہر کیا جاوے گا کہ اس نے کس قدر ایسے محسن گورنمنٹ کی رعایا کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچایا ہے۔

امام الدین ولد علی بخش قوم پراچہ ساکن لاہور محلہ پیر گیلانیاں

مؤرخہ ۲۰ رجمادی الاوّل مطابق ۳ رجولائی ۱۹۰۷ء

فریق مرزائی کو مع مرزا کے چاہئے کہ وہ دونوں انعام حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اگر مرزا کی کتابوں میں ایسا لکھا ہے تو مرزائیوں کو توبہ لازم ہے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مرزا قادیانی

اور ان کے

الہامات آسمانی

جناب منشی محمد یعقوب پٹیالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزا غلام احمد قادیانی، مدعی نبوت ورسالت، مسیحیت ومہدویت، مجددیت وکرشنیت وغیرہ وغیرہ سے غالباً سب ناظرین واقف ہوں گے۔ آپ نے ان گوناگوں دعوؤں کی بنیاد وحی والہام، مکاشفات، رویائے صالحہ اور مبشرات آسمانی پر رکھی تھی۔ اپنی ان وحیوں، الہاموں، خوابوں اور مکاشفوں کی صحت پر ان کو اتنا اصرار تھا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ اس بارہ میں مرزا قادیانی کی چند تحریرات ذیل قابل ملاحظہ ہیں:

۱......

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا — بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم — از خطاہا ہمیں است ایمانم

(نزول المسیح ص۹۹ خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

۲......

مرا قسم بخداوند خویش وعظمت او — کہ ہست ایں ہمہ از وحی پاک گفتارم

(البشریٰ ج۱، سرورق)

۳...... ’’وقد کشف علیّ انہ صحیح خالص یوافق الشریعۃ لاریب فیہ ولا لبس ولا شک ولا شبھۃ‘‘ یعنی مجھ پر یہ امر منکشف ہوا ہے کہ میرے الہامات صحیح، خالص اور موافق شریعت ہیں۔ جن میں کسی آمیزش اور شک وشبہ کو دخل نہیں ہے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۱ خزائن ج۵ ص ایضاً)

۴...... ’’جبرئیلی نور کا فیضان ہر ادنیٰ، اعلیٰ، نیک، بد، فاسق، فاجر کو پہنچتا ہے، حتی کہ کنجر، ڈوم، رنڈیاں اور بدکار عورتیں، یار بہ بر اور بادہ بسر ہونے کی حالت میں بھی سچے خواب دیکھ لیتی ہیں اور پرلے درجہ کے بدمعاش اور شریر لوگ سچے مکاشفات بیان کیا کرتے ہیں۔ لیکن خواص اور عوام کی خوابیں اور مکاشفات اپنی کیفیت اور کمیت اتصالی وانفصالی میں ہرگز برابر نہیں۔ جو لوگ خداتعالیٰ کے خاص بندے (یعنی خود بدولت۔ مؤلف) ہیں وہ خارق عادت کے طور پر نعمت غیبی کا حصہ لیتے ہیں۔‘‘ (توضیح مرام ص۸۴تا۸۶ خزائن ج۳ ص۹۵،۹۶)

۵...... ’’یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں

شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جاوے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوا۔ قطعی اور یقینی ہے اور جیسا کہ آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا کہ یہ آفتاب اور اس کی روشنی ہے۔ ایسا ہی میں اس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا۔ جو خدا کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر الخ۔''

(تجلیات الٰہیہ ص ۲۵، ۲۶ خزائن ج ۲۰ ص ۴۱۲)

۶ ...... ''جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی الٰہی تجلی فرماتا ہے۔ اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی۔ کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے۔''

(نزول المسیح ص ۸۹ خزائن ج ۱۸ ص ۴۶۷)

۷ ...... ''خدا کا وہ مکالمہ یقین تک پہنچاتا ہے جو قطعی اور یقینی ہو۔ جس پر ایک ملہم قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ وہ اسی رنگ کا مکالمہ ہے۔ جس رنگ کا مکالمہ آدم کو ہوا اور پھر شیث سے ہوا اور پھر نوح سے ہوا اور پھر ابراہیم سے اور پھر اسحاق سے اور پھر اسماعیل سے اور پھر یعقوب سے ہوا اور پھر یوسف اور پھر چارسو برس کے بعد موسیٰ سے اور پھر یسوع ابن نون سے ہوا اور پھر داؤد سے ہوا اور سلیمان سے اور الیسع نبی اور دانیال سے اور اسرائیلی سلسلہ کے اخیر میں عیسیٰ بن مریم علیہم السلام سے ہوا، اور سب سے اتم اور اکمل طور پر حضرت محمد ﷺ سے ہوا۔ لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبہ سے کم تر ہو تو وہ شیطانی کلام ہے، نہ ربانی۔''

(نزول المسیح ص ۱۰۸ خزائن ج ۱۸ ص ۴۸۶)

۸ ...... ''امام الزماں (جس کے مرزا قادیانی مدعی ہیں۔ مؤلف) کا ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے ایک کلوخ انداز درپردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا۔ بلکہ خداتعالیٰ ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کس قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی۔ بلکہ وہ تو بسا اوقات اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے اور امام الزمان کی الہامی پیش گوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے

ے ناظرین! مرزا قادیانی کی اس طویل اور ژولیدہ تحریر پر ہمیں معاف فرمائیں۔ یہ سارا مضمون محض ایک بلکہ نصف سطر میں بعمدگی ادا ہو سکتا تھا۔

ے یہ ٹھٹھا امام الزمان سے ہوتا ہے یا دوسروں سے۔ ناظرین ہی سمجھ سکتے ہیں۔

قبضہ میں کر لیتی ہیں۔ جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے اور یہ قوت اور انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا ان کے پاک الہام شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہوں۔'' (ضرورۃ الامام ص۱۳، خزائن ج۱۳ ص۴۸۳)

۹...... ''بہر حال یہ سچ ہے کہ پاکوں کے دل میں شیطانی خیال مستحکم نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی تیرتا ہوا سرسری وسوسہ ان کے دل کے نزدیک آ بھی جائے تو جلد تر وہ شیطانی خیال دور اور دفع کیا جاتا ہے اور ان کے پاک دامن پر کوئی داغ نہیں لگتا۔''

(ضرورۃ الامام ص۱۵، خزائن ج۱۳ ص۴۸۵)

۱۰...... ''وحی کی تین قسمیں ہیں، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، آخری درجہ محض کامل افراد کو دیا جاتا ہے جو تجلیات الٰہیہ کے حلقہ کے اندر داخل ہو جاتے ہیں اور علمی اور عملی دونوں حالتیں ان کی درست ہو جاتی ہیں۔ اس اکمل اور اتم وحی کا پانے والا انوار سبحانی میں سراپا غرق ہو جاتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۴۷، ۴۸ ملخصاً خزائن ج۲۲ ص۵۰، ۵۱)

''سو میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔''

(حقیقت الوحی ص۶۲، خزائن ج۲۲ ص۶۴)

''خدا تعالیٰ نے مجھے اس تیسرے درجہ میں داخل کیا ہے۔''

(حقیقت الوحی ص۶۷، خزائن ج۲۲ ص۷۰)

ان حوالوں کے ساتھ مرزا قادیانی کے یہ اشعار بھی قابل توجہ ہیں:

۱۱......

منم مسیح زماں ومنم کلیم خدا منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص۳، خزائن ج۱۵ ص۱۳۴)

آدم نیز احمد مختار در برم جامۂ ہمہ ابرار
آں چہ داد است ہر نبی را جام داد آں جام رامرا بتمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے من بعرفان نہ کمترم ز کسے
کم نیم زاں ہمہ بروے یقین ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(نزول المسیح ص۹۹، ۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷، ۴۷۸)

مذکورہ بالا اور اس قسم کی اور بیسیوں تحریریں ہیں جن میں مرزا قادیانی آنجہانی نے اپنے الہامات اور مکاشفات کی شان وشوکت بار بار بیان کی ہے۔ مرزا قادیانی کے لفظوں میں ان تحریرات سے نتائج ذیل مستنبط ہوتے ہیں:

الف: مرزا قادیانی کے مقابلہ میں کسی شخص کا الہام، خواب یا مکاشفہ حجت نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی ان کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے۔

ب: مرزا قادیانی کے تمام الہام، خواب اور مکاشفات، نہایت صحیح وصاف، اجلی اور اکمل، مطابق شریعت اور آفتاب کی طرح قطعی اور یقینی ہیں اور ان میں کسی شک وشبہ کو دخل نہیں۔

ج: خدا نے ان کو تیسرے درجہ کے کاملین میں داخل کیا ہے اور یہ وہی درجہ ہے جو انبیاء کرام اور مرسلین عظام کو عطا ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ تک جو کمالات نبوت فرداً فرداً انبیاء کرام کو عطا ہوئے تھے وہ سب مرزا قادیانی کی ذات میں جمع ہیں۔

د: مجھے اپنے الہاموں پر قرآن شریف کا سا ایمان ہے اور میں انہیں قرآن شریف کی طرح غلطیوں سے منزہ اور پاک جانتا ہوں۔

مرزا قادیانی کے ان دعوؤں کی قلعی کھولنے کے لئے راقم مضمون کی دو مستقل کتابیں ''عشرہ کاملہ اور تحقیق لاثانی'' (احتساب قادیانیت ج۱۸ میں شائع ہوچکی ہیں) عرصہ ہوا طبع ہوچکی ہیں۔ رسالہ ''المظاہر'' کے گزشتہ نمبروں میں بھی ایک مضمون بعنوان ''زلزلہ قادیانی'' نکل چکا ہے جس میں مرزا قادیانی کے ۱۳۱ الہامات کا غلط ہونا ثابت کیا جاچکا ہے۔ اس مضمون میں مرزا قادیانی کے الہامی باغ سے چند اور گلدستے پیش کئے جاتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ یہ الہامات کہاں تک شریعت کے موافق، قطعی اور یقینی صاف اور صحیح اجلےٰ اور اکمل اور شک وشبہ سے پاک ہیں۔

(۱) خلاف شریعت الہامات وکشوف

مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں ''**ومن تفوہ بکلمۃ لیس لہ اصل صحیح فی الشرع ملہما کان او مجتہدا فبہ الشیاطین متلاعبۃ**''

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۱ خزائن ج۵ ص ایضاً)

یعنی اگر کوئی ملہم یا مجتہد کوئی ایسی بات منہ سے نکالے جس کی شرع میں کوئی اصل صحیح نہ ہو تو سمجھو کہ اس شخص سے شیطان کھیلتا ہے۔ (یعنی اسے شیطانی باتیں سکھاتا ہے)

ناظرین! مرزا قادیانی کے اسی اصول کو مدنظر رکھ کر الہامات ذیل پر غور کریں۔

۱...... ’’انت منی بمنزلة ولدی‘‘ (حقیقت الوحی ص۸۶ خزائن ج۲۲ ص۸۹)

۲...... ’’انت منی بمنزلة اولادی‘‘ (دافع البلاء ص۶ خزائن ج۱۸ ص۲۲۷)

۳...... ’’اسمع ولدی‘‘ (البشریٰ ج۱ ص۴۹)

ان تینوں الہاموں میں مرزا قادیانی کو خدا کا ولد (بیٹا) کہا گیا ہے اور یہ وہ لفظ ہے جس کے کہنے پر قرآن کریم میں یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائی گئی ہے اور سخت تنبیہ وتہدید کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ پڑھو:

’’تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدّاً. ان دعوا للرحمن ولداً‘‘ (مریم:۹۰،۹۱) قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائے ڈھ کر اس وجہ سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لئے اولاد بتائی۔

دوسری جگہ فرمایا ہے ’’لم یتخذ ولداًولم یکن له شریک فی الملک‘‘ (بنی اسرائیل:۱۱۱) اللہ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی کوئی شریک ہے بادشاہت میں۔

پس باوجود ایسی سخت ممانعت کے مرزا قادیانی کا اسلام کی اصطلاح میں اس مردود لفظ کو داخل کرنا بالکل خلاف شریعت ہے اور ان ہر سہ الہامات کا سرچشمہ رحمانی نہیں ہے۔

۴...... ’’ہے رودر گوپال تیری استت گیتا میں لکھی گئی ہے۔‘‘ (لیکچر سیالکوٹ ص۳۳،۳۴ خزائن ج۲۰ ص۲۲۸،۲۲۹) میں اس کی تشریح یوں کرتے ہیں:

’’ایسا ہی میں راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں بڑا تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ میں حقیقت روحانی کی رو سے وہی ہوں یہ میرے قیاس سے نہیں۔ بلکہ وہ خدا جو زمین وآسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا خدا کا وعدہ تھا کہ اس آخری زمانہ میں اس کا یعنی کرشن کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے۔ سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔‘‘

مسئلہ بروز مرزا قادیانی نے کرشن جی کی تعلیم سے ہی لیا ہے۔ کہیں آں حضرت ﷺ کے بروز بنتے ہیں اور کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور یہاں کرشن کنہیا جی بن بیٹھے ہیں۔

کرشن جی کو ان کے معتقدین پرمیشور (خدا) کا اوتار سمجھتے ہیں اور انہیں کرشن بھگوان کہتے ہیں۔ وہ تناسخ کے قائل، بہشت، دوزخ اور قیامت کے منکر تھے۔ ان کے یہ عقائد گیتا میں مفصل درج ہیں۔ دیکھو (گیتا مترجمہ دوار کا پرشاد، اشلوک ۱۲، ۱۳، ۲۲، ادھیائے ۲، اشلوک ۱۵، ادھیائے ۴، اشلوک ۱۹، ادھیائے ۷) وغیرہ وغیرہ

جب مرزا قادیانی حقیقت روحانی کی رو سے کرشن تھے تو ان کے عقائد بھی کرشنیہ ہی ہونے چاہئیں لیکن عقائد مذکورہ بالا کے ساتھ کوئی شخص مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

۵...... ’’یحمدک اللہ من عرشہ ویمشی الیک‘‘ یعنی اللہ عرش پر سے تیری حمد کررہا ہے اور تیری طرف آرہا ہے۔‘‘ (انجام آتھم ص۵۵ خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حکم ہوتا ہے ’’فسبح بحمد ربک واستغفرہ‘‘ یعنی ’’اپنے خدا کی حمد کرو اور اس سے بخشش مانگو‘ اور قرآن کریم کی پہلی آیت ہے ’’الحمدللہ رب العالمین‘‘ یعنی ’’سب تعریفیں اللہ کے لئے ہی سزاوار ہیں جو پروردگار عالمین ہے۔‘‘

لیکن مرزا قادیانی کا رتبہ عالی دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ان کی حمد کرتا ہے۔

۶...... ’’الارض والسماء معک کما ھو معی‘‘ یعنی زمین وآسمان تیرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۷۵ خزائن ج۲۲ ص۷۸)

۷...... ’’ظھورک ظھوری‘‘ یعنی تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ ص۱۲۶)

۸...... ’’سرّک سرّی‘‘ ’’میرا بھید تیرا بھید ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۷۹ خزائن ج۲۲ ص۸۲)

۹...... ’’کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف یا قمر یا شمس انت منی وانا منک‘‘ یعنی میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ ظاہر کیا جاؤں، اے چاند اور اے سورج تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۷۴ خزائن ج۲۲ ص۷۷)

۱۰...... ’’بورکت یا احمد وکان مابارک اللہ فیک حقاً فیک شانک عجیب‘‘ یعنی اے احمد تو برکت دیا گیا اور جو کچھ تجھے برکت دی گئی وہ تیرا ہی حق تھا، تیری شان عجیب ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۷۵ خزائن ج۲۲ ص۷۸)

مرزا قادیانی نے کئی جگہ لکھا ہے کہ جو کچھ مجھے ملا ہے بذریعہ اتباع کامل اور بطفیل

آں حضرت ﷺ عطا ہوا ہے۔ کیا مرزا قادیانی کے یہ الہامات نمبر۶ لغایت ۱۰ ان کے اسی قول کی تائید کرتے ہیں۔ کیا دنیا کو اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید کا علم مرزا قادیانی کی طفیل ہی حاصل ہوا ہے۔ جب مرزا قادیانی نے یہ معرفت الٰہی اور برکات آسمانی خاص اپنے حق سے حاصل کی ہیں تو اتباع محمدی کا بہانہ کیوں بنایا جاتا ہے؟

۱۱...... ’’میں نے خواب دیکھا کہ خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہوگیا اور میرا غضب، میرا حلم اور تلخی وشیرینی اور حرکت وسکون سب اسی کا ہوگیا اور ایسی حالت میں، میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان وزمین کو اجمالی رنگ میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی ترتیب وتفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشائے حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کی خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا ’’انا زینا السماء الدنیا بمصابیح‘‘ پھر میں نے کہا ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، ۵۶۵، خزائن ج۵ ص ایضاً)

کسی تشریح کی ضرورت نہیں میرزا قادیانی کا دعویٰ خدائی ظاہر ہے جسے انہوں نے بڑی شان سے ظاہر کیا ہے۔

۱۲...... ’’کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا۔‘‘

(اسلامی قربانی ص۲۱ مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر)

یعنی مرزا قادیانی عورت بنے اور اللہ تعالیٰ نے مرد بن کر ان سے ہمبستری کی۔ معاذ اللہ منہا!

(ب) صاف جھوٹے اور غلط الہامات

۱۳...... ’’میرا دشمن ہلاک ہوگیا، ہن اس دا لیکھا خدا نال جا پیا اے۔‘‘ (تذکرہ ص۵۹۹ طبع چہارم)

۱۴...... ’’میرے دشمن ہلاک ہوگئے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ ص۱۲۸، الہامات ۲۸؍مارچ ۱۹۰۷ء)

ان ایام میں مرزا قادیانی کے بڑے اور اشد دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اور مولوی ثناء اللہ صاحبان تھے جو دونوں صحیح وسلامت رہے اور خود مرزا قادیانی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوگئے۔

۱۵...... ’’ریاست کابل میں قریب ۸۵ ہزار آدمی مریں گے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۲۶)
بالکل جھوٹ!

۱۶...... ’’مولوی ثناء اللہ صاحب میری پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان نہیں آئیں گے۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۳۷ خزائن ج۱۹ص۱۴۸)

۱۰/جنوری ۱۹۰۳ء کومولوی صاحب قادیان پہنچ گئے اور الہام باطل ہوا۔

۱۷...... محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق سینکڑوں الہامات اور پیش گوئیاں جن میں سے بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

۱۸...... ’’زوجنا کھا‘‘ (انجام آتھم ص۶۰ خزائن ج۱۱ص ایضاً)

۱۹...... ’’یردھا الیک‘‘ (حوالہ مذکورہ)

۲۰...... ’’الحق من ربک فلا تکن من الممترین‘‘ (حوالہ مذکورہ)

۲۱...... ’’یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴ خزائن ج۱۱ص۳۳۸)

۲۲...... ’’لا تبدیل لکلمات اللہ‘‘ (انجام آتھم ص۶۱ خزائن ج۱۱ص ایضاً)

۲۳...... ’’انّ ربک فعال لما یرید‘‘ (حوالہ مذکورہ)

۲۴...... ’’مرزا سلطان کی موت یوم نکاح سے تین سال کے اندر۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص۱۵۸ حاشیہ)

۲۵...... ’’مرزا سلطان محمد کی موت مرزا قادیانی کی حیات میں۔‘‘

۲۶...... ’’بکر وثیب[۱] شاتان تذبحان[۲]‘‘ (مفصل اور مزید حوالجات کے لئے دیکھو رسالہ تحقیق لاثانی)

مرزا قادیانی مرگئے، مگر نکاح نہیں ہوا۔ اس لئے یہ تمام الہامات القائے شیطانی ثابت ہوئے، اگر رحمانی ہوتے تو جس شان وشوکت سے ظاہر کئے گئے تھے ضرور اسی طرح پورے ہوتے۔

[۱] اس الہام میں زندہ کے نکاح سے محمدی بیگم کا نکاح مراد تھا۔

(تریاق القلوب ص۱۰۰و۵۰ خزائن ج۱۵ص۲۰۱و۲۸۷)

[۲] اس الہام کی رو سے مرزا احمد بیگ کے داماد سلطان محمد نے مرنا تھا۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۵تا۵۷ خزائن ج۱۱ص۳۳۹تا۳۴۱)

۲۷...... ’’بشیر الدولہ، عالم کباب، شادی خاں۔‘‘ بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کے ایک لڑکا ہوگا جس کے یہ نام ہوں گے۔ یہ نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۱۶)

یہ عورت مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی مرگئی اور اس سے کوئی ایسا لڑکا پیدا نہ ہوا جس نے دنیا کو تباہ کردینا تھا اور مرزا قادیانی اور ان کے متعلقین کے لئے بشارت وشادی کا موجب بننا تھا۔

۲۸...... ’’’قبول ہوگئی۔ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔ ۲۷/اگست ۱۹۰۷ء دوبارہ صاحبزادہ مبارک احمد جوکہ بخار سے علیل تھا حسب وعدہ الٰہی دسویں یوم راضی وتندرست ہوگیا۔‘‘

(البشریٰ ج۲ص۱۳۴)

مرزا قادیانی کا یہ لڑکا ۱۶/ستمبر ۱۹۰۷ء کو فوت ہوگیا۔

۲۹...... ’’انّا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک ‘‘ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۳۶)

۳۰...... ’’اور دشمن (ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب) جو میری موت چاہتا ہے وہ میری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا۔‘‘

(اشتہار تبصرہ ۵/نومبر ۱۹۰۷ء مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۵۹۱)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی پیش گوئی کے مطابق خود مرزا قادیانی مرگئے اور ڈاکٹر صاحب زندہ رہے۔

۳۱...... ’’نزید عمرک ‘‘میں تیری عمر بڑھادوں گا۔‘‘ (حوالہ مذکور)

ایزادی تو کیا ہونی تھی۔ الہامی عمر بھی پوری نہ ہوئی۔

۳۲...... مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ والی دعا کے متعلق الہام ہوا ’’اجیب دعوۃ الداع‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۲۹)

مرزائی معنوں میں یہ الہام بھی غلط ثابت ہوا۔ کیوں کہ اس دعا میں سچے کے سامنے جھوٹے کے مرنے کی خواہش کی گئی تھی۔ کیوں کہ خود مرزا قادیانی فوت ہوگئے۔

۳۳...... ’’انا فتحنالک فتحاً مبیناً ‘‘ہم نے تجھے کھلی فتح دی۔ ۱۸/اپریل ۱۹۰۸ء‘‘

(البشریٰ ج۲ص۱۴۰،۱۴۱)

مرزا قادیانی اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں شکست کھا کر الہام سے سوا مہینہ بعد فوت ہوگئے۔

(ج) مشتبہ اور نامکمل الہامات جن کے کچھ حصے یاد نہیں رہے، نہ تادم مرگ یاد آئے

۳۴...... ’’ایلی ایلی لما سبقتنی ایلی اوس‘‘
مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’کہ آخری فقرہ اس الہام کا یعنی ’’ایلی اوس‘‘ بباعث سرعت ورود (نزول) مشتبہ رہا اور نہ اس کے کچھ معنی کھلے۔ واللہ اعلم بالصواب۔‘‘
(البشریٰ ج۱ ص۳۶)

۳۵...... ’’پریشن عمر پراطوس یا پلاطوس۔‘‘
مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’کہ آخری لفظ پراطوس ہے یا پلاطوس بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا، اور نمبر دو میں عمر عربی لفظ ہے۔ اس جگہ پراطوس اور پریشن کے معنی دریافت کرنے ہیں کہ کیا ہیں اور کس زبان کے یہ لفظ ہیں۔‘‘ (البشریٰ ج۱ ص۵۱)

۳۶...... ’’نتیجہ خلاف مراد ہوا یا نکلا۔‘‘
مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں کہ ’’آخر کا لفظ ٹھیک یاد نہیں رہا اور یہ بھی پختہ پتہ نہیں کہ یہ الہام کس امر کے متعلق ہے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ ص۷۴،۷۵)

۳۷...... ’’ینادی مناد من السماء‘‘ آسمان سے ایک پکارنے والے نے پکارا۔‘‘
’’حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک اور عجیب اور مبشر فقرہ تھا وہ یاد نہیں رہا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ ص۷۶)

۳۸...... ’’ویبقیک‘‘ (ترجمہ الہامی) تابدیر ترا خواہد داشت۔‘‘
’’حضرت اقدس نے فرمایا کہ ۱۸؍فروری ۱۹۰۳ء کو یکایک ایک مرض کا دورہ ہوگیا اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوگئے۔ اسی حالت میں ایک الہام ہوا جس کا صرف ایک حصہ یاد رہا۔ چوں کہ بہت تیزی کے ساتھ ہوا تھا جیسے بجلی کوندتی ہے اس لئے باقی حصہ محفوظ نہ رہا۔‘‘
(البشریٰ ج۲ ص۸۰)

۳۹...... ’’یہ بات آسمان پر قرار پاچکی ہے تبدیل ہونے والی نہیں۔‘‘
(فرمایا کہ) ’’آج صبح جب میں نماز کے بعد ذرا لیٹ گیا تو الہام ہوا۔ مگر افسوس ہے کہ ایک حصہ اس کا یاد نہ رہا۔ پہلے ایک عربی کا فقرہ تھا اور اس کے بعد اس کا ترجمہ اردو

میں تھا۔ وہ اردو فقرہ یاد ہے اور عربی فقرہ کچھ اس سے مشابہ تھا ’’تعهد وتمكن فی السماء‘‘ مگر وہ اصل فقرہ بھول گیا اور اس نسیان میں بھی کچھ منشائے الٰہی ہوتا ہے۔‘‘

(البشریٰ ج۲ص۸۱)

۴۰...... ’’بلا نازل یا حدیث یا‘‘

فرمایا کہ ’’یہ الفاظ الہام ہوئے ہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ کس کی طرف اشارہ ہے یاد نہیں رہا کہ یا کے آگے کیا تھا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۸۲)

۴۱...... ’’فيه خير وبركة‘‘ (ترجمہ الہامی) اس میں تمام دنیا کی بھلائی ہے۔‘‘

’’یاد ہے، دوسرے الفاظ یاد نہیں رہے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۸۱)

۴۲...... ’’سلیم، حامداً، متبشراً، سلامتی والا، حمد کرنے والا، بشارت دیا گیا۔‘‘

(تشریح) ’’کچھ حصہ اس الہام کا یاد نہیں رہا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۸۲)

۴۳...... ’’ایک عربی الہام تھا، الفاظ مجھے یاد نہیں رہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ مکذبوں کو نشان دکھایا جائے گا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۹۴)

۴۴...... ’’ایک دم میں دم رخصت ہوا‘‘

’’فرمایا آج رات مجھے ایک مندرجہ بالا الہام ہوا۔ اس کے پورے الفاظ یاد نہیں رہے اور جس قدر یاد رہا وہ یقینی ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ کس کے حق میں ہے۔ لیکن خطرناک ہے، الہام ایک موزوں عبارت میں ہے۔ مگر ایک لفظ درمیان میں سے بھول گیا ہے۔‘‘

(البشریٰ ج۴ص۱۱۷)

۴۵...... ’’تین بکرے ذبح کئے جائیں گے۔‘‘

’’فرمایا کہ ظاہر پر عمل کر کے آج ہم نے تین بکرے ذبح کرا دیئے ہیں۔‘‘

(البشریٰ ج۲ص۱۰۵)

۴۶...... ’’عورت کی چال، ایلی ایلی لما سبقتانی بریت۔‘‘

’’یہ خیال گزرتا ہے کہ واللہ اعلم کہ کوئی شخص زنانہ طور پر مکر کرے...... مگر یہ صرف اجتہادی رائے ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۰۷)

۴۷...... ’’انا نبشرک بغلام نافلة لک‘‘ ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو تیرے لئے نافلہ ہوگا۔‘‘

’’فرمایا کہ چند روز ہوئے یہ الہام ہوا تھا ممکن ہے کہ اس کی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو۔ کیوں کہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں یا بشارت کسی اور وقت تک موقوف ہو۔‘‘

(البشریٰ ج۲ص۱۱۰)

۴۸...... ’’راز کھل گیا‘‘ ’’الذین اعتدوا منکم فی السبت‘‘

(نوٹ از مرزا قادیانی) ’’ساتھ کا فقرہ بھول گیا ہے۔ واللہ اعلم‘‘

(البشریٰ ج۲ص۱۲۹)

۴۹...... ’’الہام کے الفاظ یاد نہیں رہے اور معنی یہ ہیں کہ فلاں کو پکڑو اور فلاں کو چھوڑ دے۔ یہ فرشتوں کا حکم الٰہی ہے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۲۹)

۵۰...... ’’ایک خواب کے سلسلہ میں ایک الہام ہوا جس کے الفاظ یاد نہیں رہے۔‘‘

(مکاشفات ص۳۲)

(د) الہامات جن کی نسبت کبھی معلوم نہ ہوا کہ کس کے حق میں ہیں

۵۱...... ’’آثار صحت‘‘ (البشریٰ ج۲ص۸۲)

(تشریح از مرزا قادیانی) ’’تصریح بالکل نہیں کہ یہ الہام کس کی نسبت ہے۔‘‘

۵۲...... ’’میں ان کو سزا دوں گا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۹۷)

۵۳...... ’’میں اس عورت کو سزا دوں گا۔‘‘ (حوالہ مذکورہ)

۵۴...... ’’شر الذین انعمت علیھم‘‘ (البشریٰ ج۲ص۹۷)

(تشریح از مرزا قادیانی) ’’معلوم نہیں یہ کس کے متعلق ہیں۔‘‘

۵۵...... ’’الامراض تشاع والنفوس تضاع‘‘ ’’امراض پھیلائے جائیں گے اور جانیں ضائع کی جائیں گی۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۱۱)

’’خوف ہے کہ اس سے کیا مطلب ہے۔ معلوم نہیں کہ قادیان کے متعلق ہے یا پنجاب کے متعلق۔‘‘

۵۶...... ’’اللہ تعالیٰ اس کو سلامت نہیں رکھنا چاہتا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۱۹)

’’کسی کی طرف اشارہ ہے۔‘‘

۵۷...... ’’پیٹ پھٹ گیا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۱۹)

’’معلوم نہیں کس کے متعلق ہے۔‘‘

۵۸…… ’’خدا اس کو پنج بار ہلاکت سے بچائے گا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۱۹)

’’نہ معلوم کس کے حق میں ہے۔‘‘

۵۹…… ’’موت، تیراں ماہ حال کو۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۲۰)

’’قطعی طور پر معلوم نہیں کس کے متعلق ہے۔‘‘

۶۰…… ’’کمترین کا بیڑا غرق ہوگیا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۲۱)

’’کسی کے اقوال کی طرف اشارہ ہے اور یا شاید کمترین سے کوئی شریر مخالف مراد ہے۔‘‘

۶۱…… ’’میں نے دیکھا کہ کسی کی موت قریب ہے۔ یہ متعین نہ ہوا کہ کس کی موت آئی ہے…… پھر الہام ہوا، رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گزشت۔‘‘ (مکاشفات ص۵۶)

(تشریح) ’’میں نہیں کہہ سکتا کہ ہم سب میں سے یہ کس کے حق میں ہے۔‘‘

۶۲…… ’’بہتر ہوگا اور شادی کرلیں۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۲۴)

’’نہ معلوم کس کے متعلق ہے۔‘‘

۶۳…… ’’ہم نے وہ جہاں چھوڑ دیا ہے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۹۵)

’’کوئی روح کہتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی ہم سے تعلق دوستی یا دشمنی رکھنے والا اس جہان سے گزر جائے گا۔‘‘

(ھ) الہامات جن کا مطلب آخری دم تک مرزا قادیانی کو معلوم نہ ہوا

۶۴…… ’’ربنا عاج‘‘ ہمارا رب عاجی ہے۔‘‘

’’فرمایا کہ عاجی کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔‘‘ (البشریٰ ج۱ص۴۳)

۶۵…… ’’ھو شعنا نعسا‘‘ یہ الہام شاید عبرانی ہے جس کے معنی نہیں کھلے۔‘‘

(البشریٰ ج۱ص۴۳)

۶۶…… ’’وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے۔‘‘

(البشریٰ ج۲ص۵)

۶۷…… ’’بعد۔ ۱۱۔ ان شاء اللہ۔ اس کی تفہیم نہیں کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے۔ گیارہ دن یا گیارہ ہفتے یا کیا۔ یہی ہندسہ ۱۱ کا دیا گیا ہے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۶۵،۶۶)

۶۸ ...... ’’لایموت احدمن رجالکم ‘‘اس کے حقیقی معنی کہ تمہارے رجال میں کوئی نہ مرے گا تو ہونہیں سکتے۔ کیوں کہ موت تو انبیاء تک کو آتی ہے اور نہ قیامت تک کسی نے زندہ رہنا ہے۔مگراس کے مفہوم کا پتہ نہیں ہے۔شاید کوئی اور معنی ہوں۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۷۸)

۶۹ ...... ’’علم الدرمان. ۲۲۳ ‘‘علم عربی لفظ ہے اور درمان فارسی ہے۔اس کے آگے ۲۲۳ کا ہندسہ ہے۔معلوم نہیں کہ اس سے کیا مراد ہے۔‘‘

(کشف نمبر ۶۴۳، البشریٰ ج۲ص۱۲۰)

۷۰ ...... ’’تازہ نشان، تازہ نشان کا دھکا، زلزلۃ الساعۃ ۔ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور آفت ہے۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۹۵)

(و) گول مول الہامات جن کا کچھ سر پیر نہیں

۷۱ ...... ’’فیرمین (ترجمہ) معقول آدمی۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۸۴)

۷۲ ...... ’’ہماری قسمت، ایت وار۔‘‘ (ص۹۲)

۷۳ ...... ’’چودھری رستم علی‘‘ (ص۹۴)

۷۴ ...... ’’قل مالک حیلۃ‘‘ (ص۹۶)

۷۵ ...... ’’مضر صحت‘‘ (ص۹۹)

۷۶ ...... ’’دو شہتیر ٹوٹ گئے۔‘‘ (ص۱۰۰)

۷۷ ...... ’’رہا گوسفندان عالی جناب‘‘ (ص۱۰۱)

۷۸ ...... ’’آب زندگی‘‘ (ص۱۰۲)

۷۹ ...... ’’زندگیوں کا خاتمہ‘‘ (ص۱۰۳)

۸۰ ...... ’’لائف (ترجمہ) زندگی‘‘ (ص۱۰۶)

۸۱ ...... ’’۲۵ رفروری کے بعد جانا ہوگا۔‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۰۶)

۸۲ ...... ’’بشیر الدولہ‘‘ (ص۱۰۷)

۸۳ ...... ’’ایک دانہ کس کس نے کھانا۔‘‘ (ص۱۰۷)

۸۴ ...... ’’دو چار روز‘‘ (ص۱۱۸)

۸۵ ...... ’’خیر‘‘ (ص۱۱۹)

۸۶...... ’’مبارک‘‘ (ص۱۲۲)

۸۷...... ’’بادشاہ آیا‘‘ (ص۱۲۳)

۸۸...... ’’روشن نشان‘‘ (//)

۸۹...... ’’ایک اور خوش خبری‘‘ (ص۱۲۴)

۹۰...... ’’ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہ رہے گا۔‘‘ (ص۱۲۴)

۹۱...... ’’تحفۃ الملوک‘‘ (البشریٰ ج۲ص۱۲۵)

۹۲...... ’’لاہور میں ایک بے شرم ہے۔‘‘ (ص۱۲۶)

۹۳...... ’’اسی سے تو تم پر حسن چڑھا ہے۔‘‘ (ص۱۲۷)

۹۴...... ’’لائف آف پین (ترجمہ) تکلیف دہ زندگی۔‘‘ (ص۱۲۸)

۹۵...... ’’پوری ہوگئی۔‘‘ (ص۱۳۰)

۹۶...... ’’ایسوسی ایشن‘‘ (البشری ج۲ص۱۳۲)

۹۷...... ’’خدا خوش ہوا۔‘‘ (ص۱۳۴)

۹۸...... ’’بلائے ناگہانی، نجری‘‘ (ص۱۳۷)

۹۹...... ’’کبھی معدہ کے خلل سے بھی ورم ہو جاتی ہے۔‘‘ (ص۱۴۰)

۱۰۰...... ’’رعایا میں سے ایک شخص کی موت۔‘‘ (ص۱۴۰) وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔

معزز ناظرین! ان خلاف شرع، (بلحاظ نتیجہ) جھوٹے، مشتبہ، نامکمل، مہمل، بے معنی اور گول مول الہامات پر ایک بار پھر غور فرمائیں اور ان کا مقابلہ مرزا قادیانی کے ان دعوؤں سے کریں کہ ’’میرے تمام الہامات وخواب ومکاشفات وحی آسمانی، قطعی اور یقینی، قرآن کریم کی طرح غلطی سے پاک اور منزہ، صاف اور صحیح، اجلے اور اکمل اور بلاشک وشبہ درست ہیں۔‘‘

کیا پیغمبروں اور رسولوں کے الہامات اسی رنگ کے ہوتے ہیں؟ کیا مرزا قادیانی کا ان تک بندیوں کے ساتھ پیغمبروں اور رسولوں کے مقدس گروہ میں شامل ہونے کی کوشش کرنا۔ اس برگزیدہ گروہ کی ہتک نہیں ہے؟ اور ان الہامات کے ہوتے ہوئے کیا مرزا قادیانی ایک منٹ کے لئے بھی مذہبی مصلح اور قابل اعتبار آدمی مانے جاسکتے ہیں؟ کاش! مرزائی صاحبان اس سہل طریق غور سے فائدہ اٹھائیں:

من آں چہ شرط بلاغ است باتو مے گویم تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

خاکسار محمد یعقوب پٹیالوی

خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

مرزائیت پر تبصرہ
نمبر۱

مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین الخ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں بہت سے آدمی پیدا ہونگے جو طلب کریں گے دنیا کو دین

مؤلفہ
علامہ حکیم ابو البرکات سید احمد قادری
خطیب مسجد وزیر خان لاہور

تعداد ۵۰۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامد: میں بہت دنوں سے مرزا غلام احمد قادیانی کا چرچا سن رہا ہوں۔ یہ کون ہیں؟

سعید: مرزا قادیانی حقیقتاً ایک تعلیم یافتہ آدمی تھے اور حوصلہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ انہوں نے اوّل دنیاوی ترقی میں بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے، مگر ترقی خاطر خواہ نہ ہوسکی۔ آخر مسیلمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ متنبیّوں کے حالات سے ایک سبق حاصل کر کے اوّل اوّل ایک ڈھانچہ مجددیت ومہدیت کا بنایا اور جب یہ چلتا ہوا نظر آیا تو پھر مسیح موعود بن بیٹھے۔

حامد: یہ تحریک کب سے انہوں نے شروع کی ہے۔

سعید: ان کی تحریک کو تقریباً چالیس سال کے قریب قریب ہوگئے ہیں۔ اس لئے کہ مرزا قادیانی قادیان میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے تھے اور آپ نے متعدد اساتذہ سے علم حاصل کر کے ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک براہین احمدیہ نامی کتاب مرتب کی اور پھر مسیح موعود، مہدی مسعود، محدث، امام الزمان، ملہم، مامور، نبی رسول، کرشن اوتار وغیرہ متعدد دعاوی قوم کے آگے پیش کئے۔

حامد: یہ عجیب مراق ہے۔ مگر خیر کچھ سہی یار نے کام تو اپنا بنا ہی لیا۔ لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ یہ جو لاہوری پارٹی اور قادیانی پارٹی مشہور ہے اس کی کیا حقیقت ہے۔

سعید: اصل میں لاہوری وقادیانی پارٹی دونوں جماعتیں ایک ہیں۔ اس لئے کہ مرزا مذکور کی متبع ہیں۔ بلکہ جب تک مرزا قادیانی زندہ تھے، دونوں جماعتوں کا ایک ہی عقیدہ تھا۔ ان کے مرنے کے بعد حکیم نورالدین خلیفہ ہوئے، جب وہ مر گئے تو اپریل ۱۹۱۴ء میں ایک جماعت قادیانی مرزا قادیانی کی گدی پر قابض ہوگئی۔ دوسرے حقدار خواجہ کمال الدین اور محمد علی ایم۔اے حال امیر جماعت لاہوری باوجود دیرینہ خادم ہونے کے اس گدی سے محروم رہ گئے۔ انہوں نے اس رنج میں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی عبادت گاہ علیحدہ بنالی۔ اب یہ لاہوری مرزائی کہلانے لگے اور وہ قادیانی مرزائی مشہور ہیں۔

مگر عقائد میں دونوں جماعتیں ایک ہیں۔ مرزا قادیانی کی تعلیم کو دونوں سچا مانتے ہیں۔ ان کے الہامات ودعاوی کو سچ سمجھتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قادیانی جماعت نے تو

جرأت کر کے اعلان کر دیا کہ جو مرزا قادیانی کو مسیح موعود، صاحب وحی نہ مانے وہ کافر ہے اور لاہوری ٹھوک نے ذرا بزدلی سے کام لیا اور یہ سوچا کہ ایسے عقیدے کے ظاہر کر دینے کے بعد ہمارے جال میں ہر مسلمان ذرا مشکل سے آئے گا۔ روپیہ کی ضرورت ہے اور وہ جب تک عام مسلمانوں سے تعلق نہ ہو وصول ہونا مشکل ہے۔ چنانچہ منافقت کہو یا پالیسی اس کا لحاظ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ہم مرزا قادیانی کو نبی ورسول نہیں مانتے۔ بلکہ مسیح موعود، امام مہدی، ملہم، محدث اور مجدد مانتے ہیں اور ان کے نہ ماننے والوں کا کافر نہیں کہتے۔

حامد: اس اعتبار سے لاہوری مرزائی اچھے ہیں۔ ان سے تعلق رکھنا برا نہیں۔ اس واسطے کہ مرزا قادیانی کو محض مجدد وغیرہ مانتے ہیں۔ کیا غلطی کرتے ہیں، ممکن ہے وہ مجدد وغیرہ ہوں۔

سعید: بھائی جان یہ محض مکاری ہے ورنہ ان کا طریق عمل بتا رہا ہے کہ وہ درحقیقت مرزا کو نبی ورسول ہی مانتے ہیں اور نہ ماننے والے کو مسلمان نہیں جانتے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو لاہوری جماعت کا امیر محمد علی کبھی تو شاہی مسجد میں وہاں کے امام کے پیچھے نماز پڑھتا۔ یہ ایک ایسی کھلی بات ہے جس سے ہر کس وناکس ان کی گمراہی کا موازنہ کر سکتا ہے۔

حامد: بھائی صاحب! یہ آپ کی سخت گیری ہے میں اسے پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتا۔ یہ کیا بات ہوئی کہ اگر وہ شاہی مسجد میں نماز پڑھے تو اچھا ہے ورنہ نہیں؟

سعید: اچھا جانے دیجئے۔ اگر فی الواقع لاہوری جماعت مرزا قادیانی کے دعاوی کی قائل نہیں ہے تو صاف اعلان کر دے کہ مرزا کی کتابیں اور دعاوی اور انٹ سنٹ الہامات سب غلط ہیں۔ ہم انہیں صحیح نہیں مانتے۔ مگر یہ یاد رکھو کہ وہ قیامت تک یہ اعلان نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور علاوہ ازیں حضور سرور عالم ﷺ کے بعد اس امت میں سے جو نبوت کا مدعی ہوا سے مجدد تو مجدد ایک شریف اور مومن ماننا بھی کیا جائز ہو سکتا ہے؟ اس لئے کہ جس نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا وہ مرتد وکافر ہوا۔ پھر کافر ومرتد کو مجدد یا ولی ماننے والا خود مرتد وکافر ہے۔

حامد: ہاں یہ صحیح ہے۔ مگر کیا مرزا قادیانی نے خود کہیں اپنی نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

سعید: سبحان اللہ! کیا آپ کو ان کی کتابیں دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔

حامد: میں تو لاہور آ کر ہی یہ سنتا ہوں کہ یہ بھی کوئی مذہب ایجاد ہوا ہے۔ ہماری

طرف تو ان کو خال خال کوئی شخص ہی جانتا ہے۔

سعید: لیجئے! میں آپ کو بتاتا ہوں، مرزا قادیانی کی اوّل سے اخیر تک کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں انہوں نے اپنے نبی و رسول ہونے کا دعویٰ نہ کیا ہو۔ حقیقت الوحی، اربعین، دافع البلاء، نزول المسیح، تتمہ حقیقت الوحی وغیرہ وغیرہ۔ جس کتاب کو دیکھو گے سب میں یہی مضمون ملے گا۔

حامد: ذرا مجھے دکھایئے! ان کتابوں میں کس طرح مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔

سعید: ملاحظہ کیجئے۔ یہ (حقیقت الوحی ص۱۰۷، خزائن ج۲۲ ص۱۱۰) ہے لکھتا ہے:

''یٰسین انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم'' (یعنی) اے سردار! تو مرسل ہے سیدھی راہ پر۔

اور اسی کا (ص۱۰۱، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵) ملاحظہ کیجئے:

''انّا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً'' ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جیسا کہ فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔''

یہ اربعین نمبر۳ ہے اس کے (ص۳۳، خزائن ج۱۷ ص۴۲۳) پر ملاحظہ ہو:

''انّا ارسلنا احمد الیٰ قومه فاعرضوا وقالوا کذاب اشر'' ہم نے احمد (مرزا) کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو انہوں نے کہہ دیا، بڑا جھوٹا ہے۔''

یہ دافع البلاء ہے اس کے (ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱) پر دیکھئے:

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

یہ (البشریٰ ج دوم ص۹۹) پر ہے:

''راوی کہتا ہے حضرت مسیح موعود یعنی مرزا نے فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ نے میرا ایک اور نام رکھا ہے جو پہلے کبھی سنا بھی نہیں۔ تھوڑی سی غنودگی ہوئی اور یہ الہام ہوا ''محمد مفلحٌ''

یہ تتمہ حقیقت الوحی ہے اس کے (ص۸۴،۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۱) پر لکھتا ہے:

''میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں۔'' (معاذ اللہ)

حامد: گھبرا کر۔بس بھائی بس لاحول ولا قوۃ الا باللہ!اس کو مجدد ماننے والا بھی بلاشک مرتد ہے،غضب خدا کا یہ تو پہلے مدعیان نبوت سے بھی بیس حصے بڑھا ہوا ہے۔

سعید: ذرا صبر کیجئے اب جو مرزا قادیانی کو نبی نہ مانے اس کے لئے مرزا قادیانی کا جو حکم ہے وہ بھی سن لیجئے۔

حامد: اچھا یہ اور ٹھسا ہے۔ہاں سنائیے!کیا حکم لگاتے ہیں۔

سعید: تحفہ گولڑویہ، فتاویٰ احمدیہ وغیرہ میں جو احکام درج ہیں ان کا ملخص یہ ہے کہ جو مرزا قادیانی کی تکذیب کرے یا ان کی صداقت میں متردد ہو وہ کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ چنانچہ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۸ خزائن ج۱۷ ص۶۴ حاشیہ) پر ہے:

’’پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے،تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔‘‘

(فتاویٰ احمدیہ ج اوّل ص۸۲)’’سوال ہوا کہ کسی جگہ امام، حضور(مرزا) کے حالات سے واقف نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں۔ فرمایا: تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو پھر اگر تصدیق کرے تو بہتر ورنہ اس کے پیچھے اپنی نماز ضائع نہ کرو۔ اگر کوئی خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب تو بھی وہ منافق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۶۳و۱۷۹ خزائن ج۲۲ ص۱۶۷و۱۸۵) کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ’’جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو نہیں مانتا۔‘‘

حامد: مجھے مسٹر محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہوری کے متعلق ضرور تردد تھا مگر اب ظاہر ہو گیا کہ یقیناً محمد علی نے کھانے کے دانت چھپا کر دکھانے کے دانت باہر کر رکھے ہیں۔ بیشک یہ وہ دونوں ایک ہیں۔

سعید: نہیں نہیں۔ ہم محمد علی کو باستثنا چند امور کے قادیانیت مرزائیت سے بری ماننے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ وہ اعلان کر دیں کہ ہم مرزا کی ان تحریرات کو مردود جانتے ہیں۔ پھر تو سوال ان سے یہ رہ جائے گا کہ جب آپ ان کے فتاویٰ کے خلاف ہیں اور عقیدہ کے بھی خلاف......تو بموجب حکم مرزا قادیانی کافر و منافق ہوئے۔ پھر جو آپ کو کافر و منافق کہے۔ اسے آپ کس لالچ میں مجدد تسلیم کرنے کو تیار ہو اور جب آپ مجدد مان رہے ہو تو بموجب

عقائد اسلام ایک مرتد کو مسلمان ماننے والا بھی بے دین ہے۔ بنابرایں ادھر سے بے دین ہیں تو ادھر سے منافق و بے دین ہوں گے۔

حامد: مرزا قادیانی کے یہی مضامین ہیں یا اور بھی کچھ ہیں۔

سعید: نہیں! ایسے ایسے نہ معلوم کس قدر دعاوی ہیں۔ لیجئے مختصر آپ کو اور بتائے دیتا ہوں، مرزا قادیانی نے جو مشرکانہ کلمات کہے وہ بھی سن لیجئے۔

مرزا قادیانی خدا کے معاذ اللہ جزء ہیں:

(دافع البلاء ص۷ خزائن ج۱۸ ص۲۲۷) پر لکھتے ہیں:

’’**انت منی وانا منک**‘‘ (خدا کہتا ہے معاذ اللہ) تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔‘‘

(اربعین نمبر۳ ص۳۴ خزائن ج۱۷ ص۴۲۳) ’’**انت من مائنا وھم من فشل**‘‘ تو میرے پانی سے ہے اور دوسرے خشکی سے۔‘‘

مرزا قادیانی معاذ اللہ خدا کے بیٹے ہیں:

(حقیقت الوحی ص۸۶ خزائن ج۲۲ ص۸۹) ’’**انت منی بمنزلة ولدی**‘‘ یعنی تو بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے۔

خدا اور مرزا دونوں دنیا میں حکمران ہیں (معاذ اللہ):

(معاذ اللہ) خدا کہہ رہا ہے (حقیقت الوحی ص۷۵ خزائن ج۲۲ ص۷۸) ’’**الارض والسماء معک کما ھو معی**‘‘ زمین و آسمان تیرے ایسے ہی تابع ہیں جیسے میرے تابع ہیں۔‘‘

خدا کا نام ابھی ناتمام ہے مگر مرزا قادیانی کا نام تمام ہوگیا (معاذ اللہ):

(اربعین نمبر۲ ص۶ خزائن ج۱۷ ص۳۵۳) ’’**یتم اسمک ولا یتم اسمی**‘‘ (اے مرزا) تیرا نام کامل ہوگیا اور میرا (خدا کا) نام ناتمام ہے۔

بقول مرزا قادیانی (معاذ اللہ)

خدا خطا بھی کرتا ہے اور کبھی صحیح بات بھی کہہ دیتا ہے:

(حقیقت الوحی ص۱۰۳ خزائن ج۲۲ ص۱۰۶) ’’**انی مع الرسول اجیب اخطی واصیب**‘‘ (یعنی میں خدا) رسول کے ساتھ ہو کر جواب دیتا ہوں، خطا بھی کرتا ہوں اور

صواب کو بھی پہنچتا ہوں۔‘‘

حضور سید یوم النشور ﷺ کو تو رحمۃ اللعالمین سب جانتے ہیں مگر مرزا قادیانی بھی رحمۃ اللعالمین بنتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

(حقیقت الوحی ص۸۲ خزائن ج۲۲ ص۸۵) ’’**وما ارسلناک الّا رحمۃ للعالمین**‘‘ ہم نے تجھے (اے مرزا) رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔‘‘

تاجدار مدینہ حضور ﷺ کو تو دنیا باعث تخلیق عالم سبب تکوین آدم جانتی تھی مگر مرزا قادیانی کو بھی زکام ہوا۔ لکھتے ہیں:

(حقیقت الوحی ص۹۹ خزائن ج۲۲ ص۱۰۲) ’’**لولاک لما خلقت الافلاک** ‘‘ اگر تجھے (اے مرزا) پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔‘‘

حضور ﷺ کی معراج کو تو دنیا مان رہی ہے۔ مگر مرزا جی بھی اپنے لئے معراج سمجھ رہے ہیں:

(ضمیمہ حقیقت الوحی ص۸۱ خزائن ج۲۲ ص۷۰۷) ’’**سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً**‘‘ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کی سیر معراج کرائی۔‘‘

مرزا قادیانی کے خدا نے انہیں سب سے نرالا بنایا ہے:

(ضمیمہ حقیقت الوحی ص۸۳ خزائن ج۲۲ ص۷۰۹) پر ہے ’’**آثرک اللّٰہ علٰی کل شئ**‘‘ خدا نے تجھے ہر ایک چیز پر ترجیح دی ہے۔‘‘

آسمان سے بہت سے تخت اترے، مگر مرزا قادیانی کا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا:

(حقیقت الوحی ص۸۹ خزائن ج۲۲ ص۹۲) ’’آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔‘‘

مرزا حضور سید یوم النشور ﷺ پر اپنی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے:

اور کہتا ہے (اعجاز احمدی ص۷۱ خزائن ج۱۹ ص۱۸۳) ’’**لہ خسف[۱] القمر المنیر**

۱ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہ بات تو ثابت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ سے معجزہ شق القمر ظہور پذیر ہوا۔ مگر چاند کا گرہن ہونا ثابت نہیں بنابریں لہ خسف القمر کہنا محض باطل اور سراسر غلط ہے۔

وان لی غسا القمران المشرقان اتنکر ’’حضور ﷺ کے لئے صرف خسوف قمر ہوا تو کیا ہوا، میرے لئے شمس وقمر دونوں کا خسوف ہوا ہے۔‘‘

حامد: ان الفاظ کو اگر وہ وحی کہتا ہے تو اس میں کلام صرف یہ ہوسکتا ہے کہ یہ وحی نہیں۔ اس لئے کہ وحی نبوت نبی پر آتی ہے۔ مگر الہام اگر ہو تو کیا تعجب ہے۔

سعید: ہاں آپ کا خیال ٹھیک ہے مگر جسے وہ وحی کہتا ہے اور آپ کے خیال میں الہام ہوسکتا ہے اسے آگے سن کر آپ خود جنون خام بتاویں گے۔

حامد: وہ کس طرح؟

سعید: وہ اس طرح کہ جیسے مالیخولیا والا اپنے اوہام اور جنون فاسدہ کا شکار بنا رہتا ہے۔ اسی طرح مرزا قادیانی کا حال ہے کہ ایسے بہکے بہکے الہامات یا وحی کے مضامین ہیں۔ جنہیں ایک عقل مند سن کر بے ساختہ کہہ سکتا ہے کہ یہ قادیانی نبی ہے یا مراقی۔

حامد: وہ بہکے بہکے الہامات جنہیں وہ وحی کہتے ہیں مجھے بتائیں، میں جب مانوں گا۔

سعید: (البشریٰ ج۲ ص۱۱۹) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں ’’پیٹ پھٹ گیا۔ دن کے وقت کا کا الہام ہے، معلوم نہیں کہ یہ کس کے متعلق ہے۔‘‘

اور (البشریٰ ج۲ ص۹۴ کشف نمبر۱۵۰) پر لکھتے ہیں ’’خاکسار پیپر منٹ‘‘

پھر اسی کے (ص۱۲۱) پر لکھتے ہیں ’’کمترین کا بیڑا غرق ہوگیا۔‘‘

پھر (البشریٰ ج۱ ص۴۳) پر لکھتے ہیں ’’کرمہائے تو مارا کرد گستاخ، یعنی اے خدا تیری مہربانیوں نے ہمیں گستاخ بنادیا۔‘‘

اور لطف یہ کہ باپ بیٹے یا یوں کہئے کہ خلیفہ وخلف میں باہمی اینچ تان ہے۔ مرزا قادیانی کے حقیقی بیٹے اور خلیفہ ثانی الفضل کی اشاعت (ج۴ نمبر۵۸، ص۱۳ کالم نمبر۳ مؤرخہ ۲۳/جنوری ۱۹۱۷ء) پر لکھتے ہیں: ’’نادان ہے وہ شخص جس نے کہا کرمہائے تو مارا کرد گستاخ، کیوں کہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں بنایا کرتے اور سرکش نہیں کردیا کرتے۔‘‘

تو اب فیصلہ کر لیجئے کہ حقیقی بیٹے اور خلیفہ مسیح کے نزدیک باپ نادان ہوا یا دانا اور مزید برآں یہ کہ مرزا قادیانی خود بھی اپنی نادانی اور مراقی کہانی اپنی ہی زبانی (بدر قادیان ج۲ نمبر۲۳ ص۴، ۵ مؤرخہ ۷/جون ۱۹۰۶ء ملفوظات ج۸ ص۴۴۵) پر اس طرح سناتے ہیں جو اپنے بیٹے

خلیفہ ثانی کے سامنے بیان کی جس کی اصل عبارت یہ ہے:

’’فرمایا دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آں حضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اسی طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو اس نے دو زرد چادریں پہنی ہوئی ہوں گی۔ تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔ یعنی مراق اور کثرت بول۔‘‘

اور پھر اپنے آپ کو ہی مراقی نہیں مانتے بلکہ اپنی بیوی کو بھی اسی طرح بتاتے ہیں (الحکم قادیان مؤرخہ ۱۰/اگست ۱۹۱۱ء ص۱۴) پر لکھتے ہیں ’’میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے۔‘‘

اور (ریویو قادیان ج ۲۵، نمبر۸ ص۱۱ بابت اگست ۱۹۲۶ء) پر مرزا قادیانی کے خلیفہ ثانی بھی لکھتے ہیں ’’مجھ کو بھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے۔‘‘

حامد: یہ عجیب مذاق ہے بیوی بیٹا باپ سب کے سب مراقی بقول شاعر:

پشتیں گزر گئیں کہ جنوں اپنے گھر میں ہے دانش کچھ آج کل کے نہیں باؤلے ہیں ہم

ہاں! مجھے ذرا یہ تو بتایئے کہ مراق اور مالیخولیا اور جنون سب ایک ہیں یا جدا جدا۔

سعید: یہ آپ نے طبی سوال کیا ہے مانحن فیہ سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ مگر خیر لیجئے میں شرح اسباب سے عرض کرتا ہوں۔ اس کی (پہلی جلد ص۴۷) پر لکھا ہے کہ مالیخولیا مراق کی ایک قسم ہے اور خود مراقی مسیح قادیانی کے خلیفہ اوّل حکیم نورالدین جو طبی قابلیت میں مشہور حکیم ہیں۔ اپنی بیاض نورالدین (پہلا حصہ ص۲۱۱) پر لکھتے ہیں کہ ’’مالیخولیا جنون کا ایک شعبہ ہے اور مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے اور شرح رباعیات میں مراق مالیخولیا جنون سب کو خلط سوداوی کی بنا پر لکھا ہے صرف اختلاطی احتراقی فرق ہیں، یہی طب اکبر وغیرہ میں جو کہ کتب یونانی ہیں تصریح موجود ہے۔

حامد: ہاں وہ الہامات ذرا اور بتایئے لطف آتا ہے اوران کے متبعین پر ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی کہ یہ کیا عقل سے کام نہیں لیتے۔

سعید: (مکتوبات احمدیہ ج اوّل ص ۶۸ مکتوب نمبر۳۶ طبع قدیم، مکتوبات احمد ج اوّل ص ۵۸۳ مکتوب نمبر۳۶ طبع جدید) پر تحریر فرماتے ہیں: ’’پریشن عمر پراطوس یا پلاطوس۔ آخری لفظ پراطوس ہے یا پلاطوس ہے بہ باعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا۔‘‘ اس جگہ پریشن اور

پراطوس کے معنی دریافت کرنے ہیں کہ کیا ہیں اور کس زبان کے یہ الفاظ ہیں۔ یہاں تو الہام کے نہ سمجھنے کا اظہار فرمایا وہ دوسری جگہ صاف صاف اس طرح بتایا:

(نزول المسیح ص ۵۷ خزائن ج ۱۸ ص ۴۳۵) پر لکھتے ہیں: ''بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں۔ جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں کچھ نمونہ ان کا لکھا گیا۔''

پھر (چشمہ معرفت ص ۲۰۹ خزائن ج ۲۳ ص ۲۱۸) پر ارشاد ہے: ''یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔''

حامد: دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔ شاید چشمۂ معرفت لکھتے وقت نزول المسیح کا مضمون یاد نہ رہا ہوگا۔

سعید: شاید ایسا ہی ہوا ہو مگر متضاد مضامین لکھنے والے کو خود مرزا قادیانی پاگل اور منافق فرمارہے ہیں۔ چنانچہ (ست بچن ص ۳۱ خزائن ج ۱۰ ص ۱۴۳) ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیوں کہ ایسے طریق سے انسان پاگل یا منافق کہلاتا ہے۔''

پھر مزا یہ کہ سب کچھ لکھ گئے اپنے صحابہ وتابعین کو اس کی اشاعت اور پیروی کا حکم دے گئے۔ مگر متبعین بحکم مرزا قادیانی، مرزا قادیانی کو منافق اور پاگل نہیں کہتے۔ حالاں کہ ان کا مذہبی فرض ہے کہ وہ خود اتباع مرزا قادیانی میں مرزا قادیانی کو وہی کہیں جو وہ فرما گئے ہیں۔

اور ایک بالکل سفید جھوٹ ملاحظہ کیجئے: (دافع البلاء ص ۱۰ خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰) پر مرزا قادیانی کہتے ہیں: ''تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خداتعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گی گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیوں کہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔''

حامد: یہ سفید جھوٹ کیسے ہوا؟ کیا مرزا قادیانی کے دعوے کے خلاف وہاں طاعون آ گیا۔

سعید: جی ہاں آیا اور خوب زور شور سے آیا۔

حامد: ممکن ہے کہ اس دعوے سے قبل طاعون آیا ہو اس وقت مرزا قادیانی اس مرتبہ تک نہ پہنچے ہوں۔

سعید: سمجھ لیجئے۔ دافع البلاء جس میں طاعون سے قادیان کے محفوظ رہنے کا دعویٰ ہے وہ ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی اور جس کتاب میں طاعون آنا تسلیم کیا ہے وہ حقیقت الوحی ہے جو ۱۹۰۶ء اور ۱۹۰۷ء میں لکھی گئی ہے تو سمجھ لیجئے کہ مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ سپید جھوٹ ہوا یا نہیں؟

حامد: طاعون کے متعلق کچھ احادیث میں بھی تو ذکر ہے کہ یہ بیماری کیوں آتی ہے؟

سعید: جی ہاں مولانا رومؒ نے بھی مثنوی شریف میں فرمایا ہے:

ابر ناید از پئے منع زکوٰۃ وزر نا افتد وبا اندر جہات

حامد: میں ہر چند چاہتا ہوں کہ مرزا بے چارے کی کسی طرح مسیحیت صحیح ثابت ہو جائے۔ مگر تم لوگ اسے جھوٹا ثابت کئے بغیر نہ رہو گے۔

سعید: میں ایک بے چارہ کیا ہوں جس قدر علماء حقہ ہیں سب کے سب اسے مفتری کذاب، بدلائل قرآن وحدیث ثابت کر رہے ہیں اور لیجئے آپ کو مزے دار بات بتاؤں۔

حامد: ہاں فرمائیے۔

سعید: حضرت مسیح موعود جب نازل ہوں گے تو حج کریں مگر قادیانی مسیح کو مرنا نصیب ہو گیا مگر حج نہ کر سکے۔

حامد: کیا احادیث سے یہ ثابت ہے کہ مسیح موعود نازل ہو کر حج کریں گے۔

سعید: بحث بہت طویل ہے۔ لیجئے میں آپ کو بابو حبیب اللہ صاحب کی کتاب ''مرزائیت کی تردید بطرز جدید'' کے دوسرے باب کی سیر کرائے دیتا ہوں اسے مفصل پڑھ لیجئے۔ اس میں ایک مسلمان اور مرزائی کا پر لطف مکالمہ بھی ہے۔ وہو ہذا!

(نوٹ: بابو حبیب اللہ امرتسری نے مرزائیت کی تردید بطرز جدید کے دوسرے باب کو علیحدہ ''حضرت مسیح موعود کا حج کرنا اور مرزا قادیانی کا بغیر حج کے مرنا'' کے نام پر پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا جو ہم نے احتساب قادیانیت ج۳ ص۳۷۰ سے ۳۸۸ پر شائع کیا ہوا ہے۔ مولانا ابوالحسنات نے یہاں وہ رسالہ شامل کیا۔ چوں کہ پہلے چھپ چکا ہے۔ ہم نے اسے خارج کر دیا۔ مرتب)

حامد: خیر اس سے تو ان کی اندرونی حالت کا اندازہ ہوگیا مگر یہ تو بتائیے کہ مرزا قادیانی کے یہ تمام تر دعاوی ہمارے ہی لئے ہیں یا کسی دوسرے مذہب والوں کو بھی تبلیغ کرنے کھڑے ہوئے تھے۔

سعید: جی ہاں ہندوؤں کے لئے کرشن بن کر سامنے گئے اور شیعوں کی بھی خبر لے ڈالی۔

حامد: شیعوں کی کس طرح خبر لی؟

سعید: مرزا قادیانی کے گمان میں شاید شیعہ ہی حضرت امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی محبت کے مدعی ہیں۔ اس وجہ سے انہیں کو مخاطب کیا ہے اور ان کے مخاطبہ میں حقیقتاً تمام مسلمانوں کے دلوں کو مجروح بنایا ہے۔ چنانچہ (دافع البلاء ص۱۳ خزائن ج۱۸ ص۲۳۳) پر لکھتے ہیں: ''اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے۔ کیوں کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ حسین سے بڑھ کر ہے۔''

حامد: ''لاحول ولا قوة الّا باللہ'' کجا گوشۂ مصطفیٰ شہید کربلا کہاں قادیان کا امام بےنوا، کیا شیعوں نے اس کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی۔

سعید: شیعہ تو بے چارے یوں ہی محبت اہل بیت وامام حسین کے مدعی ہیں وہ کیا آواز اٹھاتے، انہیں قرآن کریم کے محرف ہونے کے ثبوت دینے، خلفاء راشدین کو گمراہ ثابت کرنے سے کہاں فرصت، مگر اہل سنت وجماعت نے بڑے شدومد سے اس کی خبر لی ہے اور آپ اتنے ہی سے دعوے سے گھبرا گئے۔ ابھی تو سنئے ان کی اشعار کے مجموعہ کی ایک کتاب درثمین ہے جو فارسی زبان میں لکھی ہے اس کے (ص۱۷۱، اور نزول المسیح ص۹۹ خزائن ج۱۸ ص۴۷۷) پر لکھتے ہیں:

کربلا است سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

یعنی ہر آن کی سیر میں ایک نئی کربلا ہے اور سو حسین مرے گریبان میں ہیں۔

اور (اعجاز احمدی ص۶۹ خزائن ج۱۹ ص۱۸۱) میں تو حد ہی کر دی ہے۔ کہتا ہے:

شتّان ما بینی وحسینکم فانی اؤید کل آن وانصر

واما حسین فاذکروا دشت کربلا الٰی ھٰذہ الایام تبکون فانظروا

یعنی مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیوں کہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا

کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔ مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کر کے اب تک روتے ہو۔ پھر تم ہی سوچ لو: ''انی قتیل الحب لکن حسینکم قتیل العدا فالفرق اجلیٰ واظھر ''یعنی خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق بین اور ظاہر ہے۔'' (اعجاز احمدی ص ۸۱ خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۳)

حامد: استغفراللہ! مرزا کی ان تعلّیوں پر تو غصہ آتا ہے عجیب متکبر خیال کا آدمی تھا شہزادہ کونین سیدنا حسین سیدالشہداء رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر تو دنیا کی غیر مسلم اقوام تک عش عش کر رہی ہیں اور مان رہی ہیں کہ ایسے زبردست معرکہ میں عزم وجرأت صبر واستقلال، شجاعت و بہادری تمام شانیں ممدوح پر ختم ہوگئیں اور آپ کی نظیر آپ کی ہی ایک ہستی ہے جسے پیش کیا جاسکے نہ کہ مرزا قادیانی کو کہ حج میں نہ جانے کا عذر کرتے ہیں کہ جب وحشی طبع علماء اس جگہ ہم پر قتل کا فتویٰ لگا رہے ہیں اور گورنمنٹ کا بھی خیال نہیں کرتے تو وہاں یہ لوگ کیا نہ کریں گے جیسا کہ آپ نے ان کے حج نہ کرنے کے جواب میں بتایا تو اس کو سید الشہداء سے کیا نسبت۔ مگر دو باتیں خاص طور پر دریافت طلب ہیں۔ ایک تو قتیل الحب کس کے ہیں اور دوسرے جدید کربلا ہر جدید سیر میں کس طرح ہوتی ہے۔

سعید: قتیل الحب تو صحیح معلوم ہوتا ہے کہ محمدی بیگم کی محبت ومفارقت اور امید میں آخر دم ہوا اور ہر سیر میں جدید کربلا یہ کہ، ایک مجسٹریٹ نے ان کی پیشین گوئی پر چشم نمائی کی تو اقرارنامہ لکھ دیا کہ میں کسی مخالف کے متعلق موت وعذاب کی پیش گوئی بغیر اجازت مجسٹریٹ نہ کروں گا۔

حامد: محمدی بیگم کا کیا واقعہ ہے اور وہ اقرارنامہ کیسا ہے؟

سعید: محمدی بیگم کا واقعہ تو یہ ہے کہ محمدی بیگم مرزا قادیانی کی حقیقی چچازاد ہمشیرہ کی لڑکی ہیں اور دوسرے رشتہ سے مرزا قادیانی کے ماموں زاد بھائی کی لڑکی ہیں۔ تیسرے رشتہ سے مرزا قادیانی کی پہلی بیوی کے چچازاد بھائی کی بیٹی ہیں، چوتھے رشتہ سے مرزا قادیانی کے بیٹے فضل احمد کی بیوی کی ماموں زاد بہن ہیں۔ غرض کہ ان تعلقات سے محمدی بیگم مرزا قادیانی کی بہت ہی قریبی رشتہ دار ہیں۔ ہاں خوب یاد آیا مفصل واقعہ کے لئے ہم آپ کو ہمارے

دوست مولوی لال حسین صاحب اختر سلمہٗ کی ’’ترک مرزائیت‘‘ دیتے ہیں۔ اس کے (ص۶۱) پر یہ حال مفصل موجود ہے۔ ملاحظہ کیجئے اور ہمیں دم لینے دیجئے۔

حامد: اس میں تو بہت طویل مضمون ہے۔ مجھے تو آپ مختصراً بتادیجئے۔

سعید: بہت اچھا لیجئے۔ محمدی بیگم کی عمر پیغام نکاح کے وقت نہایت کم تھی اور مرزا قادیانی پچاس برس کے پورے جوان ہوچکے تھے۔ چنانچہ مرزا قادیانی خود ہی لکھتے ہیں (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۴، خزائن ج۵ ص ایضاً) ’’ھذہ المخطوبۃ جاریۃ حدیثۃ السن عذراء وکنت حینئذ جاوزت الخمسین‘‘ یہ لڑکی جس کو پیغام دیا ہے کمسن لڑکی ہے اور ابتداء جوانی میں ہے اور میری عمر اس وقت پچاس برس سے متجاوز ہوچکی ہے۔‘‘

حامد: ابتداء پیغام کس طرح ہوئی اور مرزا جی کو اس کی خواہش کیوں ہوئی؟

سعید: یہ قصہ بھی بہت طویل ہے (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۹ تا ۵۷۱، خزائن ج۵ ص ایضاً) تک جو مضمون ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا احمد بیگ نے جو محمدی بیگم کے والد ہیں چاہا کہ اپنی بہن کی زمین کا ہبہ اپنے نام کرالے اور یہ بہن وہ ہے جس کا خاوند کئی سال سے مفقود الخبر ہے چوں کہ اس ہبہ نامہ میں مرزا قادیانی کی رضامندی کی بھی ازبس ضروری ہے۔ اس لئے احمد بیگ نے اپنی بیوی کو بھیج کر مرزا قادیانی سے درخواست کرائی۔ مرزا قادیانی نے استخارہ کا بہانہ کرکے ڈال دیا۔ آخرش جب مرزا قادیانی استخارہ کو گئے تو یہ الہام ہوا جو (آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۲ تا ۵۷۳، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں ہے:

’’فاوحی اللہ الیّ ان اخطب صبیۃ الکبیرۃ لنفسک وقل لہ لیصاھرک اوّلا ثم لیقتبس من قبسک وقل انی امرت لاھبک ما طلبت من الارض وارضاً اخریٰ معھا واحسن الیک باحسانات اخریٰ علی ان تنکحی احدی بناتک التی ھی کبیرتھا وذالک بینی وبینک فان قبلت فستجدنی من المتقبلین وان لم تقبل فاعلم ان اللہ قد اخبرنی ان انکحھا رجلاً آخر لایبارک لھا ولالک فان لم تزدجر فیصب علیک

مصائب و آخر المصائب موتک فتموت بعد النکاح الی ثلٰث سنین بل موتک قریب ویرد علیک وانت من الغافلین وکذالک یموت بعلها الذی یصیر زوجها الٰی حولین وسنة اشهر قضاء من الله فاصنع ما انت صانعه وانی لک لمن الناصحین فعبس وتولٰی وکان من المعرضین‘‘

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اس شخص (احمد بیگ) کی بڑی لڑکی کے نکاح کے لئے درخواست کر اور اس سے کہہ دے کہ پہلے وہ تمہیں دامادی میں قبول کرے اور پھر تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے جس کے تم خواہش مند ہو بلکہ اس کے علاوہ اور زمین بھی دی جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کئے جائیں گے۔ بشرطیکہ تم اپنی بڑی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دو۔ میرے اور تمہارے درمیان بھی عہد ہے تم مان لو گے تو میں بھی تسلیم کر لوں گا۔ اگر تم قبول نہ کرو گے تو خبردار رہو مجھے خدا نے یہ بتلا دیا ہے کہ اگر کسی اور شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکی کے لئے یہ نکاح مبارک ہوگا اور نہ تمہارے لئے۔ اس صورت میں تم پر مصائب نازل ہوں گے۔ جن کا نتیجہ تمہاری موت ہوگا۔ پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ پس جو کرنا ہے کر لو میں نے تم کو نصیحت کر دی ہے پس وہ تیوڑی چڑھا کر چلا گیا۔‘‘

مرزا احمد بیگ کی بیوی تو چلی گئی تھی اب مرزا قادیانی نے اس الہام کی تعمیل میں ایک خط مرزا احمد بیگ کو لکھا جس میں بہت سی خوشامدیں کرتے ہوئے انواع واقسام کے لالچ بھی دیئے۔ مگر اب مرزا احمد بیگ کو غصہ آ گیا اور بجائے اس کے کہ مرزا قادیانی کی درخواست منظور کرتے انہوں نے اس خط کو عیسائی اخبار نور افشاں میں شائع کرا دیا۔ جب خط کی اشاعت مخالف پرچے میں مرزا قادیانی نے دیکھی تو ایک اشتہار آپ کو بھی شائع کرنا پڑا جو آپ کو دوسری ملاقات میں سناؤں گا۔ عجیب پر لطف چیز ہے۔

ابوالحسنات عفی عنہ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

مرزائیت پر تبصرہ نمبر ۲

قادیانی کہانی مرزا جی کی زبانی

مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۲

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ

مرزائیت پر تبصرہ نمبر ۲

قادیانی کہانی مرزا جی کی زبانی

مؤلفہ
علامہ حکیم ابوالحسنات سید محمد احمد قادری
خطیب مسجد وزیر خان لاہور

ناشر: بزم منتظم متصل مسجد وزیر خان لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حامد: آپ کے تبصرہ نے مجھے مرزائیوں سے متنفر تو کر دیا مگر ابھی بہت سی باتیں ہیں جو آپ سے صاف کرنی ہیں۔

سعید: فرمایئے وہ کیا باتیں ہیں؟

حامد: اوّل تو محمدی بیگم کا قصہ جو آپ نے تبصرہ میں بیان کیا مگر اخبار عیسائی نورافشاں تک ذکر کر کے دوسری ملاقات پر اسے موقوف کر دیا تھا۔ لہٰذا اب سنایئے کہ مرزا قادیانی نے پھر اس کے مقابلہ میں کیا اعلان کیا؟

سعید: آپ کو اس قصہ سے بہت دلچسپی ہوگئی ہے؟

حامد: دلچسپی نہ ہونا کیا معنی؟ یہ ایک بڑی زوردار پیش گوئی ہے میں آپ سے ابھی کہے دیتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی اخیر میں بھی صحیح نکل آئی تو آپ کی تمام سابقہ تقریر کا اثر مجھ پر نہ رہے گا اور میری عقیدت مرزا قادیانی کے ساتھ ہو جائے گی۔

سعید: بہت اچھا! لیجئے یہ اشتہار ۱۰/جولائی ۱۸۸۸ء کو (مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص ۱۵۳تا۱۶۰) نے شائع کیا تھا۔

حامد: یہ تو طول طویل مضمون ہے اس کے خاص مضمون مجھے بتایئے۔

سعید: خاص مضمون دیکھنا ہے تو ہمارے دوست مولوی لال حسین صاحب تائب سابق مبلغ مرزائیت کے رسالہ ''ترک مرزائیت'' کو (ص۶۳ سے ۷۹) تک ملاحظہ کر لیجئے۔ اس میں تمام قصہ مع مفصل پیش گوئیوں کے درج ہے۔

حامد: آپ سناتے جائیں میں سنتا رہوں گا۔

سعید: بہت اچھا سنئے یہ اشتہار ۱۰/جولائی ۱۸۸۸ء (مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص ۱۵۷،۱۵۸) کا خلاصہ ہے:

''اس خدائے قادر مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص (یعنی احمد بیگ) کی دختر کلاں

کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط پر کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی، ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلاوے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے:

”کذبوا بآیٰتنا وکانوا بھا یستھزء ون. فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید. انت معی وانا معک عسٰیٓ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا“

(ترجمہ) انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے، تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہ ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اوّل میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن آخر کار خدا تعالیٰ کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کھلنے سے چاروں طرف تعریف ہوگی۔“

اس اشتہار کا مضمون واضح اور صاف ہے۔ مزید تشریح یا حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ مرزا قادیانی نے بغیر کسی شرط کے کھلے اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ محمدی بیگم کا نکاح میرے سوا اور کسی سے کر دیا گیا تو احمد بیگ والد محمدی بیگم اور اس کا داماد دونوں تاریخ نکاح سے تین اور اڑھائی سال تک فوت ہو جائیں گے اور خدا تعالیٰ ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد محمدی بیگم کو میرے نکاح میں لائے گا۔

اس کے بعد مرزا قادیانی نے اپنے اس آسمانی نکاح کے متعلق جو الہامات یا تحریریں شائع کیں ان کے ضروری اقتباسات درج ذیل ہیں۔

۱...... ’’عرصہ قریباً تین برس کا ہوا کہ بعض تحریکات کی وجہ سے جن کا مفصل ذکر اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ خدا تعالیٰ نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرما دیا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا، باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھاوے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

چنانچہ اس پیش گوئی کا مفصل بیان مع اس کی میعاد خاص اور اس کے اوقات مقرر شدہ کے اور مع اس کے ان تمام لوازم کے جنہوں نے انسان کی طاقت سے اس کو باہر کر دیا ہے اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اور وہ اشتہار عام طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے جس کی نسبت آریوں کے بعض منصف مزاج لوگوں نے بھی شہادت دی کہ اگر یہ پیش گوئی پوری ہو جائے تو بلاشبہ یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے اور یہ پیش گوئی ایک سخت مخالف قوم کے مقابل پر ہے۔ جنہوں نے گویا دشمنی اور عناد کی تلواریں کھینچی ہوئی ہیں اور ہر ایک کو جو ان کے حال سے خبر ہوگی وہ اس پیش گوئی کی عظمت خوب سمجھتا ہوگا ہم نے اس پیش گوئی کو اس جگہ مفصل نہیں لکھا تا بار بار کسی متعلق پیش گوئی کی دل شکنی نہ ہو لیکن جو شخص اشتہار پڑھے گا وہ گو کیسا ہی متعصب ہوگا اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ مضمون اس پیش گوئی کا انسان کی قدرت سے بالا

تر ہے اور اس کا جواب بھی کامل اور مسکت طور پر اسی اشتہار پر سے ملے گا کہ خداوندتعالیٰ نے کیوں یہ پیش گوئی بیان فرمائی اور اس میں کیا مصالح ہیں اور کیوں اور کس دلیل سے یہ انسانی طاقتوں سے بلند تر ہے۔

اب اس جگہ مطلب یہ ہے کہ جب یہ پیش گوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی (جیسا کہ اب تک بھی جو ۱۶/اپریل ۱۸۹۱ء ہے پوری نہیں ہوئی) تو اس کے بعد اس عاجز کو ایک سخت بیماری آئی۔ یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی اس وقت گویا یہ پیش گوئی آنکھوں کے سامنے آ گئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے تب میں نے اس پیش گوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں سمجھ نہیں سکا۔ تب اسی حالت قریب الموت میں مجھے الہام ہوا ''الحق من ربک فلاتکونن من الممترین ''یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص ۳۹۶ تا ۳۹۸ خزائن ج ۳ ص ۳۰۵،۳۰۶)

۲...... ''اس عاجز نے ایک دینی خصومت پیش آ جانے سے اپنے ایک قریبی مرزا احمد بیگ ولد گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں کی نسبت بحکم والہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خداوندتعالیٰ کی طرف سے یہی مقدور اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی، خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آ جائے یا خداتعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آوے۔'' (انتہی ملخصاً) (اشتہار ۲/مئی ۱۸۹۱ء مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص ۲۱۹)

۳...... ''میری اس پیش گوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوے ہیں، اوّل نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا، دوم نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔ سوم پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔ چہارم اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا۔ پنجم اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا۔ ششم پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آ جانا۔ اب آپ ایماناً کہیں کہ یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں اور ذرہ اپنے دل کو تھام کر سوچ لیں کہ کیا ایسی پیش گوئی سچی ہو جانے کی حالت میں انسان

کا فعل ہو سکتی ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۵ خزائن ج ۵ ص ایضاً)

(دہن مہاراج! ہرگز نہیں۔مگر سچا نہ ہونے کی صورت میں کیا حکم ہے؟ سیکرٹری)

۴...... ''وہ پیش گوئی جو مسلمان قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے کیوں کہ اس کے اجزاء یہ ہیں (۱) کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کے اندر فوت ہو (۲) اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو (۳) اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو (۴) اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا روز نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو (۵) اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو (۶) اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔''

(شہادت القرآن ص ۸۱ خزائن ج ۶ ص ۳۷۶)

۵...... ''میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر وعلیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا، یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے اور اگر اے خداوند یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔'' (اشتہار انعامی ۴۰۰۰ روپیہ مجموعہ اشتہارات ج دوم ص ۱۱۵، ۱۱۶)

۶...... ''نفس پیش گوئی اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیوں کہ اس کے متعلق الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے ''لاتبدیل لکلمات اللہ'' یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔''

(اشتہار ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۱۱۵، مجموعہ اشتہارات ج دوم ص ۴۳)

۷...... ''فدعوت ربّی بالتضرع والابتهال ومددت الیه ایدی السوال فالهمنی ربی وقال سأریهم اٰیة من انفسهم واخبرنی وقال اننی ساجعل بنتاً من بناتهم اٰیة لهم فسمّاها وقال انها سیجعل ثیّبة ویموت بعلها

وابوھا الٰی ثلٰث سنة من یوم النکاح ثم نردّھا الیک بعد موتھما ولا یکون احدھما من العاصمین وقال انا رادوھا الیک لا تبدیل بکلمات اللہ ان ربک فعال لمایرید'' (کرامات الصادقین سرورق ص اخیر خزائن ج۷ص۱۶۲)

(ترجمہ) میں (مرزا) نے بڑی عاجزی سے خدا سے دعا کی تو اس نے مجھے الہام کیا کہ میں (تیرے خاندان کے) لوگوں کو ان میں سے ایک نشانی دکھاؤں گا، خدا تعالیٰ نے ایک لڑکی (محمدی بیگم) کا نام لے کر فرمایا کہ وہ بیوہ کی جائے گی اور اس کا خاوند اور باپ یوم نکاح سے تین سال تک فوت ہو جائیں گے۔ پھر ہم اس لڑکی کو تیری طرف لائیں گے اور کوئی اس کو روک نہ سکے گا اور فرمایا میں اسے تیری طرف واپس لاؤں گا خدا کے کلام میں تبدیلی نہیں ہوسکتی اور تیرا خدا جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

۸...... ''کذبوا باٰیاتی وکانوا بھا یستھزون فسیکفیکھم اللہ ویردھا الیک امر من لدنا انّا کنّا فاعلین زوّجنا کھا الحق من ربک فلا تکونن من الممترین لاتبدیل بکلمات اللہ ان ربک فعالٌ لما یرید انّا رادوھا الیک''

(ترجمہ) انہوں نے میرے نشانوں کی تکذیب کی اور ٹھٹھا کیا سو خدا ان کے لئے تجھے کفایت کرے گا اور عورت کو تیری طرف واپس لائے گا۔ یہ امر ہماری طرف سے ہے اور ہم ہی کرنے والے ہیں بعد واپسی کے ہم نے نکاح کر دیا۔ تیرے رب کی طرف سے سچ ہے پس تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ خدا کے کلمے بدلا نہیں کرتے، تیرا رب جس بات کو چاہتا ہے وہ بالضرور اس کو کر دیتا ہے کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔ ہم اس کو واپس لانے والے ہیں۔'' (انجام آتھم ص۶۰،۶۱ خزائن ج۱۱ص ایضاً)

۹...... ''گفت کہ ایں مردم مکذب آیات من ہستند و بدانہا استہزاء می کنند پس من ایشان را نشانے خواہم نمود برائے تو ایں ہمہ کفایت خواہم شد وآن زن را کہ زن احمد بیگ را دختر است باز بسوئے تو واپس خواہم آورد۔ یعنی چوں کہ او از قبیلہ بباعث نکاح اجنبی بیرون شدہ باز بتقریب نکاح تو بسوئے قبیلہ رد کردہ خواہد شد در کلمات خدا و وعدہ ہائے او ہیچ کس تبدیل نتواند کرد و خدائے تو ہرچہ خواہد آں امر بہر حالت شدنی است۔ ممکن نیست کہ در معرض التواء

بماند۔ پس خدا تعالیٰ بلفظہ فسیکفیکھم اللہ سوئے ایں امر اشارہ کرد کہ او دختر احمد بیگ را بعد میرانیدن مانعان سوئے من واپس خواہد کرد و اصل مقصود میرانیدن بود و تو میدانی کہ ملاک ایں امر میرانیدن است و بس۔'' (انجام آتھم ص۲۱۶،۲۱۷ خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

(ترجمہ) خدا نے فرمایا کہ یہ لوگ میری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں اور ان سے ٹھٹھا کرتے ہیں پس میں ان کو ایک نشان دوں گا اور تیرے لئے ان سب کو کافی ہوں گا اور اس عورت کو جو احمد بیگ کی عورت کی بیٹی ہے، پھر تیری طرف واپس لاؤں گا یعنی چوں کہ وہ ایک اجنبی کے ساتھ نکاح ہو جانے کے سبب سے قبیلے سے باہر نکل گئی ہے پھر تیرے نکاح کے ذریعہ سے قبیلہ میں داخل کی جائے گی۔ خدا کی باتوں اور اس کے وعدوں کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا اور تیرا خدا جو کچھ چاہتا ہے وہ کام ہر حالت میں ہو جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ معرض التواء میں رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے لفظ فسیکفیکھم اللہ کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وہ احمد بیگ کی لڑکی کو روکنے والوں کو جان سے مار ڈالنے کے بعد میری طرف واپس لائے گا اور اصل مقصود جان سے مار ڈالنا تھا اور تو جانتا ہے کہ، ملاک اس امر کا جان سے مار ڈالنا ہے اور بس۔

۱۰...... ''براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے سترہ برس پہلے اس پیش گوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اس وقت میرے پر کھولا گیا ہے اور وہ یہ الہام ہے جو (براہین ص۴۹۶ خزائن ج۱ ص۵۹۰ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳) پر مذکور ہے:

''یاآدم اسکن انت وزوجک الجنۃ یامریم اسکن انت وزوجک الجنۃ. یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ'' اس جگہ تین جگہ زوج کا لفظ آیا اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے۔ پہلا نام آدم، یہ وہ ابتدائی نام ہے جب کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا۔ اس وقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا پھر دوسری زوجہ کے وقت میں مریم نام رکھا۔ کیوں کہ اس وقت مبارک اولاد دی گئی جس کو مسیح سے مشابہت ملی اور نیز اس وقت مریم کی طرح کئی ابتلا پیش آئے جیسا کہ مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت یہودیوں کی بد باطنیوں کا ابتلا پیش آیا اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ لفظ احمد شامل کیا گیا اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ

اس وقت حمد اور تعریف ہوگی۔

حامد: بے شک سچی بات ہے، اگر محمدی بیگم کا مرزا قادیانی سے نکاح ہو جاتا تو ضرور تعریف ہوتی مگر چوں کہ نکاح نہیں ہوا تو اب کیا ہونا چاہئے؟

سعید: ہنس کر آپ ہی سمجھ لیجئے کہ تعریف کا عکس کیا ہے۔

حامد: مذمت، ذلت، رسوائی۔ چنانچہ وہ ہو رہی ہے۔

سعید: خیر آپ پہلے تمام قصہ سن لیجئے، آگے لکھتے ہیں:

''یہ ایک چھپی ہوئی پیش گوئی ہے جس کا سر اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا۔ غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے وہ اسی پیش گوئی کی طرف اشارہ تھا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴، خزائن ج۱۱ ص۳۳۸)

۱۱...... ''اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ ''یتزوج ویولد لہ'' یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیوں کہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۳۳۷)

حامد: یہ تزوج بطور نشان ہوگا۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ کس امر کا نشان ہوگا؟

سعید: صاف بات ہے یہ نکاح جو محمدی بیگم سے ہونے کا دعویٰ ہے۔ یہ نشان مسیحیت مرزا قادیانی کا تھا مگر چوں کہ نہیں ہوا۔ لہٰذا نشان نہ رہا اور ان شاء اللہ بجلد یہ سنگت ہی نابود ہو جاوے گی۔

حامد: مجھے اس موقعہ پر پھر وہی شعر یاد آتا ہے:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

سعید: آپ قصہ کو ختم ہو جانے دیجئے پھر جو جی چاہے فرمائیے، مضمون رہ جاتا ہے اور آپ جوش میں بول پڑتے ہیں۔

حامد: اچھا سنائیے آگے کیا کہتے ہیں؟

سعید: آگے فرماتے ہیں ’’اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳ خزائن ج۱۱ص ۳۳۷)

۱۲...... ’’احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیش گوئی ہے وہ اشتہار میں مندرج ہے اور ایک مشہور امر ہے وہ امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں درج ہے۔ وہ میرا ہے اور سچ ہے وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں، ہنسی کی گئی ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہوں گے۔ پیش گوئی کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی پیش گوئی تھی کہ وہ اس کے ساتھ بیاہی جائے گی۔ اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیش گوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی اس لئے وہ بیاہ کے بعد چھ مہینوں کے اندر مر گیا اور پیش گوئی کی دوسری جزء پوری ہوگئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیش گوئی کا ایک جز تھا انہوں نے توبہ کی۔ چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے، اس لئے خدا نے ان کو مہلت دے دی۔

حامد: ذرا یہ اور بتا دیجئے کہ رشتہ داروں نے توبہ کی تو سلطان محمد کو اس کا یہ فائدہ ملا کہ اسے مہلت مل گئی۔

سعید: جی ہاں! فیوض و برکات قادیانی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ خیر سنئے۔ آگے کہتے ہیں کہ ’’عورت اب تک زندہ ہے، میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی، امید کیسی یقین کامل ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گے۔‘‘ (اخبار الحکم قادیان ج۵، نمبر۲۹ ص۱۵ کالم نمبر۱ مؤرخہ ۱۰؍اگست ۱۹۰۱ء مرزا قادیانی کا حلفیہ بیان عدالت ضلع گورداس پور میں)

ناظرین! مندرجہ بالا حوالہ جات خود ہی اپنی تشریح کررہے ہیں، کسی مزید

وضاحت اور حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ ۱۰/جولائی ۱۸۸۸ء (مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص۱۵۸) کے اشتہار میں مرزا قادیانی نے الہامی اعلان کر دیا تھا ''کہ محمدی بیگم کا باکرہ ہونے کی حالت میں میرے ساتھ نکاح ہوگا اور اگر اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر دیا گیا تو اس کا خاوند روز نکاح سے اڑھائی سال تک فوت ہو جائے گا اور خداتعالیٰ ہر ایک مانع کو دور کرنے کے بعد اسے میرے نکاح میں لائے گا۔'' ازالہ اوہام، اشتہار مئی ۱۸۹۱ء، شہادت القرآن، آئینہ کمالات اسلام، کرامات الصادقین کے جو حوالجات میں نے نقل کئے ہیں ان میں بھی یہی ڈھنڈورا پیٹا گیا ہے کہ محمدی بیگم کا خاوند اڑھائی سال کے اندر فوت ہو جائے گا اور محمدی بیگم مرزا قادیانی کے نکاح میں آجائے گی۔ اب ہمیں یہ بتانا ہے کہ مرزا سلطان محمد ساکن پٹی سے نکاح کب ہوا اور مرزا قادیانی کے الہامی قول کے مطابق اس کی زندگی کی آخری تاریخ کون سی تھی۔ اس کے لئے ہمیں بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں۔ مرزا قادیانی خود تحریر فرماتے ہیں:

''۷/اپریل ۱۸۹۲ء کو اس لڑکی (محمدی بیگم) کا دوسری جگہ نکاح ہوگیا۔''

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۰ خزائن ج۵ ص ایضاً)

نکاح کی تاریخ معلوم ہوگئی، اب وفات کے متعلق لکھتے ہیں:

''پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱/ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔'' (شہادت القرآن ص۸۰ خزائن ج۶ ص۳۷۵)

مرزا قادیانی کے ان دونوں بیانات سے پتہ چل گیا کہ ۲۱/اگست ۱۸۹۴ء مرزا سلطان محمد کی زندگی کا آخری دن تھا۔ مگر آج ۲۱/اپریل ۱۹۳۲ء تک بقید حیات موجود ہے۔ جب مرزا قادیانی کی بیان کردہ اڑھائی سالہ میعاد گزر جانے کے بعد مرزا سلطان محمد زندہ رہے اور ہر طرف سے مرزا قادیانی پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو مرزا قادیانی نے اپنی ذلت ورسوائی پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک نیا ڈھکوسلہ گھڑ لیا جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے:

''غرض احمد بیگ معیاد کے اندر فوت ہوگیا اور اس کا فوت ہونا اس کے داماد اور

تمام عزیزوں کے لئے سخت غم وہم کا موجب ہوا چنانچہ ان لوگوں کی طرف سے توبہ اور رجوع کے خط اور پیغام بھی آئے جیسا کہ ہم نے اشتہار ۶/اکتوبر ۱۸۹۴ء میں جو غلطی سے ۶/ستمبر ۱۸۹۴ء لکھا گیا ہے مفصل ذکر کر دیا ہے۔ پس اس دوسرے حصے یعنی احمد بیگ کے داماد کی وفات کے بارے میں سنت اللہ کے موافق تاخیر ڈال دی گئی۔''

(اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ مجموعہ اشتہارات ج دوم حاشیہ ص۹۴،۹۵)

اس عبارت اور اسی طرح کے دوسرے حوالوں میں مرزا قادیانی نے حق کو چھپانے اور پردہ ڈالنے کی انتہائی کوشش کی اور غلط بیانی سے کام لیا جیسا کہ لکھا ہے:

''رہا داماد اس کا (احمد بیگ کا) سو وہ اپنے رفیق اور خسر کی موت کے حادثہ سے اس قدر خوف سے بھر گیا تھا کہ گویا قبل از موت مر گیا۔'' (انجام آتھم ص۲۹ حاشیہ خزائن ج۱۱ص ایضاً)

مرزا قادیانی نے سیاہ جھوٹ لکھا ہے کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا تھا۔ اگر مرزا قادیانی یا مرزائیوں میں ہمت ہوتی تو مرزا سلطان محمد کی کوئی تحریر پیش کرتے ہم ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے ہیں کہ مرزا سلطان محمد صاحب نے مرزا قادیانی کی پیش گوئی سے ذرہ بھر خوف نہیں کیا۔ اتنی دلیری اور اولوالعزمی دکھائی کہ مرزا قادیانی کو بھی مجبور ہو کر لکھنا پڑا۔

''احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی خط پر خط بھیجے گئے۔ ان سے کچھ نہ ڈرا۔ پیغام بھیج کر سمجھایا گیا کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزاء میں شریک ہوئے سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔''

(اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ مجموعہ اشتہارات ج دوم ص۹۵ نوٹ)

مرزا قادیانی کی اس عبارت نے دو باتوں کا قطعی فیصلہ کر دیا۔ ایک یہ کہ مرزا سلطان محمد ہرگز نہیں ڈرا اور دوسرے یہ کہ مرزا سلطان محمد کا اصل قصور یہ تھا کہ وہ مرزا قادیانی کی پیش گوئی کو سن کر بھی محمدی بیگم کے ساتھ ناطہ کرنے پر راضی ہو گیا۔ پس مرزا سلطان محمد کی توبہ اور رجوع اس صورت میں ہو سکتے تھے کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئی کو پورا کرنے میں ان

کا ممد ومعاون ہوتا لیکن بقول ثناء اللہ صاحب امرتسری وہ مرزا قادیانی کے سینہ پر مونگ دلتا رہا اور مرزا قادیانی کی پیش گوئی کی وجہ سے نہ ڈرا نہ توبہ کی جیسا کہ اس نے خود لکھا ہے:

''جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو میری موت کی پیش گوئی فرمائی تھی، میں نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی، نہ میں اس پیش گوئی سے کبھی ڈرا۔ میں ہمیشہ سے اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں۔ ۳۰/مارچ ۱۹۲۲ء (دستخط مرزا سلطان محمد پٹی)''

(از اخبار اہل حدیث ۱۴/مارچ ۱۹۲۴ء)

مرزا قادیانی کے بیان اور مرزا سلطان محمد کی اپنی تحریر سے ثابت ہوگیا کہ مرزا سلطان محمد ہرگز نہیں ڈرا اور نہ اس نے مرزا قادیانی کی تصدیق کی۔ ان حقائق کی موجودگی میں مرزا قادیانی کا یہ لکھنا کہ سلطان محمد ڈر گیا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟

اب ہم مرزا قادیانی کی تحریرات پیش کرتے ہیں کہ اگر سلطان محمد ڈرتا بھی تو اس کو مفید نہ ہوتا کیوں کہ اس کی موت تقدیر مبرم تھی۔ مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں:

(الف) ''میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ اسے ضرور پورا کرے گا۔''

(انجام آتھم ص ۳۱ حاشیہ خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

(ب) ''شاتان تذبحان وکل من علیها فان ولا تهنوا ولا تحزنوا الم تعلم ان اللّٰہ علٰی کل شئ قدیر'' براہین احمدیہ میں آج سے سترہ برس پہلے یہ پیش گوئی شائع ہو چکی ہے یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ پہلی بکری سے مراد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری ہے اور دوسری بکری سے مراد اس کا داماد سلطان محمد ہے اور پھر فرمایا کہ تم سست مت ہو اور غم مت کرو۔ کیوں کہ ایسا ہی ظہور میں آئے گا کیا تو نہیں جانتا کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۶ تا ۵۷ خزائن ج ۱۱ ص ۳۴۰، ۳۴۱)

؎ الحمدللہ کہ مرزا قادیانی اپنے ہی دعوے کی بنا پر اپنی ہی زبان وقلم سے جھوٹے ثابت ہوئے۔

(ج) ’’یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی تو میں[1] ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں یہ کسی خبیث[2] مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس کی سنتوں اور طریقوں کا تم میں علم نہیں رہا۔ اس لئے تمہیں یہ ابتلا پیش آیا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴ خزائن ج۱۱ ص۳۳۸)

(د) ’’اس پیش گوئی کا دوسرا حصہ جو اس کے داماد کی موت ہے وہ الہامی شرط کی وجہ سے دوسرے وقت پر جا پڑا اور داماد اس کا الہامی شرط سے اسی طرح متمتع ہوا جیسا کہ آتھم ہوا۔ کیوں کہ احمد بیگ کی موت کے بعد اس کے وارثوں میں سخت مصیبت برپا ہوئی۔ سو ضرور تھا کہ وہ الہامی شرط سے فائدہ اٹھاتے اور اگر کوئی بھی شرط نہ ہوتی تاہم وعید میں سنت اللہ یہی تھی جیسا کہ یونس کے دنوں میں ہوا۔ پس اس کا داماد تمام کنبہ کے خوف کی وجہ سے اور ان کی توبہ اور رجوع کے باعث سے اس وقت فوت نہ ہوا۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے فرمودہ میں تخلف نہیں اور انجام وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ خدا کا وعدہ ہرگز ٹل نہیں سکتا۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۳۱ خزائن ج۱۱ ص۲۹۷)

ناظرین! عبارت بالا میں مرزا قادیانی نے کس بلند آہنگی اور شدومد سے مرزا سلطان محمد کی موت کا اعلان کیا۔ اس کی موت کو تقدیر مبرم اور اٹل قرار دیا اور اقرار کیا کہ اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی تو میں جھوٹا اور ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

نتیجہ صاف ہے، مرزا قادیانی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو اگلے جہان کی طرف لڑھک گئے اور مرزا سلطان محمد اپریل ۱۹۳۲ء تک زندہ ہے۔

ناظرین! مرزا قادیانی نے ۱۸۸۸ء میں بقول خود خداتعالیٰ سے خبر پاکر اور اس کی اجازت سے محمدی بیگم کے نکاح کا اشتہار دیا۔ اس کے بعد اس آسمانی نکاح کے متعلق

[1] افسوس ہے کہ مرزا قادیانی اپنی زبان سے بد نہیں بلکہ بد سے بدترین رہے ہیں۔ اگر کچھ سمجھ لیتے تو بد کی جگہ کوئی اور لفظ لکھ دیتے۔ (سیکرٹری)

[2] مرزائی حضرات ذرا سوچ کر بتائیں کہ اب یہ کاروبار کس کا نکلا۔

بارش کی طرح مرزا قادیانی پر تابڑ توڑ الہامات برستے رہے جن کا تھوڑا سا نمونہ ہم گزشتہ صفحات میں درج کر چکے ہیں۔ ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے دل میں یقین کامل تھا کہ محمدی بیگم ان کے نکاح میں ضرور آئے گی یہاں تک کہ جون ۱۹۰۵ء تک مرزا قادیانی اس نکاح سے مایوس نہ ہوئے تھے جیسا کہ انہوں نے فرمایا:

''اور وہ وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی سو ایسا ہی ہوگا۔''

(اخبار الحکم ج ۹ نمبر ۲۳، ص ۲ کالم نمبر ۲، ۳ مؤرخہ ۳۰/جون ۱۹۰۵ء)

حوالجات سابقہ کے علاوہ ہم مرزا قادیانی کا ایک فیصلہ کن حوالہ نقل کرتے ہیں جہاں مرزا قادیانی نے اسے تقدیر مبرم قرار دیا ہے۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

''باز شما راایں نگفتہ ام کہ ایں مقدمہ برہمیں قدر باتمام رسید ونتیجہ آخری ہمان است کہ بظہور آمد وحقیقت پیش گوئی برہمان ختم شد بلکہ اصل امر برحال خود قائم است وہیچ کس باحیلہ خود اورا ردنتواند کرد وایں تقدیر از خدائے بزرگ تقدیر مبرم است وعنقریب وقت آں خواہد آمد پس قسم آں خدائے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ را برائے ما مبعوث فرمود اورا بہترین مخلوق گردانید کہ ایں حق است وعنقریب خواہی دید ومن ایں را برائے صدق[۱] خود یا کذب خود معیار میگردانم ومن نگفتم الا بعد زاں کہ از رب خود خبر دادہ شدم۔''

(انجام آتھم ص ۲۲۳ خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

ترجمہ: پھر میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ یہ جھگڑا یہیں ختم ہوگیا اور نتیجہ یہی تھا جو ظاہر ہوگیا اور پیش گوئی کی حقیقت اس پر ختم ہوگئی بلکہ یہ امر اپنے حال پر قائم ہے اور جو شخص حیلہ کے ساتھ خود اس کو رد نہیں کرسکتا اور یہ تقدیر خدائے بزرگ کی جانب سے تقدیر مبرم ہے، عنقریب اس کا وقت آئے گا۔ پس خدا کی قسم جس نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہمارے لئے مبعوث فرمایا اور آپ کو تمام مخلوقات سے بہتر بنایا کہ یہ سچ ہے کہ تو عنقریب دیکھے گا اور میں اس کو اپنے صدق وکذب کے لئے معیار قرار دیتا ہوں اور میں نے یہ اپنے رب سے خبر پا کر کہا ہے۔''

[۱] کیا مرزائی حضرات مرزا قادیانی کے صدق وکذب کا معیار مرزا قادیانی سے سن کر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ (سیکرٹری)

عبارت بالا میں مرزا قادیانی نے کس صراحت سے محمدی بیگم کے خاوند کے مرنے اور اس کے ساتھ اپنا نکاح ہونے کو تقدیر مبرم قرار دیا ہے اور اس کی صداقت پر خدائے واحد وقدوس کی قسم اور حضرت نبی کریم ﷺ کا واسطہ دے کر یقین دلانے کی کوشش کی ہے اور اس کو اپنے صدق وکذب کا معیار بھی قرار دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی اعلان کر دیا ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے الہام اور وحی سے کہا ہے۔ مرزا قادیانی کا یہ بیان اتنا واضح اور مشرح ہے کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔

مرزائی دوستو! بتاؤ کہ مرزا قادیانی کی بیان کردہ تقدیر مبرم کے بخئے کیوں ادھڑ گئے اور جو دعویٰ صدق وکذب کا معیار بحوالہ وحی الٰہی قرار دیا گیا تھا، اس کی رو سے مرزا قادیانی کاذب ثابت ہوئے یا نہیں؟ تعجیل کی ضرورت نہیں۔ سوچ سمجھ کر جواب دینا۔

سخت ناانصافی ہوگی اگر میں نکاح آسمانی کے متعلق مرزا قادیانی کی مستقل مزاجی کی تعریف نہ کروں۔ اللہ اللہ ۱۸۸۸ء سے لے کر ۱۹۰۷ء تک کا طویل عرصہ جس صبر، امید اور یقین کامل کے ساتھ گزرا اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ خدا پے درپے الہامات نازل کررہا تھا کہ نکاح ہوگا اور ضرور ہوگا۔ خدا کا وعدہ سچا ہے خدا کی باتیں ٹلا نہیں کرتیں تیرا خدا تمام موانعات دور کرے گا۔ یعنی مرزا سلطان محمد ضرور مرجائے گا اور محمدی بیگم بیوہ ہوکر تیرے نکاح میں آئے گی۔ لیکن صبر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

آخر ۱۹۰۷ء میں مرزا قادیانی اس نکاح سے کچھ مایوس سے ہوگئے۔ کیوں کہ دن بدن ان کی جسمانی حالت انحطاط کی طرف جارہی تھی اور قوت باہ کا وہ نسخہ جو فرشتےؔ نے انہیں بتایا تھا اور جس کے کھانے سے پچاس مردوں کی قوت ان میں پیدا ہوگئی تھی۔ غالباً اس کا اثر بھی زائل ہوچکا ہوگا۔ ادھر دیکھا کہ رقیب خوش نصیب کی زندگی ختم ہونے میں نہیں آتی، ان سب قرائن سے اندازہ کر کے یہ اعلان کر دیا:

ؔ (تریاق القلوب ص۳۵ خزائن ج۱۵ ص۲۰۲) نشان نمبر۱۱ کے حوالہ سے مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں مری زندگی تھی۔ الخ‘‘

’’میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے چنانچہ وہ دوا میں نے تیار کی...... پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا۔‘‘ (تریاق القلوب ص۳۵،۳۶ خزائن ج۱۵ ص۲۰۴)

’’یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ’’**ایتھا المرأۃ توبی توبی فان البلاء علی عقبک**‘‘ پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۲، ص۱۳۳، خزائن ج۲۲ ص۵۷۰)

مرزا قادیانی نے اس دورنگی چال کے اختیار کرنے میں اس دل جلے عاشق کی اتباع کی ہے جس نے اپنے معشوق سے التجا کی تھی کہ:

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج　　بات وہ کہہ کر نکلتے رہیں پہلو دونوں

یہ عبارت بھی بآواز بلند اعلان کر رہی ہے کہ مرزا قادیانی محمدی بیگم کے نکاح سے کلیۃً مایوس نہیں ہوئے تھے ایک طرف تو ظاہری قرآئن کو دیکھتے ہوئے تمام امیدیں مبدل بہ یاس ہو چکی تھیں اور دوسری طرف دل کی تڑپ ڈھارس بندھائے جاتی تھی کہ شاید اگر عمر نے وفا کی تو گوہر مقصود ہاتھ لگ ہی جائے۔ اس لئے دودلی میں یہ الفاظ لکھ دیئے کہ نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ یہ ’’الہامی الفاظ‘‘ نہیں۔

غرضیکہ مرزا قادیانی کو اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک محمدی بیگم کے نکاح کی جھلک نظر آتی رہی۔ کیا مرزا قادیانی کی یہ دیرینہ اور الہامی تمنا پوری ہوگئی؟ آہ اس کا جواب بڑی حسرت وافسوس سے نفی میں دیا جاتا ہے کہ تاحیات مرزا قادیانی کا نکاح نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کے دن اس نکاح اور بستر عیش کی حسرت کو اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ اب ان کی قبر سے گویا یہ آواز آ رہی ہے:

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی　　حیف ہے ان سے ملاقات نہ ہونے پائی

اب ہم مرزا قادیانی کا آخری فتویٰ ان کے مریدوں کو سناتے ہیں جیسا کہ انہوں نے تحریر فرمایا ہے:

’’سو چاہئے تھا کہ ہمارا نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی

بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے۔ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۲ خزائن ج۱۱ص ۳۳۷)

مرزائیو! سن لیا مرزا قادیانی نے کیا کہا ہے؟ فرماتے ہیں کہ اس پیش گوئی کے خاتمہ پر ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے۔ لیکن ایسا کن کے حق میں ہوگا؟ فیصلہ جن کے خلاف ہوگا پھر کیا مجھ سے نہیں مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سے سن لو۔ فرماتے ہیں: ''یہ سچ ہے کہ مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ نکاح ہوگا اور یہ بھی سچ ہے کہ نہیں ہوا۔'' (اخبار پیغام صلح لاہور ۱۶؍جنوری ۱۹۲۱ء)

حامد: خوب ہے:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

میرے پرانے دوستو! خدائے عالم الغیب کو حاضر وناظر سمجھتے ہوئے سچ سچ بتانا کہ مرزا قادیانی کا بیان کردہ فتویٰ خود ان پر اور ساتھ ہی تم پر الٹ کر پڑا کہ نہیں؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

حامد: محمدی بیگم کا قصہ تو خیر معلوم ہوگیا مگر آپ نے پہلی ملاقات میں بیان کیا تھا کہ مرزا قادیانی نے کہا کہ خدا کا وعدہ ہے کہ قادیان میں طاعون نہ ہوگا اور اس کی عبارت دکھائی تھی لیکن آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ اس دعوے کے بعد پھر زور سے طاعون آئی اور اس کو مرزا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے:

سعید: جی ہاں مجھے یاد ہے۔

حامد: مگر کس کتاب میں کہاں تسلیم کیا ہے؟

سعید: (حقیقت الوحی ص۸۴ حاشیہ خزائن ج ۲۲ص ۸۷) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

’’اور پھر طاعون کے دنوں میں جب کہ طاعون زور پر تھا۔‘‘ اور (حقیقت الوحی ص۲۳۲ خزائن ج۲۲ ص۲۴۴) پر لکھتے ہیں: ’’چنانچہ صرف ایک دفعہ کسی قدر شدت سے طاعون قادیان میں ہوئی۔ بعد اس کے کم ہوتی گئی۔‘‘

حامد: اور اس سے پہلی کتابوں میں کیا دعویٰ ہے۔

سعید: (دافع البلاء ص۵ خزائن ج۱۸ ص۲۲۵) پر تو یہ دعویٰ ہے: ’’اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔‘‘ اور اسی (دافع البلاء ص۱۰ خزائن ج۱۸ ص۲۳۰) پر صاف دعویٰ کیا ہے:

’’خداتعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیوں کہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔‘‘

حامد: کل ایک مرزائی ملاّ مجھے ملے تھے وہ ایک بات ایسی کہہ گئے جس نے مجھے اس امر پر تو مجبور نہ کیا کہ مرزا قادیانی کو مسیح موعود مان لوں۔ مگر یہ ضرور جچا دیا کہ اگر کوئی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے تو خاتم النّبیین والی آیت ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین حضور کے بعد نبی آنے کو منع نہیں کرتی۔

سعید: وہ کیسے؟

حامد: خاتم مہر کو ہی تو کہتے ہیں۔

سعید: جی ہاں مہر ہی کے معنی آپ کی خاطر سے ہم تسلیم کئے لیتے ہیں۔

حامد: پھر اگر حضور کے بعد کوئی بھی آجائے تو کیا برائی ہے؟

سعید: مگر پہلے آپ اس امر کا جواب دیں کہ مہر کس کام آتی ہے؟

حامد: مہر تصدیق فرمان کے کام آتی ہے۔

سعید: اور دوسرا فائدہ اس میں کیا ہے؟

حامد: اور کیا فائدہ ہوتا ہے؟

سعید: سنئے! قیصر وکسریٰ نے جب فرمان مصطفوی کو بے مہر دیکھا تو قاصدوں سے کہا کہ جب تک تمہارے بادشاہ کے فرمان پر مہر نہ ہو ہم کیسے یقین کریں کہ جو نامہ تم لائے

ہو وہ تمہارے بادشاہ کا ہے۔ چنانچہ حضور سید یوم النشور ﷺ نے مہر تیار کرائی جس میں تین سطریں تھیں۔ اوپر کی سطر اللہ، اس کے نیچے نام محمد ﷺ، اس کے نیچے نام عہدہ رسول درج تھا۔ علاوہ بریں قرآن کریم میں مہر سے جہاں کسی کے حال کو دکھایا ہے۔ اسے ملاحظہ کر لیجئے تاکہ آپ سمجھ سکیں کہ مہر سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے ''ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ'' (البقرہ:۷)

یعنی اللہ نے مہر کر دی ان کے قلوب اور کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے تو آپ سمجھ لیجئے کہ اس مہر لگانے سے کیا فائدہ ہوا؟

حامد: آپ ہی بتایئے؟

سعید: یہی کہ وہ باطل جو ان کے دلوں میں ہے باہر نہ آوے اور حق جو انہیں سنایا جاتا ہے وہ داخل نہ ہو یا یوں سمجھئے کہ مہر کا ہمیشہ یہ فائدہ ہوتا ہے کہ باہر کی چیز اندر نہ جائے اور اندر کی چیز باہر نہ آئے۔

حامد: خیر یہ بحث تو میں سنتا رہوں گا۔ مگر یہ آپ نے کہاں سے نکالا کہ قیصر وکسریٰ حضور ﷺ کے نامۂ عالی کو بغیر مہر نہیں مانتے تھے تو حضور ﷺ نے مہر بنوائی۔

سعید: یہ تو حدیث کا مضمون ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے ''عن انس ؓ ان النبی ﷺ اراد ان یکتب الی کسری وقیصر والنجاشی فقیل انھم لا یقبلون کتابا الا بخاتم فصاغ رسول اللہ ﷺ خاتماً حلقۃ فضۃ نقش فیہ محمد رسول اللہ. رواہ مسلم وفی روایتہ للبخاری کان نقش الخاتم ثلثۃ اسطر محمد، سطرٌ ورسولٌ سطرٌ واللہ سطرٌ''

حامد: میں کچھ تو سمجھ گیا۔ مگر ذرا صاف لفظوں میں اس حدیث کا مفہوم سنا دیجئے۔

سعید: حضرت انس ؓ راوی ہیں کہ حضور سید الانام سید یوم النشور ﷺ نے جب کسریٰ شاہ فارس اور قیصر روم اور نجاشی والیٔ حبشہ کے نام فرمان روانہ فرمانا چاہا تو حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یہ لوگ کسی فرمان کو بغیر مہر نہیں مانتے تو حضور ﷺ نے چاندی کی مہر ڈھلوائی اور اس میں محمد رسول اللہ نقش کرایا۔ اتنا تو مسلم شریف کی روایت میں ہے اور

بخاری شریف والی روایت میں یہ اور ہے کہ حضور کی مہر نبوت تین سطروں سے منقش تھی اور ایک سطر محمد ﷺ سے منقش تھی اور ایک سطر رسول سے، ایک اللہ سے۔

حامد: ٹھیک ہے اچھا آگے فرمائیے۔

سعید: دوسری جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے: ''الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون'' (یٰسین:۶۵)

یعنی آج کے دن ان کے دہنوں پر مہر لگاتے ہیں اور کلام کریں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پیر۔ اس جگہ بھی مہر نے یہی فائدہ دیا کہ جو کچھ ان کے اندر ہے وہ باہر نہ نکلے۔

تیسری جگہ ارشاد ہے ''ختامہ مسک'' (مطففین:۲۶)

ان صراحیوں میں مشک کی مہریں ہیں تاکہ بیرونی اثر اندر نہ جائے اور اندرونی اثر باہر نہ آئے۔ علاوہ اس کے اکثر اور آیات ہیں جن سے بھی عموماً یہی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور وخاتم النّبیین والی آیت کے متعلق جو آپ کو سمجھایا وہ میں نہیں سمجھ سکا کہ کس طرح آپ کو سمجھایا۔ میری تحقیق میں تو اس آیت سے زیادہ واضح اور آیت ہی نہیں ہوسکتی کہ اس کی تفسیر تو حضور کے ایک فرمان خاص سے ہو رہی ہے اور پھر اس فرمان میں خصوصیت سے یہ ہے کہ حضور نے محل نبوت بنا کر ایسی مثال فرمائی ہے کہ مرزا قادیانی اور ان کے پیرو اب کوئی تاویل کر ہی نہیں کرسکتے بخاری ومسلم میں ہے:

''عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ وطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل'' حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میری اور انبیاء کی مثال مثل ایک ایسے محل کے ہے جس کی عمارت نہایت خوشنما ہے مگر اس میں ایک اینٹ کی کمی ہے اس محل کو دیکھنے والے جب دیکھتے دیکھتے اس خالی جگہ پر آتے ہیں تو تعجب کرتے ہیں کہ ایسی شاندار عمارت میں یہاں اینٹ کیوں نہ لگی۔ پس میں وہ ہوں جس نے اس

اینٹ کو پر کر دیا اور مکمل ہو چکا وہ محل نبوت اور میری ذات پاک پر رسولوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

ایک روایت میں فرمایا کہ ’’انا اللبنة وانا خاتم النّبیین ‘‘یعنی میں اس محل نبوت کی آخری اینٹ ہوں میں ہی نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں اور بروایت ثوبان ؓ مشکوٰۃ شریف میں ایک طویل حدیث ہے جس کے آخری لفظ یہ ہیں:

’’سیکون فی امتی کذابون ثلاثون یزعم انه نبی اللّٰہ وانا خاتم النّبیین لانبی بعدی ‘‘یعنی میری امت سے تین جھوٹے پیدا ہوں گے جو زعم کریں گے کہ وہ نبی اللہ کا ہے اور حال یہ ہے کہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

قطع نظر اس کے خود مرزا قادیانی بھی اپنی (ضمیمہ حقیقت الوحی ص۶۴ خزائن ج۲۲ ص۶۸۸،۶۸۷) میں بول رہے ہیں: ’’النبوة قد انقطعت بعد نبینا (ﷺ) ولا کتاب بعد الفرقان الذی هو خیر الصحف السابقة ولا شریعة بعد الشریعة المحمدیة...... وان رسولنا خاتم النّبیین ‘‘یعنی نبوت ہمارے نبی محمد ﷺ پر منقطع ہو چکی ہے اور اب کوئی کتاب بعد قرآن مجید کے نہیں اس لئے کہ وہ خیر الصحف ہے اور نہ کوئی شریعت ہو سکتی ہے بعد شریعت اسلامیہ کے اور بے شک ہمارے رسول محمد ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔‘‘

حامد: یہ آپ نے خوب دلیل نکالی کہ مرزا قادیانی اپنے منہ سے کہہ رہے ہیں مگر ایک بات ہے نبوت حقیقی کا اختتام شاید مراد ہو، اس کا کیا جواب ہے۔

سعید: اوّل تو النبوۃ میں الف لام جنسی ہے جو صاف کہہ رہا ہے کہ جنس نبوت ختم ہو چکی تو معاملہ صاف ہے کہ ہر قسم کی نبوت عام اس سے کہ بقول مرزا قادیانی ظلی ہو یا بروزی، مجازی ہو یا حقیقی سب ختم ہیں۔ حالاں کہ یہ اقسام بھی خود مرزا قادیانی کی خانہ ساز ہیں۔

اس ہی عبارت کے آگے اسی ضمیمہ حقیقت الوحی میں مرزا قادیانی اور صاف کہہ گئے ہیں: ’’وعلیه انقطعت سلسلة المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوة بعد رسولنا (ﷺ) ‘‘یعنی اس ہستی پاک کے ساتھ رسولوں کا سلسلہ ہی منقطع ہوگیا۔ اب کسی کو حق نہیں کہ وہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے دعویٰ نبوت کرے۔

حامد: خاتم النّبیین سے مہر مراد لے کر بھی غریب مرزا قادیانی نبی نہ بن سکے۔

سعید: اور ایک بات سمجھنے کی ہے کارڈ یا ٹکٹ پر جب مہر لگتی ہے کس لئے لگتی ہے اس لئے کہ کارڈ مصدقہ گورنمنٹ ہے یا اس لئے کہ اب اس کارڈ کے چلنے کی رفتار بند ہے۔

حامد: ہنس کر بے شک اس لئے کہ اب اس کا چلن منقطع ہے۔

سعید: تو بس سمجھ لیجئے کہ حضورﷺ کے مہر نبوت پر لگ گئی گویا صاف بتادیا گیا کہ اب نبوت کا چلن بند ہے اور اس مہر کے بعد جو دعویٰ نبوت کرے وہ جعلی نبوت کا مدعی ہے علاوہ ازیں خاتم اور خاتِم میں معنی کا کوئی ایسا فرق نہیں جس کی وجہ سے قادیان میں نبوت ثابت ہوسکے۔ اوّل تو خاتَم اور خاتم میں محض اختلاف قراءت ہے۔ امام الائمہ سیدی امام عاصمؒ خاتَم پڑھتے ہیں۔ باقی چھ قاری خاتم پڑھ رہے ہیں اور فرق اس میں اتنا سا ہے کہ خاتم بروزن فاعل اسم فاعل کا صیغہ بن جاتا ہے، خاتَم باب ضرب یضرب...... سے لے کر جب خاتم کہا جائے گا تو معنی مہر کرنے والے کے ہوجائیں گے اور خاتم بروزن فاعل کہا جائے گا تو ختم کرنے والا معنی ہوجائیں گے۔

حامد: لغت میں اس کی کیا تشریح ہے؟

سعید: لغت میں تو معاملہ بالکل ہی صاف ہے۔ چنانچہ ملاحظہ کیجئے۔ (لسان العرب حصہ۱۵ مطبوعہ مصر ص۵۵) میں ہے ’’ختام القوم و خاتمهم آخرهم ‘‘یعنی ختام القوم اور خاتَم القوم آخر قوم کو کہتے ہیں اور محمدﷺ خاتَم الانبیاء ہیں۔

اور علامہ امام راغب اپنی مفردات میں فرماتے ہیں ’’و خاتم النّبيين لانه ختم النبوة ای تممها بمجيئه ‘‘یعنی اور خاتم النّبیین اس لئے کہ نبوت حضورﷺ پر ختم ہوگئی۔ یعنی تمام ہوچکی حضور کے تشریف لانے سے اور مرزا قادیانی نے شاعری میں اوّل اوّل تو صاف ہی کہا ہے۔ چنانچہ یہ شعر انہیں کا ہے:

ہست او خیرالرسل خیرالانام   ہر نبوت را بر وشد اختتام

(ضمیمہ سراج منیر ص ح خزائن ج۱۲ ص۹۵)

حامد: مجھے حیرت ہورہی ہے کہ مرزا قادیانی کو کیا ہوگیا کہ خود ہی اپنا رد بھی کررہے ہیں۔

سعید: ہوتا کیا۔ انہیں دو بیماریوں کا نتیجہ ہے جو اوپر کے دھڑ اور نیچے کے دھڑ میں تھیں۔

حامد: خیر صاحب نبوت کی بحث تو میں اچھی طرح سمجھ گیا اب ذرا وہ مزیدار الہامات اور سنا دیجئے جیسے پہلے نمبر میں آپ نے سنائے تھے۔ بڑا لطف آتا ہے۔

سعید: اگرچہ نمونہ کے لئے ایک دو ہی کافی تھے ہمیں تو ہدایت کرنا مقصود ہے کسی کا استہزاء یا مذاق ہمارا شیوہ نہیں۔ مگر خیر آپ کی خاطر بھی ہمیں منظور ہے۔ لہٰذا اور سن لیجئے

(البشریٰ ج دوم ص۱۰۵) پر مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں''

حامد: یہ دعویٰ تو کم از کم صحیح ہوا ہوگا۔

سعید: جی ہاں ایسا صحیح ہوا کہ لاہور میں مرے اور مریدوں نے آپ کی لاش کو دجال کے گدھے کے پیٹ میں رکھ کر قادیان پہنچایا۔

حامد: دجال کا گدھا کیا ہے؟

سعید: مرزا قادیانی نے بتایا ہے کہ مسیح سے قبل دجال جو آئے گا اس کا گدھا یہ ریل ہے۔

حامد: انا للہ وانا الیہ راجعون! عجیب شان الہام ہے؟ ہاں اور فرمائیے۔

سعید: (البشریٰ ج اوّل ص۳۶) پر فرماتے ہیں: ''ایلی ایلی لما سبقتنی ایلی آوس'' اے مرے خدا مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ آخر فقرہ اس الہام کا یعنی ایلی آوس بباعث ورود مشتبہ رہا ہے اور نہ اس کے معنی کھلے۔ واللہ اعلم بالصواب۔''

(براہین احمدیہ ص۵۵۶ خزائن ج۱ ص۶۶۴ حاشیہ درحاشیہ نمبر۴) پر ایک الہام سناتے ہیں ''پھر بعد اس کے فرمایا ھو شعنا نعسا یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں ان کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے۔'' یہ تو میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ مرزا قادیانی ملہم کی زبان کے خلاف الہام کو غیر معقول اور بے ہودہ بتا گئے ہیں۔

حامد: مجھے یاد نہیں ذرا پھر بتا دیجئے کہاں لکھ گئے ہیں۔

سعید: (چشمہ معرفت ص۲۰۹ خزائن ج۲۳ ص۲۱۸) پر ارشاد ہوا ہے: ''یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصلی زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کیوں کہ اس میں تکلیف مالایطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔''

حامد: ہاں ہاں! مجھے یاد آیا۔ پہلے نمبر میں آپ نے کچھ کم عبارت سنائی تھی اب پوری سنا دی۔ چلو فائدہ ہی ہوا۔

سعید: بقدر ضرورت وہ بھی کافی تھی۔ اچھا اور سنئے مزہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی دوسری زبانوں کے الہامات ہی سمجھنے سے قاصر نہیں ہیں بلکہ اردو کے الہامات بھی ایسے بے ہودہ اور غیر معقول ہیں کہ اپنی بے سمجھی کا اعتراف کر کے الہام سناتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے (البشریٰ ج۲ ص۱۱۹) پر ہے: ''خدا اس کو پنج بار ہلاکت سے بچائے گا نہ معلوم کس کے حق میں یہ الہام ہے۔''

اور سنئے (البشریٰ ج دوم ص ۱۱۹ و۱۲۰) پر فرماتے ہیں ’’۲۴؍ستمبر ۱۹۰۶ء مطابق ۵؍شعبان ۱۳۲۴ھ بروز پیر موت تیرہ ماہ حال کو (نوٹ) قطعی طور پر معلوم نہیں کہ کس کے متعلق ہے۔‘‘ (البشریٰ ج دوم ص ۱۲۴) پر ہے ’’بہتر ہوگا اور شادی کرلیں۔ معلوم نہیں کہ کس کی نسبت یہ الہام ہے۔‘‘

حامد: میں بتاؤں۔

سعید: ہنس کر کیا؟

حامد: محمدی بیگم سے جب عقد ہونا محال نظر آیا تو شاید ان کے ہمزاد نے مشورہ دیا ہوگا کہ کم از کم اور ہی شادی سہی۔

سعید: خیر یہ آپ جانیں اور سنئے (البشریٰ ج دوم ص ۵۰) پر فرماتے ہیں ’’غثم، غثم، غثم۔‘‘

حامد: یہ کیا ہے؟

سعید: یہ کیا ہوتا وہی جوان دو زرد چادروں کا جلوہ مرزا قادیانی پر پڑا کہ ایک اوپر کے دھڑ کی بیماری آئی یعنی مراق اور دوسری نیچے کے دھڑ کی یعنی کثرت بول۔

حامد: **لاحول ولا قوۃ الا باللہ!** خیر صاحب کچھ اور سنا دیجئے۔

سعید: اور لیجئے! ایک دم میں دم رخصت ہوا (نوٹ از حضرت مسیح موعود) فرمایا کہ آج رات مجھے ایک مندرجہ بالا الہام ہوا۔ اس کے پورے الفاظ تو یاد نہیں رہے جس قدر یاد رہا وہ یقینی ہے مگر معلوم نہیں کہ کس کے حق میں ہے لیکن خطرناک ہے یہ الہام ایک موزوں عبارت میں ہے مگر ایک لفظ درمیان سے بھول گیا۔

حامد: یہ کہاں لکھا ہے؟

سعید: وہی (البشریٰ ج دوم ص ۱۱۷) پر اور ایک عجیب وغریب الہام سنئے: (البشریٰ ج اوّل ص ۴۳) پر فرماتے ہیں ’’ربنا عاج ‘‘ ہمارا رب عاجی ہے۔ عاجی کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔

حامد: عاج کے معنی تو میں بتا سکتا ہوں، عاج ہاتھی دانت کو کہتے ہیں اور معنی بھی صاف ظاہر ہے یعنی مرزا قادیانی کا رب ہاتھی دانت کا ہوگا۔

سعید: عاج کے معنی نہ صرف ہاتھی دانت کے ہیں بلکہ سرگین یعنی گوبر کے بھی ہیں۔ لیجئے اب رخصت! ان شاء اللہ تیسری ملاقات میں ہم آپ کو باپ بیٹوں کا اختلاف دکھاویں گے۔

(ابوالحسنات عفی عنہ)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

قادیان میں

پنجتن پاک

مولانا سید امداد اللہ جنڈیالہ ضلع جالندھر

خود پڑھیں اوروں کو سنائیں ، محفوظ جگہ یا مسجد میں لگائیں

قادیان میں پنجتن پاک

مہاراج آریوں کے بادشاہ کرشن ثانی جے سنگھ بہادر مرزائے قادیانی کی سرکار میں پنجتن پاک کا تشریف لیجانا

حضرت مرزا صاحب قادیانی پنجابی نبی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۳ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غنیت حس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے ایک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسی بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے یعنی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم و حضرت علی و حسنین و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت و شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک

ناظرین۔ آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ کوئی ادنےٰ مسلمان بھی ایسے الفاظ منہ سے نہیں نکال سکتا۔ وہ حضرت فاطمہؓ جس کہ تمام جہان کی عورتیں عصمت اور پردہ داری میں شرافت ہو ان پر قادیانی ملعون نے ایسا اتہام لگایا کہ جس کی سیاہی کو مرزائی پارٹی قیامت تک نہیں دھو سکتی۔ کوئی غیر مسلم عورت بھی ایسی جرأت نہیں کر سکتی کہ اپنے کسی ایک رشتہ دار کے سامنے کسی غیر کے ساتھ کلام بھی کر سکے نیز حضور علیہ السلام اور حضرت علیؓ اور حسنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت کو پامال کرنے میں مرزا نے کونسی کسر چھوڑی ہے۔ اب بھی اگر کوئی ملعون ابدی مرزائے قادیانی کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ میرے بھائیو اس دھوکہ میں نہ آنا کہ مرزا اللہ رسول کا کلمہ پڑھتا تھا۔ اس کو کافر نہ کہا جائے۔ بلکہ یاد رکھو کہ وہ خدا اور رسول خود بنتا ہے۔ گویا وہ اپنا ہی کلمہ پڑھتا تھا۔ ایسے کلمہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ مرزا اسی خدا بنا۔ ملاحظہ ہو مکاشفات صفحہ ۶ مرزا اپنی کتاب میں لکھتا ہے میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں آگے دیکھئے مرزا کا خود محمد رسول اللہ بن جانا۔ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۲ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَہُمْ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔

اگر جنت کی خواہش ہے تو مرزا سے ہٹو بھائی
نہیں تو ٹکٹ دوزخ کا ملیگا ساتھ رسوائی

مدرسہ اہل سنت وجوہا خورد ضلع جالندھر ۱۳۳۰ھ سے مسلمان بچوں کو قرآن مجید حفظ و ناظرہ اردو و صرف و نحو عربی فارسی کی تعلیم سے باخبر کرنے کے علاوہ اشاعت اسلام اور تردید مذاہب باطلہ میں کافی حصہ لے رہا ہے۔ غریب مسلمان بچوں کے ضروری اخراجات مدرسہ کے ذمہ ہیں۔ ایسی دینی درسگاہ کی امداد بموقعہ صدقات زکوٰۃ ضروری ہے۔ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ دین اور اشاعت اسلام میں ایک پائی خرچ کرنا کروڑوں روپوں کے برابر ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ باتوفیق اصحاب میری اس استدعا کو نظر انداز نہ فرمائیں گے۔ بلکہ اعانت فرما کر مجھے شکریہ کا موقعہ عطا فرمائیں گے۔

اطلاع۔ جملہ خط و کتابت بنام مہتمم مدرسہ ہونی چاہئے۔ اور زکوٰۃ صدقات کی اطلاع ضروری ہے۔

اعلان

یہ اشتہار اور مرزا کا مالگودام۔ فتویٰ شرعیہ جس میں مرزائیوں کو خارج از اسلام ثابت کیا گیا ہے۔ یہ ہر سہ تحفے علیحدہ علیحدہ تین عدد ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر ارسال ہو سکتے ہیں۔ فی سینکڑہ عہ (ایک روپیہ) محصولڈاک بذمہ خریدار

نوٹ:۔

ماہوار سالانہ ارسال کرنے پر ہر ماہ نیا نیا قادیانی تردید کا پرچہ ارسال کیا جا سکتا ہے +

(مولوی) سید امداد اللہ غفرلہ اللہ بانی و مہتمم مدرسہ اہل سنت وجوہا خورد ڈاکخانہ جنڈیالہ ضلع جالندھر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہاراج آریوں کے بادشاہ کرشن ثانی جے سنگھ بہادر مرزائے قادیانی کی سرکار میں پنجتن پاک کا تشریف لے جانا

حضرات! مرزائے قادیانی پنجابی نبی نے اپنی کتاب (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۰۳، خزائن ج۱ ص۵۹۹ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳) میں لکھا ہے کہ:

’’ایک دفعہ مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبت جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی۔ ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے ایک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی۔ جیسی بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے۔ یعنی جناب پیغمبر خدا ﷺ اور حضرت علی اور حسنین وفاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی رضی اللہ عنہ نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔ فالحمد علی ذالک!‘‘

ناظرین! آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ایسے الفاظ منہ سے نہیں نکال سکتا۔ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جس کو تمام جہان کی عورتوں پر عصمت اور پرہیزگاری میں شرافت ہو، اس پر قادیانی ملعون نے ایسا اتہام لگایا کہ جس کی سیاہی کو مرزائی پارٹی قیامت تک نہیں دھوسکتی۔ کوئی غیر مسلم عورت بھی ایسی جرأت نہیں کرسکتی کہ اپنے کسی ایک رشتہ دار کے سامنے کسی غیر کے ساتھ کلام بھی کر سکے۔ نیز حضور علیہ السلام

اور حضرت علی اور حسنین ؓ کی عزت کو پائمال کرنے میں مرزا نے کون سی کسر چھوڑی ہے۔

اب بھی اگر کوئی ملعون ابدی مرزائے قادیانی کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار !** میرے بھائیو اس دھوکہ میں نہ آنا کہ مرزا اﷲ رسول کا کلمہ پڑھتا تھا۔ ایسے کلمہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

مرزا کا خدا بننا

مرزا اپنی اس کتاب میں لکھتا ہے کہ:

’’میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔‘‘ (مکاشفات ص۱۵۲ طبع چہارم وکتاب البریہ ص۷۸، خزائن ج۱۳ ص۱۰۳)

مرزا کا خود محمد رسول اللہ بن جانا

’’محمدرسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم‘‘ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۱، خزائن ج۱۸ ص۲۰۷)

اگر جنت کی خواہش ہے تو مرزا سے ہٹو بھائی

نہیں تو ٹکٹ دوزخ کا ملے گا ساتھ رسوائی

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

القول المقبول

فی اثبات

حیاۃ المسیح والنزول

المعروف بہ

ردقادیانی

مولانا سید ابونور ناظر شاہ بخاری

حدیث

عن ابی ہریرہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی البخاری

واللہ لینزلن ابن مریم حکماً عدلاً فیکسرن الصلیب الحدیث

سنہ ۱۳۳۲ ہجری

القول المقبول

اثبات یہ ہم نے مذہب حق کی قسم
ہیں حدیث مصطفیٰ میں یہ رقم

فی اثبات

وہ کریں گے بے شبہ ہم میں نزول
ہے بخاری میں لکھا یہ بالقبول

حیاۃ المسیح والنزول

ایک دو قرآن میں ہیں دلیل
بل رفعہ اللہ ہے بار جلیل

المعروف بہ

صلیب سے محفوظ ہوں عیسیٰ مسیح
وہ گئے آسمان پر ہیں یا فصیح

رد قادیانی

المؤلف هذه الرساله لتبليغ الحق الهدايه خاكسار ابوالمظفر ...
سید بخاری عیلانوالوی ثم سیز بیری من مضافات سیالکوٹ

بفرمائش

مولوی محمد اعظم خان نقشبندی وارد لاہور

برہمن سٹیم پریس لاہور میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی اجتبیٰ محمداً فی الانبیاء ورفع عیسٰی ابن مریم الی السماء والصلوٰۃ والسلام علی رسوله خیرالوریٰ وعلیٰ آله واصحابه الذین اهتدوا بالهدی حق الهدی!

ناظرین! مرزا قادیانی اوراس کے متبعین کا ایک بڑا بھاری معرکۃ الآ راء پہلا مسئلہ صرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کومردہ درگور تصور کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے اب تک زندہ رہنےکوایک امرمحال اورسنت اللہ کے خلاف قرار دیتے ہیں۔حالاں کہ یہ ایک وہ مسئلہ ہے کہ جس پرآج تیرہ سو برس سے اللہ ورسول وصحابہ وتابعین ،مفسرین، مجتہدین، محدثین، علماء کرام،فقہائے عظام کا یہی فتویٰ چلا آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اوروہ بیشک اور بے شبہ بحسب ارشادنبوی’’ **ان ینزل فیکم ابن مریم** ‘‘تم میں ابن مریم نزول فرمانے والے ہیں۔لہٰذا اس امرکوقرآن وحدیث سے بالتفصیل ثابت کیا جاتا ہے تاکہ عوام الناس بھی رسالہ ہذا کو پڑھ کر(مرزا قادیانی کے)ایسے برے عقیدہ سے نفرت پکڑکرراہ حق پرقائم ہوجاویں۔ **اقول باللّٰہ التوفیق وهو خیرالرفیق!**

__السوال:__ میں کہتا ہوں کہ مسیح ابن مریم فوت ہوچکے ہیں اورتربت ان کی سری نگر محلّہ خانیار میں واقع ہے۔کیوں کہ کوئی پیغمبراب تک زندہ نہیں رہا’’ **کل نفس ذائقة الموت** ‘‘ وغیرہ کے مضمون کوسب ہی نے تسلیم کیا اوردوسرا مسیح علیہ السلام کا اب تک زندہ رہنا سنت اللہ کے بالکل خلاف ہے اوردلیل اس امرکی’’ **قوله تعالیٰ: انی متوفیک** ‘‘موجود ہے۔کیوں کہ متوفیک کے معنی ممیتک بروایت ابن عباس آچکے ہیں۔

__حیات مسیح کا اظہرمن الشّمس ثبوت__

__الجواب:__ ’’ **قال اللّٰہ تعالیٰ فی سورۃ** (آل عمران:۵۵) **اذ قال اللّٰہ یاعیسٰی انّی متوفیک ورافعک الیّ ومطهرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیه تختلفون** ‘‘

ترجمہ: جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ تحقیق میں تجھے پورا کرنے والا ہوں اور

اٹھانے والا ہوں طرف اپنی اور نجات دینے والا ہوں تجھ کو ایذائے کفار سے اور بنانے والا ہوں تیرے تابعداروں کو کافروں پر قیامت تک آخر تم سب نے میری طرف لوٹنا ہے اور میں ہی تمہارا فیصلہ کروں گا۔ جس میں کہ تم اختلاف کرتے ہو۔

فائدہ: اگر کوئی محقق آدمی تحقیق کی نظر سے آیت بالا میں غور کرے تو ایک ایک حرف آیت ہذا کا حیات مسیح کو ثابت کرر ہا ہے۔ لہٰذا ہم بیان کرتے ہیں ان دلائل کو جو کہ آیت ہذا میں اظہر من الشّمس ہیں حیات مسیح پر **کما لا یخفی علی اهل العلم و العقل!**

بحث متوفیک دلیل اوّل

لفظ متوفی اسم فاعل ہے بروزن متفعل باب تفعل سے اور توفی اس کا ماضی ہے بروزن تفعل اور وفٰی مجرد اور وفّی بالتشدید کے لغوی معنی عام اور کامل کے ہیں۔ ’’**لقوله تعالٰی وابراهیم الذی وفّی ای تمم ما امر به بحق**‘‘ یعنی ابراہیم علیہ السلام وہ تھے کہ جنہوں نے خدا کے حکم کو پورا کیا۔

چنانچہ آیت ہذا کی تفسیر آیت ثانی میں مذکور ہے ’’**لقوله تعالٰی واذا بتلٰی ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن**‘‘ اس جگہ اتم اوفٰی کے معنوں پر شاہد ہے۔ پس جب اتم اور وفّٰی کے ایک ہی معنی ثابت ہوئے تو یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی لفظ مجرد سے مزید نہ بنایا جائے تو اصلی معنی اس کے سلب نہیں ہوتے۔ جیسا کہ ’’**وسقاهم**‘‘ میں صیغہ سقٰی فعل ماضی مجرد کا ہے اور ’’**یسقون ربهم**‘‘ میں صیغہ یسقون مضارع مجہول واقع ہوا ہے اور سقٰی یسقی کے معنی پینے پلانے کے ہیں اور آیت ثانی ’’**واذاستسقی موسی لقومه**‘‘ میں صیغہ استسقٰی ماضی مزید کا ہے باب استفعال سے۔ اب دیکھ لو کہ سقٰی کے معنی جو کہ مجرد ہونے کی حالت میں تھے۔ وہی معنی اب مزید ہونے کی حالت میں بھی باقی ہیں۔ علٰی ہٰذا القیاس اور بھی ایسی نظیریں بہت سی موجود ہیں۔ لہٰذا وفّی بالتشدید مجرد ہے اور معنی اس کے پورا اور اتمام کے ہیں۔ اب توفی کے مزید ہونے کی حالت میں بھی وہی معنی محقق ہوں گے۔ جو کہ مجرّد میں تھے۔ نہ خلاف اس کے ’’**قوله تعالٰی یٰعیسٰی انی متوفیک**‘‘ یعنی اے عیسٰی تحقیق میں تجھے پورا کرنے والا ہوں۔

دلیل دوم

جو کہ توفی بمعنی موت بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ آئے ہیں۔ سو موت ان معنوں کا

اس حالت میں درست ہوسکتا ہے جب کہ جملہ رافعک کا مقدم جملہ متوفیک کے تصور کیا جائے۔’’وھوھذا رافعک ومتوفیک الیّ‘‘یعنی اے عیسیٰ تحقیق میں تجھے اٹھانے والا ہوں اور بعد اس کے مارنے والا ہوں تم کو۔ سو اس امر میں کسی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ مسیح علیہ السلام ابداً آباد زندہ رہیں گے اور وہ موت سے ہی بری ہوں۔ نعوذ باللہ!

دلیل سوم

بالفرض اگر تقدم وتاخر کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا جاوے بلکہ وہی معنی جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کئے ہیں صحیح مانیں جاویں تو پھر بھی یہ امر کہاں سے ثابت ہوسکتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت شدہ ہیں۔ کیا یہ بھی کوئی کلیہ ہے کہ اسم فاعل ماضی کے معنوں کو ہی لازم ہو۔ ہاں البتہ یہ تو ہے کہ اسم فاعل حال واستقبال ہر دو زمانہ پر مشتمل ہوتا ہے اور ساتھ کسی خاص قرینہ موجودہ کے ماضی کے معنوں پر بھی آتا ہے۔ مگر شاذ ونادر اور اگر قرینہ موجود نہ ہو تو مطلقاً نہیں آتا۔ اگر یہ قاعدہ ہمارا مرزائی صاحبان نہ مانیں تو اپنے تو ایجاد کردہ کلیہ کا ثبوت علم صرف ونحو سے دیویں۔

’’ان لیس فلیس. قوله تعالیٰ یٰعیسیٰ انی متوفیک‘‘یعنی اے عیسیٰ تحقیق میں ہی تجھے مارنے والا ہوں زمانہ آئندہ میں یا حال میں۔ پس جب احتمال استقبال کا پایا گیا تو اب بحسب’’اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال‘‘کے حیات مسیح ثابت ہوئی اور یہ ہے دلیل اس کے امکان پر خلاف محال کے۔ فحصل مرادنا!

دلیل چہارم

اور قادیانی کا واؤ کو ترتیب کے واسطے قرار دینا جو کہ متوفیک اور رافعک کے درمیان واقع ہے۔ یہ بالکل غلط اور قاعدہ نحو کے برخلاف سخت غلطی ہے اور وہ یہ ہے’’فالواو للجمع مطلقا لا ترتیب فیھا‘‘(شرح جامی) وضع واؤ کی محض واسطے جمع کے ہے نہ ترتیب کے اور مثال اس امر کی آیت ثانی میں موجود ہے’’قوله تعالیٰ ان ھی الّا حیاتنا الدنیا نموت ونحییٰ ومانحن بمبعوثین‘‘اس جگہ جملہ نموت مقدم جملہ نحییٰ کے واقع ہوا ہے اور اس ترتیب سے کلام الٰہی میں کذب لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ کفار بعث بعد الموت کے تو منکر ہیں۔ جیسا کہ ان کے مقولے’’ان ھی الّا حیاتنا الدنیا‘‘سے خود ثابت ہے۔ اب اس جگہ اگر واؤ کو جو کہ نموت ونحییٰ کے درمیان واقع ہے ترتیبی قرار دیا جائے تو پھر

حکایت کلام الٰہی کی ان کے دعویٰ کے مطابق نہ ہوگی۔ بلکہ مخالف تر ٹھہرے گی۔ علیٰ ھذاانی متوفیک ورافعک کی واؤ کو بھی اگر ترتیبی قرار دی جائے تو معنی آیت حال کے بالکل مطابق نہ ہوں گے جیسا کہ اے عیسیٰ پہلے میں تجھے ماروں گا اور پھر تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا تو بتاؤ کہ اس سے مسیح علیہ السلام کو کون سی خصوصیت حاصل ہوئی۔ کیوں کہ یہ بات تو ہر فرد بشر خاص وعام کو بھی حاصل ہی ہے کہ ہر ایک کا روح بعد الموت رفع الی السماء کیا جاتا ہے۔ نہ صرف مسیح علیہ السلام کا۔ فتدبر!

بحث رافعک

دلیل پنجم

لفظ رافع اسم فاعل کا ہے۔ باب فعل یفعل سے اور کاف خطاب کا اس میں مفعول بہ واقع ہوا ہے اور رافع کا لغوی معنی بردارندہ ''ای اخذالشیٔ '' کے آئے ہیں۔ صراح وغیاث ومنتخب اور مثال اس کی آیت ثانی ''ورفع ابویه علی العرش ''میں موجود ہے۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو زمین سے اپنے تخت پر از روئے تعظیم کے بیٹھالیا۔

اقول: چوں کہ استعمال لفظ رفع کا جوہر اور عرض ہر دو میں آیا ہے۔ اس جگہ جملہ رافعک میں کاف جس سے کہ مراد ذات عیسیٰ علیہ السلام ہے اور ذات عیسیٰ جوہر قائم بالذات ہے۔ نہ خلاف اس کے کہ کاف سے مراد روح ان کا ہو۔ جیسا کہ قادیانی وغیرہ نے لکھ مارا ہے اور آیت دوسری میں ''والعمل الصالح یرفعه'' مثال عرض کی موجود ہے۔ فافهم فیه!

دلیل ششم

علم اصول کا یہ قاعدہ ہے کہ مجاز کی طرف اس وقت رجوع کیا جاتا ہے جس وقت کہ حقیقت اس امر میں متعذر اور محال ہو۔ خلاف ممکن کے اور اس جگہ صرف امکان ہی نہیں بلکہ یہی معنی اصح اور احق ہیں اور مؤیدان ہمارے معنوں کا جملہ ماقبل اور مابعد کاف خطاب اس کے واقع ہوا ہے۔ لہٰذا ہر حال میں جملہ رافعک کے اس جگہ بھی معنی صحیح ہوں گے کہ اے عیسیٰ تحقیق میں تجھے پورا کرنے والا ہوں اور پھر اٹھانے والا ہوں طرف اپنی کیوں کہ ذات

باری تعالیٰ کے نزدیک امکان اور محال کی کوئی شرط نہیں بلکہ وہ ہر امر پر قادر ہے۔ ان اللّٰہ علٰی کل شئ قدیر!

دلیل ہفتم

’’ومطھرک من الذین کفروا ‘‘اس جگہ مطھرک بمعنی منجیک کے ہیں اس میں تو کسی کو بھی کلام نہیں بلکہ خاص مرزائی بھی اس میں متفق ہیں یعنی اے عیسیٰ میں تجھے نجات دینے والا ہوں ایذائے کفار سے۔ مگر اس جگہ یہ بات پیدا ہوتی ہے بقول مرزائی صاحبان اگر متوفیک سے مراد وفات عیسیٰ علیہ السلام ہو جو کہ پیشتر جملہ مطہرک کے واقع ہے تو پھر وفات کے بعد ان کو کفار سے کون سی تکلیف باقی رہے گی۔ جس سے کہ ان کو کافروں سے نجات دی جائے گی۔ حالاں کہ ہر فرد بشر کا معاملہ بعد موت کے ساتھ اللہ کے ہی ہوتا ہے نہ کسی اور سے۔ ھٰذا ما عندی وعلیہ......!

متوفیک پر علمائے مفسرین کا فتویٰ

’’قولہ تعالٰی انّی متوفیک ورافعک الیّ الخ. قال الحنفی والکلبی وابن جریج انّی قابضک ورافعک من الدنیا الی من غیر موت بدنک یدل علیہ قولہ تعالٰی فلمّا توفیتنی ای قبضتنی الی السماء وقال الربیع بن انس المراد بالتوفیٰ ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا ای قابضک ورافعک من غیر موت ومبعدک الخ. معالم، جلالین، احمدی، کشاف، مدارک، بیضاوی، کبیر، ابن کثیر، جامع البیان، مواھب الرحمان، قادری، خازن، حسینی، محی الدین عربی، جامع التفاسیر‘‘

اصطلاح قرآنی میں وفٰی کے معنی

جمیع آیات مندرجہ ذیل ہمارے ہی معنوں پر مؤید ہیں’’وتوفنا مع الابرار‘‘ اے ہمارے رب ہم کو ملا دے ساتھ نیکوں کے۔’’ثم توفٰی کل نفس‘‘ ہر ایک نفس کو پورا پورا اجر دیا جائے گا۔’’توفون اجورھم‘‘ تمام لوگ پورا اجر دیئے جاویں گے۔ ’’ھوالذی یتوفاکم باالیل ایضاً اللّٰہ یتوفی الانفس ایضاً فیوفّیھم اجورھم

ایضا ووفّیت کل نفس ایضاً وابراهیم الذی وفّیٰ ایضاً حتی یتوفّاهن الموت ایضاً ''اور دیگر آیات میں مثلاً'' والذین یتوفون منکم ''وغیرہ۔ جن میں کہ توفی کے معنی موت ہیں۔ سو یہ معنی اس کا جزوی طور پر ہے اور شاذ و نادر ہے اور اس معنی کو آیت کا سیاق وسباق ثابت کردیتا ہے۔ ان لیس فلیس!

بحث بل رفعه الله

''قال تعالیٰ فی سورة النساء وقولهم انّا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم وان الذین اختلفوا فیه لفی شک منه مالهم به من علم الّا اتباع الظن وما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه. ان الله عزیزاً حکیماً''

ترجمہ: انا قتلنا المسیح مقولہ ہے یہود ونصاریٰ کا کہ ہم نے ہی قتل کیا مسیح کو اور ہم نے ہی سولی پر دیا۔ پس تردید کی ان کی اللہ تعالیٰ نے ساتھ وما قتلوہ اور وما صلبوہ کے کہ نہ تو انہوں نے قتل کیا مسیح کو اور نہ ہی سولی پر دیا بلکہ تشبیہ کی گئی واسطے ان کے اس امر میں البتہ وہ اختلاف کرتے ہیں بسبب ناواقف ہونے حقیقت اس امر سے، اس واسطے تابعداری کرتے ہیں وہ اپنے بدظن کی۔ یقینی امر تو یہی ہے کہ مسیح علیہ السلام مقتول اور مصلوب نہیں کئے گئے بلکہ اٹھالیا ان کو اللہ تعالیٰ نے طرف اپنی اس امر پر اللہ بہت غالب حکمت والا ہے۔

اقول: چوں کہ آیت ہذا میں انا قتلنا المسیح مقولہ یہود کی تردید ساتھ حرف بل کے کی گئی ہے اور حرف بل جملہ ماقبل مثبت کو منفی کرنے کے واسطے آتا ہے: ''وکلمة بل بعد الاثبات لصرف الحکم'' شرح ملا جامی۔ لہٰذا مسیح علیہ السلام کا قتل اور صلب سے محفوظ ہونا تو ٹھیک ٹھیک طور پر ثابت ہوگیا۔ اب رہا یہ کہ مسیح علیہ السلام کا قتل وصلب سے محفوظ ہونا اس بات کی دلیل تو نہیں ہوسکتی کہ وہ اب تک زندہ ہی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کسی طبعی موت سے فوت ہوگئے ہوں۔ کیوں کہ یہ کوئی لازمی امر تو نہ تھا کہ آپ کی وفات قتل یا صلب کے ذریعہ سے ہی ضرور ہوتی بلکہ علاوہ اس کے بہت سے اسباب ایسے ہیں جو کہ بالطبع انسان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

سو جواب اس کا یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کا موت طبعی سے فوت ہونا قبل اس امر کے تب

ہوسکتا ہے جب کہ بل رفعه الله کو آیت قرآنی نہ مانا جائے اور جب کہ یہ آیت کلام الٰہی بھی مانی جائے تو یہ بھی مانا جائے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں تو پھر اجتماع ضدین لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔ علاوہ اس کے اور کتنے ہی الفاظ آیت ہذا میں قابل غور ہیں کہ جن سے سراسر حیات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ بالتفصیل قصہ عیسیٰ علیہ السلام کا تو کتب تواریخ سے ہر ایک پر روشن ہے کہ جس وقت یہود نے مسیح علیہ السلام کے واسطے صلیب تیار کی اور آپ سولی کے واسطے مکان میں محصور کئے گئے تو اس وقت خدائے قدیر ونصیر نے بحسب وعدہ ''کتب الله لاغلبنّ انا ورسلی'' کہ اپنے بندہ مسیح کو رفع الی السماء کرلیا اور ایک شخص کو ان میں سے مسیح علیہ السلام کی شکل پر مشبّہ کردیا۔ پس یہود نے بزعم مسیح اس شخص کو صلیب پر چڑھادیا اور کہنے لگے کہ ہم نے مسیح کو سولی دے دیا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے۔

مگر حقیقت میں وہ اس راز سے واقف نہ ہوئے۔ اس واسطے قادر مطلق نے آیت مذکورہ میں ان کی بے علمی اور افتراء پردازی کو اپنے رسول پر اچھی طرح روشن کیا۔ آیت بالا میں یہ چند الفاظ قابل غور ہیں:

اوّل: ''وما صلبوه وما قتلوه'' ثانیا: ''ولکن شبّه لهم'' ثالثاً: ''وما قتلوه یقیناً'' رابعاً: ''بل رفعه الله الیه'' اور بحث رفع کی آیت ''متوفیک ورافعک'' میں گزرچکی ہے۔ اس واسطے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ من شاء فلینظر الیه!

قرآن سے نزول مسیح کا ثبوت

''قال تعالٰی فی سورة الزخرف: وانه لعلم للساعة الٰی آخره. ای یفهم منها نزول عیسٰی یدل علی قرب القیامة وذالک لانّ اکثر المفسرین علی ان ضمیرٌ انه راجع الی عیسٰی علیہ السلام المذکور سابقاً وقوله تعالٰی لعلم ان قرء بکسر العین وسکون اللام کما هوالاکثر کان معناه علم للساعة ای یعلم من نزوله دنوالساعة وقرب القیامة''

ترجمہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تحقیق نازل ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ایک علامت ہے علامات قیامت میں سے اور آیت ہذا کی تفسیر میں شیخ احمد جون پوریؒ دجال کا قصہ بیان کرنے کے بعد یوں تحریر فرماتے ہیں:

’’ثم بعد حین ینزل عیسٰی علیہ السلام من السماء علی جناح ملکین عند منارة البیضاء فی طرف شرقی من الدمشق لابساً ثوبین مصبوغین معرفاً خده فاکسا راسه ویقطر من وجهه قطرات وان رفع عیسٰی رأسه الی السماء یجری علی وجهه تلک القطرات مثل اللآلی وآلی ای کافر ینظر یموت ثم یطلب الدجال ویقتله ویدع الخلق الی الاسلام‘‘ (تفسیراحمدی)

’’وفی الحدیث انه ینزل عیسٰی علی ثنیة باالارض المقدسة یقاله افیق وبیده حربة بها یقتل الدجال فیأتی بیت المقدس والناس فی صلوة الصبح فیتأخر الامام فیقدمه عیسٰی علیہ السلام وصلّٰی خلفه علٰی شریعت محمد ثم یقتل الخنازیر ویکسرالصلیب ویخرب البیع والنکائس ویقتل النصاریٰ الا من آمن به. کشاف، بیضاوی. ثم اذا نزل عیسٰی ابن مریم فیتزوج ویولد له ویمکث اربعین سنة ثم یموت ویدفن فی قبر رسول اللهﷺ الخ‘‘

مختصر قصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیٹے مریم کے نازل ہوں گے آسمان سے دراں حال کہ ہوں گے اوپر دو پروں فرشتوں کے مسجد دمشق کے شرقی منارہ پر اور لباس رنگین ہوگا ان کا اور قطرے ٹپکتے ہوں گے نور سے ان کے چہرے پر کہ کافر دیکھیں اور مرجائیں گے، بسبب نہ برداشت کرنے شعاع اس نور کے اور قتل کریں گے آپ دجال کو اور بلائیں گے لوگوں کو طرف اسلام کی اور نکاح کریں گے آپ اور اولاد ہوگی۔ غرض کہ چالیس سال تک زندہ رہیں گے اور بادشاہی کریں گے اور بعد وفات مدفون ہوں گے مدینۃ المنورہ میں بیچ قبر النبیﷺ کے۔ علاوہ اس کے اور بہت سی احادیث صحیحہ باالتفصیل نزول مسیح میں وارد ہیں۔ چندان میں سے بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔ بقول شخصے: ’’العاقل تکفیه الاشاره‘‘

احادیث الصحیح فی اثباة نزول مسیح

۱...... ’’عن ابی هریرة قال النبیﷺ والذی نفس محمد بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسرالصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة خیرامن الدنیا وما فیها ثم یقول ابی هریرة فاقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتاب الّا

لیؤمنن به قبل موته. متفق علیه بخاری ومسلم‘‘

ترجمہ: فرمایا آں حضرت ﷺ نے قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ضرور نازل ہوں گے تم میں بیٹے مریم کے حکومت اور عدل کریں گے اور سولی (صلیب) کو توڑیں گے اور ماریں گے خنزیر کو اور مال تقسیم کریں گے یہاں تک کہ کوئی بھی قبول نہ کرے گا اس کو اور ایک سجدہ بھی اس وقت کا بہتر ہوگا تمام دنیا سے پھر کہا راوی نے پس پڑھو تم ’’قوله تعالٰی وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته‘‘ یعنی کوئی عیسائی ایسا نہ ہوگا جو کہ نہ ایمان لاوے گا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر مطابق اصلی انجیل کلام الٰہی کے۔

اقول: حالاں کہ یہ بات ابھی تک وقوع میں نہیں آئی۔ اس واسطے قادیانی اور اس کے متبعین کا یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت شدہ ہیں، بالکل غلط ہے اور افتراء ان کا ہے۔ کیوں کہ نص قرآنی کے بالکل خلاف بلکہ اخلف ہے۔

۲...... ’’عن ابی هریرة قال النبی ﷺ والذی نفس محمد بیده ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد‘‘

۳...... ’’عن ابی هریرة قال النبی ﷺ والله لینزلن ابن مریم حکماً عدلاً فیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیة ولیترکن القلاص فلا یسعی علیها. الیٰ آخره‘‘

۴...... ’’عن ابی هریرة قال النبی ﷺ وتهلک فی زمانه الملل کلّها الا الاسلام ویهلک الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة. الیٰ آخره‘‘

۵...... ’’عن عبدالله ابن عمر قال النبی ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولدله فیمکث خمس اربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم اناو عیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر. رواه ابن جوزی فی الوفا‘‘

۶...... ’’عن جابر قال النبی ﷺ لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیرهم تعال صلّ لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله تعالیٰ لهذه الامة. رواه مسلم‘‘

۷...... ’’قال النبی ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم‘‘

قادیانی کا پہلا افتراء

حدیث نمبر۴ سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سوائے اسلام کے کوئی ملت ومذہب باقی نہ رہے گا۔ اب مرزائی صاحبان جب کہ وفات مسیح کے قائل ہیں تو یہ بتاویں کہ حیات مسیح میں وہ کون سا زمانہ تھا کہ جس وقت اسلام ہی اسلام تھا اور کوئی مذہب نہ تھا جب کہ یہ امر ابھی تک وقوع میں نہیں آیا تو پھر ضروری چاہئے کہ مرزائی صاحبان حیات مسیح کا اقرار کریں اور ’’قوله تعالیٰ ان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به‘‘ پر غور کریں۔

قادیانی کا دوسرا افتراء

قادیانی نے (کشتی نوح ص۱۵، خزائن ج۱۹ ص۱۶) میں الہاماً مسیح کی قبر سری نگر میں قرار دی ہے۔ مگر حدیث نمبر۵ سے خاص مدینہ منورہ رسول اللہ کی قبر میں دفن ہونا ثابت ہوتا ہے۔

قادیانی کا تیسرا افتراء

قادیانی نے ’’لا مهدی الّا عیسیٰ‘‘ ضعیف روایت سے استدلال پکڑ کر امام محمد مہدی علیہ السلام کا انکار کر دیا ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ ص۱۸۵، خزائن ج۲۱ ص۳۵۶) مگر حدیث نمبر۷ ’’فینزل ابن مریم وامامکم منکم‘‘ سے امام مہدی علیہ السلام سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ثابت ہوتے ہیں ’’وان لم یسلم فعلیه الجواب‘‘ کیوں کہ واؤ اس جگہ عطف کی ہے اور ابن مریم کی قبر کا سری نگر میں ہونا نص قرآنی کے بالکل خلاف ہے۔

’’قوله تعالیٰ وکنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علیٰ کل شئ شهید‘‘ (المائدہ:۱۱۷)

آیت ہذا میں فیهم کا مرجع وہی لوگ ہیں جن کا مقولہ ’’انا قتلنا المسیح‘‘ واقع ہوا ہے اور وہ لوگ بیت المقدس ملک شام کے ساکنین تھے۔ کیوں کہ متنازع فیہ مقام اس امر کا ملک شام میں ہی تھا کہ جس جگہ میں مسیح علیہ السلام کے واسطے صلیب تیار کی گئی۔ چنانچہ یہ قضیہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

اب رہا یہ کہ ابن مریم دن قیامت کے پوچھے جائیں گے کہ اے عیسیٰ کیا تو نے ہی

لوگوں کو کہا تھا کہ وہ تجھ کو ابن اللہ کہتے تھے اور تیرے اور تیری ماں کے واسطے تثلیث قائم کرتے تھے۔ پس اس وقت مسیح علیہ السلام اپنی بریت پیش کریں گے۔ کہ اے میرے اللہ مجھے یہ بات کہنے کا کوئی حق نہ تھا سوائے تیری توحید کے۔ پس جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ہی تھا ان کا نگہبان۔

اقول: آیت ہذا میں حرف فاء کا جو کہ لما کے ماقبل واقع ہے محض تعقیب بلامہلت کو چاہتا ہے. وبھذا فی شرح جامی والفاء للترتیب ای للجمع بالترتیب بغیر مھلة یعنی وضع فاء کی واسطے جمع بالترتیب کے ہے۔ یعنی جس وقت مسیح علیہ السلام صلیب کے مکان میں محصور تھے تو اس مجبوری کی حالت میں اس قادر مطلق نے اپنے رسول کو رفع السماء کر کے ''فلمّا توفیتنی'' کے معنی صحیح کر دکھائے۔ کیوں کہ قدرت الٰہی کو کسی مہلت یا عرصہ کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ ''قولہ تعالٰی انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون'' (یٰسین:۸۲)
سے ثابت ہے۔ چوں کہ ملائکہ کو ایک خاص طاقت دی گئی ہے کہ ایک لحظہ میں صدہا میل مسافت طے کر سکتے ہیں اور پرواز کرنا زمین سے آسمان کی طرف ان کا کام ہے تو جب ملائکہ کا مصیبت کے وقت انبیاء علیہم السلام کے پاس بھی آنا ایک ضروری امر تھا تو ضرور ہے کہ اس مصیبت کے وقت بھی مسیح علیہ السلام کو ملائک آسمان پر لے گئے ہوں کہ آگ میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنا اور چاہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اور ایذارسانی کفار کے وقت نوح علیہ السلام کے علیٰ ہذا القیاس مسیح علیہ السلام پر بھی چوں کہ وہ ایک وقت مصیبت کا تھا۔ اس واسطے ضروری ہے کہ اس وقت اللہ نے مسیح علیہ السلام کو بحسب وعدہ ''لاغلبنّ انا ورسلی'' کے رفع الی السماء کرلیا ہو۔ وعلیہ اتفاق۔

اور قادیانی کا یہ کہنا کہ ''اس وقت مسیح علیہ السلام کفار سے نجات پاکر سری نگر میں آ کر موت طبعی سے فوت ہوئے۔'' یہ بالکل خلاف العقل ونقل ہے۔ کیوں کہ سری نگر اور شام کی درمیانی مسافت کو طے کرنے کے واسطے دو چیزوں کی سخت ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ اوّل تو مسیح علیہ السلام کے واسطے ایک آلہ ایسا تیز رفتار چاہئے تھا کہ جو اتنی لمبی مسافت کے طے کرنے میں کسی مہلت یا عرصہ کا محتاج نہ ہو اور یہ سوائے طاقت فرشتوں کے بالکل محال اور غیر ممکن ہے۔ کمامرّ ۂ۔ لیکن نزول ملائکہ کے بارہ اور وحی سے خود قادیانی منکر ہے۔ (توضیح مرام ص۳۳و۳۷ خزائن ج۳ ص۶۷ تا۷۰) ''ملائکہ کوئی چیز نہیں جو کچھ عالم میں ہوتا ہے یہ محض سیارات کی تاثیر سے ہے۔''

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

(ازالہ اوہام ص۶۸۸ خزائن ج۳ ص۴۷۱) ’’وحی کوئی چیز نہیں۔‘‘

دوسرا بالفرض والمحال اور یہ بھی مانا جائے کہ مسیح علیہ السلام خود بخود اتنی بڑی مسافت طے کر کے سری نگر جا پہنچے ہوں تو پھر کوئی مہلت یا عرصہ بھی ضرور ہوگی۔ جب اثبات مہلت کا پایا گیا تو پھر عدم فاء کا ہونا ضرور رہے۔ ورنہ اجتماع ضدین لازم آئے گا۔ ’’وانہ لا یجوز مطلقاً‘‘ اور عدم فاء کا ہونا بھی غیر ممکن اور محال۔ کیوں کہ کلام الٰہی میں تحریف کفر ہے۔ بہرحال ’’قولہ تعالیٰ: کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیب علیہم الی الآخرہ‘‘ یعنی جب تک تو میں ان میں رہا تیری توحید بتاتا رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی نگہبان تھا۔

اب بحسب ’’البینۃ للمدعی‘‘ اس امر کا ثبوت دینا قادیانی اور اس کے متبعین پر فرض ہے کہ مسیح علیہ السلام نے کون سے ایسے تیز رفتار آلے سے اتنی بڑی مسافت طے کی تھی کہ آپ ایک مہلت یا زمانہ ممتد کے محتاج نہ ہوئے ورنہ مدعی اپنے دعویٰ میں کاذب قرار دیا جائے گا۔

قادیانی کا اعتراض اوّل

’’قولہ تعالیٰ: وجعلنا ابن مریم وامہ آیۃ وآوینٰہما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین‘‘ (مؤمنون:۵۰)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہم نے مسیح اور مریم اس کی ماں کو جگہ دی امن والی اونچی اور چشمے دار۔ اور وہ کشمیر کا ہی ملک ہے چوں کہ اس کے گردونواح میں بہت سے جاری پانی اور پہاڑ موجود ہیں۔

جواب اوّل: اوّل تو استدلال پکڑنا ان کا اس امر میں آیت ہذا سے کہ مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر ہے یہ بالکل غلط ہے۔ کیوں کہ صراحۃً نص میں کشمیر کا لفظ نہیں آیا۔

دوم: آیت مذکورہ کا سیاق وسباق ان کے مدعا کے مخالف ہے۔

سوم: جملہ ’’آوینٰہما‘‘ میں صیغہ آوینا ماضی متکلم مع الغیر کا ہے۔ یعنی جگہ دی ہم نے عیسیٰ اور اس کی ماں کو ’’الیٰ ربوۃ‘‘ طرف بلند زمین ’’ذات قرار‘‘ جگہ امن والی ’’ومعین‘‘ اور چشمے دار اور یہ اشارہ طرف مسکن مسیح علیہ السلام اور اس کی ماں کے جو بیت المقدس ملک شام میں تھا اور خصوصاً گردونواح بیت المقدس میں بہت سی نہریں اور چشمے اور کوہ موجود ہیں۔ اناج اور میوہ جات اس زمین میں کثرت سے ہوتا ہے۔ اس واسطے یہ نعمتیں خدا تعالیٰ نے اپنے مسیح اور اس کی ماں صدیقہ کو یاد دلائیں تاکہ وہ شکریہ کرے۔

جیسا کہ آیت ثانی ’’یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم‘‘ وغیرہ ’’وقد جعل ربک تحتک ثریا‘‘ میں صرف مریم صدیقہ کی طرف اشارہ ہے۔ شاید مرزا قادیانی نے اس آیت کی طرف توجہ نہیں کی۔ ورنہ مریم صدیقہ کی قبر بھی کشمیر میں کہتے۔ اگر اس آیت سے مریم کی قبر مرزائی سری نگر میں نہ مانیں تو پھر بالخصوص مسیح علیہ السلام کے واسطے ان کے پاس کون سا ثبوت ہے۔ حالاں کہ ’’آوینٰھما‘‘ سے مراد عیسیٰ اوران کی ماں دونوں کی ہے نہ صرف مسیح کی۔

اعتراض دوم

’’قولہ تعالیٰ: قد خلت من قبله الرسل‘‘ تحقیق آں حضرت ﷺ کے پہلے تمام پیغمبر فوت ہو چکے ہیں تو کیا عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ حالاں کہ الرسل پر الف لام بھی تعریف کا آچکا ہے۔

جواب۲: خلت صیغہ ماضی کا ہے باب فعل یفعل سے معنی گزرنے کے ’’کما جاء: واذا خلوا الیٰ شیاطینهم الخ‘‘ پس خلت کے معنی موت کے ثابت نہ ہوئے۔

اعتراض سوم

’’وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد‘‘ اے محمد ﷺ تیرے پہلے ہم نے کسی کے واسطے ہمیشہ رہنا نہیں بنایا۔

تو ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ہمیشہ نہیں رہ سکتے بلکہ فوت ہو چکے ہیں۔

جواب۳: خلد کے معنی بیشک ہمیشگی کے ہیں۔ مگر خلد سے کوئی حصر کسی خاص زمانہ تک ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ابدالآباد کے معنی جس کے واسطے فناہ ہی نہیں تو جب کہ ہم موت مسیح کے بھی قائل ہیں کہ وہ آسمان سے اتر کر چالیس سال دنیا پر بادشاہی کر کے وفات پائیں گے۔ ’’قوله النبی: فیمکث فی الارض خمساً واربعین سنة ثم یموت‘‘

اعتراض چہارم

جب کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہوکر زمین میں مدفون ہو چکے ہیں جو کہ سردار تھے پیغمبروں کے تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر کیسے رہ سکتے ہیں۔ کیوں کہ

اس سے آں حضرت ﷺ کی قصرشان لازم آتی ہے کہ آپ تو سردار پیغمبروں کے ہوکر زمین میں مدفون ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ آپ کے امتی ہونے کا دعویٰ کریں وہ زندہ آسمان پر اٹھالئے جائیں۔ یہ ایک بالکل بے جا اور فضول بات ہے۔

جواب۴: یہ تو قاعدہ کلیہ ہے کہ خدائے عزوجل نے اپنے ہر ایک رسول کو ایک دوسرے سے ایک ایک خاص اور نرالہ معجزہ عطا فرمایا تھا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل تھا اور یہ کسی اور نبی کو حاصل نہ تھا تو کیا اس سے باقی رسولوں کی قصرشان لازم آئے گی۔ ایسا ہی حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خوش الحانی ایک نرالہ معجزہ عطا کیا گیا تھا اور یوسف علیہ السلام کو حسن اور سلیمان علیہ السلام کو انگوٹھی اور حضرت محمد ﷺ کو معراج کی فضیلت اور تمام دنیا کے واسطے خاتم الانبیاء ہونا حاصل تھا تو کیا اس کلیہ کے لحاظ سے تو پھر تمام ہی پیغمبروں کے واسطے قصرشان لازم آئے گی۔ ان لیس فلیس!

مگر اس امر کا فیصلہ خود کلام میں ہوچکا ہے ''قولہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض ''یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مگر حضرت سید المرسلین خاتم النّبیین احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ سب کے سرتاج اور جامع کمالات ہیں۔ حدیث قدسی ''لولاک لما خلقت الافلاک ''آپ کے شان میں وارد ہے۔ ''هٰذا ما عندی وعلیه اعتقادی ''واللہ اعلم وعلمه اتم!

مرزائیوں پر ایک سوال

''قال تعالیٰ: وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجرلنا من الارض ینبوعاً او تکون لک جنّٰت من نخیل وعنب فتفجر الانهار خلالها تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفاً او تأتی باالله والملٰئکة قبیلاً او تکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتاباً نقرؤه قل سبحان ربی هل کنت الّا بشراً رسولاً''

آیت بالا میں امور مطلوبہ مفہوم ثلاثہ سے کیا ہیں؟ کتب معتبرہ سے جواب دیا جاوے جس کی مرضی چاہئے۔ ازابونور مصنف ہذا

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصیر عنه افهام الرجال

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

البلاغ المبین

فی اثبات

ان غلام احمد لیس من المسلمین

مولانا ابورشید احمد الدین شاہ جہانپوری

اس رسالے کی اشاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا کام ہے گویا اشاعت اسلام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

قال رسول اللہ ﷺ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی الخ یعنی فرمایا رسالت مآب ﷺ نے تیس جھوٹے مدعی نبوت میرے بعد ہوں گے۔ اور نبوت مجھ پر ختم ہوگئی اب کوئی بعد میرے نبی نہ ہوگا۔

البلاغ المبین

فی اثبات

ان غلام احمد لیس من المسلمین

اس رسالے میں مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت کا اسلام سے خارج ہونا انہیں کے بیان سے ثابت کیا گیا ہے

ومعہ

تحقیق اہل اللہ

فی

حرمتہ الذبیحتہ لغیر اللہ

اس رسالے میں ذبیحہ لغیر اللہ کی تحقیق ہے چونکہ اس مسئلہ میں بہت سے حضرات کو دھوکہ پڑا کرتا ہے لہٰذا اس کا دیکھنا بھی بہت ضروری ہے

مؤلف رسالہ ہذا خادم المحققین مولانا مولوی ابو رشید احمد الدین صاحب شاہجہانپوری مقیم محلہ تکلی عفی عنہ

(مرتبہ عبدالسلام شاہجہانپوری محمد تابش قصوری)

[illegible]

قیمت ۴؍ بار اول ۱۰۰۰ سنہ ۱۳۴۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’سبحانک لاعلم لنا الّا ما علّمتنا انک انت العلیم الحکیم وصل وسلم علٰی خاتم الانبیاء والمرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین‘‘ بعد حمد وصلوٰۃ کے احقر العالمین ابورشید احمدالدین غفراللہ لہ ولوالدیہ۔ ناظرین والاتمکین کی خدمت میں ملتمس ہے کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اوران کے حواری سوا اپنے چند مریدوں کے دنیا بھر کے مسلمانوں کو جوکہ قریباً چالیس کروڑ کے ہیں کافر کہتے ہیں۔اس کی وجہ تو وہ جانیں کہ کن دلائل اوروجوہ سے سب مسلمانوں کودائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں۔ بنابرایں ہمارا بھی حق ہے کہ ہم بھی ان کے اسلام کی تحقیق کریں۔ آیا یہ لوگ خود بھی مسلمان ہیں یا نہیں۔ اگر مسلمان ہونا ثابت ہوگیا تواس کے بعدان کی اور باتوں کودیکھا جاوے گا۔

جب اسلام ہی ان کا پایہ ثبوت کو نہ پہنچا تو اور دعوے ان کے خود ہی ملیا میٹ ہوکر قابل سماعت والتفات نہ رہیں گے۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ اسی پر سب بحثوں کا خاتمہ ہوجاوے گا اورکسی بحث کی ضرورت ہی نہ رہے گی تو اوّلاً مرزا قادیانی مدعی نبوت کا اسلام دیکھا جاوے گا۔اسی میں اس کے حواری بھی آجاویں گےتو واضح رہے کہ کسی کے اسلام وکفر کی تحقیق اس کے افعال واقوال سے ہوا کرتی ہے۔کیوں کہ مشہور ہے’’الانسان یؤخذ باقرارہ‘‘تو اسی اصول پرہم مرزا قادیانی کے اسلام کی تحقیق کرتے ہیں۔ ذرا غور سے پڑھیں!

نمبراوّل

(دافع البلاص۱۱خزائن ج۱۸ص۲۳۱) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں’’سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

اور پرچہ (بدرج۷نمبر۹ص۹ مؤرخہ۵/مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج۱۰ص۱۲۷) میں لکھتے ہیں’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم بغیرنئ شریعت کے رسول اور نبی ہیں۔‘‘

ان دونوں عبارتوں منقولہ بالا سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت ہیں کہ میں نبی اوررسول ہوں۔

اور (حمامۃ البشریٰ ص ۷۹ خزائن ج ۷ ص ۲۹۷) میں لکھتے ہیں ’’ ماکان لی ان ادّعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین ‘‘یعنی مجھے جائز نہیں کہ نبوت اور پیغمبری کا دعویٰ کر کے اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں سے جاملوں۔‘‘

اور (آسمانی فیصلہ ص ۴ خزائن ج ۴ ص ۳۱۳) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں ’’میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔‘‘

ان دونوں عبارتوں بالا مرقومہ سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج جانتے ہیں۔ ان چاروں عبارتوں کے ملانے سے بطور قاعدہ منطق کے نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا قادیانی مدعی نبوت اور جو مدعی نبوت ہو وہ بقول مرزا کافر تو مرزا قادیانی کافر۔ فاکتبنا مع الشاھدین!

نمبر دوم

مرزا قادیانی نے پانچ نومبر ۱۸۹۹ء (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص ۱۷۷، ۱۷۸) میں ایک اشتہار میں دعا شائع کی تھی اور اسی دعا کو (اعجاز احمدی ص ۸۸، اشتہار دس ہزار، خزائن ج ۱۹ ص ۲۰۲) میں پیشین گوئی قرار دیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں ’’اگر تو اے خدا تین برس کے اندر جو کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جاویں گے۔ میری تائید اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلائے اور اپنے بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھوں گا جو میرے اوپر لگائے جاتے ہیں...... اور میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے، ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو الخ۔‘‘

اس عبارت بالا مرقومہ سے علاوہ رکاکت کلام وکم حوصلگی مرزا قادیانی کے نتیجہ یہ ہوا کہ اگر تین برس کے اندر کوئی نشان مرزا قادیانی کی تائید میں ظاہر ہو تو مرزا قادیانی

مسلمان اور سچے اور اگر نہ ظاہر ہو تو مرزا قادیانی کافر اور مردود اور ملعون اور بے دین اور خائن اور کذاب اور مفسد۔ اب جو ہوا وہ سب دنیا پر ظاہر ہے کہ کوئی نشان مدت مذکور میں ظاہر نہیں ہوا۔ البتہ قحط سالی اور بیماری وغیرہ تو عموماً اسی قسم کے واقعات روزمرہ ہوتے ہی رہتے ہیں۔ کبھی کم کبھی زیادہ۔ مگر امت مرزائیہ کچھ تعجب نہیں کہ ایسے واقعات کو نشان قرار دیں۔

لطیفہ: ایک دفعہ مرزا قادیانی نے مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی کی نسبت یہ لکھا کہ ’’اے اللہ مولوی صاحب کو تیرہ ماہ کے اندر ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر الخ۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۳ص۶۰)

جب مولوی صاحب مرحوم کو کسی طرح کی ذلت نہ ہوئی بلکہ دن دوگنی عزت افزائی ہوتی گئی تو مرزا قادیانی نے خفیہ کارروائی سے مولوی صاحب پر ایک کفری فتویٰ لگوادیا اور کہہ دیا کہ بس یہی ذلت تھی۔ جب غور کیا اور سمجھے کہ اس سے تو کام نہیں چلے گا تو اور سوجھی کہ مولوی صاحب مرحوم کو انہیں ایام میں گورنمنٹ نے بہت سی اراضی دی تھی جو کہ قریب پانچ مربعہ کے ایک ہی جگہ پر تھی اور نہری پانی سے خوب آباد تھی تو مرزا قادیانی نے جب دیکھا کہ بجائے ذلت کے ان کو تو عزت ہے تو فوراً لکھ دیا کہ آراضی کا ملنا یہ بھی ذلت ہے۔ حضرات ایسی تاویلوں سے یہ لوگ کام لیا کرتے ہیں۔

نمبر سوم

مرزا قادیانی نے دس اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار الحکم میں سرکلر جاری کیا۔ جس کا مختصر یہ ہے: ’’یہ دن خدا کے غضب کے دن ہیں، اسباب ظاہری کی رعایت رکھو جس مکان میں چوہے مرنے شروع ہوں اسے خالی کردو اور جس محلے میں طاعون ہو اس محلے سے نکل جاؤ جو تم میں سے بتقدیر الٰہی طاعون میں مبتلا ہو جاوے اس کے اثر سے بچو اسے کھلے مکان میں رکھو اور جو خدانخواستہ اسی مرض سے مرجائے وہ شہید ہے۔ اس کے واسطے ضرورت غسل کی نہیں اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے۔ سب لوگ اس کے اردگرد جمع نہ ہوں۔ حسب ضرورت دو تین آدمی اس کی چارپائی کو اٹھا کر جنازہ پڑھیں۔ مگر یہ بہت تاکید ہے کہ جو مکان

بہت تنگ ہو اور تاریک ہو اور ہوا اور روشنی خوب طور پر نہ آسکے اس کو بلا تکلف چھوڑ دو۔ کیوں کہ خود ایسا مکان ہی خطرناک ہوتا ہے۔ حتی المقدور چھتوں پر رہو، نیچے کے مکان سے پرہیز کرو الخ۔‘‘

اس عبارت سے واضح ہوا کہ مرزا قادیانی اسباب ظاہری کے از حد پابند و گرویدہ ہیں اور مکرر تاکید سے مریدوں کو متنبہ کرتے ہیں اور طاعون سے ایسے خائف ہیں کہ میت کو غسل اور نئے کفن کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے چاہے سنت نبوی کا خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

اب اور سنئے (مواہب الرحمٰن ص۵ خزائن ۱۹ص۲۲۳) پر آپ لکھتے ہیں ’’اعلم ان الاسباب اصل عظیم للشرک الذی لا یغفروانها اقرب ابواب الشرک واوسعها للذی لا یحذروکم من قوم اهلکهم هذاالشرک الخ‘‘

یعنی اسباب ظاہری کا پابند ہونا شرک کی بڑی جڑ اور اصل ہے جس کی بخشش کی امید ہی نہیں اور اسباب ظاہری کا پابند ہونا شرک کے دروازے کے نزدیک کا دروازہ ہے اور بڑا فراخ دروازہ اس کے واسطے ہے جو اس سے نہیں بچتا اور بہت سی قومیں اسی شرک میں ہلاک ہوگئیں۔‘‘

اس عبارت کا حاصل یہ ہوا کہ اسباب ظاہری کی پابندی شرک ہے جس کی بخشش نہیں۔ ان دونوں عبارتوں کے ملانے سے نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا قادیانی اسباب ظاہری کے پابند اور جو اسباب ظاہری کا پابند وہ مشرک اور جو مشرک وہ کافر تو مرزا قادیانی ک اف ر۔

نمبر چہارم

مرزا قادیانی کتاب (البشریٰ ص۴۹ ج اوّل) میں لکھتے ہیں ’’اسمع ولدی ‘‘یعنی اللہ نے یہ کہا اے بیٹے سن۔

اور (حقیقت الوحی ص۸۶ خزائن ج۲۲ص۸۹) میں لکھتے ہیں ’’انت منی بمنزلة ولدی ‘‘

ان دونوں عبارتوں میں مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا بنایا۔ اب ذرا حکم خداوندی ملاحظہ ہو ’’وقالت الیهود عزیر ٰابن الله وقالت النصاری المسیح ابن الله ذالک قولهم بافواههم یضاهئون قول الذین کفروا من قبل قاتلهم الله انّٰی یؤفکون‘‘ (التوبۃ:۳۰)

یعنی یہود مردود نے عزیر نبی کو خدا کا بیٹا بنایا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں جو کہ مشابہ ہیں کافروں کی باتوں کے۔ ایسے مردودوں پر اللہ لعنت کرتا ہے اور دوسری آیت میں یوں ہے ''**وجعلوا له من عباده جزء اان الانسان لکفور مبین**'' (الزخرف:۱۵)

یعنی ٹھہرائے انہوں نے اللہ کے واسطے اولاد بندوں اس کے سے اور بیشک انسان کھلا کھلا کفر کرتا ہے۔ ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ اولاد کی نسبت اللہ کی طرف کرنا صریح اور بدیہی کفر ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا قادیانی نے اللہ کی طرف اولاد کی نسبت کی اور جو اللہ کے لئے اولاد کی نسبت کرے وہ بموجب حکم قرآن شریف کے کافر۔ اسی نمبر کو دوسری طرز سے لیجئے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اولاد کی نسبت اللہ کی طرف کرنا اللہ کو گالی دینا ہے اور گالی دینا اللہ کو کفر ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا قادیانی نے اللہ کو گالی دی اور جو اللہ کو گالی دے تو وہ کافر تو مرزا قادیانی کافر۔

نمبر پنجم

مرزا قادیانی (آئینہ کمالات ص۵۶۴،۵۶۵ خزائن ج۵ ص ایضاً) میں لکھتے ہیں کہ ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہٖ اللہ ہوں اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہ ہی ہوں اسی حال میں میں نے آسمان اور زمین بنائی اور انسان کو مٹی سے۔ الخ''

نتیجہ اس کا تو ظاہر ہے کہ آپ خدا ہیں تو جو حال جھوٹے خداؤں کا جیسے فرعون نمرود وغیرہ کا وہ ہی مرزا قادیانی کا۔ اگر فرعون ونمرود مسلمان تھے تو مرزا قادیانی بھی مسلمان ہوں گے۔ اگر وہ کافر تو مرزا قادیانی بھی کافر البتہ یہاں پر یہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ واقعہ خواب کا ہے بیداری میں مرزا قادیانی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تو یہ محض دھوکہ دہی ہے۔ کیوں کہ جس وقت لکھ کر کتابوں میں شائع کررہے تھے اس وقت تو بیدار اور جیتے جاگتے تھے تو اس وقت اس خواب کی تردید کردیتے اور لکھ دیتے کہ یہ خواب کی بات ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں، اضغاث واحلام میں داخل ہے تو جب مرزا قادیانی نے اس خواب کی تردید نہیں کی

بلکہ بحال رکھا اور کتابوں میں لکھ کر شائع کیا تو معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نے اس کو مان لیا کہ میں بیشک وہ ہی ہوں یعنی اللہ۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ!**

اور تردید خواب کی مرزا قادیانی نے اس واسطے نہیں کی کہ شاید کوئی یہ نہ کہے کہ مسیح موعود کرشن کو بھی ایسے فضول واہیات خواب آیا کرتے ہیں تو اس میں ایک طرح کی کرکری اور سبکی ہوتی تھی بلکہ نیا نیا جال ٹوٹتا تھا تو خواب کو تو بحال ہی رہنے دیا اور کافر ہونا اختیار کیا۔ شاباش شاباش: ایں کار از تو آمد و مردان چنیں کنند!

نمبر ششم

’’**عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه لاتقوم الساعة حتی يبعث اللّٰه كذابون دجالون قريب من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول اللّٰه الخ**‘‘ حدیث ترمذی سے معلوم ہوا کہ قیامت تک تیس کے قریب قریب جھوٹے نبی ہوں گے اور وہ دجال ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا قادیانی جھوٹے نبی اور جھوٹا نبی وہ دجال اور دجال کافر تو مرزا قادیانی کافر۔

نمبر ہفتم

مرزا قادیانی (لیکچر سیالکوٹ ص۳۳ خزائن ج۲۰ ص۲۲۸) میں لکھتے ہیں ’’کہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہوں اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں۔ الخ‘‘

نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا قادیانی کرشن اور کرشن کافر تو مرزا قادیانی کافر۔

نمبر ہشتم

مرزا قادیانی (کشتی نوح ص۵ خزائن ج۱۹ ص ایضاً) میں لکھتے ہیں ’’یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی بلکہ حضرت مسیح نے بھی انجیل میں خبر دی ہے الخ۔‘‘

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے تین جھوٹ بلکہ بہتان کتب الٰہیہ پر لگائے۔ کیا

کہیں قرآن یا انجیل میں ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں طاعون ہوگی۔ لا واللہ لا واللہ کہیں اس کا اتہ پتہ نہیں۔

اور سنئے مرزا قادیانی (اربعین نمبر۳ ص۹ خزائن ج۱۷ ص۳۹۴) میں لکھتے ہیں ''مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیوں کہ وہ کاذب ہے۔''

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے دو جھوٹ اور دو طوفان بہتان ان بزرگوں پر لگائے۔ کیوں کہ ان دونوں بزرگوں کی کتابیں موجود ہیں۔ کہیں اس کا ذکر فکر ہی نہیں کہ یہ ہم سے پہلے مرے گا اور مرزا قادیانی لکھتے ہیں ''ایسے ہی قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے الخ۔''

حالاں کہ قاضی صاحب مرحوم نے کہیں نہیں لکھا ان کی تفسیر مظہری موجود ہے۔

اور مرزا قادیانی نے (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۴ خزائن ج۲۱ ص۶) ابتداء میں ایک اشتہار دیا تھا کہ جس میں لکھا تھا کہ:

''اسلام کی حقانیت کے تین سو دلائل پیش ہوں گے'' تو ان کا نام ونشان نہیں اور نہ کسی مرید سے وہ تین سو پورے ہوئے۔ اس میں مرزا قادیانی کی چالاکی اور وعدہ خلافی ثابت ہوئی۔

اور (حمامۃ البشریٰ ص۱۸ خزائن ج۷ ص۱۹۷ حاشیہ) میں لکھتے ہیں:

''**والعجب من القوم انهم يفهمون من نزول عيسٰى نزوله من السماء ويزيدون لفظ السماء من عندهم ولا تجد اثراً منه فى حديث الخ**'' یعنی تعجب ہے ایسی قوم پر کہ عیسیٰ کا نزول آسمان سے سمجھتے ہیں اور آسمان کا لفظ کسی حدیث میں نہیں آیا اور اپنی طرف سے گھڑ کر لگایا گیا ہے۔

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے علاوہ جھوٹ کے حدیث نبوی علیہ الف الف صلوٰۃ پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ گویا آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ کا نزول آسمان سے کسی حدیث

میں نہیں آیا۔ حالاں کہ چند حدیثوں میں پایا ہے۔ دو ان حدیثوں سے یہ ہیں:

۱...... ’’عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ینزل اخی عیسٰی بن مریم من السماء الخ اخرجہ اسحاق بن بشر وابن عثمان ھٰکذا فی کنز العمال‘‘

۲...... اور دوسری حدیث ’’عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء الخ اخرجہ بیھقی فی اسماء والصفات‘‘ ان دونوں حدیثوں میں آسمان کا لفظ موجود ہے۔ مگر مرزا قادیانی کو خبر ہی نہیں یا دیدہ دانستہ جھوٹ بولتے ہیں اور دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کا ہے۔ سچ ہے:

بت کریں آرزو خدائی کی شاں ہے تیری کبریائی کی

غرض اس قسم کے مرزا قادیانی کے بہت سے جھوٹ وطوفان ہیں جن کو مختصر ہم نے ذکر کیا۔ اب ایسے کذابوں کے واسطے حکم خداوندی سنئے:

’’فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبو قول الزور‘‘ (الحج:۳۰)

یعنی بچو تم بت پرستی اور جھوٹ سے۔

اور دوسری آیت میں ہے ’’لعنت اللہ علی الکاذبین الخ‘‘ (آل عمران:۶۱)

یعنی جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا قادیانی جھوٹے اور جو جھوٹا وہ ملعون اور مشرک یعنی بت پرست اور جو مشرک اور ملعون وہ کافر۔ اسی کو دوسری طرز سے سنئے۔ حدیث میں آیا ہے:

’’قیل یا رسول اللہ ایکون المؤمن کذاباً قال لا الخ‘‘ یعنی پوچھا گیا حضور سے کیا مومن جھوٹا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں یعنی جھوٹ بولنا مسلمانوں کا کام نہیں بلکہ کافروں کا کام ہے۔

نمبر نہم

مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴، خزائن ج۱۱ص۳۳۸) میں لکھتے ہیں:

’’یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری جز (نکاح) پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے

بدتر ٹھہروں گا۔‘‘ مرزا قادیانی نے ایک عورت محمدی بیگم سے نکاح کی مشین چلائی تھی جس پر کئی الہام اور خفیہ کارروائیاں بھی کیں۔ مگر اس عورت سے آپ محروم ہی رہے تو اس کی بابت آپ نے یہ جملہ رقم فرمایا تھا۔

نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ مرزا قادیانی کا نکاح نہیں ہوا۔ جب نکاح نہیں تو سب کافروں سے آپ اوّل نمبر کے کافر ہیں۔ کیوں کہ مسلمانوں کے نزدیک جو سب سے بدتر ہوتا ہے، وہ سب کافروں سے درجہ اوّل کا کافر ہوتا ہے۔ سچ ہے:

دنیا میں گزرے گو ہزارہا کافر سب سے اکفر غلام احمد ہے

نمبر دہم

یہ دسواں نمبر گو کہ بادی النظر میں کم معلوم ہوتا ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر یہی نمبر ہے۔ مرزا قادیانی نے مرنے سے پہلے تیرہ ماہ گیارہ دن ایک بہت بڑا اشتہار دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے اور پھر اس اشتہار کے دس دن بعد ایک مضمون اس کی تائید میں اور شائع کیا اور لکھا کہ پہلے مضمون اشتہار کی بنیاد خدا کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ یعنی خدا کے حکم سے شائع کیا گیا ہے ہماری طرف سے اس میں کوئی آمیزش نہیں ہوئی۔ یعنی واجب الاعتقاد ہے۔ غرض بایں مضبوطی اشتہار کو بڑے شدومد سے شائع کیا۔ جس کا مختصر ہدیہ ناظرین ہے:

’’بخدمت جناب مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ!

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود وکذاب، دجال، مفسد کے نام منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چوں کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے اوپر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا

ہی کذاب اور مفتری ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہوجاؤں گا...... اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں ...... کہ اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی مفسد اور کذاب ہوں تو...... مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کردے۔ آمین...... اور مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں درحقیقت مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھالے...... اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ الخ'' (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۵۷۸،۵۷۹)

نتیجہ اس عبارت کا یہ ہوا کہ مرزا قادیانی مفتری اور کذاب اور دجال وغیرہ تھے اور جو مفتری اور کذاب اور دجال، اس کو صادق کی زندگی میں موت آئی۔ اب جو ہوا وہ سب دنیا پر ظاہر ہے کہ جو جھوٹا تھا وہ چل دیا اور جو سچا ہے اب تک زندہ ہے۔

اس آخری فیصلہ کے اشتہار نے کل معاملات طے کردیئے اور مرزا قادیانی نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے سلسلے اور اپنی جماعت کو باطل پر ہونا ثابت کردیا۔ اب بھی اگر کسی کی سمجھ میں مرزا قادیانی کا کاذب وباطل اور اسلام سے خارج ہونا نہ آوے تو اس بت سے خدا سمجھے۔ **تلک عشرۃ کاملہ!**

ہاں یاد آیا اسی اشتہار پر مرزائی امت نے ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے لدھیانہ میں بانعام تین سو روپیہ بر بحث بھی کی تھی اور ایک غیر مذہب مجسٹریٹ کو منصف مانا تھا۔ بالآخر منصف صاحب نے فیصلہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے حق میں دیا اور قادیانیوں کو چپکے سے تین سو روپیہ مولوی صاحب کو حسب وعدہ دینا پڑا۔ ان دس نمبروں میں ناظرین نے مرزا قادیانی کی ایمان داری کا تو اندازہ کرلیا ہوگا کہ آپ چشم بدور ایمان سے محض کورے اور خالی ہیں اور ہم نے اپنی طرف سے ان دس نمبروں میں کسی طرح کی آمیزش وتحشی نہیں کی۔ بلکہ مرزا قادیانی کے الفاظ ناظرین کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ البتہ یہ ضرور کہیں گے کہ ایسے گردے وجگرے کا انسان جو کہ عورتوں کے نہ ملنے پر خدا سے لڑے اور اپنے آپ کو سب سے بدتر اور کافر تک کہہ بیٹھے اور اپنے مخالف کی ذلت کے واسطے جھگڑے اور کہے کہ تو اگر میری

بات کو نہ مانے تو میں ایسا اور ویسا دنیا میں کوئی نہ گزرا ہوگا۔

اب ناظرین کی دلچسپی کے لئے چند نمبروار لکھتے ہیں جس سے کفر نہ سہی تو کفر کی تائید تو ضرور ہوتی ہے۔

۱...... مرزا قادیانی (انجام آتھم ص۴۱ خزائن ج۱۱ ص ایضاً) میں لکھتے ہیں کہ:

’’مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے یعنی رام چندر سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔‘‘

اور (ضمیمہ انجام آتھم ص۷ خزائن ج۱۱ ص۲۹۱ حاشیہ) میں لکھتے ہیں کہ:

’’حضرت مسیح کے ہاتھ میں بجز مکر وفریب کے کچھ نہ تھا۔‘‘

اس کا خلاصہ یہ ہوا حضرت مسیح علیہ السلام کا مرتبہ رام چندر ہندو کافر سے زیادہ نہیں اور آپ بھی مکار تھے نعوذ باللہ من ذالک!

اور یہ شعر تو مرزا قادیانی کا مشہور ومعروف ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰ خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

اور یہ بھی مشہور ہے:

منم مسیح زماں ومنم کلیم خدا منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص۳ خزائن ج۱۵ ص۱۳۴)

غرض کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تو بہتر ہی ہوں۔ مگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی میں ہی ہوں۔ سچ ہے یہ منہ اور مسور کی دال۔

۲...... مرزا قادیانی (اربعین نمبر۲ ص۶ خزائن ج۱۷ ص۳۵۳) میں لکھتے ہیں:

’’یا احمد یتم اسمک ولا یتم اسمی‘‘ یعنی اے احمد تیرا نام تو پورا ہوگا گو کہ میرا نہ ہو۔‘‘

یعنی اللہ کے نام میں نقص ہونا کوئی بات نہیں۔ مگر مرزا کے نام میں نقص نہ ہو۔ سچ ہے ’’وتعالٰی عما یقولون علوّاً کبیرا‘‘ (بنی اسرائیل:۴۳)

۳...... اور سنئے کہ ’’(البشرج دوم ص ۱۷) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

’’انت معی وانی معک وانی بایعتک ‘‘یعنی تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور میں نے تیری بیعت کی۔ مطلب یہ ہوا کہ میں خدا سے بھی اعلیٰ ہوں جس نے مجھ سے بیعت کی۔ نعوذ باللہ من ذالک!

۴...... اور سنئے مرزا قادیانی (البشریٰ ج دوم ص ۹) میں لکھتے ہیں:

’’فرزند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلی کان اللہ نزل من السماء یعنی میرا بیٹا ایسا ہے کہ گویا خدا ہی آسمان سے اتر آیا ہے۔‘‘

حاصل جس کا یہ ہوا خدا نے معاذ اللہ دخول وخروج فرج وغیرہ سے کر کے ان کے بیٹے کی صورت میں ظہور کیا۔ سچ ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواھم ان یقولون الا کذبا۔

۵...... ’’اور سنئے مرزا قادیانی (اربعین نمبر۳ ص ۳۴، خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۳) میں لکھتے ہیں:

’’انت من مائنا وھم من فشل یعنی تو اے مرزا ہمارے پانی سے ہے اور لوگ خشکی سے۔‘‘

اس کو ناظرین خود ہی حل کر لیں اور اس قسم کے مرزا قادیانی کے بہت سے خرافات ہیں۔ جن کا ذکر بجز تضیع اوقات اور سمع خراشی ناظرین کے کچھ بھی حاصل نہیں۔ پھر جب یہ ثابت ہو گیا حضور والا دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو ان کی اور باتوں کو ناظرین تک پہنچانا محض بیکار ہے۔

والسلام مع الکرام

خادم للمسلمین ابورشید احمد الدین ساکن شاہجہان پور مقیم محلّہ ٹکلی

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

رد قادیانی

مولانا سید محمد ابوالقاسم حسنی حسینی

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ دو استفتے مع ایک ضمیمہ در

رد قادیانی

جنکو مولوی محمد ابوالقاسم صاحب نے تالیف کیا اور شائع کیا

سید محمد حسین نے اپنے جوہر پریس امروہہ میں

طبع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونستعينه ونصلي ونسلم عليه وعلى من لديه من آله واصحابه وازواجه امهات المؤمنين وذريته واهل بيته اجمعين برحمتك يا ارحمن الراحمين۔ امابعد!

کہتا ہے عبد ذلیل الاثم محمد ابوالقاسم بن مولوی سید سخاوت حسین مرحوم الحسنی حسینی ساکن امروہہ محلّہ سرائے کہنہ غفر اللہ له ولوالدیه وستر اللہ له ولوالدیه کہ ایک عرصہ دراز ومدید سے یہ استفتاء اور ضمیمہ اور نیز دوسرا استفتاء ردعقائد فاسدہ قادیانی میں تحریر کئے ہوئے اور ترتیب دیئے ہوئے رکھے تھے اور باوجود استدعا ودرخواست اکابر واصاغر اہل دین طبع کے مرکز ومقام تک نہیں پہنچے تھے کہ بحسب ارشاد ’’کل امر مرهون باوقاتها‘‘ کے وقت ان کا نہیں آیا تھا لیکن اس وقت یک لخت خیال آ کر اور بحرک ادنیٰ پے لے جا کر ان کے طبع کا وقت آ گیا تو اب بعد چند سال ۱۳۳۱ھ میں طبع کرانا ان کا مناسب واولیٰ وانسب وقرین صواب واستصواب سمجھا گیا اور نیز موجب اجر وثواب۔ **واللہ تعالیٰ علیٰ ما اقول وکیل!**

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور فضلائے شرع متین کہ زید خلاف جمہور ایک مسلک اپنا تراش کر اور قرار دے کر اور ایک تحکم بیجا عملدرآمد میں لا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قائم کر کے آپ کو ہی عیسیٰ موعود قرار دیتا ہے اور خلاف فروع واصول اہل سنت والجماعت وفرقہ **ما انا علیه واصحابی** سلفاً وخلفاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قائم کر کے ان کے نزول کو منع کرتا ہے اور ایسے ہی اور امور منصوصہ کو اور متواترہ کو بتاویل وتحریف المعنی رد کر کے مثل دجال وخروج یاجوج وماجوج کہ قرآن وحدیث سے بصفات وارده وجود ان کا ثابت نہیں اور ایسے ہی دابۃ الارض وغیرہ کو محض نسیاً منسیاً قرار دیتا ہے، مثل نیچریوں کے کہ وجود شیطان وملائکہ کے قائل نہیں۔

وہ آپ کو ہی عیسیٰ قرار دیتا ہے اور لغت میں تاویلات علی ما ہو ہواہ برلاتا ہے۔ سو آیا یہ شخص بحسب شریعت وفرقہ ناجیہ **ما انا علیه واصحابی** کس درجہ میں قرار دیا جاسکتا ہے اور یہ کہ عقیدہ ان امور مفصلہ پر ازروئے دین متین ومذہب ومسلک قویم ومستقیم بحسب سنت وشریعت وبحسب ایمان واسلام کہاں تک ہے اور آیا یہ امور منصوصہ فی الدین ہیں یا نہیں۔ **بیّنوا توجروا رحمکم الله تعالیٰ ووفقکم الله تعالیٰ** آمین!

الجواب

مخفی نہ رہے کہ آج تک کسی اہل مذہب ومسلک ظاہر یا باطن نے اس میں خلاف نہیں کیا اور نہیں کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول نہ فرماویں گے بلکہ متواتر یہی ہر ایک کا مسلک ومذہب مروج ومعمول رہا، خیرالقرون سے لے کر اس زمانہ تک کہ وہ حضرت نزول اجلال آسمان سے فرما کر امام مہدی علیہ السلام آخرالزمان کے زمانہ میں دجال لعین کو ماریں گے۔

چنانچہ احادیث سے ان جملہ امور کا ثبوت عیاں نہ محتاج بیان ہے اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’بل[1] رفعه الله الیه ای حیا کما یفهم بسیاق الکلام والبیان وبسیاقه فتامل وتدبر فیه فذالک نص علی رفعه فوق السماء فبالتفسیر والاحادیث حیاً کما لا یخفی وعلی نزوله کذالک بالایات والاحادیث کما لا یخفی ایضاً فتدبر وتامّل فیه‘‘

چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ وتقدس نے ’’**انّی متوفیک ورافعک الیّ** ‘‘یعنی تحقیق میں تجھ کو اے عیسیٰ وفات دینے والا ہوں’’**ای بقرب القیامة بعد زمان بعثته النبی الآخر**

[1] ’’**بل رفعه الله الیه** ‘‘ بلکہ اٹھایا اس کو اللہ نے یعنی زندہ وحی جیسا کہ اول وآخر کلام وبیان سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس تامل وفکر کر اس میں اس لئے کہ یہ نص ہے ان کے رفع پر اور اٹھنے پر فوق سماء یعنی بر آسمان بحسب تفاسیر اور احادیث کے زندہ جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور نیز ان کے نزول پر ایسے ہی موافق آیات اور حدیثوں کے کہ جو بھی پوشیدہ نہیں لیکن فکر وتامل ضرور ہے۔

الزمان علیہ السلام فی امتہ ’’اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو طرف اپنی[1]‘‘ ای رافع درجتک ومقامک فبالبرزخ او بیوم القیامۃ فبالقرب والمنزلۃ الی ای فبالشرف والتشریف والاعزاز والتکریم بادخالہ فی ھذہ الامۃ فبالتعظیم والتکریم علی ما سواہ وعلی ما عداہ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم او رافعک الیّ بعد الوفات فبالقرب[2] والدرجات او من القبر والبرزخ او مطلقاً کیف یشآ الیہ فبعلمہ تعالیٰ وتقدس‘‘

توبس بفرض تسلیم ولو سلمنا یہ ایک ایسے معنی ہیں جامع ومانع کہ جس میں تطبیق جملہ مذہب حق اور ان معنی کی کہ جواب لئے جاتے ہیں، پوری پوری برآمد ہوتی ہے تو گویا کہ فرماتے ہیں کہ ہم تجھ کو وفات دینے والے ہیں یعنی آئندہ اور اٹھانے والے ہیں ایک ایسی ہی آئندہ یعنی بروز قیامت۔ ان معنی میں بمسلک زید مذکور ایک پوری تطبیق مذہب حقہ سے ہوتی ہے۔ فہوالمقصود!

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس بات کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خبر پہلے ہی دے دی ہے کہ ہم تم کو امت میں نبی آخرالزمان کی کر کے وفات دینے والے ہیں۔ پھر تم کو اسی میں کر کے دن قیامت کے اپنی طرف کو اٹھانے والے ہیں۔ یہ ایک پیشین گوئی قرآنی ہے بحسب مسلک ومذہب حق اور ایک نص ہے نزول عیسیٰ علیہ السلام پر اس آیت کریمہ میں بقرب قیامت۔

چنانچہ دوسری آیت میں خود فرماتے ہیں کہ ’’انہ لعلم للساعۃ‘‘ اے وجود عیسیٰ

[1] یعنی اٹھانے والا ہوں تیرا درجہ مقام برزخ میں اور قیامت کے دن قرب ومنزلت کے ساتھ اپنی طرف بسبب بزرگی وتشریف اعزاز وتکریم کے بوجہ داخل کرنے ان کے اس امت میں بسبب عظمت وکرامت درجہ ان کے کے۔ اس وجہ سے اور دیگر جملہ ان کے ماسوا وماعدا پر اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے چاہے جس کو دے اور وہ بڑے فضل والا ہے یا اٹھانے والا ہوں تجھ کو بعد وفات کے۔

[2] قرب ودرجات کے ساتھ یا قبر سے اور برزخ سے یا مطلق رفع جو اللہ کے علم وارادہ میں ہو اور جیسے ہو کہ جس کا علم اس کو بخوبی ہوسکتا ہے۔

ونزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود علامت قیامت ست کما لا یخفی بالاحادیث ایضاً من شاء تحقیقه فلیرجع الیه ۔بس منکر نصوص وآیات اور ماوّل مخالف جمہور ومذہب حق البتہ برخلاف فرقہ حقہ ’’ماانا علیه واصحابی. الحدیث ‘‘(جس راہ وروش پر میں اور میرے اصحاب ہیں) ہوکر اور مصداق ’’من شذ شذ فی النار ‘‘(جو شخص الگ گیا الگ گیا دوزخ میں) کا قرار پاکر فرقۂ ناریہ سے تو ضرور ہی قرار دیا گیا۔

اور’’ولا تجتمع امتی علی الضلالة ‘‘(میری امت گمراہی پر اجماع واتفاق نہ کرے گی) کے مقابل ہوکر ضلالت وگمراہی میں تو ایک ضرور بالضرور پڑا۔مگر معترض یوں کہے گا کہ ’’فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم ‘‘(پس جب کہ تو نے مجھ کو وفات دی تو پھر تو ہی ان کے حال واحوال کا نگران تھا) کے کیا معنی اس صورت میں ہوں گے۔

میں کہوں گا کہ یہ بھی گویا کہ اسی کی ایک مؤید ہوکر خبر اس بات کی دیتی ہے کہ دن قیامت کے حضرت عیسیٰ فرمائیں گے ان لوگوں کے واسطے کہ جنہوں نے ان کی ایک پیروی سے انحراف کیا ہوگا بافراط وتفریط یا بتاویل وتحریف مخالف ایک مذہب حق ’’ماانا علیه واصحابی ‘‘ کے ہوکر اور قائم واستوار اس پر نہ رہے ہوں گے۔اس لئے کہ قیامت تو اشرار الناس پر قائم ہوگی اور حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو اور امم میں امور ہوئے ہیں ارتکاب مناہی وغیرہ سے وہ اس امت میں بھی ایک ضرور ہوں گے۔ کما جاء فی الحدیث!

اور بھی فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ قرب قیامت میں لات وعزیٰ پھر پوجے جائیں گے تو ویسے ہی نصاریٰ وغیرہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا اور حضرت مریم کو زوجہ اللہ تعالیٰ کی قرار دینے لگیں گے اور ایمان سے کہ ’’ان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته ‘‘(کوئی اہل کتاب سے نہ ہوگا کہ جو ان پر ایمان قبل از موت اپنی نہ لاوے گا) کہ جس کے مصداق حیات عیسیٰ علیہ السلام ہیں وہ اہل کتاب وغیرہ ہو چکے ہوں گے، برگشتہ ہوجائیں گے۔ بعد مضٰی دوران وزمان اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ ارشاد کریں گے تو بس یہ

ایک دوسری نص قرار پائی مؤیداس کے فلاحول ولا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم کہ ایسا شخص سرگروہ فرقہ ناریہ ہوکر ایک ضال وگمراہ ویسا ہی ہے کہ جیسے ابوجہل وابولہب کافر ومشرک ہوکر ہوئے۔ اس لئے کہ اس کی جہالت اور ویسے ہی ایک اس کی بولہبیت کو نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہ عیسیٰ خونی وغیرہ الفاظ سے اور اس کے پیرو ومریدین ان کی نسبت اپنا بغض وغیرہ ظاہر کرتے ہیں ونفاق۔ وعلیٰ ہذا غور کرنا چاہئے۔

المختصر اور اس کی جملہ تاویلات وتحریفات کو بالمعنی وغیرہ ’’خلافاً للجمہور من اھل الحق والاجماع علیٰ ذالک متواترا کما لا یخفی فی ذالک کلھا من النزول عیسٰی بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام وظھور المھدی الموعود علیہ السلام وخروج الدجال والدابۃ الارض ویاجوج وماجوج‘‘ کہ ثبوت جن کا خود قرآن وحدیث سے اور اجماع جس پر جملہ امت کا سلفاً وخلفاً خیرالقرون سے لے کر ہم بقیاس وبآیت وحدیث آج تک قائم ودائم رہا کہ خود عیاں راچہ بیان۔

ایسی ہی مثل تحریف وتاویل یہود ونصاریٰ توریت وانجیل میں وخود مسلک ومذہب حضرت عیسیٰ وموسیٰ علیہما السلام میں خود قرآن حمید میں اور مذہب حق ’’ما انا علیه واصحابی‘‘ میں قیاس کرنا چاہئے اور خیال رکھنا کہ ’’ما اخاف علیٰ امتی ما اخاف علماء السوء فھم کالانعام بل ھم اضلّ سبیلا صدق ما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام واخبر بذالک کلھا فصدق ثم صدق حیث قال علیہ الصلوٰۃ والسلام یحمل ھذاالعلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین. رواہ البیھقی کما فی المشکوٰۃ فی باب العلم‘‘ (میں جس قدر اپنی امت پر برے علماء سے ڈرتا ہوں کسی امر سے نہیں ڈرتا۔ پس وہ مثل چوپاؤں کی ہیں بلکہ وہ گمراہ زیادہ ان سے بھی راہ وروش میں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس علم کے حامل ہر خلف سے اس کے عدول یعنی میانہ رو ہوں گے کہ تحریف کو غلو کرنے والوں کی اور ادّعاء کو اہل بطلان کی اور تاویل کو جاہلوں کی دفع ومنع کرتے رہیں گے)

لیکن اتنا فرق ہے کہ وہاں ان کا داؤ وخدع وکید چل گیا یہاں اس کا کید ومکر چلنا اور اس کے ایک ساتھیوں اور حواریوں کا خود ایک محال واشکال ہے کہ ’’**انّا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون**‘‘ (بیشک ہم نے ہی نازل کیا ذکر اور ہم ہی اس کے حافظ ونگہبان ہیں) کے ساتھ خود وہ یعنی قرآن عظیم ومذہب حق بضمن اس کے مبشر ہے ومؤید۔ **کما لا یخفی!**

پس جو حال ان محرفین ومکذبین وماوّلین کا بحسب مذہب ومسلک حضرت عیسیٰ قرار دیا گیا ہو وہی اس شخص کا اور اس کے لئے قیاس کرنا چاہئے اور خیال رکھنا کہ ’’**لا تجتمع امتی علی الضلالۃ ومن شذ شذ فی النار. کما لا یخفی**‘‘ اور یہ جملہ امور دینیات سے اور ایمانیات سے ہیں۔ اس لئے کہ ہم بآیت وہم بحدیث کہ ’’**ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا. وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الّا وحی یوحی**‘‘ (جوتم کو رسول پہنچاوے اس کو لو اور جس سے منع کرے باز رہو۔ نہیں کہتا ہے وہ ہوا سے بلکہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہ وحی ہے)

وخود بخبر مخبر صادق ﷺ ان جملہ امور پر ایمان لانا واجب ہے اور ہوگا اور از جملہ دینیات شمار میں آئے گا وایمانیات وقوع وظہور ان کا ’’**کما لا یخفی علی اھل العلم والفضل وعلٰی اھل الفراسۃ واللب ومن لہ دین وایمان ووجدان وایقان واللہ تعالٰی یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم**‘‘ (جیسا کہ اہل علم وفضل پر پوشیدہ نہیں اور اہل دانائی وعقل پر اور جس کو بھی دین وایمان ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے راہ سیدھی اور مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے) والا مرتد قرار دیا جائے گا اور ایک بد دین وبدآئین شمار میں آئے گا۔ ’’**کما لا یخفی علی اھل اللب والفراسۃ وعلٰی اھل العلم والفضل کذالک. فافھم وتامل**‘‘

اور مثل اسی کی ہوگا کہ جیسے امام موعود وحضرت عیسیٰ علیہما السلام پر کوئی اس وقت ایمان نہ لائے اور مرتد ان سے اور ان کے اس وجود سے ہو جائے اور ایک خود ہی بن جائے۔ فافہم وتامل! تو بس جب کہ منکر ان کا مرتد قرار پایا تو ضرور یہ امور منصوصہ فی الدین خود قرار دیئے

گئے اور خود منصوص فی الدین شمار میں آئے اور مخبر صادق علیہ السلام کی خبر کو نہ ماننا یا اس میں تاویل وتحریف خلاف جمہور کرنا و دین خود سوائے ارتداد کے اور کیا گنا جاسکتا ہے اور جیسے کہ خود جملہ احکام شریف وملت منصوص فی الدین ہم بآیات وہم باحادیث ہیں۔ ویسے ہی یہ بھی از جملہ دین ہم بآیات وہم باحادیث ہیں۔ **کما لا یخفی علٰی اھل العلم والدین فتامل فیه وتدبر!**

اور مخفی نہ رہے کہ بفحوائے ''**یضلّ به کثیراً ویهدی به کثیراً**'' (بہتوں کو اس کے ساتھ گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو اس کے ساتھ ہدایت کرتا ہے) جملہ فرق ضالہ وناریہ کا ماخذ ومصدر بھی قرآن وحدیث ہے کہ ''**ستفترق امتی علٰی ثلٰثة وسبعین فرقة**'' (میری امت بھی تہتر فرقوں پر متفرق ہوجائے گی) سو اب ان کے دلائل وحجج باطلہ از بس عاطلہ کو کیا حق دار جملہ حق مانا جائے وتصور کیا جائے۔ بخیال اس کے کہ خود قرآن وحدیث سے ہے۔ **فما هٰذا الا ضلال!**

یعنی یہ ایک محض گمراہی ہے بلکہ فرقہ حقہ کے سوا اور کسی کی تاویل ودلیل کو پذیرا کسی صورت میں نہیں کہا جاسکتا اور نہیں مانا جاسکتا۔ یہاں تک کہ خود مکاشفات والہامات اولیاء کو جب تک کہ خود موافق قرآن وحدیث خود بمسلک ومذہب حقہ نہ ہوں۔ **فافهموا وتأملوا ولا تکونوا من الجاهلین!**

حدیث میں آیا ہے کہ قبل وقوع قیامت دس علامتیں کبریٰ واقع ہونے والی ہیں اور ظہور میں آنے والی: ''**عن حذیفة والبراء بن عازب رضی اللہ عنہما انا کنا نتذاکر الساعة اذا طلع علینا رسول الله صلعم فقال ما تذاکرون قلنا نتذاکر الساعة قال انها لا یقوم حتی تروا قبلها عشرة آیات فذکر الدخان ودابة الارض وخسفاً بالمشرق وخسفاً بالمغرب وخسفاً بجزیرة العرب والدجال وطلوع الشمس من مغربها ویاجوج وماجوج ونزول عیسٰی علیہ السلام ونارا یخرج من الیمن یطرد الناس الٰی محشرهم هذا لفظ الحدیث والله تعالٰی قد نص فی کتابه طلوع الشمس من مغربها وبیان الدخان والدابة ونزول**

عیسٰی علیہ السلام وخروج یاجوج وماجوج ولم اطلع علی بیان الخسوف والدجال والنار فی کتاب اللہ تعالٰی وساذکر کلامنھا فی محالھا مفصلا ان شاء اللہ تعالٰی ھذا ھو المشھور کذا فی تفسیر الاحمدی‘‘

(خلاصہ ترجمہ حدیث شریف: ہر دو حضرات راوی فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں قیامت کا ذکر کر رہے تھے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس پر ارشاد فرمایا کہ قیامت تاوقتیکہ دس نشانیاں اس سے قبل نہ ہوجائیں قائم نہیں ہوگی۔ یعنی دخان، ودابۃ الارض اور تین خسف مشرق ومغرب اور جزیرہ عرب میں اور دجال کا خروج اور سورج کا مغرب سے نکلنا اور یاجوج ماجوج کا برآمد ہونا اور عیسٰی علیہ السلام کا اترنا اور آگ کا پیدا ہونا یمن سے جو جمع کرے گی لوگوں کو محشر کی طرف۔ یہ لفظ حدیث کے ہیں اور اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں سورج کے نکلنے اور دخان اور دابہ اور نزول عیسٰی اور یاجوج ماجوج کی نسبت ارشاد کیا ہے اور مجھ کو نسبت خسوف اور دجال اور نار کی قرآن پاک سے اطلاع نہیں ہوئی اور میں ہر ایک کو ان میں سے ان شاء اللہ تعالٰی اس کے موقع پر مفصل بیان کروں گا۔ (تفسیر احمدی)

تو بس ذرا سنبھل کر اہل اسلام کو قدم رکھنا چاہئے اور ہر زید عمرو بکر کی تقریر وتحریر پر گوش نہ رکھنا چاہئے تاوقتیکہ مطابق عقیدۂ صحیحہ اہل اسلام اس کا علم وعمل نہ ہو۔ ہرگز ہرگز اس طرف توجہ نہ کرنی چاہئے کہ:

اے بسا ابلیس آدم روے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

’’والعاقل تکفیۃ الّا اشارۃ وما علینا الاالبلاغ المبین ونحمدہ ونستعینہ الٰی یوم الدین والصلٰوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وازواجہ کلھم اجمعین الٰی یوم الدین آمین آمین‘‘ اخرجہ عبدہ الذلیل والاثم

محمد ابوالقاسم الحسنی الحسینی عفی عنہ

’’لاریب فی ان القول بان المسیح بن مریم رفعہ اللہ الی السماء حیّاً وما قتلوہ وما صلبوہ یقیناًلکن شبہ لھم وسینزلہ اللہ تعالٰی عند قرب

الساعة بعد خروج الدجال فی جامع دمشق عند منارة الشرقية بين مهروذتين واضعا يديه على الملكين يقطر الماء من راسه كانه خرج من ديماس فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويقتل على يديه الدجال الاكبر ويموت الكافر من نفسه ونفسه الشريفة يصل الى حيث ينتهى بصره اللطيفة قول حق لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه كما ينطق به كتاب الله واخبر به النبى الصادق المصدوق ولا ينبئک مثل خبير.

فمن قال بانه مات او ادعى نفسه بانه المسيح الموعود فقد شاق الله ورسوله واعرض عن النصوص الظاهرة من كتابه وكتاب رسوله وخالفها وخالف الامر الثابت فى الدين ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدىٰ ويتبع غيرسبيل المؤمنين نولّه ما تولى ونصله جهنم وساء ت مصيراالا انهم ليقولون منكرا من القول وزوراً الا انه فرية بلا مرية. كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا الا انهم فى مرية من لقاء عيسىٰ الا انهم فى شک منه وسيبطل الله ما يقول يفتح بيننا وبينه بالحق والله خيرالفاتحين وهو تعالىٰ علىٰ ذالک كله وكيل وكفىٰ به وكيلا.

فيا ايهاالذين اٰمنوا وصدقوا بكتاب الله وكتاب رسوله عليكم ان تكونوا من هذاالضال المضل على طرف بعيد وحذر شديد فانه من دجال هٰذه الامة صدق الله العلى العظيم وصدق رسوله الكريم حيث قال لا تقوم الساعة حتى يبعث كذابون قريب من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله. والله سبحانه وتعالىٰ يهدى من يشآء الىٰ صراط مستقيم وهو بكل شئ خبير وعليم وهو اعلم وعلمه اتم واحكم''

حررہ العاصی ابوالمؤید محمد مظہر الہادی امروہی عفی عنہ ذنوبہ وستر عیوبہ

(خلاصہ ترجمہ ومفہوم الصحیح: اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

زندہ آسمان پر اٹھالیا اور نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی دی بالیقین بلکہ یہود پر یہ امر مشتبہ ہی رہا اور اللہ تعالیٰ ان کو قرب قیامت میں نازل فرمائیں گے دجال کے خروج کے وقت جامع دمشق میں یعنی بحسب ارشاد حدیث کہ وہ حباب دجال کو قتل کریں گے اور کافران کے دم کی برکت سے ہلاک ہوجائے گا اور اثر دم ان کا منتہائے نظر تک ان کی پہنچے گا۔

یہ سب آیات ونصوص واحادیث حق ہیں کہ جہاں کسی طرح باطل کو گنجائش نہیں۔ پس جس نے ان کو مردہ کہا یا دعویٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں اس نے بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور روگردانی کی اور مخالفت کی نصوص ظاہر کتاب وسنت سے اور امر ثابت سے دین میں اور جس نے ایسا کیا اس کا مقام دوزخ ہے اور یہ ایک صریح محض کذب وبہتان ہے۔ وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے شک میں ہیں اور ان کو اس پر ایمان ویقین نہیں۔ پس ایمان والوں کو چاہئے کہ ایسی گمراہی اور ایسے گمراہ وضال ومضال سے بہت دور رہیں اور اپنے آپ کو جہاں تک ہوسکے اس سے بچاتے رہیں۔

ان دجالوں کذابوں میں سے کہ جن کی نسبت ارشاد حدیث ہے قیامت سے پہلے ہوں گے اور ہر ایک ان میں کا گمان کرے گا کہ وہ رسول اللہ کا ہے)

اطلاع: یہ تحریر وتصحیح آخر تک استفتاء ہذا پر خاص بقلم ودستخط مولوی احمد حسن صاحب مرحوم ہے لیکن بعذر عدم فرصت بخیال اندیشہ چھڑنے مباحثہ وغیرہ کے اپنا نام نامی والعبد حک کر کے یہ العبد مظہر الہادی صاحب کے بقلم ودستخط ان کے کرادیئے ہیں۔

’’ھذا ھو الحق والحق احق فما ذا بعد الحق الّا الضلال وکل ضلال مرجعه العقاب والنکال وایضاً روی انه علیہ السلام ینزل من المساء فی آخر الزمان فلا یبقی احد من اھل الکتاب الا یومن به حتی تکون الملة واحدة وھی ملة الاسلام ویھلک اللہ فی زمانه الدجال وتقع الامنة حتی ترتع الاسود مع الابل والنمور مع البقر والذیاب مع الغنم ویلعب الصبیان بالحیات ویلبث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون

ویدفنونہ کذا فی تفسیر ابی السعید‘‘ قطب الدین نور محمود

(روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آسمان سے نزول فرمائیں گے پھر کوئی اہل کتاب نہ ہوگا جو ان پر ایمان نہ لائے گا یہاں تک کہ ایک دین وملت ہو جائیں گے یعنی دین وملت اسلام اور ان کے ہی زمانہ میں اللہ تعالیٰ دجال کو ہلاک کریں گے اور ایسا امن واقع ہوگا کہ شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گایوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور قیام کریں گے آپ زمین میں چالیس برس پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان پر نماز پڑھیں گے اور ان کو دفن کریں گے)

(تفسیر ابوالسعود)

’’ما اجاب بہ مولانا ھوالمذھب الذی لا ینکرہ احد الّا من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساء ت مصیرا‘‘

واللہ سبحانہ اعلم فقیر ابوسراج نظام الدین احمد عفا اللہ عنہ چشتی صابری

’’ذالک کذالک والجمھور علی ذالک‘‘ چنانچہ درازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفاء درمقصد دوم درفصل الرابع فی مکاشفات امیر المؤمنین عمر ابن الخطاب وفراساتہ میفرماید’’وروی ان عمر رضی اللہ عنہ کتب الی سعد بن ابی وقاص وھو بالقادسیۃ یقول لہ وجہ نضلۃ بن معاویۃ الانصاری الی حلوان العراق لیغیروا علی ضواحیھا فبعث سعد نضلۃ فی ثلث مائۃ فارس فخرجوا حتی اتو حلوان العراق فاغاروا علیٰ ضواحیھا واصابوا غنیمۃ وسبیاً فاقبلوا یسوقونھا حتی ارھقھم العصر وکادت الشمس تغرب فالجاء نضلۃ السبی والغنیمۃ الی صفح جبل ثم قام فاذن فقال اللہ اکبر اللہ اکبر فاذا مجیب من الجبل یجیبہ کبرت کبیراً یا نضلۃ ثم قال اشھدان الاالٰہ الا اللہ قال کلمۃ الاخلاص یا نضلۃ ثم قال اشھدان محمدا رسول اللہ قال ھوالذی بشرنا بہ

عیسٰی بن مریم علٰی رأس امته تقوم الساعة فقال حی علی الصلٰوة فقال طوبٰی لمن مشٰی الیها وواظب علیها قال حی علی الفلاح قال افلح من اجاب قال الله اکبر الله اکبر لااله الا الله قال اخلصت کلمة الاخلاص یا نضلة حرم الله بها جسدک علی النار.

فلما فرغ من اذانه قاموا فقالوا من انت یرحمک الله املک انت ام من الجن او طائف من عباد الله قد اسمعتنا صوتک فارنا صورتک فان الوفد وفد رسول الله ﷺ ووفد عمربن الخطاب رضی اللہ عنہ قال فانفلق الجبل عن هامته کالرحا ابیض الرأس واللحیة علیه طمران من صوف قال السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته فقالوا وعلیک السلام ورحمة الله وبرکاته من انت یرحمک الله قال زریت بن برثملا وصی العبد الصالح عیسٰی ابن مریم اسکننی هذاالجبل ودعانی بطول البقاء الی حین نزوله من السماء فاقرأوا عمرمنی السلام الٰی آخره'' محمد عبدالقادر عفی عنہ

(ازالۃ الخفا میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو کہ وہ مقام قادسیہ میں تھے لکھا کہ نضلہ بن معاویہ انصاری کو حلوان عراق کی طرف بھیجو کہ وہ اس کے اطراف میں کافروں سے جنگ کریں، حضرت سعد نے حضرت نضلہ کو تین سو سواروں کے ساتھ بھیجا اور وہ وہاں پہنچے اور وہاں سے غنیمت اور قیدیوں کو ہمراہ لے کر چلے یہاں تک کہ عصر کا وقت تنگ ہونے لگا اور سورج قریب ڈوبنے کے ہوگیا۔ پس حضرت نضلہ نے وہ غنیمت وقیدی ایک پہاڑ کے دامن میں روک دیئے اور کھڑے ہوکر اذان دی اور کہا اللہ اکبر اللہ اکبر کہ ناگاہ کسی نے پہاڑ سے جواب میں کہا اے نضلہ تو نے بڑے کی بڑائی کی۔ پھر جب انہوں نے کہا اشہدان لا الٰہ الا اللہ ویسے ہی جواب میں کہا کہ یہ کلمہ اخلاص ہے۔ اے نضلہ پھر جب انہوں نے کہا اشہدان محمد رسول اللہ اس شخص نے کہا کہ یہ وہ نبی ہیں کہ جن کی بشارت اور خوشخبری ہم کو عیسٰی بیٹے مریم نے دی اور انہیں کی امت کے

سر پر قیامت قائم ہوگی۔ یعنی تا قیام قیامت ان کی امت قائم رہے گی پھر جب انہوں نے کہا حی علی الصلوٰۃ اس کے جواب میں کہا کہ خوشی ہو اس کو کہ اس کی طرف چلا اور اس پر مواظبت کی۔

پھر جب حی علی الفلاح کہا، کہا فلاح پائی جس نے اس کو مانا اور پھر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہا اس قائل نے جواب میں کہا تو نے کلمہ اخلاص کو اے نضلہ خالص کر لیا اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تیرے جسم کو آگ پر حرام کرے۔ پس جب اذان سے فارغ ہوئے دریافت کیا اے قائل تم کون ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر ہو۔ تم فرشتے ہو یا کوئی جن یا کوئی بندہ بندگان خدا سے۔ تم نے اپنی آواز تو ہم کو سنائی اپنی صورت بھی دکھاؤ کہ یہ گروہ رسول اللہ ﷺ کا اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا گروہ ہے۔ پس وہ پہاڑ سے نمودار ہوئے کہ سر و داڑھی اس کی بالکل سفید تھی اور صوف کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انہوں نے بھی کہا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کون ہیں؟ کہا میں زریت بن برثملا وصی عبد صالح عیسیٰ بن مریم کا ہوں۔ مجھ کو حضرت عیسیٰ نے اس پہاڑ میں سکونت کا حکم کیا ہے اور مجھ کو طول بقا و حیات کی اس مدت وقت تک دعا دی ہے کہ جب وہ خود آسمان سے نزول نہ کریں اور اتریں۔ پس میری طرف سے عمر کو سلام پہنچا دو۔ الخ۔

واضح ہو کہ ارتفاع عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری نصوص قطعیہ سے باجماع جمہور اہل سنت والجماعت ثابت ہے۔ منکر اس کا بے شبہ آیت قرآنی ''ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین'' الخ ''ومن شذ شذ فی النار'' کا مصداق ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ وتقدس ارشاد فرماتا ہے ''یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ'' مولانا جلال الدین نے اپنی تفسیر جلالین میں متوفیک کو بمعنی قابضک بیان کیا ہے۔ یعنی میں قبض کرنے والا ہوں ''ورافعک الیّ من الدنیا من غیر موت'' اور میں اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف بلا موت کے۔

اس صورت میں جملہ رافعک عطف تفسیری ہے اور تفسیر مدارک میں متوفیک کے معنی کئی طرح پر بیان کئے ہیں۔ ایک متوفیک بمعنی موفیہ یعنی کامل اور پورا کرنے والا ہوں مدت عمر تیری کو، دوسرے اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف، تیسرے مارنے والا ہوں تجھ کو تیرے وقت میں بعد نازل ہونے کے اور فی الحال اٹھانے والا ہوں۔ کیونکہ حرف واؤ بنا بر

جمع آیا والترتیب لیس بلازم۔ چوتھے وفات دینے والا ہوں سوتے میں اور پھر اٹھانے والا ہوں تجھ کو جب تو سوتا ہوتا کہ تجھے خوف نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ تیسری انجیل میں صاف صاف لکھا ہے کہ بعد واقعہ صلیب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام حواریوں میں ظاہر ہوئے اور حواریوں نے جانا کہ ہم کو روح نظر آتی ہے تو حضرت عیسیٰ نے اس شبہ کو رفع کرنے کے واسطے اپنے ہاتھ پاؤں دکھلائے اور کھانا مانگا۔ حواریوں نے تھوڑی بھنی مچھلی اور شہد دیا۔ حضرت عیسیٰ نے ان کے سامنے کھایا گویا اشارہ فرمایا کہ میں بدن عنصری کے ساتھ موجود ہوں عالم ناسوتی کے احکام مجھ میں باقی ہیں۔

پس ان روایات سے ارتفاع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بجسد عنصری ثابت ہے اور میری رائے میں تقدیر کلام کی اس طور پر ہے ''یا عیسٰی انی رافعک ومتوفیک الیّ '' کہ اس سے تقدم ارتفاع بجسد عنصری اور تاخر وفات روحانی کما حقہ مفہوم ہے۔ مگر چوں کہ کلام الٰہی فصیح وبلیغ ہے اور فصاحت وبلاغت میں پر اور معمور ہے اور جو فصاحت تخصیص بعد تعمیم میں ہے وہ ہرگز تعمیم بعد تخصیص میں نہیں ہے۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ وتقدس نے کلمۂ عام کو مقدم اور کلمہ خاص کو مؤخر فرمایا تاکہ یہ کلام فصاحت کامل اور بلاغت تامہ کو شامل ہو۔ اللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

راقم سید سبط حسن صانہ اللہ ذوالمنن عن الشرور والفتن

استفتاء ثانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اہل سنت والجماعت کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کی بجسد عنصری کسی آیت قطعی الدلالۃ یا حدیث صحیح مرفوع متصل سے کہ ہر ایک ان میں سے مفید یقین ہو ثابت ہے یا نہیں جس آیت موصوف الصدر یا حدیث سابق الذکر سے ثابت ہو تحریر فرمایا جاوے۔ فقط

الجواب وبہ التوفیق وعلیہ التکلان

مخفی نہ رہے کہ کلام عرب کے محاورہ کا سمجھنا خود اردو سے بھی معلوم ومفہوم ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ہم ترجمہ سلیس عام فہم اس آیت مندرجہ ذیل کا مع اوّل وآخر کے اس کے کرتے

ہیں تا کہ اہل انصاف وفہم خود ایک سمجھ لے اور پرکھ لے اور کسی طرح الجھاؤ میں علانیہ نہ پڑے اور بدوں تاویل ودلیل خود دیکھ لے کہ قرآن شریف کیا فرماتا ہے اور اسی کو قطعی الدلالۃ ونص قطعی الدلالۃ کہہ سکتے ہیں کہ فحوائے کلام سے ہی اور لفظوں سے ہی مقصود ایک بدوں تاویل ودلیل پیدا ایسا ہوتا ہو کہ علانیہ محاورہ اور بول چال سے ہی مضمون اور مطلب برآمد ہوتا ہے۔

مثلاً کوئی کہے اور خبر دے کہ ضرب زید عمراً یعنی مارا زید نے عمرو کو تو یہ ایک کھلا ہوا کلام ہے کہ جہاں خود استنباط اور اجتہاد وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں کہ صراحۃً وعلانیۃً یہ بات ظاہر ہے کہ قائل زید کے عمر کو مارنے کی خبر دیتا ہے کہ زید نے عمر کو مارا تو بس ایسا کلام صریح وظاہر محتاج اجتہاد یا اتخاذ کا کسی مطلب یا کسی مضمون ومراد کے واسطے نہ ہوکر اور اپنا آپ ہی مفسر وماوّل قرار پاکر اور مستغنی ہر ایک طرح کے تصرف وتاویل وتفسیر سے گنا جاکر قطعی الدلالۃ ونص قطعی ایسا ہوتا ہے کہ ماوّل ومحرف جس کا خلاف مقصود ومطلوب خود ایک مرتد کافر قرار پاتا ہے اور مرتد گنا جاتا ہے۔

اور مثل اسی کے ہوتا ہے کہ یہ اس کلام وآیت کا اور مضمون ومقصود آیت کا منکر ہے اور اگرچہ وہ آپ کو طرح طرح بتاویلات بعیدہ وتقریرات نامناسب وناجائز بتاتا ہو، اور اپنی اس تاویل وغیرہ کو بدلائل ناقصہ واز بس عاطلہ سرسبز کیوں نہ کرتا ہو۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم! کہ یہ کون کہہ سکتا ہے اور کون ایسی تاویل کرسکتا ہے بجز اس کے کہ اس کے قلب میں ایک زیغ اور کھوٹ اور گمراہی پوری ہوکہ ’’**فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً**‘‘ (ان کے دلوں میں بیماری ہے پس زیادہ کردی اللہ نے ان کی بیماری) اللہ اللہ تو کون کہہ سکتا ہے کہ ضرب زید عمراً کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو تم سمجھے۔ فحوائے کلام واستعمال ومحاورہ سے بلکہ یہ معنی ہیں کہ زید نے عمرو کو نہیں بلکہ اس کے نفس کو مارا اور کون کہہ دے گا کہ عمرو کو مردہ کر کے مارا نہ زندہ۔ سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم!

پس یہ ایک تینوں چاروں آیتیں ایسی ہی یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کی مؤید ہوکر اور مفسر علانیۃً وصراحۃً نص ہیں قطعاً ویقیناً رفع ان جناب پر بجسد عنصری وبقید حیات عنصری۔ لیکن البتہ ’’**توفیتنی ومتوفیک**‘‘ سے کسی قدر ابہام واقع ہوتا ہے تو اس کی تفسیر مابعد اور ماقبل اس کا خود ہی کررہا ہے۔

چنانچہ ہم اب ان تینوں چاروں آیتوں کو مع سیاق وسباق اس کے درج کرتے ہیں اور ترجمہ اس کا اردو با محاورہ اور لفظی کرتے ہیں تاکہ ہر ایک شخص سمجھ لے اور پرکھ لے۔

’’**واللّٰہ یھدی من یشآء الٰی صراط مستقیم وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللّٰہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ وکان اللّٰہ عزیزاً حکیما. وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً**‘‘

اور قول ان کا ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ بیٹے مریم کو اور نہیں قتل کیا اس کو اور نہ سولی چڑھایا اس کو اور لیکن مشتبہ ہوگیا ان پر یا مشتبہ کر دیا گیا واسطے ان کے یعنی یہ امر اور تحقیق جن لوگوں نے یا جنہوں نے اختلاف کیا اس میں یعنی اس بارہ میں حضرت عیسیٰ کے البتہ شک میں ہیں اس سے یعنی اس حال سے اور اس قصہ سے نہیں ان کو اس کا علم بجز ایک پیروی کے گمان کی اور نہیں قتل کیا اس کو یقیناً بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے طرف اپنی یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو اور ہے اللہ غالب حکمت والا اور نہیں کوئی اہل کتاب سے یعنی یہود ونصاریٰ سے مگر البتہ تحقیق ایمان لائے گا ساتھ اس کے یعنی عیسیٰ کے قبل موت اس کی کے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے وبقول بعض قبل موت اپنی کے اور دن قیامت کے ہوگا ان پر گواہ یعنی عیسیٰ۔

اب اس کو سب کو غور کر لیجئے اور دیکھ لیجئے تاویل کی ضرورت نہیں کہ ان کے نفس کو اٹھایا یا روح کو یا جسد کو جب کہ ان کو خود کو اٹھایا سب کو اٹھایا۔ کون کہہ دے گا کہ جب ان کو اٹھایا تو ان کی روح رہ گئی یا جسد یا کوئی ہاتھ یا پیر۔ سبحان اللہ!

اب یہاں تاویل کو کیا گنجائش رہی اور دلیل کو کیا کہ خود اجتہاد واستنباط کی بھی ضرورت نہیں۔ کھلے معنی موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ ان سے بچا کر اپنی طرف کو اٹھالیا۔ فافہم وتامل! تو پس یہاں کوئی احتمال سیاق یا سباق کلام وعبارت سے لفظاً یا محاورتاً کسی نوع کا منافی حیات ہرگز نہیں پایا جاتا۔ بلکہ اس کا ثبوت بدون تاویل ودلیل عیاں نہ محتاج بیان ہے۔ فحوائے کلام وخود سیاق وسباق ومحاورہ والفاظ وغیرہ سے اور یہ سب سیاق وسباق یعنی اوّل وآخر آیت کا اور ایسے ہی الفاظ ومحاورہ علانیۃً وصراحۃً مثبت اس کے ہیں۔

یعنی حیات کے نہ منافی اس کے کسی طرح ادنیٰ طالب علم صرف ونحوخواں بھی اس کو سمجھ سکتا ہے اور ایک امّی سے امّی اہل زبان وترجمہ سے خود غیر اہل زبان یہ امر خود اس سے پا سکتا ہے اور پاتا ہے اور سمجھتا ہے جیسے کہ خود پوشیدہ نہیں۔

برخلاف وفات کے کہ جو اس سے ثابت کی جائے کہ مثل اسی کی ہے کہ مارا زید نے عمرو کو یا ضرب زید عمراً سے یوں احتمال نکالا جائے یا پیدا کیا جائے کہ زید نے عمر کو جب مارا کہ جب وہ مردہ تھا۔ سبحان اللہ! اس قیاس واستنباط واستخراج کو کیا کہا جاسکتا ہے بجز ایک تاویل وتحریف کے اور ایک غلو وافراط وتفریط کے۔ فافہم!

پس سمجھنا چاہئے اور تامل کرنا۔ لہٰذا آج تک کسی نے ان معنی میں اہل علم واہل حق سے اور اہل زبان ومحاورہ سے تامل نہیں کیا اور خلاف نہیں کیا۔ لاریب فیہ کے معنی میں جیسے کہ کوئی اہل زبان ومحاورہ واہل علم خلاف نہیں کرسکتا اور نہیں کرتا۔ بلکہ کھلم کھلا یہی کہتا ہے کہ نہیں شک وشبہ اس میں اور یہی معنی بیان کرتا ہے بدون ایک کسی دلیل واستنباط واستخراج واجتہاد وغیرہ کے اور علانیۃً وصراحۃً کہتا ہے ان لفظوں وکلام سے کہ اس میں یعنی قرآن میں کوئی شک نہیں۔

اب کوئی اگر اس میں احتمال ودلیل وتاویل پیدا کرے اور کوئی احتمال پیدا کر کے اس میں قیاس کو جاری فرمائے۔ فرمایئے اس کو کیا کہا جائے۔ مہاجر وانصار کے معنی شیعہ صاحب بحسب اپنے مسلک وطریق کے آیات وکلام الٰہی سے اگر طرح طرح کے پیدا کریں۔ بچندیں احتمالات وتاویلات فی المعنی وغیرہ تو کیا اب اس کو پذیرا کرلیا جائے یا مان لیا جائے۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہ لاریب فیہ کے معنی کوئی یوں لے احتمال وتاویل بر لا کر کہ لاریب فیہ یعنی اس کے لفظوں میں کوئی ریب وشک نہیں نہ معنی میں ومضمون میں۔ بلکہ اس میں یعنی معنی میں طرح طرح کے احتمالات وتاویلات پیدا ہوسکتی ہیں اور وہ منزل من اللہ نہیں شمار میں آسکتی ہیں۔

یا یوں کہے کہ لاریب فیہ کے معنی یہ ہیں کہ اس کتاب میں کہ جو عنداللہ لوح محفوظ پر ہے اس میں کوئی ریب وشک نہیں۔ اس لئے کہ ذالک بعید کے اشارہ کے واسطے موضوع ہوا ہے تو اگر اس قرآن وکتاب موجود کے واسطے لاریب فیہ فرماتے تو ذالک کا لفظ کیوں

فرماتے کہ جو اشارہ بعید کے واسطے ہے۔ بلکہ ہذا الکتاب لاریب فیہ کہتے تو بس میں ایمان لاتا ہوں بحسب قرآن کے اور کسی کی نہیں مانتا مفسرین وغیرہ سے کہ جو کتاب لوح محفوظ پر ثبت ہے اور موجود یا اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہے وہ لاریب فیہ ہے نہ یہ قرآن وکتاب اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ذالک الکتاب فرماتے ہیں۔

یعنی وہ کتاب نہ ہذا الکتاب یعنی یہ کتاب اور کہے کہ یہ آیت وکلام اس قرآن منزل کے لاریب اور بے شک وشبہ ہونے پر کیوں کر دلیل قطعی ونص قطعی ہوسکتا ہے کہ محتمل ہے اور اس میں احتمال ذالک کے لفظ سے خودعیاں نہ محتاج بیان ہے۔ اللہم یعنی یارب یہاں تو ''**بل رفعہ اللہ الیہ**'' میں اس قدر بھی گنجائش لفظ ومحاورہ کی رو سے اور ایک استنباط واستخراج کی رو سے برآمد نہیں ہوسکتی کہ جس قدر اس ذالک میں اور اس ذالک سے پیدا ہوتی ہے۔ **فباللہ علیک التکلان وبک التوفیق۔**

یہ خلط وملط صریح آیت وصریح کلام میں پیدا کرنا بجز ایک دجل ودجالیت کے اور ہٹ دھرمی وتحکم وتجاہل کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ فباللہ بک وعلیک! یعنی ایک حالت نزاکت میں تجھ سے ہی مدد اور تجھ ہی پر بھروسہ ہے کہ ''**ان ھم الّا کالانعام بل ھم اضل سبیلاً**'' کا تصرف ایک کیسا کچھ ظاہر وعیاں ہے اور ایسے ہی ان اغیار وعلماء السوء کا جن کی نسبت ''**کمثل الحمار یحمل اسفارا**'' وارد ہوا ہے۔

''**صدق ما قال تعالیٰ شانہ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لھم لا یسمعون بھا الخ**'' (ان کے دل ہیں کہ نہیں سمجھتے ہیں ان سے اور ان کی آنکھیں ہیں کہ نہیں دیکھتے ہیں ان سے اور ان کان کے ہیں کہ نہیں سنتے ہیں ان سے)

اب ہم ایک اسی آیت موصوف الصدر اور ایک اسی قدر کلام کو ثبوت مدعا کے لئے کافی ووافی سمجھ کر اور طول نہ دے کر اور آیت کریمہ اور اس کے بیان سے بخوف طوالت تامل کرتے ہیں اور اہل حق کے لئے اسی قدر کافی ووافی سمجھتے ہیں کہ خلاف جمہور واجماع امت ''**وعلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل**'' قدم رکھنا ایک محض جہالت وگمراہی میں پڑنا

ہے۔ وما علینا الا البلاغ !

’’عن عرفجة بن شریح الاشجعی قال رأیت النبی ﷺ علی المنبر یخطب الناس فقال انه سیکون بعدی هنات وهنات فمن رأیتموه فارق الجماعة او یزید تفرق امر امته محمد ﷺ کائنا من کان فاقتلوه فان یداللہ علی الجماعة فان الشیطان مع من فارق الجماعة یرکض کما فی النسائی‘‘ (روایت ہے عرفہ بن شریح الاشجعی سے انہوں نے کہا میں نے نبی ﷺ کو منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے لوگوں کو، دیکھا کہ آپ فرماتے تھے میرے بعد میں ایسی ایسی باتیں ہوں گی تو جس کو بھی تم جماعت وگروہ سے الگ ہوتا یا تفرقہ ڈالتا امر امت محمد ﷺ میں دیکھو وہ کوئی ہو قتل کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید جماعت کے لئے ہے اور شیطان بیشک اس کے ساتھ ہے کہ وہ جماعت کو چھوڑتا ہے اور امر حق میں اس سے منہ موڑتا کہ اس ایڑ دیتا ہے اور ابھارتا اور چمکاتا ہے۔ اخرجہ محمد ابوالقاسم حسنی الحسینی عفی عنہ

الجواب صحیح والمجیب صحح محمد قطب الدین عفی عنہ ذالک کذالک محمد عبدالقادر بقلم خود

تتمہ وضمیمہ استفتاء اوّل فبه التوفیق وعلیه التکلان

مخفی نہ رہے کہ زید مذکور اس بات کا بھی دعویٰ کرتا ہے کہ قانون قدرت الٰہیہ محصور ہے اور مقصود اس امر پر کہ متوفی وموتی کو پھر نہ خود بعادت الٰہی وبشری ومادی عود بعالم حیات ہوسکتا ہے اور نہ بخرق عادت گو ممکن ہے۔ مگر وقوع اس کا نہیں اوکما قال مثلہ جواب اس کا ہم ایک چند طرح سے دیتے ہیں تاکہ سرور افزائے سامعین ومستمعین ہوکر امر حق خود واضح ولائح ہوجائے۔ فبه التوفیق وعلیه التکلان!

مخفی نہ رہے کہ بعض امور اور اکثر امور ایسے ہیں اور اس قبیل سے کہ گو ان کا وقوع وظہور خود بحکمۃ ومصلحۃ خداوندی نہ ہوا ہو لیکن ان کو تحت قدرت لاکر ایمان لانا ان پر واجب ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں تہدیداً اوتشدیداً خاص اس بارہ میں یعنی قدرت احیاء بعد اماتت میں اور ظہور ووقوع اس کے میں کہ ایمان اس پر لانا چاہئے قبل از ظہور ووقوع ہی ...... اگرچہ خود وقوع اس کا اور ایک ظہور نہ ہوا ہو۔’’ فافهم وتامل بذالک فانه تعالٰی قال

لخليله علیہ السلام فاتبع ملة فانه دين ايمان كما قال لحبيبه عليه افضل التحيات والصلٰوة ابراهيم حنيفاً فلا تكونن من الجاهلين والمستبدين فتكون من الخاسرين فقال تعالٰى شانه وعم نواله واذ قال ابراهيم رب ارنى كيف تحى الموتى قال اولم تؤمن قال بلٰى ولكن ليطمئن قلبى قال فخذ اربعة من الطير فصرهن اليك ثم اجعل على كل جبل منهن جزءً ثم ادعهن ياتينك سعيا واعلم ان الله عزيز حكيم''

(پس سمجھ اور غور کر اس میں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا تو بھی ان کی ملت کا اتباع کر جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام سے فرمایا کہ اتباع کر ملت ابراہیم کا کہ وہ حق کی طرف رجوع کرنے والا ہے تو تو ہرگز جاہلوں سے اور ہٹ دھرموں سے نہ ہوجا کہ پھر تو خسارے والوں سے ہوجائے گا تو پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جس وقت عرض کیا ابراہیم نے کہ اے میرے رب مجھ کو دکھا کہ تو مردہ کو کیوں کر زندہ کرتا ہے فرمایا کیا تجھ کو ایمان نہیں۔ عرض کیا کیوں نہیں ولیکن تاکہ میرا دل اطمینان پکڑے۔ فرمایا تو چار پرندے لے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر لے پھر ان میں سے تھوڑا ہر ایک پہاڑ پر رکھ دے۔ پھر تو ان کو بلا تیرے پاس دوڑتے چلے آویں گے اور جان رکھ اللہ غالب حکمت والا ہے)

تو اس آیت کریمہ کو غور کرنا چاہئے کہ کیا فرماتے ہیں۔ اوّل تو ہم کو ایمان لانا اس پر ضرور ہے خود وقوع پر ہی کہ اللہ تعالیٰ موتی کو اگر چاہے تو زندہ فرمادے کوئی اس میں اشکال واستحالہ عارض نہیں آسکتا اور واقع نہیں ہوسکتا۔ كما يفهم بمضمون الاية ودر كما لا يخفى۔ لیکن البتہ بدوں مصلحت وحکمت کہ فعل الحكم لا يخلوا عن الحكمة کہ جو خود احاطہ مخلوق وحد بشری میں کسی طرح نہیں آسکتی اور نہ اس کا علم کسی کو ہوسکتا ہے اور نہ ہوا۔ ''الّا لمن يشاء فلمن اجتباه او ارتضاه كما قال تعالٰى شانه ولكن الله يجتبى من رسله او كما قال بمضمونها'' (مگر جس کو ان میں سے چاہے اور پسندیدہ کرے جیسا کہ فرمایا خدا تعالیٰ نے لیکن جس کو اپنے رسولوں سے پسندیدہ کرے یا جو فرمایا اس مضمون سے) تو بس اس سے یہ بات لازم نہیں آتی اور نہیں آسکتی کہ خدا تعالیٰ مجبور ومقید بعادت ایسا ہوگیا وقوع وغیر وقوع میں کہ ہر زید عمرو بکر اس کو اپنے قیاس وعلم میں لاسکے

اور اس کو ایک عقیدہ ٹھہرا سکے۔

’’وذالک کلها خلاف الجمهور والاصول بای بیان کان وبای عنوان ذالک مقصوده ومطلوبه من تلقاء النفس والهواء فافهم وتامل ولا تکونن من المعرضین ‘‘(اور یہ جس طرح پر بھی کہ ہوا اور جس عنوان و بیان سے ہو خلاف کل علماء اور جمیع امت واصول کے ہے اور موافق ہے نفس وہوا کے تو تو سمجھ اور غور کر)

اب ہم متوفیک کے معنی بفرض تسلیم ولو سلمنا وفات کے ہی لیتے ہیں علی الوقت جیسے کہ زید مذکور نے قرار دیئے۔ خلاف جمہور امت وفرقہ ’’ما انا علیه واصحابی ‘‘اور اسی سے اپنا مدعا ثابت کرتے ہیں یعنی پھر حیات بعد ممات کو اس پر سرسبز کرتے ہیں ’’حیث قال تعالٰی شانه او من کان میتاً فاحییناه وجعلناله نوراً یمشی به فی الناس ‘‘ (آیا وہ شخص کہ تھا مردہ پس ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور کر دیا اس کو نور کہ اس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے)

ایک ذرا غور کرنے کی جا ہے کہ لغت توفی کہ جس کے معنی لغوی پورا کرنے کے ہیں لیکن اصطلاحی وعرفی بمناسبت تامہ وغیر ذالک من هذالقبیل۔ البتہ اہل لغت نے کہ بحاورہ واصطلاح وعرف اہل زبان اگر موت کے لکھے اور قرار دیئے تو کیا اب وہ معنی لغوی متروک ومسلوب ایسے ہوگئے کہ ’’کان لم یکن شیئا ‘‘مذکور فلاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کہ تلے ہی تلے جڑ کاٹنی اور اوپر سے بیل بڑھانی کہ: ایں کار از تو آید ومردم چنین کنند۔

اس ایک ہٹ دھرمی اور بے شرمی کا کیا ذکر کیا جائے۔ اجل کے کیا معنی ہیں مدت کے اور یہی اجل موت ہے یعنی بمعنی موت تو اب اگر بقرینہ وقیاس کوئی شخص اجل کے معنی موت کے لے اور خود اس سے بھی وہی ایک معنی متبادر اس مقام پر ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہوں تو اب زید مذکور اس کا انکار کر جائے اور کہے کہ نہیں اجل کے معنی تو موت کے ہیں میں نہیں مانوں گا۔ فسبحان اللہ بحمده وسبحان اللہ العظیم!

یہ ایک عجیب نادانی وعجب ہٹ دھرمی ہے کہ ’’اذا جاء اجلهم ‘‘کے معنی موت کے تو جب ہی لئے گئے جب مدت ان کی یعنی موت ان کی آ گئی۔ اب یہیں اس فقرہ کو دیکھ لے اور غور فرمالے جس کا جی چاہے کہ یہ ایک کیا کہہ رہا ہے ’’فاذا جاء اجلهم ای

مدتهم وموتهم ووقتهم ووفاتهم فلا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون فافهم وتامل ولا تكونن من الجاهلين انى متوفيك ‘‘(تو بس جب وقت ان کا آیا یعنی مدت ان کی اور موت ان کی اور وقت ان کا اور وفات ان کی تو پھر کوئی گھڑی نہ دیر کر سکتے ہیں نہ سویر تو سمجھ اس کو اور غور کر اور ہرگز نہ ہو جا تو نادانوں سے)

’’انى متوفيك‘‘ تحقیق میں تجھ کو وفات دینے والا ہوں اور تحقیق میں تجھ کو پورا کرنے والا ہوں۔ ’’اى مدت حيات وقرار وقيام وثبات‘‘ تیرے کو دنیا میں ’’فالوفات والموت مستنبطة منها وماخوذة عنها كما لا يخفى فبالحقيقة والمجاز‘‘ (تو وفات اور موت اسی سے مستنبط اور ماخوذ کی گئی ہے جیسے کہ پوشیدہ نہیں حقیقۃً یا مجازاً)

’’فانه لااستحالة ولا اشكال فيه بانه تعالىٰ وتقدس يتكلم بكلام فصيح بليغ يتبادر منه ويفهم وينبت معان كثيرا. فيضل به كثيراً ويهدى به كثيراً‘‘ (اس لئے کہ اس میں کوئی دقت اور دشواری نہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام فصیح وبلیغ سے بہت سے معنی ومفہوم پیدا وظاہر ہو سکتے ہیں۔ پس بہتوں کو اس کے گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے)

اس ایک موقعہ ومحل پر زید مذکور نے قصۂ شہداء احد سے ایک عجب ہی کچھ استدلال قائم کیا ہے اور ایک عجب ہی کچھ گاجروں میں گٹھلیاں ملائی ہیں۔ سبحان اللہ! یہ تو ایک وہی مثل ہوئی کہ نہ گاڑی چڑھے اور نہ چوں چوں ہو۔ یعنی یہاں تو ایک مقصود کچھ یہ نہیں کہ ہم مردوں کو زندہ نہیں کیا کرتے یا نہیں کر سکتے۔ بلکہ غرض یہاں یہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو جان نثاروں کو کاہے کو اذل کی طرف اعلیٰ سے اور ادنیٰ کی طرف۔ پھر عود دیں اور کاہے کو پھر ہم ان پر اس تکلیف وشدت مقاتلہ وکارزار وجہاد باکفار کو گوارا کریں۔

اگرچہ وہ ان کے لئے قند مکرر کی طرح خوشگوار اور خود ایک آب حیات ہی کیوں نہ ہو بلکہ جو غرض وحق عبدیت تھا وہ اس کو بقدر وسعت واستعداد اپنی پورا کر چکے۔ سو اب وہ ایسی مثل ہے کہ گویا وہ ہردم ہمارے جان نثار ہیں اور ایک جان باز اب بجائے انعام واکرام ومحل اعزاز واحترام الٹا پھر ابتلا کیسا۔

اگرچہ تم کو یہ ایک مثل شہد وشکر کے ہے کہ خود ایک موجب اتصال وقربت واتحاد

عیاں نہ محتاج بیان ہے لیکن پھر ہم کو بمقابلہ اس کے یہ کاہے کو گوارا ہوسکتا ہے بلکہ ہم ایک تمہاری اس جان نثاری کو ہی میزان عدل وہم فضل میں اس قدر بڑھائیں گے کہ شہید ابدی بنائیں گے کہ تم ہمارے ایک ہر دم و ہمیشہ کے جان نثار ہو کہو تو، نہ کہو تو فافہم وتامل!

مخفی نہ رہے کہ عادت اللہ تعالیٰ کی تو بدوں ایک باہمی وفراہمی مرد وزن واستقرار نطفہ کسی کے تولد فرمانے کی نہیں اور ایسے ہی گود کے بچہ سے اور ترت کے نو پیدا مولود سے کلمہ کلام کرنے کرانے کی اور اس کو یہ قدرت مقدرت دینے کی لیکن پھر اس نے ایسا کچھ کیا اور فرمایا کہ خود عیاں راچہ بیان تو اب اس میں ایک کیا استحالہ اور دشواری لازم آتی ہے کہ باوجود ورود احادیث وآیات واخبار وآثار بالتواتر والتوالی واعتقاد وعقیدت جمہور اہل ملت ومذہب حق خود از قرون ثلاثہ تا ایں زمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاکر ہی سہی فبالفرض والتقدیر والتسلیم اب نزول نہیں فرماسکتے۔ بلکہ ان کے واسطے تو کچھ یہ ایک خرق عادت ہی عادت ہوگئی ہے اور کچھ ایک نشوونما ہی ان کا اس ایک ترتیب وخلط وتولید سے واقع ہوا ہے اور ایک قوام ودوام ہی ان کا خود اس پر از آغاز تا انجام گویا ہے اور ایک خود ان کے معجزات وخرق عادات اس پر گواہ۔ خود مشہور بافواہ کہ:

عیسیٰ دمے کجاست کہ احیائے ما کند

تو بس جب کہ بقدرت الٰہی یہ ایک خود محیی وممیت ٹھہرے تو خود ان کو موت وفوت کہاں اور اگر ہو تو ان کے وجود کو خود کیا نقصان پہنچا سکتی ہے کہ روح اللہ یہ خود ہیں۔ فافہم وتامل ’’والعاقل تکفیة الاشارہ وما علینا الا البلاغ‘‘

اب رہی یہ بات کہ بفرض موت وفوت ان کو بھی کاہے کو اس طرف کو رجوع دیا جائے۔ فسبحان اللہ بحمدہ وسبحان اللہ العظیم: بریں عقل ودانش بباید گریست۔ یہ تو ایک اس وقت وموقع پر وہی ایک مثل صادق آئی کہ زلیخا مرد تھیں یا عورت فسبحان اللہ وسبحان اللہ!

’’انی متوفیک ورافعک الیّ ای رافعک الی بادخالک فی امة نبی الآخرالزمان ﷺ درجة وقربة ومنزلة ورفعة ومقاماً ومنصباً فذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم وذالک فوز العظیم وهذاالتخصیص بعد التعمیم لعلة وغرض مخصوص فذکرها بانی متوفیک ورافعک الیّ ای اکراماً واحتراماً واحساناً وامتناناً کما یفهم

ویتبادر بکلامه المتین والمتن المتین فافهم وتامل والعاقل تکفیه الا اشارة والله اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب فربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار یا محیی وممیت الاحیاء والاموات ویا مجیب الدعوات کما انت فعلت وسویت بهذاالنبی الکریم عیسی بن مریم بطفیله ففی الدنیا والاٰخرة ﷺ وذالک فوز عظیم ففی الدنیا وفی الدین. آمین اللهم آمین فبه التوفیق وعلیه التکلان ’’(میں تجھ کو ضرور وفات دینے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں، طرف اپنی یعنی تجھ کو امت میں نبی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کر کے تیرادرجہ اور مرتبہ اور قرب ومنزلت اور مقام ومنصب اپنی طرف بڑھانے والا ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے اور یہ بڑی رسائی ہے اور یہ تخصیص بعد تعمیم کسی علت وغرض سے ہی ہے کہ جس کو اس ارشاد ہے کہ انی متوفیک ورافعک الیّ حضرت حق تعالیٰ شانہ نے اکرام واحترام اوراحسان وامتنان ان پر کر کے فرمایا ہے جیسا کہ اس کے اس کلام متین ومتن متین سے ازخود مفہوم ومعلوم ہوتا ہے تو تو سمجھ اور غور کر اس لئے کہ عاقل کو ایک اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا ہے اصل امروبات کو اور اسی کی طرف ہمارے جملہ علم وعمل فہم وذکا کی بازگشت ہے اور ہونی چاہئے۔

پس اے رب ہمارے بخش وعطا کر ہم کو تو دنیا میں بھی خوبی اور حسن واسلوبی اور آخرت میں بھی اور بچا ہم کو دوزخ سے اے زندہ کرنے والے اور مارنے والے زندوں اور مردوں کے اور اے قبول کرنے والے دعاؤں اور التجاؤں کے جیسا کہ کیا تو نے اور فرمایا تو نے اس نبی کریم عیسیٰ بیٹا مریم کو بطفیل اپنے حبیب پاک کے دنیا وآخرت میں ﷺ اور یہ ایک بڑا ہی درجہ ومرتبہ دنیا وآخرت میں ہے۔ آمین یارب آمین! پس اسی کے ساتھ توفیق ہے اور اسی پر بھروسہ۔

اخرجہ محمد ابوالقاسم حسنی الحسینی عفی عنہ

الجواب حق: سید سبط حسن عفی عنہ — نظام الدین احمد صابری حنفی

ذالک کذالک: محمد عبدالقادر — مہر — قطب الدین

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

کیا مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے؟

تحریری مکالمہ

مابین

جناب حافظ عبدالمنان نورپوری و مرزائی مربی محمد اعظم

محترم جناب منور اختر گوجرانوالہ

کیا مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے؟

تحریری مکالمہ

مابین

استاذ الاساتذہ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ

و

مرزائی مربی محمد اعظم (گوجرانوالہ)

دار ابی الطیب

للبحث والتحقیق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

سخن گفتنی	۲۱۴
مرزائی مربی محمد اعظم کی پہلی تحریر اور دعویٰ	۲۱۵
حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب کی جوابی تحریر نمبر۱	۲۱۵
مرزائی مربی محمد اعظم کی دوسری تحریر	۲۱۶
قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی رو سے امتی نبی کا امکان	۲۱۶
قرآن کریم سے امتی نبی کا امکان	۲۱۶
حدیث شریف سے امتی نبی کا امکان	۲۱۷
حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ منجانب اللہ	۲۱۸
صداقت کے ثبوت	۲۲۰
مسلک الختام	۲۲۱
حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب کی جوابی تحریر نمبر۲	۲۲۲
امکان وعدم امکان نبوت والا مسئلہ	۲۲۲
یہ روایت ’’ولو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً‘‘ ثابت ہی نہیں	۲۲۴
اس روایت ’’نبیھا منھا‘‘ کی سند پیش کریں	۲۲۴
مرزا قادیانی کے اقوال نہ قرآن ہیں نہ حدیث ہیں	۲۲۴
مرزائی مربی محمد اعظم کی تیسری تحریر	۲۲۵
حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب کی جوابی تحریر نمبر۳	۲۲۹
مرزا قادیانی کے اقوال نہ قرآن ہیں اور نہ حدیث ہیں	۲۳۲
امکان وعدم امکان نبوت والا مسئلہ	۲۳۴
ثابت ہی نہیں	۲۴۱
سند پیش کریں	۲۵۰
اصل موضوع سے کون ہٹ رہا ہے؟	۲۵۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سخن گفتنی

خاکسار محکمۂ صحت گوجرانوالہ میں ملازم ہے۔ ہمارے دفتر میں ایک قادیانی حمید عالم، اکثر و بیشتر مرزائیت کی تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے اسے کھل کر بات چیت کرنے کو کہا۔ اس نے اپنی جماعت سے مشورہ کرنے کے بعد کہا کہ آپ ہمارے محلّہ امیر پارک میں آئیں اور گفتگو کی شرائط طے کرلیں۔ چنانچہ ہم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حافظ عبدالمنان نوری پوری صاحب کو لے کر قادیانیوں کے پاس محلّہ امیر پارک میں پہنچ گئے۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ قادیانیوں نے باقاعدہ اپنے مربی کو مناظرے کے لئے بلا رکھا ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کی طرف سے امیر تھا۔ سب سے پہلے میں نے موضوع متعین کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا اور آپ کا بنیادی اختلاف یہ ہے کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے، جب کہ ہم اسے نبی نہیں مانتے۔ باقی سب اختلاف اس کے تابع ہیں۔ اگر وہ نبی ثابت ہوجائے تو پھر وہ جو کچھ کہے درست ہے اور اگر نبی ہی ثابت نہ ہوسکے تو پھر دوسری باتوں پر بحث بے کار ہے۔ چنانچہ آپ کے ذمہ ہوگا کہ صرف قرآن وحدیث کے دلائل سے مرزا قادیانی کی نبوت ثابت کریں۔

مرزائی حمید عالم نے اگرچہ ہمیں صرف شرائط طے کرنے کے لئے بلایا تھا، مگر اس کے بلائے ہوئے مربی نے باقاعدہ اس موضوع پر مناظرے کا آغاز کردیا تو میں نے بھی اپنے ساتھی حافظ عبدالمنان صاحب سے عرض کی کہ اب آپ گفتگو کریں۔ حافظ صاحب نے تقریباً تین گھنٹے تک مرزائی مناظر سے اسی موضوع پر گفتگو کی۔ مگر مرزائی مناظر اپنے دعویٰ ''مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے'' کو ثابت نہ کرسکا۔ مجبور ہوکر کہنے لگا کہ میں آئندہ اس دعویٰ کو ثابت کردوں گا، یہ بات میرے ذمہ ہے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ آپ اپنا دعویٰ لکھ کردیں۔ آئندہ گفتگو تحریری ہوگی، تاکہ ریکارڈ رہے۔ چنانچہ مرزائی مناظر محمد اعظم مربی گوجرانوالہ نے یہ دعویٰ لکھ کردیا:

''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی...... امتی نبی ہیں۔'' اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔'' (مربی سلسلہ احمدیہ گوجرانوالہ)

اس کا یہ لکھنا کہ ''اس دعوے کے دلائل...... پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔'' اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زبانی گفتگو میں اپنا موقف ثابت نہ کرسکا۔ اس کے بعد تحریری گفتگو ہوئی، جس میں دعویٰ سمیت دونوں طرف سے کل تین تحریریں ہوئیں۔ حافظ عبدالمنان صاحب کی تیسری تحریر کے بعد میں نے حمید عالم قادیانی سے بار بار مطالبہ کیا کہ آپ اس کا جواب لادیں۔ لیکن آج تک ایک سال گزرنے کے باوجود اپنی تمام تر جدوجہد کے باوجود جواب نہیں لا سکا۔

چوں کہ اس گفتگو میں مرزائیوں کے مغالطات اوران کا بہترین خاموش کن جواب موجود ہے اس لئے اسے افادۂ عام کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔

منور اختر

۲۲؍رجب ۱۴۰۶ھ بمطابق ۲؍اپریل ۱۹۸۶ء

۱...... مرزائی مربی محمد اعظم کی پہلی تحریر اور دعویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی...... امتی نبی ہیں۔'' اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔

دستخط مدعی

محمد اعظم، مربی سلسلہ احمدیہ گوجرانوالہ

۱۹۸۳/۱/۲۴ء

حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب کی جوابی تحریر نمبر ۱

بخدمت جناب محمد اعظم صاحب! السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

ایک ماہ سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے کہ آپ نے ہمیں مندرجہ ذیل تحریر دی تھی:

''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی...... امتی نبی ہیں۔'' اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور

احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔'' مگر تا حال آپ نے اپنے مندرجہ بالا دعوے کی کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ لہٰذا اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے مذکورہ بالا دعوے کی دلیل قرآن مجید اور احادیث ثابتہ سے پیش فرمائیں۔

ابن عبدالحق بقلمہ

۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ، ۳ر مارچ ۱۹۸۳ء

سرفراز کالونی جی.ٹی روڈ گوجرانوالہ

۲...... مرزائی مربی محمد اعظم کی دوسری تحریر

اعوذباللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی...... (اپنے محبوب ومطاع سرور انبیاء حضرت محمد مجتبیٰ ﷺ کے ظل وبروز ہوکر مسیح موعود وامام مہدی ہیں جن) کا مقام امتی نبی کا مقام ہے، اس حقیقت تک رسائی کے دو اہم مرحلے ہیں:

۱...... قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی رو سے امتی نبی کا امکان ہو۔

۲...... حضرت مرزا صاحب کو منجانب اللہ یہ مقام ملنے کا دعویٰ ہو۔

بعض لوگ امکان اور دعوے کے ساتھ صداقت کے ثبوت طلب کیا کرتے ہیں جیسا کہ خدا کے فرستادوں کے وقت ہوتا رہا ہے۔

(۱) قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی رو سے امتی نبی کا امکان

قرآن کریم سے امتی نبی کا امکان

سورۃ فاتحہ ایک مسلمان ہر نماز میں بار ہا پڑھتا اور دعا کرتا ہے:

''اھدنا الصراط المستقیم. صراط الذین انعمت علیھم''

(الفاتحہ:۶،۷)

انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنے کا نتیجہ انہی انعامات تک رسائی ہے، ورنہ وہ

چلنا لاحاصل و بے کار ہے۔ قرآن کریم کا ایک حصہ دوسرے کی تفسیر کرتا ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۶۹ میں ہے:

’’ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النّبیین والصدیقین والشہدآء والصالحین. وحسن اولٰئک رفیقا‘‘

(النساء:۶۹)

اللہ اور الرسول، یعنی حضرت محمد ﷺ کی کامل اطاعت وہ راستہ ہے جس پر چلنے والے منزل پالینے پر چار گروہوں میں نظر آتے ہیں: ’’النّبیین، صدیقین، شہدا، صالحین...... ‘‘اس آیت میں چار گروہوں کے ساتھ معیت کا تذکرہ ہے، لیکن ایک بات واضح ہے کہ چاروں انعامات تک رسائی یکساں ممکن یا ناممکن ہے، کیوں کہ بیان یکساں ہے۔ یہاں معیت زمانی اور معیت مکانی نہیں۔ اس لئے معیت رتبی ہی مقصود ہے، جیسا کہ ’’التفسیر الکبیر المسمی بالبحر المحیط ‘‘ کی (ج۳ص ۲۸۷) پر امام راغبؒ کے حوالے سے لکھا ہے:

’’ممن انعم علیہم من الفرق الاربع فی المنزلۃ والثواب النبی بالنّبی والصدیق بالصدیق والشہید بالشہید والصالح بالصالح‘‘

گویا امت میں صالحیت، شہادت، صدیقیت کی طرح نبوت کا بھی امکان ہے۔

حدیث شریف سے امتی نبی کا امکان

صحیح مسلم حدیث نمبر ۷۲۹۳ کی الجزء الثامن مطبوعہ ۱۳۳۴ھ کے صفحہ نمبر ۱۹۷ پر نواس بن سمعان کی بیان کردہ طویل حدیث نبوی میں امت محمدیہ میں آنے والے کا ذکر کرکے اس کی طرف وحی آنے کا تذکرہ ہے، نیز اسے چار دفعہ نبی کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اس حدیث کے پیش نظر امت محمدیہ کا ہمیشہ یہ اعتقاد رہا ہے کہ آنے والا امت میں سے ہوگا، نیز نبی ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں آنے والے کے امتی نبی ہونے کا ہمیشہ اظہار ہوتا رہا۔

صحاح ستہ میں سے ابن ماجہ کی کتاب الجنائز حدیث نمبر ۱۵۱۱ میں حدیث نبوی ہے کہ اپنے صاحب زادہ ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر آں حضرت ﷺ نے فرمایا: ’’ولو عاش

ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً''

آیت خاتم النّبیین کے نزول کے بعد حضور ﷺ کے اس ارشاد سے امتی نبی کا امکان واضح ہے، ورنہ فرماتے کہ اگر زندہ رہتا تو نبی نہ ہوتا۔اسی طرح علامہ سیوطیؒ کی ''الخصائص الکبریٰ''(ج اوّل اردو ص۳۱-۳۵)اور''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب''مطبوعہ تاج کمپنی کے(ص۲۶۱،۲۶۲)پر ایک طویل حدیث درج ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کے حضور امت احمد ﷺ کا نبی بنائے جانے کی التجا کی تھی، جس پر جواب ملا:''نبیّھا منھا''کہ اس امت کا نبی اسی میں سے ہوگا۔

الحاصل: قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی رو سے امتی نبی کا امکان واضح ہے۔

(۲)حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ منجانب اللہ

۱...... ''مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی موعود اور اندرونی وبیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔ یہ جو میرا نام مسیح اور مہدی رکھا گیا ان دونوں سے رسول اللہ ﷺ نے مجھے مشرف فرمایا اور پھر خدا نے اپنے بلاواسطہ مکالمہ سے یہی میرا نام رکھا اور پھر زمانے کی حالت موجودہ نے تقاضا کیا کہ یہی میرا نام ہو۔'' (اربعین حصہ اوّل ص۴،خزائن ج۱۷ص۳۴۵)

۲...... ''مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افتراء کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں، ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی، جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہوکر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے، جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اس طرح پر میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔ مگر پیش گوئیوں کے مطابق ضروری تھا کہ انکار بھی کیا جاتا، اس لئے جن کے دلوں پر پردے ہیں، وہ قبول نہیں کرتے۔''

’’میں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری تائید کرے گا، جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے۔ کوئی نہیں کہ جو میرے مقابل پر ٹھہر سکے، کیوں کہ خدا کی تائید ان کے ساتھ نہیں اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے، صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے، رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا، بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔‘‘

(ایک غلطی کا ازالہ ص۳،۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۰،۲۱۱)

۳...... ’’یہ شرف مجھے محض آں حضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا، اگر میں آں حضرت ﷺ کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ ومخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیوں کہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔ پس اسی بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی اور میری نبوت، یعنی مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ، آں حضرت ﷺ کی نبوت کا ایک ظل ہے اور بجز اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں، وہی نبوت محمدیہ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی ہے اور چوں کہ میں محض ظل ہوں اور امتی ہوں، اس لئے آں جناب کی اس سے کچھ کسر شان نہیں۔‘‘

(تجلیات الٰہیہ ص۲۴،۲۵، خزائن ج۲۰ ص۴۱۱،۴۱۲)

۴...... ’’خدا نے آپ علیہ السلام کو فرمایا: ’’**جعلناک المسیح ابن مریم**‘‘ کہ ہم نے تجھے مسیح ابن مریم بنا دیا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۳۴، خزائن ج۳ ص۴۴۲)

نوٹ:

۱...... حضرت مرزا صاحب کو امتی نبوت کا مقام ملنا آں حضرت ﷺ کی ختم نبوت کا نتیجہ واثر ہے۔ کیوں کہ:

’’اللہ جل شانہ نے آں حضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا، یعنی آپ کو افاضۂ کمال

کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی، اسی وجہ سے آپ ﷺ کا نام خاتم النّبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ ﷺ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔'' (حقیقت الوحی ص۹۷ خزائن ج۲۲ ص۱۰۰ حاشیہ)

۲...... آں حضرت ﷺ کے ارشاد: ''**ولو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا**'' سے امتی نبوت کے جواز پر حضرت ملا علی قاریؒ کا تشریحی نوٹ خوب روشنی ڈالتا ہے:

''**فلا یناقض قوله تعالٰی خاتم النّبیین اذا المعنی انه لا یأتی بعده نبی ینسخ ملته ولم یکن من امته**''

''گویا اسے نبی کا امکان ہے جو آں حضرت ﷺ کی شریعت کو منسوخ نہ کرے اور آپ ﷺ کی امت میں سے ہو۔'' (موضوعات کبیر ص۵۹)

صداقت کے ثبوت

ایک مسلمان کے لئے اطمینان کا طریق یہ ہے کہ وہ قرآن کریم اور آں حضرت ﷺ کے اسوۂ مبارک سے صداقت کا معیار معلوم کر کے ان پر حضرت مرزا صاحب کی صداقت پرکھ لے۔ اوّل تو بہترین ذریعہ ہے کہ مومن تنہائی میں قادر مطلق خدا کے حضور دعا کرے اور اس سے التجا کرے، اگر مرزا صاحب تیری طرف سے ہیں اور سچے ہیں تو کسی نہ کسی طرح مجھ پر آشکار کردے۔ مسنون دعائے استخارہ اور اپنی زبان میں گریہ وزاری صداقت معلوم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ ہزاروں ہیں جو اس طریق کو اختیار کر کے دنیوی واخروی فلاح واطمینان پاگئے۔

دوسرے مختلف معیار اخذ کر کے دیکھنا ضروری ہے، مثلاً: چند معیار حسب ذیل ہیں:

۱...... ''**فقد لبثت فیکم عمراً من قبله افلا تعقلون**'' (یونس:۱۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ سے پہلے کی پاکیزہ زندگی صداقت کا ثبوت ہوتی ہے جیسا کہ آں حضرت ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے اس معیار کو پیش فرمایا۔ حضرت مرزا صاحب کا اس بارے میں چیلنج ضرورت الامام میں درج ہے اور اپنے پرائے سبھی اس زندگی کو دلکش قرار دیتے ہیں جیسا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ''اشاعۃ السنۃ'' اور ''تاریخ مرزا'' میں اقرار کر چکے ہیں۔

۲...... ’’ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل ‘‘(الحاقہ:۴۴) کی رو سے جھوٹے مدعی کو مفتری علی اللہ کو خدا خود ہلاک کرتا ہے، اس معیار کے مطابق جس طرح آں حضرت ﷺ کی سچائی روشن ہے اسی طرح آپ کے بروز کی صداقت عیاں ہے۔

۳...... جھوٹا موت کی تمنا نہیں کرتا جیسا کہ قرآن کریم کی کئی آیات سے واضح ہے۔ حضرت مرزا صاحب...... نے بارہا خدا کے حضور مناجات کی ہے کہ اگر تیری نظر میں میں جھوٹا اور مفتری ہوں تو مجھے ہلاک و برباد کردے، اس کے باوجود آپ کا پھیلنا پھولنا آپ کی صداقت پر دلیل ہے۔

۴...... ’’علم الغیب فلا یظہر علٰی غیبہ احدا. الّا من ارتضٰی من رسول ‘‘(الجن:۲۶،۲۷) کے مطابق کثرت سے غیب پر اطلاع صرف خدا اپنے رسولوں کو دیتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب پر خدا نے بے شمار غیب کی باتیں آشکار کیں جو ہر دور میں پوری ہو رہی ہیں، آج بھی ہو رہی ہیں اور یہ آپ کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے۔

مسلک الختام

حضرت مرزا صاحب......فرماتے ہیں:

’’یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے تم خدا سے مت لڑو، تم اس کو نابود نہیں کر سکتے، اس کا ہمیشہ بول بالا ہے...... اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور اس سلسلہ کو بے قدری سے نہ دیکھو جو خدا کی طرف سے تمہاری اصلاح کے لئے پیدا ہوا اور یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور کوئی پوشیدہ ہاتھ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ سلسلہ کب کا تباہ ہو جاتا اور ایسا مفتری ایسی جلد ہلاک ہو جاتا کہ اب اس کی ہڈیوں کا بھی پتا نہ چلتا۔ سو اپنی مخالفت کے کاروبار میں نظر ثانی کرو۔ کم سے کم یہ تو سوچو کہ شاید غلطی ہو گئی ہو اور یہ شاید یہ لڑائی تمہاری خدا سے ہو۔‘‘

(اربعین نمبر۴ ص۲۱ خزائن ج۱۷ ص۴۵۶)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

محمد اعظم

مربی انچارج ضلع گوجرانوالہ

۱۹۸۳/۴/۲۷ء

حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب کی جوابی تحریر نمبر۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم والسلام علی من اتبع الھدیٰ!

امابعد! آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ۲۴؍جنوری ۱۹۸۳ء کو ہم سے زبانی بات چیت کے بعد اپنے ہاتھ سے اپنا دعویٰ ان الفاظ میں لکھا تھا: ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں۔‘‘ پھر آپ نے اپنی اس مندرجہ بالا دعوے والی تحریر میں یہ بھی لکھا: ’’اس دعوے کے دلائل پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔‘‘ جس سے پتہ چل رہا ہے کہ آپ اس تحریر سے قبل زبانی بات چیت میں مرزا قادیانی کے امتی نبی ہونے کی کتاب وسنت سے کوئی دلیل پیش نہ کرسکے تھے، ورنہ یوں نہ لکھتے کہ ’’اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے الخ‘‘ اور جو تحریر آپ نے اب بھیجی ہے اس میں بھی آپ نے اپنے مندرجہ بالا دعویٰ: ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی امتی ہیں۔‘‘ کو ثابت کرنے والی کوئی دلیل پیش نہیں کی، نہ تو قرآن پاک سے اور نہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث ہی سے۔

اس لئے جناب سے پرزور التماس ہے کہ آپ ادھر ادھر کی باتیں بنانے کے بجائے قرآن کریم کی کوئی آیت یا آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی کوئی صحیح حدیث پیش فرمائیں۔ جس سے آپ کا دعویٰ ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ ثابت بھی ہوتا ہو۔

امکان وعدم امکان نبوت والا مسئلہ

آپ نے اپنی اس تحریر میں امکان وعدم امکان نبوت کے مسئلے پر بحث کی ہے جو فی الواقع غیرمفید ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری اس بات چیت میں بھی ذرہ برابر فائدے کی حامل نہیں۔ اوّلاً تو اس لئے کہ ہماری اس بات چیت کا موضوع ہے آپ کا دعویٰ: ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ نہ کہ امکان نبوت اور ثانیاً اس لئے کہ اگر آپ بالفرض امکان وعدم امکان نبوت والے مسئلے کو اپنی خواہش کے مطابق ہی حل کر لیتے ہیں تو بھی اس سے آپ کا مدعا ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ تو ہرگز ثابت نہیں ہوگا۔

لہٰذا آپ اپنے دعویٰ ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ کی قرآن کریم اور حضرت محمد ﷺ کی سنت وحدیث سے کوئی ایک ہی دلیل پیش فرمادیں اور امکان وعدم امکان نبوت والی بحث کو چھوڑیں۔ نیز صداقت وعدم صداقت مرزا صاحب والی بحث

میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ جب آپ اپنا مندرجہ بالا دعویٰ ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ قرآن کریم اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی سنت اور حدیث سے ثابت فرمالیں گے تو اس قسم کی ابحاث خود بخود حل ہو جائیں گی۔

’’انّما المسیح عیسٰی ابن مریم رسول اللّٰہ‘‘

صحیح مسلم میں موجود حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ایک نبی اللہ کی آمد کا تذکرہ تو ضرور ہے، مگر وہ نبی مرزا غلام احمد قادیانی نہیں اور نہ ہی مرزا قادیانی کوئی اور نبی ہیں۔ کیوں کہ اسی حدیث میں اس نبی اللہ کا لقب، اس کا نام اور اس کی والدہ ماجدہ کا نام بھی تو مذکور ہے نا۔ چنانچہ اسی حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ ﷺ مسیح دجال کا حلیہ اور اس کے چند کرتب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

’’فبینما ھو کذالک اذ بعث اللّٰہ المسیح ابن مریم‘‘ اس کے بعد آپ ﷺ فرماتے ہیں: ’’ثم یأتی عیسٰی قوم‘‘ بیان کو جاری رکھتے ہوئے آپ ﷺ مزید فرماتے ہیں ’’اذ اوحی اللّٰہ الٰی عیسٰی‘‘ اور اس کے بعد اسی حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے متعدد مقامات پر چار مرتبہ ’’نبی اللّٰہ عیسٰی علیہ السلام‘‘ (صحیح مسلم حدیث نمبر:۲۹۳۷) کے الفاظ بولے ہیں اور معلوم ہے کہ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے، عیسیٰ نہیں اور حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں مذکور نبی اللہ کا نام عیسیٰ ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام، غلام احمد نہیں۔

نیز آپ کو اعتراف ہے کہ مرزا قادیانی کی والدہ کا نام مریم نہیں۔ چنانچہ آپ نے ۲۴؍جنوری (۱۹۸۳ء) کی زبانی بات چیت میں اہالیان مجلس کے روبرو بھی اس بات کا اقرار فرمایا تھا اور حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں آنے والے نبی اللہ کی والدہ کا نام مریم بتایا گیا ہے تو آنے والے نبی اللہ کی والدہ کا نام مریم ہے، چراغ بی بی نہیں اور مرزا قادیانی کی والدہ کا نام چراغ بی بی ہے مریم نہیں۔ لہٰذا حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ والی حدیث میں جس نبی اللہ کی پیش گوئی ہے وہ نبی اللہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی بن چراغ بی بی عیسیٰ بن مریم نہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی نبی اللہ بھی نہیں۔

آپ اس مقام پر اپنی عبارت پر ذرا نظر ثانی فرمائیں کہ آپ نے اس حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں چار دفعہ نبی اللہ والے لفظ کو پکڑ لیا اور اسی حدیث میں موجود ایک بار

لفظ ’’المسیح ابن مریم ‘‘ کو دو دفعہ لفظ ’’عیسٰی‘‘ کو اور چار مرتبہ لفظ ’’نبی اللہ عیسٰی علیہ السلام‘‘ سے عیسٰی کو آپ نے اپنی تحریر میں جان بوجھ کر ذکر تک نہیں کیا۔ ’’جان بوجھ کر‘‘ کا لفظ اس لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ ہی کی تحریر سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ طویل حدیث آپ کے علم میں ہے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ وہ آپ لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے کہ آپ اس قسم کے کاموں سے باز آجائیں۔

یہ روایت ’’ولو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً‘‘ ثابت ہی نہیں

ابن ماجہ کی روایت ’’ولو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا ‘‘ کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان نامی بھی ہے، جس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے ’’کذبہ شعبہ...... الخ ‘‘(میزان الاعتدال ج۱ ص۱۶۹،۱۷۰) لہٰذا یہ روایت سرے سے ثابت ہی نہیں۔ پہلے اسے ثابت فرمائیں۔ پھر استدلال کریں۔

اس روایت ’’نبیھا منھا‘‘ کی سند پیش کریں

آپ کی تحریر میں پیش کردہ ’’الخصائص الکبریٰ للسیوطی ‘‘ کی روایت ’’نبیھا منھا‘‘ کی سند درکار ہے، لہٰذا اس روایت کی سند پیش کریں۔

مرزا قادیانی کے اقوال نہ قرآن ہیں نہ حدیث ہیں

آپ نے خود لکھا ہے: ’’اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔‘‘ اور واضح ہے کہ مرزا قادیانی کے اقوال ہمارے نزدیک نہ تو قرآن ہیں اور نہ حدیث ہیں۔ اس لئے آپ کا اپنی تحریر میں مرزا قادیانی کے اقوال کو نقل کرنا بے کار ہے۔ نیز روایت ’’ولو عاش ‘‘ پر ملّا علی قاری کا نوٹ نہ قرآن ہے اور نہ حدیث ہے۔ اس لئے آپ پر ابھی تک لازم ہے کہ آپ اپنے دعویٰ ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں۔‘‘ کے دلائل قرآن کریم اور صحیح حدیث سے پیش فرمائیں۔

ابن عبدالحق بقلمہ

۲۳؍رجب ۱۴۰۳ھ بمطابق ۶؍مئی ۱۹۸۳ء

۳...... مرزائی مربی محمد اعظم کی تیسری تحریر

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پرچہ دوم...... بجواب ''معترض'' (صفحہ:۱)

حصہ اوّل

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی...... بموجب حکم الٰہی وہ موعود وجود ہیں جسے ہمارے آقا ومولا سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مسیح مہدی اور عیسیٰ بن مریم وغیرہ ناموں کے ساتھ مختلف حکمتوں کی بنا پر امت کے سامنے بیان فرمایا اور امتیوں کو تاکید فرمائی کہ جب وہ آئے تو خواہ برف پر گھسٹ کر جانا پڑے، اس کے پاس پہنچو، بیعت کرو اور اسے میرا سلام پہنچاؤ۔ سیدنا حضرت مرزا صاحب...... نے بموجب حکم الٰہی اس مقام پر منجانب اللہ فائز ہونے کا دعویٰ فرمایا اور تفصیلاً بتایا کہ اس موعود کا مقام ''امتی نبی'' کا مقام ہے۔

تاریخ انبیاء واقوام شاہد ہے کہ کسی بھی آنے والے کو اہل دنیا نے فوراً سر آنکھوں پر نہیں بٹھایا۔ بلکہ ہمیشہ تمام گروہوں نے اس کی تکذیب وتکفیر کرتے ہوئے مخالفت واستہزا کا طریق اپنایا۔ امت محمدیہ میں آنے والا موعود کسی ایک فرقہ، عالم، مولوی یا حافظ وغیرہ کی خواہشات وتوقعات کے عین مطابق نہیں آسکتا۔ اگر وہ کسی ایک فرقہ وغیرہ کے اعتقادات کے مطابق آتا ہے تو دیگر تمام فرقے فوراً تکذیب کر کے مختلف معیار اپنی خواہشات کی تکمیل میں پیش کریں گے۔ اسی لئے آنے والا موعود کسی ایک فرقہ یا شخص کے اعتقادات ونظریات کا پابند نہیں، بلکہ حکم وعدل بیان کیا گیا۔

اہل فہم کے لئے میں نے حضرت مرزا صاحب...... کے صدق دعویٰ تک رسائی کے لئے دو مرحلے اعنی امکان اور بامر الٰہی اس مقام پر منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ اپنے پرچہ اوّل میں تحریر کئے تھے:

امر اوّل

امر اوّل کے متعلق دو آیات قرآنی اور تین احادیث نبویہ پر مشتمل دلائل کے پیش نظر ''معترض'' نے جواب لکھا ہے:

۱...... ’’حدیث میں ایک نبی اللہ کی آمد کا تذکرہ تو ضرور ہے۔‘‘
۲...... ’’حدیث میں...... نبی اللہ کی پیش گوئی ہے۔‘‘

امر دوم

اعنی بموجب حکم الٰہی اس امکانی مقام پر فائز ہونے کا دعویٰ میں نے حضور ﷺ کی حلفیہ تحریرات کی رو سے پیش کیا، نیز یہ وحی الٰہی کہ ’’**جعلناک المسیح ابن مریم**‘‘ علاوہ ازیں قرآن کریم سے چار معیار بیان کئے جن سے آں حضرت ﷺ یا کسی اور مدعی کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ ’’معترض‘‘ ان دلائل کے سبب اپنی عاجزی کا اظہار یوں کرتے ہیں (جس طرح امر اوّل کے متعلق اقرار کر چکے ہیں):

’’امکان وعدم امکان والی بحث کو چھوڑیں نیز صداقت وعدم صداقت مرزا قادیانی والی بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔‘‘ (ص۱)

یہ صورت احوال حضرت مرزا صاحب...... کے امتی نبی ہونے والے دعویٰ کی صداقت کا ازروئے قرآن کریم اور احادیث نبویہ محکم ثبوت ہے۔ **وما علینا الا البلاغ المبین!**

حصہ دوم

سیدنا حضرت مرزا صاحب...... کی صداقت دعویٰ تو بموجب حصہ اوّل ثابت ہے۔ حصہ دوم میں ’’معترض‘‘ کی زائد باتوں کے متعلق حقیقت حال بیان کرنا مقصود ہے۔ زائد اس لئے کہا ہے کہ بنیادی طور پر یہ باتیں دلائل کے رد میں نہیں۔

۱...... مجھے افسوس ہے کہ معترض اپنے علم سے بڑھ کر کام کرنا چاہتے ہیں، اپنے پرچے کے آغاز میں فرماتے ہیں کہ چوں کہ میں نے لکھا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اس تحریر سے پہلے کوئی دلیل پیش نہ کر سکا۔ کسی سے علم منطق کی ابجد سیکھ لیں تو بہتر ہے۔

خدا خوفی سے سوچیں کہ میں نے تحریری پرچے میں مذکور قرآن وحدیث والے دلائل مذکورہ تحریر سے پہلے زبانی گفتگو میں آپ کے سامنے نہیں بیان کئے تھے؟

۲...... معترض لکھتے ہیں: ’’امکان وعدم امکان نبوت کے مسئلہ پر بحث...... فی الواقع غیر مفید ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری اس بات چیت میں بھی ذرہ برابر فائدے کی حامل نہیں۔‘‘

حضرت! آپ نے پھر بغیر سوچے سمجھے ایک بات کردی۔ آپ کے اکابر پون صدی سے یہ علمی بحث کرتے آرہے ہیں اور بایں وجہ احمدیوں کو ختم نبوت کا نعوذ باللہ منکر بتا رہے ہیں۔ کیا ان کا یہ طریق عمل بوجہ جہالت ولاعلمی تھا اور اگر ان کا طریق عمل درست تھا تو آپ کا طرز گفتگو کیسا ہے؟

شاید آپ اس لئے اس موضوع سے کترا رہے ہیں کہ آپ ایک طرف ختم نبوت پر ایمان کے دعوے دار ہیں اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ کے بعد امتی نبی کے بجائے ایک مستقل نبی کے منتظر ہیں؟

محترم! اگر ایک مقام کا امکان ہی نہ ہو اور آپ اس مقام کے مدعی پر بحث کرنے لگ جائیں تو ایسی حالت میں دنیا آپ کو کیا کہے گی؟ یہ تو آپ کو علم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ''رسولاً الی بنی اسرائیل'' ہیں، وہ امت محمدیہ ﷺ میں نہیں آسکتے۔ اگر علم نہ ہو تو بے شک دریافت کریں ہم آپ کی پوری مدد کریں گے، ان شاء اللہ! مختصر یہ کہ جو فوت ہوجائے، وہ نہیں آیا کرتا۔

۳...... ایک اور عجیب مخمصہ کا آپ شکار ہیں، آپ جن بزرگوں کو اپنے بزرگ مانتے ہیں، ان کی محنت شاقہ اور مسلسل دعاؤں سے جمع کی ہوئی احادیث کی سندیں ہم سے طلب کررہے ہیں۔ ایک طرف آپ صحاح ستہ کہتے ہیں، دوسری طرف معترض ہورہے ہیں۔ یہ کیا چکر ہے؟ آپ خود ہی غور کریں:

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

۴...... حدیث نبوی: ''ولو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً'' کو آپ ٹھکرا رہے ہیں کہ سند میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان معتبر نہیں، حالاں کہ آپ کو علم ہونا چاہئے کہ صحاح ستہ میں آنے کے سبب آپ اسے قبول کرنے کے پابند ہیں۔ اس لئے حدیث پاک کو رد کرنے میں دلیری نہ کریں! نیز غور فرمائیں: یہ حدیث آپ اس لئے تو رد نہیں کررہے کہ آپ کے عقائد سے ٹکراتی ہے؟ غالباً ایسا ہی ہے۔

اصل حقائق

۱...... معترض سے زیادہ علم وفہم رکھنے والے بزرگ حضرت ملا علی القاریؒ نے اس

اعتراض کو بیان کر کے فرمایا: ''فی مسنده، اباشیبة، ابراهیم بن عثمان الواسطی وهو ضعیف لکن له طرق ثلاثة یقوی بعضها ببعض'' (یہ دونوں لفظ آپ کی تحریر میں اسی طرح ہیں) کہ حدیث کی سند میں ابراہیم بن عثمان ضعیف راوی ہیں، لیکن یہ حدیث تو تین طریقوں سے بیان ہوئی ہے، چنانچہ اس طرح یہ حدیث قوت پا رہی ہے۔

۲...... رائے مختلف ہوسکتی ہے۔ ایک آدمی کسی وجہ سے ایک کو غیر معتبر سمجھتا ہے اور دوسرا معتبر۔ مومنانہ حسن ظنی سے کام لیا جائے تو مسئلہ آسان ہوسکتا ہے۔ اسی راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن بعض نے ثقہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ''تہذیب التہذیب'' اور ''اکمال الاکمال'' میں لکھا ہے:

''قال یزید بن هارون ما قضی رجل اعدل فی القضاء منه وقال ابن عدی له احادیث صالحة وهو خیر من ابی حیة'' (تہذیب ج اوّل ص۱۲۵ و اکمال ص۲۰)

یعنی ابن ہارون نے کہا ہے کہ ابراہیم بن عثمان سے بڑھ کر کسی نے قضا میں عدل نہیں کیا اور ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی احادیث اچھی ہیں اور وہ ابی حیہ سے بہتر راوی ہے۔

ابوحیہ کے متعلق لکھا ہے:

''وثقه دار قطنی وقال النسائی: ثقه'' (تہذیب التہذیب ج اوّل ص۱۱۳)

یعنی حضرت امام نسائی نے ابوحیہ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

اسی طرح بیضاوی کے حاشیہ ''الشهاب علی البیضاوی'' میں بھی اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: ''اما صحة الحدیث فلا شبهة فیها'' کہ اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

علامہ شوکانی اس حدیث کے متعلق مذکورہ اعتراض کو یوں رد فرماتے ہیں:

''وهو عجیب من النّووی مع رواه عن ثلاثة من الصحابة وکانّه لم یظهر له تاویله'' (الفوائد المجموعہ ص۱۴۱)

یعنی نووی کا اس حدیث سے انکار عجیب ہے، باوجود یہ کہ اس حدیث کو تین صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نوویؒ پر اس کے صحیح معنی نہیں کھلے۔

علامہ شوکانی کی بات بالکل درست معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ انسانی فطرت ہے کہ جو بات اسے اپنے نظریات کے خلاف معلوم ہو، وہ اس کا انکار کر دیتا ہے اور پھر انکار کے

جواز کے لئے بہانے تلاش کرتا ہے ورنہ جن خدارسیدہ بزرگوں نے غور کیا، انہوں نے اسے نہ صرف قبول کیا بلکہ پورا مضمون واضح کر دیا، مثلاً امام علی القاریؒ فرماتے ہیں کہ بے شک ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہو جاتے۔ مگر امتی نبی، جس کا آنا خاتم النّبیین والی آیت کے خلاف نہیں:

''فلا یناقض قوله تعالٰی خاتم النّبیین اذالمعنی انه لا یأتی نبی بعده ینسخ ملته ولم یکن من امته'' کہ حضرت خاتم النّبیینﷺ کے بعد صرف ایسا نبی آ سکتا ہے جو آپ کی شریعت کو منسوخ نہ کرے اور آپ کا امتی ہو۔

الحاصل حدیث: ''ولو عاش لکانا صدیقانبیاً'' سچی اور ہر طرح سے قبول کے لائق ہے، اس لئے آئندہ معترض کو چاہئے کہ حسن ظن اور حسن نیت سے کام لے کر قبول کی طرف بڑھنے کی کوشش کریں۔ انکار کے لئے کوشاں ہونا چنداں مفید نہیں۔ باقی آپ کی مرضی ہے:

صبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا کئے جاؤ مے خوارو کام اپنا اپنا

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

نوٹ: امید ہے آئندہ آپ راویوں پر بحث کے بجائے اپنا رخ اصل موضوع کی طرف رکھیں گے۔ اگر آپ نے اسی فن کی طرف رجوع کرنا ہے تو زیر بحث حدیث کی سند پر فیصلہ کرلیں، پھر کوئی نئی بات کریں۔

المبلغ: محمد اعظم مربی سلسلہ احمدیہ
۱۹۸۳/۵/۱۴ء
باغبان پورہ گوجرانوالہ

حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب کی جوابی تحریر نمبر۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب محمد اعظم صاحب! والسلام علٰی من اتبع الهدیٰ!

امابعد! اب تک آپ کی طرف سے ہم کو تین تحریریں موصول ہو چکی ہیں، جن میں سے تیسری آپ کی یہ حالیہ تحریر ہے اور پہلی وہ جو آپ نے ہمیں ۲۴ رجنوری ۱۹۸۳ء کو ہم سے زبانی بات چیت کرنے کے بعد اسی وقت اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی تھی، جس میں آپ کا دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' درج ہے، نیز اس میں آپ ہی نے لکھا ہے:

’’اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے‘‘ مگر آپ نے اپنی اس حالیہ تحریر پر ’’پرچہ دوم‘‘ کے لفظ لکھ کر اپنی ۲۴؍جنوری والی پہلی تحریر کو نظرانداز فرمادیا ہے تو واقع کے لحاظ سے آپ کی یہ حالیہ تحریر پرچہ سوم ہے نہ کہ دوم۔

بندہ نے لکھا تھا: ’’جس سے (آپ کی پہلی تحریر سے) پتہ چل رہا ہے کہ آپ اس تحریر سے قبل زبانی بات چیت میں مرزا قادیانی کے امتی نبی ہونے کی کتاب وسنت سے کوئی دلیل پیش نہ کر سکے تھے، ورنہ آپ یوں نہ لکھتے کہ ’’اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے...... الخ‘‘ (میرا رقعہ نمبر۲ ص۱)

اس کو پڑھ کر آپ لکھتے ہیں کہ ’’مجھے افسوس ہے کہ معترض اپنے علم سے بڑھ کر کام کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے پرچہ کے آغاز میں فرماتے ہیں کہ چوں کہ میں نے لکھا تھا کہ حضرت مرزا قادیانی کی صداقت پر قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اس تحریر سے پہلے میں کوئی دلیل پیش نہ کر سکا، کسی سے علم منطق کی ابجد سیکھ لیں تو بہتر ہے۔ خدا خوفی سے سوچیں! کیا میں نے تحریر پرچے میں مذکور قرآن وحدیث والے دلائل مذکورہ تحریر سے پہلے زبانی گفتگو میں آپ کے سامنے بیان نہیں کئے تھے؟‘‘

(بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۲)

آپ کے اس بیان میں کئی ایک نقص ہیں:

۱...... آپ کا قول: ’’میں نے لکھا تھا کہ مرزا قادیانی کی صداقت پر قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرنا مجھ پر لازم ہے‘‘ نادرست ہے، کیوں کہ جو کچھ آپ نے اپنی ۲۴؍جنوری والی تحریر میں لکھا، وہ من وعن اوپر درج کیا جاچکا ہے۔ ایک دفعہ پھر سن لیں۔ آپ نے اپنے ۲۴؍جنوری والے پرچے میں لکھا تھا: ’’دعویٰ: حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں، اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔‘‘ (آپ کی ۲۴؍جنوری والی تحریر) غور فرمائیں! دونوں باتوں ’’حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر ...... الخ‘‘ اور دعویٰ ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی امتی ہیں، اس دعوے کے دلائل قرآن کریم ...... الخ‘‘ میں کتنا فرق ہے؟

۲...... آپ نے اپنے قول: ’’مجھے افسوس ہے کہ معترض اپنے علم سے بڑھ کر کام کرنا چاہتے ہیں۔‘‘ میں خواہ مخواہ بندہ کی نیت پر حملہ کیا ہے، جس کا آپ کو قطعاً حق حاصل نہ تھا اور

نہ ہے۔ یہ بندہ اپنے علم سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کرنا چاہتا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ جل وعلا اپنے فضل وکرم کے ذریعہ مجھ سے میرے علم سے بڑھ کر خدمت دین کا کوئی کام لے لیں تو اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا سعادت ہوسکتی ہے؟ رہا آپ کے افسوس والا معاملہ تو اس کا تعلق بندہ کے کسی کام اور ارادے سے نہیں، اس کا تعلق ہے تو صرف اور صرف آپ کو اپنے دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی امتی ہیں'' کی قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہ ہونے اور نہ ملنے سے ہے اور یہ افسوس، ان شاء اللہ! ہمیشہ آپ کا دامن گیر رہے گا۔ الّا یہ کہ آپ تائب ہوجائیں۔

۳...... آپ نے اپنے دو قولوں: ''کسی سے علم منطق کی ابجد سیکھ لیں تو بہتر ہے'' اور ''خدا خوفی سے سوچیں'' میں علم منطق سے ناواقف ہونے اور خدا خوفی کے بغیر سوچنے کے بندہ پر دو بہتان لگائے ہیں۔ فخر نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس بندہ میں یہ دونوں چیزیں ''علم منطق کی واقفیت اور خدا خوفی'' آپ سے تو زیادہ ہی ہیں۔ چنانچہ اسی تحریری بات چیت سے واضح ہے۔

۴...... آپ اپنی تحریر میں مذکورہ آیات وروایات کو اپنے دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی امتی ہیں'' کی دلیل سمجھ رہے ہیں، جیسا کہ آپ کے قول ''خدا خوفی سے سوچیں، کیا میں تحریری پرچہ...... الخ'' سے واضح ہو رہا ہے۔ حالاں کہ یہ آیات وروایات آپ کے مذکورہ بالا دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی امتی ہیں'' کی دلیل نہیں ہیں۔ اس لئے تو بندہ نے خدا خوفی سے سوچ کر ہی لکھا تھا:

''آپ اس تحریر سے قبل زبانی بات چیت میں مرزا قادیانی کے امتی نبی ہونے کی کتاب وسنت سے کوئی دلیل پیش نہ کر سکے تھے، ورنہ آپ یوں نہ لکھتے کہ ''اس دعویٰ کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے الخ'' اور جو تحریر آپ نے اب بھیجی ہے، اس میں بھی آپ نے اپنے مندرجہ بالا دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی امتی ہیں'' کو ثابت کرنے کی کوئی دلیل پیش نہیں کی، نہ تو قرآن کریم سے اور نہ ہی حضرت محمد ﷺ کی سنت وحدیث سے۔ اس لئے جناب سے پرزور التماس ہے کہ آپ ادھر ادھر کی باتیں بنانے کے بجائے قرآن کریم کی کوئی آیت یا آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث پیش فرمائیں، جس سے آپ کا دعویٰ'' حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی امتی ہیں'' ثابت بھی ہوتا ہو؟ (میرا رقعہ نمبر۲ ص۱)

تفصیل

آپ کی اپنی ۲۴/جنوری والی تحریر کے مطابق آپ کا دعویٰ ہے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی امتی ہیں'' اور آپ ہی کی اسی ۲۴/جنوری والی تحریر کے موافق اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا آپ پر لازم ہے، آپ کی اپنی تحریر میں پیش کردہ کل آیات مندرجہ ذیل ہیں:

۱...... ''**اهدنا الصراط المستقیم. صراط الذین انعمت علیهم**''
(الفاتحہ:۵،۶)

۲...... ''**ومن یطع الله والرسول فاولٰئک مع الذین انعم الله علیهم من النّبیین**'' (النساء:۶۹)

۳...... ''**عٰلم الغیب فلا یظهر علٰی غیبه احداً الا من ارتضی من رسول**''
(الجن:۲۶،۲۷)

ان مذکورہ بالا آیات مبارکہ سے کسی ایک آیت مبارکہ میں بھی آپ کے دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی امتی ہیں'' پر کوئی سی بھی دلالت نہیں ہے، نہ عبارتاً نہ دلالتاً، نہ اشارتاً، نہ اقتضاءً، نہ مطابقتاً، نہ تضمناً، نہ التزاماً، نہ صراحتاً اور نہ کنایۃً ہے۔ نیز یہ حقیقتاً اور نہ ہی مجازاً ہے۔ پھر آپ کی تحریر میں پیش کردہ ثابت وغیر ثابت کل روایات صرف تین ہیں۔ صحیح مسلم کی حدیث نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام، ابن ماجہ کی غیر ثابت روایت ''**لو عاش الخ**'' اور خصائص الکبریٰ للسیوطی کے بے سند پیش کردہ روایت ''**نبیها منها**'' مگر ان تینوں روایات سے کوئی ایک روایت بھی آپ کے دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی امتی ہیں'' پر دال نہیں۔ الغرض مرزا غلام احمد کا امتی نبی ہونا ان تمام آیات وروایات میں سے کسی کا نہ ترجمہ ہے اور نہ مطلب ہے۔

مرزا قادیانی کے اقوال نہ قرآن ہیں اور نہ حدیث ہیں

آپ نے اپنی تحریر میں مرزا قادیانی وغیرہ کے کچھ اقوال بھی نقل کئے تھے، جن کے جواب ورد میں بندہ نے لکھا تھا: ''آپ نے خود ہی لکھا ہے: ''اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔'' اور واضح ہے کہ مرزا قادیانی کے اقوال

ہمارے نزدیک نہ تو قرآن ہیں اور نہ حدیث ہیں۔ اس لئے آپ کا اپنی تحریر میں مرزا قادیانی کے اقوال کو نقل کرنا بے کار ہے۔ نیز روایت ’’ولو عاش‘‘ پر ملا علی قاری کا نوٹ نہ قرآن ہے اور نہ حدیث ہے، اس لئے آپ پر ابھی تک لازم ہے کہ آپ اپنے دعوے ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ کے دلائل قرآن کریم اور صحیح حدیث سے پیش فرمائیں۔‘‘

(میرا رقعہ نمبر۲ ص۲)

لہٰذا آپ کا اب کے پھر لکھنا: ’’امر دوم اعنی بموجب حکم الٰہی اس امکانی مقام پر فائز ہونے کا دعویٰ میں نے حضور کی حلفیہ تحریرات کی رو سے پیش کیا۔ نیز یہ وحی الٰہی کہ ’’جعلناک المسیح ابن مریم‘‘ (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۱) بے سود ہے، کیوں کہ آپ کے حضور مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال حلفیہ وغیر حلفیہ نہ قرآن ہیں اور نہ حدیث۔ جب کہ آپ اپنی ۲۴؍جنوری والی تحریر کی رو سے قرآن وحدیث پیش کرنے کے پابند ہیں۔

اب ذرا آپ بھی خدا خوفی سے سوچ لیں۔ آیا مرزا قادیانی کے اقوال پیش کرنے میں آپ کا رخ اصل موضوع ہی کی طرف تھا؟ تو حضرت! آپ سے بار بار مطالبہ کیا جارہا ہے کہ آپ اپنی ہی ۲۴؍جنوری والی تحریر کا پاس رکھتے ہوئے اپنے دعوے ’’حضرت مرزا غلام احمد امتی نبی ہیں‘‘ کی کوئی ایک ہی دلیل قرآن کریم اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی حدیث وسنت سے پیش کردیں، ورنہ اعتراف فرمائیں کہ آپ اپنا دعویٰ ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ قرآن کریم اور احادیث نبویہ محمدیہ ﷺ سے ثابت نہ کرسکے اور نہ ثابت کرسکتے ہیں، خواہ مخواہ اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع نہ کریں۔

ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ آپ اپنے دعوے ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ کا ثبوت کسی ایک فرقہ، عالم، مولوی یا حافظ وغیرہ کی خواہشات وتوقعات کے عین مطابق دیں۔ ہمارا مطالبہ تو صرف اور صرف یہ ہے کہ آپ اپنے دعوے ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ کا ثبوت اپنے ہی ہاتھوں سے لکھی ہوئی ۲۴؍جنوری والی تحریر ’’اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے‘‘ کے عین مطابق تو پیش فرمائیں نا۔

جناب سے پھر گزارش کروں گا کہ آپ اپنے دعوے ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں‘‘ کی زیادہ دلیلیں تو درکنار صرف کوئی ایک ہی دلیل قرآن یا آخری نبی

حضرت محمد ﷺ کی سنت وحدیث سے پیش کردیں اور امکان وعدم امکان نبوت، صداقت وغیر صداقت مرزا قادیانی اور حیات وفات مسیح علیہ السلام ایسے موضوعات کی طرف جانا اور رخ موڑنا ہماری اس بات چیت میں تو بالکل ہی بے سود ہے۔ کیوں کہ آپ کی پہلی تحریر (۲۴؍جنوری والی) صاف اور واشگاف الفاظ میں بتا رہی ہے کہ آپ کی مدعی ہونے کی حیثیت سے ذمہ داری ہے کہ آپ اپنے دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' پر آئیں اور دوسرے موضوعات کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں۔

دوسرا دعویٰ

آپ اپنے پہلے دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کی تو قرآن کریم اور احادیث محمدیہ ﷺ سے ابھی تک کوئی ایک دلیل بھی بیان نہ کر پائے تھے کہ آپ نے ایک اور دعویٰ داغ دیا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی...... بموجب حکم الٰہی وہ موعود وجود ہیں جسے ہمارے آقا ومولا سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مسیح، مہدی اور عیسیٰ بن مریم وغیرہ ناموں کے ساتھ مختلف حکمتوں کی بنا پر امت کے سامنے بیان فرمایا...... الخ'' (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۱) تو آپ کے فرمان ''من قال علی ما لم اقل...... الخ '' (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۵) ''جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی...... الخ'' کی زد میں آنے سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ دوسروں کو خدا خوفی سے سوچنے کی تلقین کرنے والو! خود بھی تو خدا خوفی سے سوچو اور بولو:

امکان وعدم امکان نبوت والا مسئلہ

اس عنوان کے تحت بندہ نے لکھا تھا:

''آپ نے اپنی اس تحریر میں امکان وعدم امکان نبوت کے مسئلے پر بحث کی ہے، جو فی الواقع غیر مفید ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری اس بات چیت میں بھی ذرہ برابر فائدے کی حامل نہیں۔ اوّلاً تو اس لئے کہ ہماری اس بات چیت کا موضوع ہے آپ کا دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' نہ کہ امکان نبوت اور ثانیاً اس لئے کہ اگر آپ بالفرض امکان وعدم امکان نبوت والے مسئلے کو اپنی خواہش کے مطابق ہی حل کر لیتے ہیں تو بھی اس سے آپ کا مدعا ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' تو ہرگز ثابت نہیں ہوگا۔ لہٰذا

آپ اپنے دعوے ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ کی قرآن کریم اور حضرت محمد ﷺ کی سنت وحدیث سے کوئی ایک ہی دلیل پیش فرمادیں اور امکان وعدم امکان نبوت والی بحث کو چھوڑیں، نیز صداقت وعدم صداقت مرزا قادیانی والی بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیوں کہ جب آپ اپنا مندرجہ بالا دعویٰ ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ قرآن کریم اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی سنت اور حدیث سے ثابت فرمالیں گے تو اس قسم کی ابحاث خود بخود حل ہو جائیں گی۔‘‘ (میرا رقعہ نمبر۲ص۱)

اس کو پڑھ کر آپ لکھتے ہیں: ’’امر اوّل کے متعلق دو آیات قرآنی اور تین احادیث نبویہ پر مشتمل دلائل کے پیش نظر ’’معترض‘‘ نے جواب لکھا ہے:

۱...... حدیث میں ایک نبی اللہ کی آمد کا تذکرہ تو ضرور ہے۔

۲...... حدیث میں...... نبی اللہ کی پیش گوئی ہے۔ (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۱)

۱...... آپ نے دیکھ لیا کہ بندہ نے یہ دونوں باتیں ’’حدیث میں ایک نبی اللہ الخ‘‘ اور ’’حدیث میں جس نبی اللہ کی الخ‘‘ امکان وعدم امکان نبوت والا مسئلہ کے عنوان کے تحت نہیں لکھیں۔ کیوں کہ نزول مسیح ابن مریم علیہما السلام ہمارے نزدیک امکانی نہیں، واقعی مسئلہ ہے۔ پھر وقوع فی المستقبل اور امکان فی المستقبل میں بڑا فرق ہے۔ **کما لا یخفی علی اهل العلم** !اسی لئے بندہ نے امکان وعدم امکان نبوت والا عنوان جدا اور ’’**انما المسیح عیسی ابن مریم رسول الله**‘‘ والا عنوان جدا قائم کیا تھا اور مندرجہ بالا دونوں عبارتیں میں نے دوسرے عنوان ’’**انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله**‘‘ کے تحت درج کی ہیں۔ آپ کے امر اوّل ’’امکان وعدم امکان نبوت والے مسئلے‘‘ کے جواب میں بندہ نے وہی کچھ لکھا جو اوپر نقل کر دیا گیا ہے اور اس کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں۔

۲...... رہا آپ کا لکھنا: ’آپ نے بغیر سوچے سمجھے ایک بات کر دی...... الخ‘‘ (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۲) تو وہ میری اس بات کا جواب نہیں ہے، کیوں کہ ہماری اس بات چیز کا موضوع ہے آپ کا دعویٰ: ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ نہ کہ امکان وعدم امکان نبوت۔ پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ بعض چیزیں ممکن تو ہوا کرتی ہیں مگر واقع کبھی نہیں ہوتی۔ نیز ہمارے بزرگوں کی آپ لوگوں کے ساتھ ابحاث بھی اپنی جگہ بجا،

درست اور علم پر مبنی تھیں۔

رہا آپ کا سوال ''تو آپ کا طرز گفتگو کیسا ہے؟'' تو جواباً عرض ہے کہ میرا یہ طرز گفتگو ویسا ہی ہے جیسا آپ نے بذات خود اپنی ۲۴/جنوری والی پہلی تحریر میں متعین کیا تھا کہ اس دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے تو آپ اپنے اس دعوے کے دلائل قرآن وحدیث سے پیش کریں نا، ادھر ادھر کیوں دوڑتے ہیں؟

پھر آپ لکھتے ہیں: ''شاید آپ اس لئے موضوع سے کترا رہے ہیں کہ آپ ایک طرف ختم نبوت پر ایمان کے دعوے دار ہیں اور دوسری طرف نبی کریم ﷺ کے بعد امتی نبی کے بجائے ایک مستقل نبی کے منتظر ہیں؟'' (بزعم شما آپ کا رقعہ نمبر۲ ص۲)

ا...... یقین کریں کہ یہ بندہ آپ کے لکھ کر دیئے ہوئے دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' والے موضوع سے ہٹ کر کسی اور موضوع مثلاً: امکان وعدم امکان نبوت پر اس فرصت میں کلام کرنے کو بات چیت کے اصول وقواعد کے منافی سمجھتا ہے، ہاں کسی اور فرصت میں آپ اسی بندے کے اس حالیہ بات چیت کے موضوع آپ کے دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کے علاوہ کسی بھی اور موضوع پر گفتگو کا شوق پورا کر سکتے ہیں۔

البتہ اس موجودہ بات چیت میں تو آپ پر لازم ہے کہ آپ اپنے دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کے دلائل قرآن کریم اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت وحدیث سے پیش فرمائیں۔ ورنہ صاف اور واضح الفاظ میں اعتراف کریں کہ آپ کا دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' غلط، نادرست اور واقع کے خلاف ہے۔ باقی رہیں آپ کے خیال کے مطابق میری زائد باتیں تو وہ آپ ہی کی زائد باتوں کی وجہ سے ہیں، کیوں کہ آپ کی دونوں تحریریں زائد باتوں سے اٹی پڑی ہیں۔ بھلا آپ ہی خدا خوفی سے سوچ کر بتائیں، امکان وعدم امکان نبوت والی بحث، روایات ''لو عاش'' اور ''نبیها منها'' ''حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ، مرزا قادیانی کی عبارات اور ملا علی قاری وغیرہ کے نوٹ جناب کے دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' پر

قرآن وحدیث سے کیسے دلائل ہیں؟

الزام ہم کو دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا

۲...... آپ کا کہنا: ''اور دوسری طرف حضور کے بعد امتی نبی کے بجائے ایک مستقبل نبی کے منتظر ہیں۔'' مجھ پر بہتان ہے۔ آنے والے نبی اللہ کے متعلق میرا اور ہر مسلمان کا عقیدہ وہی ہے جو صحیح مسلم کی حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں بیان ہوا ہے کہ وہ نبی اللہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہی ہیں۔ نیز صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لینزلن فیکم ابن مریم الخ'' (صحیح البخاری حدیث نمبر۲۱۰۹) تو رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ''لینزلن فیکم ابن مریم الخ'' ضرور بالضرور نازل ہوں گے تم میں ابن مریم الخ'' آپ کے قول ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو رسول الی بنی اسرائیل ہیں وہ امت محمدیہ میں نہیں آسکتے۔'' (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۲) کی تغلیط وتردید کر رہے ہیں۔

لہٰذا آپ کا قول ''جو فوت ہو جائے وہ نہیں آیا کرتا'' بھی غلط ٹھہرا۔ کیوں کہ آپ کے عقیدے کے لحاظ سے اگر بالفرض حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ ہی تصور کر لیا جائے تو بھی وہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے فرمان ''لینزلن فیکم ابن مریم الخ'' کی رو سے ضرور بالضرور امت محمدیہ میں تشریف لائیں گے، نیز قرآن مجید میں ہے:

۱...... ''ثم بعثنکم من بعد موتکم الخ'' (البقرہ:۵۶)

''پھر اٹھایا ہم نے تمہیں تمہارے فوت ہو جانے کے بعد...... الخ''

۲...... ''الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم...... الخ'' (البقرہ:۲۴۳)

''کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جو نکلے اپنے گھروں سے دراں حالیکہ وہ ہزاروں تھے فوت ہونے کے ڈر کے مارے تو کہا ان سے اللہ تعالیٰ نے فوت ہو جاؤ، پھر زندہ کیا اس نے انہیں۔ الخ''

۳...... ''فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ ...... الخ'' (البقرہ:۲۵۹)

''پس فوت کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے سو سال پھر اٹھایا اس نے اس کو...... الخ''

ان اور ان جیسی دیگر آیات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ آپ کا قاعدہ ''جو فوت ہو جائے وہ نہیں آیا کرتا'' درست نہیں۔ نیز اس قاعدے کی رو سے آپ کا مرزا قادیانی کو مسیح

عیسیٰ بن مریم قرار دینا بھی غلط ٹھہرا:

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

باقی رہیں مثیل، شبیہ اور مجازی والی باتیں تو ان کا کتاب وسنت میں کوئی ثبوت نہیں ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''لینزلن فیکم ابن مریم الخ'' نہ کہ ''لینزلن فیکم ابن مریم او شبیهه''

نیز آپ لکھتے ہیں: ''معترض ان دلائل کے سبب اپنی عاجزی کا اظہار یوں کرتے ہیں: ''امکان وعدم امکان والی بحث کو چھوڑیں، نیز صداقت وعدم صداقت مرزا صاحب والی بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ (ص۱) یہ صورت احوال......الخ''

(بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۱)

۱...... یہ نری لفاظی ہے، یاد رہے کہ یہاں لفاظی سے کام نہیں چلے گا۔ یہاں تو دلائل درکار ہیں، بار بار لکھ چکا ہوں کہ آپ نے ابھی تک اپنے دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کی قرآن وحدیث سے کوئی ادنیٰ سی دلیل بھی پیش نہیں کی اور نہ آئندہ پیش کرنے کی آپ سے توقع ہے، کیوں کہ اس دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کا قرآن وحدیث میں محکم کیا غیر محکم ثبوت ہونا بھی امر محال ہے تو پھر آپ کا مجھ پر ''ان دلائل کے سبب اپنی عاجزی الخ'' کی پھبتی کسنا کیا معنی رکھتا ہے؟

ہاں اس طرح آپ اپنے دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کی قرآن وحدیث سے کوئی ایک دلیل بھی پیش کرنے سے عاجز آ جانے اور قاصر رہنے پر پردہ پوشی کی ایک بھونڈی صورت اختیار فرمانے کی ضرور کوشش کر رہے ہیں، جسے ہرگز بارآور نہیں ہونے دیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ! تو چاروناچار آپ کو اپنے دعوے ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' کے قرآن کریم اور احادیث محمدیہ ﷺ سے دلائل پیش کرنے کی طرف پلٹنا ہی پڑے گا۔

۲...... امکان وعدم امکان نبوت والی بحث کو چھوڑنے نیز صداقت وعدم صداقت مرزا قادیانی والی بحث میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہ ہونے کی وجوہ کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے، انہیں ایک دفعہ پھر پڑھ لیں۔ ان شاء اللہ العزیز! بات واضح ہو جائے گی۔ بشرطیکہ آپ خدا خوفی سوچیں۔

''انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ''

اس عنوان کے تحت بندہ نے لکھا تھا: ''صحیح مسلم میں موجود حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ایک نبی اللہ کی آمد کا تذکرہ تو ضرور ہے مگر وہ نبی مرزا غلام احمد قادیانی نہیں اور نہ مرزا قادیانی کوئی اور نبی ہی ہیں۔ کیوں کہ اسی حدیث میں اس نبی اللہ کا لقب، اس کا نام اور اس کی والدہ ماجدہ کا نام بھی تو مذکور ہے نا۔ چنانچہ اسی حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ ﷺ مسیح دجال کا حلیہ اور اس کے چند کرتب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''فبینما ہم کذالک اذ بعث اللّٰہ المسیح ابن مریم'' اس کے بعد آپ ﷺ فرماتے ہیں ''ثم یأتی عیسٰی قوم'' بیان کو جاری رکھتے ہوئے آپ ﷺ مزید فرماتے ہیں: ''اذ اوحی اللّٰہ الٰی عیسٰی'' اور اس کے بعد اسی حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے متعدد مقامات پر چار مرتبہ ''نبی اللّٰہ عیسٰی علیہ السلام'' کے الفاظ بولے ہیں اور معلوم ہے کہ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے، عیسیٰ نہیں اور حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں مذکور نبی اللہ کا نام عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، غلام احمد نہیں۔''

''نیز آپ کو اعتراف ہے کہ مرزا قادیانی کی والدہ ماجدہ کا نام مریم نہیں۔ چنانچہ آپ نے ۲۴/ جنوری کی زبانی بات چیت میں اہالیان مجلس کے روبرو بھی اس بات کا اقرار فرمایا تھا اور حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں آنے والے نبی اللہ کی والدہ کا نام مریم بتایا گیا ہے تو آنے والے نبی اللہ کی والدہ کا نام مریم ہے، چراغ بی. بی نہیں۔ جب کہ مرزا قادیانی کی والدہ کا نام چراغ بی. بی ہے مریم نہیں۔ لہٰذا حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ والی حدیث میں جس نبی اللہ کی پیش گوئی ہے وہ نبی اللہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی بن چراغ بی. بی عیسیٰ بن مریم نہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی نبی اللہ بھی نہیں۔'' (میرا رقعہ نمبر۲ ص۱،۲)

اس کا کوئی جواب تو آپ سے بن نہ پڑا، آیت: ''لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکارٰی'' سے صرف ''لاتقربوا الصلوٰۃ'' کو جملہ ''وانتم سکارٰی'' کے بغیر پڑھنے والوں کی طرح آپ نے لکھ مارا۔

معترض نے جواباً لکھا ہے:

۱...... ''حدیث میں ایک نبی اللہ کی آمد کا تذکرہ تو ضرور ہے۔''

۲...... ’’حدیث میں نبی اللہ کی پیش گوئی ہے۔‘‘

حالاں کہ پہلی عبارت پوری بندہ کی تحریر میں اس طرح ہے: ’’صحیح مسلم میں موجود حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ایک نبی اللہ کی آمد کا تذکرہ تو ضرور ہے، مگر وہ نبی اللہ مرزا غلام احمد قادیانی نہیں اور نہ ہی مرزا قادیانی کوئی اور نبی ہیں۔ کیوں کہ اس حدیث میں اس نبی اللہ کا لقب اس کا نام اوراس کی والدہ ماجدہ کا نام بھی تو مذکور ہے نا الخ‘‘

اوراسی طرح دوسری عبارت بھی بندہ کی تحریر میں اس طرح ہے: ’’لہٰذا حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ والی حدیث میں جس نبی اللہ کی پیش گوئی ہے وہ نبی اللہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی بن چراغ بی. بی، عیسیٰ بن مریم نہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی نبی اللہ بھی نہیں۔‘‘ چنانچہ بندہ اپنے رقعہ نمبر۲ سے پوری عبارت تفصیلاً نقل کر چکا ہے، اسے ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرمالیں۔

دیکھا جناب نے بندہ کی اس مقام پر عبارت میں دوجگہ کیسی قطع وبرید کی؟ پھر آپ نے اپنی اسی قطع وبرید کے بل بوتے پر بہتان: ’’دوسری طرف نبی کریم ﷺ کے بعد امتی نبی کے بجائے ایک مستقل نبی کے منتظر ہیں‘‘ مجھ پر تھوپ دیا۔ آیا آپ کے مذہب میں خداخوفی اسی کا نام ہے؟

ہاں تو بندہ کی عبارات آپ کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہے، جب کہ آپ اس سے قبل آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حضرت نواس بن سمعان والی حدیث میں مذکور بیان میں ایسا کر چکے ہیں۔ چنانچہ اس بندہ نے لکھا تھا: ’’آپ اس مقام پر اپنی عبارت پر ذرا نظر ثانی فرمائیں کہ آپ نے اس حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں چار دفعہ نبی اللہ والے لفظ کو پکڑ لیا اوراسی حدیث میں موجود ایک بار لفظ ’’المسیح بن مریم ‘‘ کو دو دفعہ لفظ ’’عیسیٰ‘‘ کو اور چار مرتبہ لفظ ’’نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام ‘‘ سے عیسیٰ کو آپ نے اپنی تحریر میں جان بوجھ کر ذکر تک نہیں کیا۔ ’’جان بوجھ کر‘‘ کا لفظ اس لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ ہی کی تحریر سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ طویل حدیث آپ کے علم میں ہے، ہم تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کریں گے کہ وہ آپ لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے کہ آپ اس قسم کے کاموں سے باز آجائیں۔‘‘

(میرا رقعہ نمبر۲ ص۲)

اس کے جواب میں آپ نے ایک لفظ بھی نہیں لکھا تو گویا دبی زبان میں آپ نے اعتراف کرلیا کہ یہ کام واقعی آپ نے جان بوجھ کر ہی کیا تھا۔ اب ذرا غور فرمالیں۔ کیا خدا خوفی آپ کے ہاں اسی کو کہتے ہیں۔

ثابت ہی نہیں

اس عنوان کے تحت بندہ نے لکھا تھا: ''ابن ماجہ کی روایت ''**ولو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً**'' کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان نامی بھی ہے، جس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے: ''**کذبه شعبه...... الخ**'' لہٰذا یہ روایت سرے سے ثابت ہی نہیں، پہلے اسے ثابت فرمائیں۔ پھر استدلال کریں۔'' (میرا رقعہ نمبر۲ ص۲)

اس کو پڑھ کر آپ لکھتے ہیں: ''ایک طرف صحاح ستہ کہتے ہیں، دوسری طرف معترض ہورہے ہیں یہ کیا چکر ہے؟...... الخ'' (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۲) جواباً گزارش ہے کہ یہ وہی چکر ہے جو آپ کے اور تمام لوگوں کے لفظ ''ابوین'' اور ''والدین'' میں پایا جاتا ہے کہ ایک طرف تو آپ لوگ ماں اور باپ دونوں کو ابوین اور والدین کہتے ہیں اور دوسری طرف ماں کو اب اور والد کہنے پر معترض ہوتے ہو، یہ کیا چکر ہے؟ آپ خود ہی غور کریں:

ہم اگر عرض کریں تو شکایت ہوگی

اصل بات یہ ہے کہ کتب ستہ کو ہم لوگ صحاح ستہ کہتے ہیں تو صرف قانون تغلیب کے پیش نظر، چنانچہ اہل علم نے جہاں یہ اصطلاح بیان کی ہے، وہاں انہوں نے اس اصطلاح کی مذکورہ بالا توجیہ بھی لکھی ہے۔ سمجھنے کے لئے دیکھئے ہم سب ہی ماں اور باپ کو ابوین اور والدین کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی لکھا ہے:

۱...... ''**ولابویه لکل واحد منهما السدس مماترک ......الخ**'' (النساء:۱۱)

۲...... ''**ورفع ابویه علی العرش وخرّوا له سجداً...... الخ**'' (یوسف:۱۰۰)

۳...... ''**وبالوٰلدین احساناً**'' (البقرہ:۸۲، النساء:۲۳، بنی اسرائیل:۲۳)

تو یہ صرف قانون تغلیب کے پیش نظر ہی ہے، نہ اس لئے کہ ماں بھی اب یا والد ہے تو آپ کے صحاح ستہ کے لفظ سے ابن ماجہ کی روایت ''**ولو عاش لکان صدیقاً نبیا**''

کی صحت کو اخذ کرنے میں بس اتنی ہی معقولیت ہے جتنی ابوین یا والدین کے لفظ سے ماں کے اب (باپ) یا والد ہونے کو اخذ کرنے میں۔

آپ مزید لکھتے ہیں: حدیث نبوی ''**ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً**'' کو آپ ٹھکرا رہے ہیں کہ سند میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان معتبر نہیں۔ حالاں کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ صحاح ستہ میں آنے کے سبب آپ اسے قبول کرنے کے پابند ہیں، اس لئے حدیث پاک کو رد کرنے میں دلیری نہ کریں۔'' (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۲)

جواباً گزارش ہے کہ یہ بندہ حدیث نبوی کو نہیں ٹھکرا رہا۔ دیکھئے آپ نے حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کا ذکر کیا تو بندہ نے اسے بسروچشم قبول کیا۔ رہا جملہ ''**ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً**''، جس کو آپ حدیث نبوی سمجھے بیٹھے ہیں تو وہ حدیث نبوی ہرگز نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کی سند میں راوی ابراہیم بن عثمان معتبر نہیں، اس لئے آپ کا مجھے حدیث نبوی کو ٹھکرانے کا طعنہ دینا بے جا اور غلط ہے۔

نیز آپ کا قول: ''حالاں کہ آپ کو علم ہونا چاہئے الخ'' بالکل ہی نادرست ہے۔ اس کی حیثیت بالکل ویسے ہی ہے جیسے کوئی آپ سے کہے: ''ماں کے باپ ہونے کو آپ ٹھکرا رہے ہیں، حالاں کہ آپ کو علم ہونا چاہئے کہ ماں کے ''**وبالوالدین احساناً**'' میں آنے کے سبب آپ اسے والد اور باپ کے کہنے کے پابند ہیں۔ اس لئے ماں کے باپ ہونے کو رد کرنے میں دلیری نہ کریں'' تو جملہ ''**ولو عاش لکان صدیقاً نبیّا**'' حدیث نبوی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ غیر حدیث نبوی سمجھنے اور قرار دینے میں دلیری نہ کریں۔ کہیں آپ حدیث نبوی ''**من قال علیّ مالم اقل...... الخ**'' کی زد میں نہ آجائیں۔

پھر کسی روایت کے سنن ابن ماجہ میں ہونے کا یہ مطلب کہاں ہے کہ وہ روایت صحاح ستہ میں آگئی؟ لہٰذا آپ کا قول ''صحاح ستہ میں آنے...... الخ'' نرا مغالطہ ہے۔ ہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ صحاح ستہ میں شامل کتاب سنن ابن ماجہ میں یہ روایت موجود ہے، مگر آپ کو علم ہونا چاہئے کہ سنن ابن ماجہ میں ثابت وغیر ثابت ملی جلی احادیث ہیں۔ لہٰذا ہم کسی روایت کے صرف ابن ماجہ میں آنے کے سبب اسے قبول کرنے کے پابند نہیں۔ خداخوفی سے کام لیں۔ آخر آپ

نے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ وہاں اس قسم کے پیچوں اور مغالطوں سے تو کام نہیں چلے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ مزید لکھتے ہیں: ''نیز غور فرمائیں! یہ حدیث آپ اس لئے تو رد نہیں کررہے کہ آپ کے عقائد سے ٹکراتی ہے۔ غالباً ایسا ہی ہے۔'' (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۲)

جواباً عرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان لوگوں میں شامل ہیں جو اپنے عقائد، اعمال اور اقوال کو قرآن مجید اور احادیث ثابتہ کے مطابق بنانے کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہتے ہیں۔ ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو لوگ قرآن مجید اور احادیث ثابتہ کو موڑ توڑ کر اپنے یا اپنے بزرگوں کے عقائد اعمال اور اقوال کے مطابق بنانے کے رسیا، خوگر اور عادی ہیں اور نہ ہم ان لوگوں کے زمرے میں شامل ہیں جو اپنے بڑوں کے عقائد، اعمال اور اقوال کو ثابت کرنے کی خاطر احادیث وضع کرتے یا غیر ثابت احادیث کو قابل استدلال بنانے کی خاطر مٹی کے ستونوں کو سونے کا دکھانے کے لئے خام اور ناکام کوشش کیا کرتے ہیں۔ ہم جو اس روایت ''ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً'' کو رد کرتے ہیں تو صرف اس لئے کہ یہ آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اگر ہمت ہے تو آپ اسے نبی کریم ﷺ کی حدیث ہونا ثابت فرمادیں۔ پھر ہمارے اس کو تسلیم کرنے کا نظارہ دیکھ لیں، خواہ مخواہ لفاظی کے ذریعے رعب جمانے کی کوشش نہ کریں۔ یاد رہے کہ اگر بالفرض محال آپ اس روایت ''ولو عاش لکانا صدیقاً نبیاً'' کا قابل استدلال ہونا ثابت فرما بھی لیں تو پھر اس سے آپ کا دعویٰ ''حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں'' ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوگا۔

۱...... اس لئے کہ مرزا صاحب تو غلام احمد بن چراغ بی. بی ہیں نہ کہ ابراہیم بن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔

۲...... اس لئے کہ لفظ ''لو'' امتناع اور کسی چیز کے ناممکن ہونے کو واضح کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں: ''معترض سے زیادہ علم وفہم رکھنے والے بزرگ حضرت ملا علی القاری نے اس اعتراض کو بیان کرکے فرمایا:

''فی مسندہ ابا شیبۃ (یہ دونوں لفظ آپ کی تحریر میں اسی طرح ہیں) ابراھیم بن عثمان والواسطی وھو ضعیف لکن لہ طرق ثلاثۃ یقوی بعضھا ببعض'' (بزعم شما آپ کا رقعہ نمبر۲ ص۲)

جواباً گزارش ہے کہ آپ نے دیکھ لیا کہ آپ سے زیادہ علم وفہم رکھنے والے بزرگ حضرت ملا علی القاری ہی ابراہیم بن عثمان کو ضعیف کہہ اور قرار دے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ کی بات ''صحاح ستہ میں آنے کے سبب آپ اسے قبول کرنے کے پابند ہیں'' تو آج سے بہت پہلے حضرت ملا علی قاری ایسے بزرگ بھی رد فرما چکے ہیں۔ رہا تعدد طرق سے قوت حاصل ہونے والا مسئلہ تو وہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن الصلاحؒ اپنی مشہور ومعروف اور مستند کتاب علوم الحدیث میں تعدد طرق سے قوت حاصل ہونے پر مبنی ایک سوال نقل فرما کر لکھتے ہیں:

''وجواب ذالک انہ لیس کل ضعف فی الحدیث یزول بمجیئہ من وجوہ بل ذالک یتفاوت فمنہ ضعف یزیلہ ذالک بان یکون ضعفہ ناشئاً من ضعف حفظ روایہ مع کونہ من اھل الصدق والدیانۃ فاذا رأینا ما رواہ قد جاء من وجہ آخر عرفنا انہ مما قد حفظہ ولم یختلّ فیہ ضبطہ لہ وکذالک اذا کان ضعفہ من حیث الارسال زال بنحو ذالک کما فی المرسل الذی یرسلہ امام حافظ اذ فیہ ضعف قلیل یزول بروایتہ من وجہ آخر ومن ذالک ضعف لا یزول بنحو ذالک لقوۃ الضعف وتقاعد ھذا الجابر عن جبرہ ومقاومتہ وذالک کالضعف الذی ینشأ من کون الراوی متھماً بالکذب او کون الحدیث شاذاً'' (مقدمۃ ابن الصلاح ص۳۰،۳۱)

حاصل عبارت یہ ہے کہ ضعف متفاوت ہوتے ہیں، کچھ ضعف تو تعدد طرق سے زائل ہوجاتے ہیں، مثلاً وہ ضعف جس کا منشا سچے اور دیانت دار راوی کے حفظ کی کمزوری ہو اور وہ ضعف جو بوجہ ارسال ہو، لیکن کچھ ضعف تعدد طرق سے زائد نہیں ہوتے۔ مثلاً: وہ ضعف جس کا منشا راوی کا متہم بالکذب ہونا یا روایت کا شاذ ہونا ہو۔

اور واضح ترین بات ہے کہ آپ کی پیش کردہ روایت ’’**ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً**‘‘ کا ضعف ان ضعفوں میں شامل ہے جو تعدد طرق سے زائل نہیں ہوتے۔ کیوں کہ اس کے ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان واسطی کی بعض محدثین نے تکذیب بھی کی ہے۔ چنانچہ میزان کے حوالے سے پہلے لکھا جاچکا ہے۔ لہٰذا ملا علی قاری وغیرہ کی بات ’’**یقویٰ بعضها ببعض**‘‘ اس جگہ درست نہیں۔ اس روایت کے آپ کی طرف سے پیش کردہ ابن ماجہ والے طریق کا حال تو آپ سن ہی رہے ہیں۔ آپ اس کے دوسرے طریق بھی نقل فرمائیں۔ تاکہ ان کا حال بھی سنادیا جائے۔

آپ لکھتے ہیں: ’’مومنانہ حسن ظنی سے کام لیا جائے تو مسئلہ آسان ہوسکتا ہے، اسی راوی ابوشیبہ الخ۔‘‘ (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۳)

آپ نے یہ مومنانہ حسن ظنی والی بات بھی خوب کہی۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ’’**یا ایها الذین اٰمنو ان جآء کم فاسق بنبإٍ فتبیّنوا ان تصیبوا قوماً بجهالة فتصبحوا علیٰ ما فعلتم نٰدمین**‘‘ (الحجرات:۶)

اگر مومنانہ حسن ظن ہی کافی ہوتی تو اللہ تعالیٰ مومنوں کو تبین (تحقیق کرنے) کا حکم کیوں دیتے؟ مومنانہ حسن ظنی کا معنی آپ غلط سمجھے۔ مومنانہ حسن ظنی کا تقاضا ہے کہ ضعیف کو ضعیف ہی سمجھا جائے اور ثقہ کو ثقہ ہی۔ ثقہ کو ضعیف اور ضعیف کو ثقہ سمجھنا اور قرار دینا کوئی مومنانہ حسن ظنی نہیں، تو مومنانہ حسن ظنی ہی چاہ رہی ہے کہ ضعیف راوی ابوشیبہ واسطی کو ضعیف ہی سمجھا اور قرار دیا جائے۔

قاضی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان واسطی کو محدثین نے ضعیف کہا اور قرار دیا ہے، چنانچہ اسماء الرجال کی کتابوں میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے، مگر آپ کا خیال ہے کہ بعض محدثین نے اسے ثقہ بھی قرار دیا ہے۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

’’**قال یزید بن هارون ما قضی رجل اعدل فی القضاء منه وقال ابن عدی له احادیث صالحة وهو خیر من ابی حیة**‘‘

(تہذیب ج اوّل ص۱۲۵ واکمال ص۲۰) (زعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۳)

۱...... آپ کا دعویٰ: ’’بعض نے ثقہ بھی قرار دیا ہے‘‘ اور بطور دلیل جو عبارت آپ نے پیش فرمائی اس میں اس کے ثقہ ہونے کا بیان نہیں، اس میں تو صرف اتنی بات ہے کہ موصوف واسطی صاحب اعدل فی القضاء، ابراہیم بن ابی حیہ سے اچھے اوران کی کچھ احادیث صالحہ ہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ان تینوں وصفوں سے حامل موصوف کا ثقہ ہونا لازم نہیں آتا۔ لہٰذا آپ کسی محدث کا وہ قول پیش فرمائیں جس میں اس کے ثقہ ہونے کا بیان ہو۔

۲...... آپ کا نقل کردہ جملہ: ’’وھو خیر من ابی حیة‘‘ آپ کی غلطی ہے۔ کیوں کہ تہذیب التہذیب میں یہی جملہ اس طرح لکھا ہے: ’’وھو خیر من ابراھیم بن ابی حیة‘‘ دیکھا آپ نے کیسی شاندار خداخوفی سے سوچ سمجھ کر ’’خیر من ابراھیم بن ابی حیة‘‘ کو ’’خیر من ابی حیه‘‘ بناڈالا۔ بھلا نبی کریم ﷺ کے فرمان ’’نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام‘‘ کو جان بوجھ کر صرف ’’نبی اللہ‘‘ میں تبدیل کرنے والوں کے لئے ’’ابراھیم بن ابی حیة‘‘ کو صرف ’’ابی حیه‘‘ کر لینا کوئی مشکل کام ہے؟

تو جب صورت احوال یہ ہے تو بندہ کی عبارات میں حذف اور تغیر وتبدل کرنے سے آپ لوگوں کو کیسے باز رکھا جاسکتا ہے؟ تو جناب آپ کا کام احادیث نبویہ اقوال سلف اور اس بندہ کی عبارات میں لفظی ومعنوی تحریف کرنا اور اس بندہ کا کام ہے ناصحانہ اور خیرخواہانہ جذبہ کے تحت آپ کے مغالطات اور آپ کی ان ہیراپھیریوں کی قلعی کھولنا:

کئے جاؤ مے خوارو کام اپنا اپنا

پھر آپ لکھتے ہیں: ’’ابوحیہ کے متعلق لکھا ہے: ’’وثقه دار قطنی (یہ لفظ آپ کی تحریر میں ایسے ہی لکھا ہے) وقال النسائی: ثقة‘‘ (تہذیب التہذیب ج اوّل ص۱۱۳)

(بزعم شما آپ کا پرچہ نمبر۳،۲)

۱...... یہ عبارت تہذیب التہذیب کے محولہ بالا صفحہ ومقام پر ابوحیہ سے متعلق ہے ہی نہیں۔ بلکہ تہذیب التہذیب کی پوری جلد اوّل میں تو ابوحیہ کا ترجمہ سرے سے موجود ہی نہیں۔ ہاں تہذیب التہذیب میں یہ عبارت ابراہیم بن حبیب بن الشہید الازدی سے متعلق ہے جس کو آپ نے خیر سے ابوحیہ پر چسپاں کر دیا اور آپ کے ہاں اس میں کوئی مضائقہ بھی

نہیں۔ کیوں کہ اس قسم کی ہیرا پھیریاں تو آپ کا سبو ہے، جب اور جیسے چاہیں اس سے اپنا جام با نام بھرلیں:

سبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا

۲...... آپ کو پہلے علم ہو چکا ہے کہ ''خیر من ابی حیۃ'' کی جگہ اصل میں ''خیر من ابراھیم بن ابی حیۃ'' ہے اور ابراہیم بن ابی حیہ کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے:

''قال البخاری منکر الحدیث وقال النسائی: ضعیف وقال الدار قطنی متروک''

''ابراہیم بن ابی حیہ کو امام بخاری منکر الحدیث، امام نسائی ضعیف اور امام دارقطنی متروک کہتے ہیں۔''

۳...... ایک ضعیف راوی کے دوسرے راوی سے اچھا ہونے سے نسبتاً اچھے راوی کا ثقہ ہونا ہرگز نہیں نکلتا۔ ''کما لا یخفی علی اهل العلم'' ہاں اس سے دوسرے ضعیف کی بانسبت اچھے ضعیف کا نسبتاً کم درجے کا ضعیف ہونا ضرور نکلتا ہے۔ مگر رہے گا تو ضعیف ہی، ثقہ تو نہیں بن جائے گا۔ مثلاً ابراہیم بن عثمان اور ابراہیم بن ابی حیہ دونوں راوی سخت ضعیف ہیں تو اب کسی صاحب کے ابراہیم بن عثمان کو ابراہیم بن ابی حیہ سے اچھا کہنے سے ابراہیم بن عثمان ثقہ تو ہرگز نہیں بن سکتا۔ کچھ سوچیں اور خدا خوفی سے کام لیں۔

۴...... اصولی طور پر آپ کو ابوحیہ (صحیح ابراہیم بن ابی حیہ) کے متعلق حضرت ابن عدی کی اپنی رائے نقل فرمانا چاہئے۔ کیوں کہ ''خیر من ......'' تو ابن عدی ہی کہہ رہے ہیں نہ کہ امام نسائی اور امام دارقطنی اور آپ لکھتے ہیں: ''رائے مختلف ہوسکتی ہے۔ ایک آدمی ایک کو کسی وجہ سے غیر معتبر سمجھتا ہے اور دوسرا معتبر'' (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۲) لہٰذا آپ کا حضرت ابن عدی کے قول ''وهو خیر من الخ'' سے ابراہیم بن عثمان واسطی کے ابن عدی کے ہاں ثقہ ہونے کو اخذ کرنا سراسر غلط ہے۔ اس کی وجوہ پہلے لکھی جاچکی ہیں۔

آپ لکھتے ہیں: ''اسی طرح بیضاوی کے ''حاشیۃ الشهاب علی

البیضاوی ‘‘میں بھی اسی حدیث کے متعلق لکھا ہے:’’اما صحة الحدیث فلا شبهة فیها الخ‘‘ (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۲)

جواباً گزارش ہے کہ آپ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ’’نبی الله عیسٰی علیہ السلام‘‘ کو صرف نبی اللہ کر لینے، حضرت ابن عدی کے قول ’’خیر من ابراهیم بن ابی حیة‘‘ کو ’’خیر من ابی حیة‘‘ بنا ڈالنے اور امام نسائی اور امام دارقطنی کی تہذیب التہذیب میں ابراہیم بن حبیب بن الشہید الازدی سے متعلق توثیق کو ابوحیہ پر چسپاں کر دینے کی بنا پر بندہ کو آپ کے اس مندرجہ بالا حوالہ پر یقین نہیں آ رہا۔ کیا بعید کہ آپ نے اس جگہ بھی کمال صفائی سے کچھ کا کچھ بنا دیا ہو۔

اس لئے گزارش ہے کہ آپ ’’حاشیة الشهاب علی البیضاوی‘‘ کا یہ مقام مجھے دکھائیں اور ساتھ ہی اس حاشیہ والے بزرگوں کے علم حدیث ورجال میں درجہ ومرتبہ کو بھی واضح کریں، کیوں کہ بات محدثین کے حضرت واسطی صاحب کو ضعیف قرار دینے نہ دینے پر چل رہی ہے۔ پھر یاد رہے کہ روایت ’’ولو عاش ابراهیم لکان صدیقاً نبیاً‘‘ کی سند ضعیف ہونے کی بنا پر اس کا غیر ثابت ہونا، غیر صحیح اور غیر حسن ہونا ثابت ہو چکا ہے تو اب اس سے متعلق کسی ’’محشّی‘‘ کا ’’اما صحة الحدیث الخ‘‘ کہہ دینا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

آپ ہی لکھتے ہیں: ’’علامہ شوکانی اس حدیث سے متعلق الخ‘‘

(بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۳)

علامہ شوکانی نے اس مقام پر اپنے خیال کی بنیاد پر اس جملہ ’’ولو عاش الخ‘‘ کے تین صحابہ سے وارد ہونے پر رکھی ہے، وہی تعدد طرق سے قوت حاصل ہونے والی بات تو اس کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے کہ وہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ نیز واضح کیا گیا ہے کہ ابراہیم بن عثمان واسطی والی روایت ان ضعیف روایتوں میں شامل ہے جن کا ضعف تعدد طرق سے بھی زائل اور دور نہیں ہوتا۔ پھر علامہ شوکانی بذات خود اپنی کتاب نیل الاوطار کتاب الجنائز باب

القرأۃ میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی ایک روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: ’’فی سندہ ابوشیبۃ ابراھیم بن عثمان الواسطی وھو ضعیف جداً‘‘ کہ اس کی سند میں ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ واسطی ہے اور وہ انتہائی ضعیف ہے۔

اب تک آپ نے روایت ’’ولو عاش الخ‘‘ کا ابوشیبہ واسطی والا صرف ایک ہی طریق ابن ماجہ کے حوالے سے پیش کیا، جس کی حقیقت وحالت آپ پر آشکار کر دی گئی کہ راوی ابوشیبہ واسطی سخت ضعیف ہے۔ ملاّ علی قاری اور علامہ شوکانی بھی اسے ضیف کہتے اور لکھتے ہیں۔ ابھی تک آپ نے اس روایت کے دوسرے دو طریق پیش ہی نہیں کئے۔ ان پر مفصل بات چیت تو تب ہوگی۔ جب آپ انہیں پیش فرمائیں گے۔ سردست اتنی بات یاد رکھیں کہ ان دونوں طریقوں کی حالت بھی آپ کے پیش کئے ہوئے واسطی صاحب والے طریق کی حالت سے مختلف نہ ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ! الحاصل روایت ’’ولو عاش الخ‘‘ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں اور نہ یہ آپ کی حدیث ہی ہے۔

آگے پھر آپ نے ملاّ علی قاری کا نوٹ نقل فرمایا ہے، حالاں کہ یہ بندہ بار بار لکھ چکا ہے کہ آپ کا دعویٰ ہے: ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ اور اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا آپ پر لازم ہے، مگر آپ ہیں کہ ملاّ علی قاری کے نوٹ کو لئے پھرتے ہیں تو آپ ہی سوچیں، سمجھیں اور خدا خوفی سے کام لیں۔ آیا ملا علی قاری کا یہ نوٹ قرآن کریم ہے یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی سنت اور حدیث ہے؟ نہیں ہرگز نہیں تو اسے بار بار بیان کرنے سے آپ کو فائدہ؟ پھر ملاّ علی قاری کے اس نوٹ میں نبی کریم ﷺ کے بیٹے ابراہیم سے متعلق ایک غیر ثابت جملہ شرطیہ کی توضیح ہے، اس میں یہ بات قطعاً نہیں ہے کہ ’’مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ اور نہ ہی اس میں یہ ہے کہ ’’مرزا غلام احمد قادیانی مسیح، مہدی اور عیسیٰ بن مریم وغیرہ ہیں‘‘ جب کہ ہماری یہ بات چیت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی ہونے نہ ہونے سے متعلق ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کے بفرض زندگی نبی ہونے نہ ہونے سے متعلق۔ خدارا کچھ تو سوچیں اور اپنے موضوع کی

طرف پلٹیں اور خواہ مخواہ ادھر ادھر کی باتوں میں میرا اور اپنا وقت ضائع نہ کریں۔

سند پیش کریں

اس عنوان کے تحت بندہ نے لکھا تھا: ''آپ کی تحریر میں پیش کردہ الخصائص الکبریٰ للسیوطی روایت ''نبیھا منھا'' کی سند درکار ہے، لہٰذا اس روایت کی سند پیش کریں۔''

(میرا رقعہ نمبر۲،ص۲)

اس کو پڑھ کر آپ لکھتے ہیں: ''ایک اور عجیب مخمصہ کا آپ شکار ہیں، آپ جن بزرگوں کو اپنے بزرگ مانتے ہیں، ان کی محنت شاقہ اور مسلسل دعاؤں سے جمع کی ہوئی احادیث کی سندیں ہم سے طلب کر رہے ہیں۔'' (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص۲)

بزرگوں کو ہم بزرگ ہی مانتے ہیں، انہیں رب، اللہ اور پیغمبر تو نہیں مانتے، مگر آپ ہیں کہ ہمیں بزرگوں کا بزرگوں سے اوپر والی کوئی ہستی ہونا منوانا چاہتے ہیں۔ بھلا کسی کو بزرگ ماننے کا یہ مطلب کہاں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی بات منسوب کریں تو ان سے ان کی بزرگی کے پیش نظر اس کی سند ہی طلب نہ کی جائے۔ پھر جہاں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اخبار کے تبین اور ان کی تحقیق کا ہمیں حکم دیا وہاں ہمارے بزرگوں نے ہمیں اخبار کی چھان بین کرنے کی ترغیب دی ہے۔ شک ہو تو صحیح مسلم کا مقدمہ اور اس موضوع پر دیگر کتب کا مطالعہ فرمائیں۔ انہی سیوطی صاحب ہی نے اپنی کئی ایک کتابوں میں اس مسئلے پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ پھر جب آپ کا رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور اہل علم کے اقوال میں دیدہ دانستہ ہیرا پھیری کرنا ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے تو ہم آپ سے سند کا مطالبہ کرنا کیوں کر چھوڑ سکتے ہیں؟

تو روایت ''نبیھا منھا'' کی سند آپ نے پہلے بھی پیش نہیں کی تھی اور اب کے پھر آپ نے اس کی سند پیش نہیں کی۔ لہٰذا ہم ایک دفعہ پھر یہی عرض کریں گے کہ اس روایت کی سند پیش کریں۔ اب آپ خود ہی سوچ لیں کہ عجیب مخمصہ کا شکار کون ہے: آپ یا یہ بندہ؟ ذرا خدا خوفی سے سوچنا۔

اصل موضوع سے کون ہٹ رہا ہے؟

آپ لکھتے ہیں: ’’امید ہے آئندہ آپ راویوں پر بحث کے بجائے اپنا رخ اصل موضوع کی طرف رکھیں گے۔ اگر آپ نے اس فن کی طرف ضرور رجوع کرنا ہے تو زیر بحث حدیث کی سند پر فیصلہ کرلیں، پھر کوئی نئی بات کریں۔‘‘ (بزعم شما آپ کا پرچہ دوم ص ۳)

جواباً گزارش ہے کہ آپ ایک دفعہ پہلے اور ایک دفعہ پھر اس عبارت میں مجھ پر اصل موضوع سے ہٹنے کا الزام لگا چکے ہیں۔ حالاں کہ میری تحریرات شاہد ہیں کہ میں اس گفتگو کے آغاز سے لے کر اب تک آپ کو اس بات چیت کے موضوع جناب کے ۲۴؍جنوری کو لکھ کر دیئے ہوئے دعوے ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ کے قرآن کریم اور احادیث سے دلائل پیش کرنے کی طرف دعوت دے رہا ہوں، مگر آپ ہیں کہ کمال ہوشیاری سے کبھی اس موضوع سے دائیں، کبھی بائیں، کبھی آگے، کبھی پیچھے، کبھی اوپر اور کبھی نیچے کھسک جاتے ہیں تو پھر آپ کے تعاقب کی غرض سے مجھے بھی آپ کی سمت جانا پڑتا ہے، ورنہ آپ کہنا شروع کردیں گے کہ تو نے میری فلاں بات کا جواب نہیں دیا۔ لہٰذا اصل میں اور درحقیقت اپنے موضوع سے ہٹنے والے آپ خود ہیں نہ کہ یہ بندہ:

الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

رہا آپ کا قول ’’زیر بحث حدیث کی سند پر فیصلہ کرلیں…… الخ‘‘ تو وہ آپ خواہ مخواہ سوکھا رعب جمارہے ہیں اور اصل موضوع جناب کے دعوے ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ پر گفتگو سے خود ہٹنے اور بندہ کو ہٹانے کی سعی نامشکور فرمارہے ہیں، کیوں کہ سند پر فیصلہ تو ہو چکا ہے کہ روایت ’’نبیھا منھا‘‘ کی سند میرے مطالبے کے باوجود ابھی تک آپ پیش نہیں فرماسکے اور ابن ماجہ کی روایت ’’لو عاش …… الخ‘‘ کی سند کا ضعف بندہ ثابت کر چکا ہے، جس کا آپ کے پاس کوئی جواب نہیں۔

اس لئے آپ سے ایک دفعہ پر زور التماس کروں گا کہ آپ اپنے دعوے

’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ کی طرف پلٹئے۔ کیوں کہ وہ اس بات چیت کا اصل موضوع ہے اور اپنے قول ’’اس دعوے کے دلائل قرآن کریم اور احادیث سے پیش کرنا مجھ پر لازم ہے۔‘‘ کے موجب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے امتی نبی ہونے کی قرآن کریم اور احادیث سے دلیل پیش کیجئے۔

یاد رہے کہ ابھی تک آپ نے اپنے اس دعوے ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ کی قرآن کریم اور احادیث سے کوئی ایک دلیل، بلکہ کسی ایک دلیل کی کوئی ایک جزبھی پیش نہیں کی۔ چنانچہ تفصیلاً لکھا جاچکا ہے۔ اب آپ کے لئے دو ہی راہیں ہیں یا تو آپ اپنے دعوے ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ کی قرآن کریم اور احادیث سے کوئی دلیل پیش فرمائیں یا پھر صاف اور واشگاف الفاظ میں اعتراف واقرار کریں کہ آپ کے اس دعوے ’’حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی ہیں‘‘ کی قرآن کریم اور احادیث میں کوئی ایک دلیل بھی نہیں ہے، اس لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امتی نبی بھی نہیں اور ان کے غیر امتی نبی نہ ہونے کے تو ماشاء اللہ آپ پہلے سے قائل اور معتقد ہیں۔ ان دو راہوں کے سوا جو راہ بھی آپ اختیار کریں، وہ اس بات چیت کے موضوع سے ہٹ کر ہی ہوگی اور آپ کے تعاقب کی خاطر میرے لئے بھی اس راہ پر چلنا ناگزیر ہوگا۔

ابن عبدالحق بقلمہ

۲۰/ شعبان ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲/ جون ۱۹۸۳ء

سرفراز کالونی جی.ٹی روڈ گوجرانوالہ

نوٹ: اس تحریر کے بعد قادیانی مناظر ایسا گم ہوا کہ گویا مرزا قادیانی کے پاس چلا گیا اور بار بار مطالبہ کے باوجود کوئی جواب نہ دیا۔

◆◆◆◆

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

دجل دجال

مولانا مولوی محمد ظہیر الدین سیالکوٹی

دَجلِ دَجّال

یعنی

مسٹر سندھی بہگت المبدل غلام احمد ثم المبدل کرشن رودر گوپال قادیانی

کی

اکاذیب

(حصہ دوم)

جمادی الاول ۱۳۲۵ھ

مؤلفہ مولانا مولوی محمد ظہیر الدین عرف عبدالقدوس بن مولانا ابوالفضل اولنا مفتی حافظ محمد سلطان علیہ الرحمت والغفران تجاوز عن سیئاتہما اللہ المنان امام مسجد شیخاں شہر سیالکوٹ مصنف ومؤلف

ظہیر الاسلام ۔ مجربات ظہیریہ ۔ وعظ کی پہلی کتاب ۔ حل مشکلات بذریعہ دعاء ۔ دجل دجال حصہ اول ۔ احقاق الحق ۔ رسالہ وولا ۔ زواد ۔ قانون مسجد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

دعا بدرگاہ قاضی الحاجات	۲۵۷	سبب تالیف	۲۵۷
رقیمہ	۲۵۸	باب اوّل	۲۵۸
معافی انکم ٹیکس وتازہ نشان	۲۵۸	باب دوم	۲۶۱
باب الالف	۲۶۱	باب الباء	۲۶۲
باب التاء	۲۶۲	باب الثاء	۲۶۳
باب الجیم	۲۶۳	باب الحاء	۲۶۳
باب الخاء	۲۶۳	باب الدال	۲۶۳
باب الذال	۲۶۳	باب الراء	۲۶۴
باب الزاء	۲۶۴	باب السین	۲۶۴
باب الشین	۲۶۴	باب الصاد	۲۶۴
باب الضاد	۲۶۴	باب الطاء	۲۶۵
باب الظاء	۲۶۵	باب العین	۲۶۵
باب الغین	۲۶۵	باب الفاء	۲۶۵
باب القاف	۲۶۵	باب الکاف	۲۶۵
باب اللام	۲۶۶	باب المیم	۲۶۶
باب النون	۲۶۶	باب الواوٗ	۲۶۶
باب الہا	۲۶۷	باب الیاء	۲۶۷
باب سوم	۲۶۷	فصل اوّل	۲۶۸
نبوت کے متعلق مرزا قادیانی کے خیالات	۲۶۸	فصل دوم	۲۶۹

وحی اور نبوت کے دعویٰ کا ثبوت	۲۶۹	فصل سوم	۲۷۲
احادیث کی رو سے نبوت کا مدعی دجال اور کذاب ہے	۲۷۲	باب چہارم	۲۷۲
مسٹر سندھی بیگ المبدل بہ غلام احمد قادیانی، ثم المبدل بہ کرشن رودر گوپال کی سخت پردہ دری			۲۷۲
جہلم میں اس سندھی بیگ المبدل بہ غلام احمد قادیانی کی حاضری			۲۷۵
قطعہ تاریخ	۲۷۵	باب پنجم	۲۷۶
نقل خط مرزا امام الدین	۲۷۶	تفصیل مریدان جو قادیان میں مرض طاعون سے روانہ ملک عدم ہوئے	۲۷۷
اشعار	۲۷۸	باب ششم	۲۷۹
قول کرشن قادیانی نمبر۱	۲۷۹	قول کرشن قادیانی نمبر۱	۲۸۰
قول کرشن قادیانی نمبر۲	۲۸۰	قول کرشن قادیانی نمبر۲	۲۸۰
قول کرشن قادیانی نمبر۳	۲۸۰	قول کرشن قادیانی نمبر۳	۲۸۰
قول کرشن قادیانی نمبر۴	۲۸۰	قول کرشن قادیانی نمبر۴	۲۸۰
قول کرشن قادیانی نمبر۵	۲۸۱	قول کرشن قادیانی نمبر۵	۲۸۱
خواجہ کمال الدین کا کذب صریح	۲۸۱	قول کرشن قادیانی نمبر۶	۲۸۲
قول کرشن قادیانی نمبر۶	۲۸۲	قول کرشن قادیانی نمبر۷	۲۸۲
قول کرشن قادیانی نمبر۷	۲۸۲	دجل دجال حصہ سوم	۲۸۳
باب ہفتم	۲۸۳	باب ہشتم	۲۸۸
دجال کی تحقیق	۲۸۸	مرزا قادیانی کی تاویلات اور خود غرضی ومطلب پرستی	۲۸۹
ایک ڈپٹی کمشنر کی رائے مرزا قادیانی کے متعلق	۲۹۲	(مرزا سندھی بیگ المبدل غلام احمد ثم المبدل کرشن رودر گوپال اپنے منہ سے کافر	۲۹۳
التماس	۲۹۵	حدیث شریف رقیمہ	۲۹۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعا بدرگاہ قاضی الحاجات

الٰہی کب تیری حمد وثنا ہو | الٰہی شکر تیرا کب ادا ہو
تیرا احسان جب بے انتہا ہو | تو عاجز اس سے کب عہدہ برا ہو
صلوٰۃ اس رحمۃ للعالمین پر | سلام بے حد و بے انتہا ہو
پڑھے اخلاص سے جو اس کو | الٰہی اس کا تو خود رہنما ہو
الٰہی کر دعا عاجز کی مقبول | تمامی درد مندوں کو شفا ہو
تیری توحید سب دنیا سمجھ لے | تیرا دین فرش سے تا آسماں ہو
رہائی سارے بے دینی سے پاویں | تیرا قرآن ان کا رہنما ہو
طریق سرور عالم کو مانیں | حدیث مصطفیٰ ان کی غذا ہو
الٰہی بخش اور راضی ہو ہم سے | رضا تیری ہمارا مدعا ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم!

سبب تالیف

خاکسار ہمدردان اسلام وخیرخواہان انام کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ میرے چند دوستوں نے جن کے دل میں اسلام کی سچی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور جن کے سینے نور اسلام سے منور اور عطر عرفان سے معطر ہیں۔ اس خاکسار کو یوں فرمایا کہ سندھی بیگ المبدل بہ مرزا غلام احمد ثم المبدل بہ کرشن رودر گوپال قادیانی کا احوال اس طرح تحریر کرو کہ انہی کے اقوال ان کے واسطے حجت ہوویں اور سب کو معلوم ہوجاوے کہ کرشن رودر گوپال قادیانی نے مسلمانوں کو دام ضلالت میں پھنسایا ہے اور اس کے الہام پایۂ صداقت سے گرے ہوئے ہیں اور خود اسی کے اقوال اس کو ذلیل اور ناکارہ ثابت کرتے ہیں اور ملزم ٹھہراتے ہیں۔ اس عاجز کی کیا بساط تھی کہ اس کتاب کی تالیف کرتا اور اس خاکسار میں کیا لیاقت تھی کہ اس کتاب کی ترتیب اور تبویب میں توجہ صرف کرتا لیکن ایسے احباب کے فرمان اور حمایت دین وایمان نے میرا دامن دل کھینچ لیا اور ان کی دلکش تقریر نے میرے دل پر عجب

اثر ڈالا کہ اپنے او پر سخت محنت گوارا کر کے (اگر چہ دینی کام میں مجھے تکلیف بھی راحت معلوم ہوتی ہے) تھوڑے ہی عرصہ میں یہ کتاب ان کے حسب منشاء تیار ہو کر ہدیہ برادران اسلام ہوئی۔ فاللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرہ!

آخر میں راقم اعتراف کرتا ہے کہ میں اس کتاب کا مصنف نہیں صرف جامع ومؤلف ہوں۔ خدا تعالیٰ میری اس محنت کا پھل لاوے اور گمراہوں کو راہ ہدایت دکھلاوے۔ آمین. اللھم آمین. ثم آمین. قال رسول اللہ ﷺ انما الاعمال بالنّیات!

رقیمہ

مولانا مولوی حکیم محمد ظہیر الدین عرف عبدالقدوس ابن المفتی مولوی حافظ محمد سلیمانؒ والغفران محلّہ کشمیریاں شہر سیالکوٹ (پنجاب)

باب اوّل

معافی انکم ٹیکس وتازہ نشان (مندرجہ ضرورۃ الامام ص۳۵، ۳۶ خزائن ج۱۳ ص۵۰۶، ۵۰۷)

اس عنوان سے کرشن جی نے ایک اشتہار شائع کیا تھا۔ اس میں کرشن جی کادیانی نے طرح طرح سے لکھا ہے ’’کہ نادان دشمنوں اور حاسدوں نے بہت زور لگایا لیکن آخر کار ان کو شکست اور ہم کو فتح ہوئی۔‘‘ سو جنہوں نے کرشن جی کی مخالفت کی ہوگی وہ جانیں اور ان کا کام۔

کرشن جی کادیانی ہر امر کو خواہ وہ کیسا ہی ردی اور فضول کیوں نہ ہو اپنی صداقت کا نشان گردان لیتے ہیں۔

اس میں بھی کسی کا کیا حرج ہے بشرطیکہ ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہو جاوے اس کے متعلق صرف اس قدر عرض ہے کہ کرشن رودر گوپال جی نے تو معافی ٹیکس میں بہت سعی اور کوشش کی، عذر داری کی، وکیل مختار مقرر فرما کر مقدمہ کی پیروی کی تاکہ اٹھہتّر روپیہ آٹھ آنہ کا نقصان نہ ہو اور آئندہ اس کا راستہ نہ پڑ جاوے۔ گویا باوجود دعوے خیر خواہی وخدمت گورنمنٹ مفت کی آمدنی میں سے چند روپے دینے بھی گوارا نہیں ہوئے۔ اخیر پر حسب ضابطہ عدالت میں مرزا قادیانی اور ان کے مریدین گواہان کے حلفی بیان کے اعتبار پر بجائے ۷۲۰۰ روپے سالانہ آمدنی کے ۵۲۰۰ روپے سالانہ آمدنی مقبولہ مرزا قادیانی کا مصرف مذہبی

امور قرار پاکر ٹیکس معاف ہوا۔ اسی طرح ہر سال تشخیص آمدنی ہوکر ٹیکس لگتا ہے تو ہزارہا لوگ عذرداری کرتے ہیں۔

جو حسب ضابطہ تحقیقات ہوکر بغیر کسی وکیل ومختار کرنے کے ہزارہا لوگوں کے ٹیکس معاف ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ اگر فقط پنجاب ہی کا تخمینہ کیا جاوے تو قیاس کیا جاتا ہے کہ مردمان معاف شدگان کی تعداد تخمیناً پانچ ہزار کس سالانہ سے کیا کم ہوتی ہوگی تو گویا اس صورت میں بھی کرشن جی پانچ ہزار میں سے ایک ہوئے اور پھر بہت ان میں سے صاحب کلکٹر بہادر کو اسی وقت کہہ دیتے ہیں کہ آپ ٹیکس تو لگاتے ہیں۔ مگر یہ قائم نہیں رہے گا لیکن چوں کہ وہ بیچارے گمنام اپنی کرامتوں کے دعوے دار نہیں ہوتے بلکہ بعض اللہ تعالیٰ کے بھی قائل نہیں ہوتے تو معافی ٹیکس ان کے نزدیک ایک معمولی بات ہوتی ہے نہ کوئی خاص اور تازہ نشان جس پر وہ غرّہ ہوکر اشتہار طبع کراکر مشتہر کریں اور اس بہانہ سے اپنے مخالفوں کی بھی کرشن جی کی طرح (خوب برا بھلا کہہ کر) خبر لیں۔

تعجب امر اس میں مرزا قادیانی کا اپنا حلفی بیان ہے جس میں فرمایا کہ اپنا باغ بعوض مبلغ پانچ ہزار روپیہ اپنی منکوحہ بیوی نصرت جہاں بیگم کے پاس گروی رکھ کر چار ہزار روپیہ کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقد وصول کیا۔ اس میں صرف یہی تعجب ہے کہ وقت نکاح جو کچھ زیور تھا وہ اس قدر نہ تھا۔ بہرحال جو کچھ بنا اور آیا وہ اس کے بعد ہی بنا۔ لیکن جب کل آمدنی مریدین کی بلکہ ان کی اپنی بھی حسب بیان کرشن جی مہمان خانہ، مطبع، مدرسہ، سالانہ جلسوں وخط وکتابت میں صرف ہوجاتی ہے تو پھر اتنی بچت کیوں کر ہوئی کہ اس کا اس قدر زیور بنایا گیا۔ اگر کرشن جی رودر گوپال قادیانی فرماویں کہ ہماری اپنے دیگر املا کی آمدنی سے بنایا گیا تو اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ اوّل تو کرشن جی نے اپنی ذاتی آمدنی باغ وزمین وتعلقہ داری جو حلفاً اسی مثل میں لکھا ہے وہ اسی قدر رہے جو ان کے خرچ کے لئے کافی ہے۔ اس قدر وافر نہیں کہ اس سے ہر روز طرح طرح کے زیور تیار ہوسکیں۔ دوم عاجز کو سلسلہ خط وکتابت میں مرزا قادیانی کے حاجت مندانہ مضامین پڑھ کر ہمیشہ آپ کی خطاب رئیس اعظم کی نسبت تردد وشک ہی ہوتا رہا۔ حتی کہ آخرکار وہ شک مبدل بہ یقین ہوگیا۔

۱۸۸۴ء میں بابو الٰہی بخش صاحب مصنف عصاء موسیٰ کے نام ڈیرہ غازی خان جو الہامی تعریفوں کا خط لکھ کر فرمایا تھا کہ یہ تعریفیں اس کے واسطے ہیں جو ۵۰۰ روپیہ قرض دیوے

اور اگر ایک سے نہ ہوسکے تو دومل کر دیویں۔ اس امر کا کافی ثبوت ہے اور نیز یہ بھی ثابت ہوگیا کہ جو اپنے مخالف مولویوں کو ہزاروں روپیوں کے انعام کا اشتہار دیتے ہیں کہ اگر فلاں کتاب کا کوئی جواب لکھے گا تو دس ہزار روپیہ انعام کا مستحق ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب فریب اور دجل اور دھوکا ثابت ہوگیا کہ واقعی یہ دجال کا دجل تھا۔

بابو صاحب لکھتے ہیں کہ ''اس پر عاجز کا دل تو بہت للچایا کہ ان تعریفوں کا مصداق بنے لیکن روپیہ نہ ہونے کے باعث اس نعمت کے حصول سے محروم رہا اور ایک اور دوست نے اس میں سبقت کی، پر وصولی روپیہ کے واسطے اس کو خریدار کتب بکمال کوشش و ہمت خود ہی بہم پہنچانے پڑے اور پیشگی قیمت کتب وصول کر کے وہ رقم قرضہ میں مجرا کرتا رہا اور آخرکار فیاض دل اور مخیّر مردمان کے کیسہ سے باقی ماندہ قرضہ بمشکل وصول ہوا۔ پھر جب کرشن جی رودر گوپال نے صدقات کا مطالبہ شروع کردیا تو سارا معاملہ ہی صاف ہوگیا۔ اس کے بعد اگر کوئی دوسری آمدنی کی صورت ہوگئی ہو تو اس کی سبیل صاف ظاہر ہے اور جب بقول کرشن جی سب آمدنی دینی امور میں خرچ ہوجاتی رہی تو پھر اس میں سے اس قدر بچت ہوکر زیور بنالینا بھی عمدہ دنیوی دوراندیشی و کفایت شعاری کا نمونہ قابل داد ہے۔

پھر سوال ہوسکتا ہے کہ زمین و باغ بذریعہ رجسٹری رہن کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں کہ کرشن جی کی محبوبہ کا مع فرزندان کرشن جی رودر گوپال قادیانی کی بیعت میں داخل ہونے کا اشتہار اخبار الحکم میں ہوچکا ہے۔ سو اگر صدق دل سے وہ زمرۂ مریدین میں ہوئے ہیں تو جو کچھ ان کا مال ہے وہ مثل دیگر مریدین کے مال کے کرشن جی ہی کا مال ہے۔ کیوں کہ کرشن جی ان نفوس کے مع لوازم مالک ہوچکے ہیں جیسا کرشن جی نے بیعت کی تشریح میں بیان کیا ہے۔

اس لئے بھی رجسٹری وغیرہ کی حاجت نہ تھی، رجسٹری وغیرہ تو اس جگہ ہوتی ہے جہاں بدگمانی اور ایک دوسرے پر بدظنی اور بے اعتباری ہو۔

یہ مسئلہ بھی قابل تشریح ہے اور اگر اہل بیت کی جماعت مریدین میں داخل ہونے سے پہلے رجسٹری کی گئی تب بھی ان کو بیعت سے کچھ عرصہ پہلے ہی سے حسن ظنی تو ضرور کرشن جی پر ہوگی اور کرشن جی کے کمالات وراستی کے ضرور کچھ عرصہ پہلے ہی سے قائل ہوں گے۔ لہٰذا پھر بھی ان کو بے اعتباری کر کے رجسٹری کی ضرورت نہ تھی صرف اسلامی حکم قرآن مجید

کے مطابق **فکاتبواهم** پر عمل کر لیتے۔ قیمت اسٹام وفیس رجسٹری وغیرہ کے فضول خرچ کا متحمل ہونا کیا ضرور تھا۔ کیوں کہ غریب دوستوں سے جب روپیہ ضرورت پر لیتے رہے ہیں تو کبھی ...... تو کبھی رجسٹری تو کہاں سادہ نوشت وخواند کی بھی نوبت نہیں آئی تو پھر خود گھر ہی میں ایسی اور یہاں تک نوبت کیوں پہنچی۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ اس قدر جائیداد، زیور، روپیہ، عملدرآمد، رجسٹری اور یہ معیاد تیس سالہ مسیح موعود ومہدی مسعود، مجدد وامام الزمان بلکہ افضلیت بر بعض انبیاء کے دعوے دار کے واسطے جس کو دعویٰ ظاہری وباطنی پیروی ومشابہت رسول اللہ ﷺ کا ہو از روئے شرع محمدی قرآن مجید وحدیث شریف کے یہ سب امور کہاں تک اس سے مناسبت وموافقت رکھتے ہیں وبس۔

باب دوم

مرزا قادیانی (ضرورۃ الامام ص۷ خزائن ج۱۳ ص۴۷۷) میں تحریر کرتے ہیں:

’’اور با ایں ہمہ چوں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کو دنیا کے بے ادبوں اور بدزبانوں سے بھی مقابلہ پڑے گا۔ اس لئے اخلاقی قوت بھی اعلیٰ درجہ کی اس کو عطا کی جاتی ہے۔‘‘

ناظرین! چوں کہ مرزا قادیانی نے بے ادبوں اور بدزبانوں کے مقابلہ پر صرف خوش اخلاقی ہی کو مراد لیا ہے اور ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس جگہ کرشن رودر گوپال مرزا قادیانی کی خوش اخلاقی وشیریں کلامی کا جو انہوں نے اپنی کتب واشتہارات میں ظاہر فرمائی ہے اور جس کا بالاستیعاب ذکر تو مشکل اور طول ہے لیکن بطور نمونہ چند الفاظ وکلمات وفقرات اظہار حقیقت کے لئے بدل ناخواستہ لکھتا ہوں اور ان کی نقل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور بخشش مانگتا ہوں۔

باب الالف

۱...... ’’اے بدذات فرقہ مولویاں تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔

۲...... اندھیرے کے کیڑو۔ ۳...... ایمان وانصاف سے دور بھاگنے والا۔

۴...... اندھے نیم دہریہ۔ ۵...... ابولہب ۶...... اسلام کے دشمن۔

۷...... اسلام کی عار مولویو ۸...... اے جنگل کے وحشی ۹...... اے نابکار
۱۰...... ایمانی روشنی مسلوب ہوئی ۱۱...... احمق مخالف
۱۲...... اے پلید دجال ۱۳...... اسلام کے بدنام کرنے والے
۱۴...... اے بدبخت مفتریو ۱۵...... اعمیٰ ۱۶...... اشرار
۱۷...... اوّل الکافرین ۱۸...... اوباش
۱۹...... اے بدذات خبیث دشمن اللہ ورسول کے
۲۰...... ان بیوقوفوں کے بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔

باب الباء

۱...... بے ایمان اندھے مولوی ۲...... پلید طبع ۳...... پاگل
۴...... بدذات جھوٹا ۵...... بدگوہری ظاہر نہ کرتے
۶...... بے حیائی سے بات بڑھانا ۷...... بددیانت
۸...... بے حیا انسان ۹...... بدذات فتنہ انگیز ۱۰...... بدقسمت منکر
۱۱...... بدچلن ۱۲...... بخیل ۱۳...... بداندیش ۱۴...... بدظن
۱۵...... بدگفتار ۱۶...... بدبخت قوم ۱۷...... بدباطن نکتہ چین
۱۸...... باطنی جذام ۱۹...... بخل کی سرشت والے
۲۰...... بے وقوف جاہل ۲۱...... بیہودہ ۲۲...... بدعلماء

باب التاء

۱...... تمام دنیا سے بدتر ۲...... تنگ ظرف ۳...... ترک حیا
۴...... تقویٰ ودیانت کے طریق کو بکلی چھوڑ دیا
۵...... ترک تقویٰ کی شامت سے ذلت پہنچے گی۔
۶...... تکفیر ولعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے۔

باب الثاء

۱...... ثعلب(لومڑی جیسے) ۲...... ثم اعلم ایھا الشیخ الضال والدجال البطال

باب الجیم

۱...... جھوٹ کی نجاست کھائی ۲...... جھوٹ کا گوہ کھایا

۳...... جاہل وحشی ۴...... جادہ صدق وثواب سے منحرف ودور ۵...... جعلساز

۶...... جیتے ہی مرجاتا ۷...... چوہڑے ۸...... چمار

باب الحاء

۱...... حمار ۲...... حمقاء ۳...... حق وراستی سے منحرف

۴...... حاسد ۵...... حق پوش

باب الخاء

۱...... خبیث الطبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں۔

۲...... خنزیر سے زیادہ پلید ۳...... خطا کی ذلت انہی کے منہ پر

۴...... خالی گدھے ۵...... خائن ۶...... خیانت پیشہ ۷...... خاسرین

۸...... خالیۃ من نورالرحمٰن ۹...... خام خیال ۱۰...... خفاش

باب الدال

۱...... دل کے مجذوم ۲...... دھوکہ دہ ۳...... دیانت ایمان داری سے خالی

۴...... دجال ۵...... دروغ گو ۶...... ڈوموں کی طرح مسخرہ

۷...... دشمن سچائی ۸...... دشمن قرآن ۹...... دلی تاریکی

باب الذال

۱...... ذلت کی موت ۲...... ذلت کے ساتھ پردہ دری

۳...... ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کوسوروں اور بندروں کی طرح کردیں گے۔

باب الراء

۱...... رئیس الدجالین ۲...... ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں

لے جائیں گے۔ ۳...... روسیا ۴...... روباہ باز
۵...... رئیس متخلفین ۶...... رأس المعتدین ۷...... رأس الغاوین

باب الزاء

۱...... زہرناک مادے والے ۲...... زندیق

باب السین

۱...... سچائی چھوڑنے کی لعنت انہی پر برسی ۲...... سفلی ملا بے بصر
۳...... سیاہ دل منکر ۴...... سخت بے حیا ہوگا
۵...... سیاہ دل فرقہ کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے۔
۶...... سادہ لوح ۷...... ساہسی ۸...... سفہاء ۹...... سفلہ
۱۰...... **سلطان المتکبرین الذی اضاع دینه بالکبر والتوهین**

باب الشین

۱...... شرم حیا سے دور ۲...... شرارت وخباثت ۳...... شیطانی کارروائی والے
۴...... شریف از سفلہ نہ مے ترسد بلکہ از سفلگی او مے ترسد ۵...... شریر مکار
۶...... شیخ نجدی ۷...... شیخی سے بھرا ہوا۔

باب الصاد

۱...... صم عمی۔

باب الضاد

۱...... ضال ۲...... **ضررهم اکثر من ابلیس العین**

باب الطاء

۱...... طالع منحوس

باب الظاء

۱...... ظالم ظلمانی حالت

باب العین

۱...... علماء السوء ۲...... عداوت اسلام

۳...... عجب ۴...... عقارب

باب الغین

۱...... غول الاغویٰ ۲...... غدار سرشت

۳...... غالی ۴...... غافل

باب الفاء

۱...... فیمت یا عبدالشیطان الموسومہ بہ ۲...... فریبی

۳...... فن عربی سے بے بہرہ ۴...... فرعونی رنگ

باب القاف

۱...... قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے

۲...... قست قلوبهم کما هی عادة النوکی ۔ترجمہ: دلہائے شان سخت شد چنانکہ عادت جاہلان است۔

۳...... قدسبق الکل فی الکذب والمین ۔ترجمہ: ازہمہ دروغ وناراستی سبقت بردہ است

باب الکاف

۱...... کتے ۲...... گدھا ۳...... کینہ ور

۴...... گندے اور پلید فتوے والے ۵...... کمینہ

۶...... گندی کارروائی والے ۷...... کأعماء یعنی مادرزاد اندھے

۸...... گندی عادت ۹...... گندے اخلاق ۱۰...... گندہ دہانی

۱۱...... گندے خیال والے ذلت سے غرق ہوجاتے۔ ۱۲...... کج دل قوم
۱۳...... کیڑوں کی طرح خود ہی مرجائیں گے۔ ۱۴...... کوتاہ نظر
۱۵...... کھوپڑی میں کیڑا

باب اللام

۱...... لاف گزاف والے ۲...... لعنت کی موت

باب المیم

۱...... مولویت کو بدنام کرنے والے ۲...... مولویوں کا منہ کالا کرنے والے
۳...... منافق ۴...... مفتری ۵...... موردغضب
۶...... مفسد ۷...... مرے ہوئے کیڑے ۸...... مخذول
۹...... مہجور ۱۰...... مجنون درندہ ۱۱...... مفرور
۱۲...... منکر ۱۳...... محجوب مولوی ۱۴...... ممسک طینت مولوی کی بک بک ۱۵...... مردار خوار مولویو

باب النون

۱...... نجاست نہ کھاؤ ۲...... نااہل مولوی ۳...... ناپاک طبع لوگوں نے
۴...... ناک کٹ جائے گی ۵...... نابینا علماء ۶...... نمک حرام
۷...... نفسانی ۸...... ناپاک نفس ۹...... نابکار قوم ابھی تک حیاو شرم کی طرف رخ نہیں کرتی۔ ۱۰...... نابکار قوم کا منہ کالا ہوا۔
۱۱...... نفرتی وناپاک شیوہ ۱۲...... نادان متعصب ۱۳...... نالائق
۱۴...... نفس امارہ کے قبضہ میں ۱۵...... نااہل حریف
۱۶...... نجاست سے بھرے ہوئے ۱۷...... نادانی میں ڈوبے ہوئے
۱۸...... نجاست خواری کا شوق۔

باب الواؤ

۱...... وحشی طبع ۲...... وحشیانہ عقائدوالے

باب الہا

۱...... ہامان ۲...... ہالکین ۳...... ہندوزادہ

باب الیاء

۱...... یک چشم مولوی ۲...... یہودیانہ تحریف ۳...... یہودی سیرت

۴...... یاایھاالشیخ الضال والمفتری البطال

۵...... یہود کے علماء ۶...... یہودی صفت وغیرہ۔

نوٹ: کرشن کادیانی لکھتا ہے: ’’گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو، رحم ہے جوش میں اور غیض گھٹایا ہم نے۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۲۲۵ خزائن ج۵ ص ایضاً)

مرزا قادیانی کی کتب وغیرہ تو ان کلمات سے لبالب ہیں لیکن بہت ہی اختصار کر کے ضمیمہ انجام آتھم اور دوسرے اوراق سے جو الفاظ سرسری دیکھنے سے نظر سے گزرے ان میں سے بھی بہت چھوڑ کر یہ لئے ہیں اور کرشن رودر گوپال قادیانی نے ان کو اکثر ان مسلمان علماء، اہل قبلہ، پابند صوم وصلوٰۃ، حجاج، حافظان قرآن مجید کلام رب رحیم وحدیث رسول کریم کے نام لے کر استعمال فرمایا ہے جو اکثر خدمت قرآن مجید اور حدیث شریف اور اپنے وظائف واوراد وذکر اللہ میں شب وروز مصروف ہیں اور ان میں بہت ایسے ہیں جن کی مجلس میں کبھی مرزا قادیانی کا ذکر بھی مشکل سے ہوتا ہے۔‘‘

(عصائے موسیٰ ص۱۴۴ تا ۱۴۶ اشائع شدہ محاسبہ قادیانیت ج۱)

باب سوم

مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفہ ثانی سے خصوصاً اور مریدان کرشن کادیانی سے عموماً چند سوال:

اے مریدان مرزا غلام احمد میں تم کو مرزا کے ملہم کی قسم دے کر تم سے چند سوالوں کے جوابات کا طالب ہوتا ہوں اور میرا ہر ایک سوال مرزا قادیانی کی تحریر پر ہوگا اور میں مرزا قادیانی کی کتابوں سے اصل عبارت حرف بحرف معہ پتہ صفحہ ذیل میں نقل کروں گا تاکہ تم کو حق بات کے قبول کرنے سے انکار کی گنجائش نہ ہو اور طالب حق کی تسلی اور تشفی کا باعث ہو۔

فصل اوّل

نبوت کے متعلق مرزا قادیانی کے خیالات

۱...... (فیصلہ آسمانی ص۴خزائن ج۴ص۳۱۳) میں مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں: ’’میں نبوت کا مدعی نہیں ہوں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔‘‘

۲...... پھر آگے چل کر اسی کتاب کے (ص۱۵خزائن ج۴ص۳۳۵) میں لکھتے ہیں: ’’اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو دشمن قرآن مت بنو اور خاتم النّبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری مت کرو اور خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔‘‘

۳...... مرزا قادیانی نے ایک کتاب حمامۃ البشریٰ لکھی ہے اس کے (ص۲۰خزائن ج۷ص۲۰۰) میں لکھتے ہیں: ’’ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمّی نبینا ﷺ خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ نبینا فی قولہ لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین ولو جوّزنا ظہور نبی بعد نبینا ﷺ لجوّزنا انفتاح باب وحی النبوۃ بعد تغلیقھا وھذا خلف کمالایخفی علی المسلمین وکیف یجیئ نبی بعد رسولنا ﷺ وقد انقطع الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النّبیین‘‘

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ خاتم النّبیین ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کا نام بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء رکھا ہے۔ جس کی تفسیر آں حضرت ﷺ نے کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اگر ہم کسی نبی کا بعد آں حضرت کے آنا جائز قرار دیں تو وحی نبوت کا دروازہ باوجود بند ہونے کے ہم نے کھولنے کی اجازت دی اور یہ امر خلاف اسلام ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں پر مخفی نہیں، کس طرح کوئی نبی بعد ہمارے نبی کے آسکتا ہے۔ حالاں کہ آں حضرت ﷺ کی وفات کے بعد وحی نبوت بند ہوچکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آں حضرت ﷺ کے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا۔

۴...... مرزا قادیانی اسی اپنی تصنیف کردہ کتاب (حمامۃ البشریٰ ص۷۹خزائن ج۷ص۲۹۷) میں لکھتے ہیں: ’’ما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین‘‘ یعنی یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے نکل جاؤں اور

کافروں میں جاملوں۔

ناظرین! عبارت مرقومہ بالا سے بقول مرزا قادیانی نبوت کا مدعی دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے اور جو شخص خاتم النّبیین کے بعد وحی اور نبوت کا سلسلہ جاری کرے وہ قرآن کا دشمن ہے اور وہ خدا سے بھی شرم نہیں کرتا اور حوالہ نمبر۴ سے بقول مرزا قادیانی صاف ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ وہ خود تحریر کرتے ہیں کہ اگر میں نبوت کا دعویٰ کروں تو اسلام سے خارج ہوکر کافروں سے مل جاؤں۔

اب مریدان مرزا کو یہ ثابت کر کے دکھانا ہے کہ مرزا غلام احمد نے خلاف تحریرات خود نبوت کا اور وحی کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر ان کا دعویٰ وحی اور نبوت کا ان کی کتب سے ثابت ہوجاوے تو وہ بقول خود دائرہ اسلام سے خارج اور کافروں سے ملے ہوئے تصور کئے جاویں گے۔

فصل دوم

وحی اور نبوت کے دعویٰ کا ثبوت

۱...... (دافع البلاء ص۵ خزائن ج۱۸ ص۲۲۵) پر مرزا غلام احمد لکھتے ہیں: ’’خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی عبارت یہ ہے: ’’ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتّٰی یغیّروا ما بانفسھم انہ اٰوی القریۃ ‘‘یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا۔ جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے ماموراور رسول کو نہ مان لیں۔‘‘

حضرات ناظرین! عبارت بالا سے خدا کی پاک وحی ہے، رسول ہونے کا دعویٰ صاف ظاہر ہے اور عربی عبارت کا ترجمہ بھی الفاظ کے خلاف اور زائد کیا گیا ہے۔

۲...... مرزا قادیانی (دافع البلاء ص۱۱ خزائن ج۱۸ ص۲۳۱) میں لکھتے ہیں: ’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

اس عبارت میں رسول ہونے کا دعویٰ صاف موجود ہے۔

۳...... مرزا قادیانی اپنی تصنیف (اربعین نمبر۳ ص۲۲ خزائن ج۱۷ ص۴۰۹) میں لکھتے ہیں: ’’سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کی مدت دی گئی ہے اور تئیس برس تک برابر یہ سلسلہ وحی جاری رکھا گیا ہے۔‘‘

ناظرین! عبارت مذکورہ بالا سے صاف صاف ظاہر ہورہا ہے کہ مرزا غلام احمد ویسے ہی وحی کے مدعی تھے جیسے کہ خاتم النّبیین محمد مصطفیٰ ﷺ پر اترا کرتی تھی تیئس برس تک اور نمونہ لفظ بھی اہل انصاف کے لئے غور طلب ہے۔

۴...... (اخبار الحکم نمبر ۱۸ ج ۴ ص ۹ مؤرخہ ۱۷ر مئی ۱۹۰۰ء) میں مولوی عبدالکریم مرزا قادیانی کا خاص مرید بلکہ مرزا قادیانی کا امام لکھتا ہے: ’’یہ مزکی اور مطہر انسان حضرت سید عالم ﷺ کی خو، بو اور قوت اور نشان کے ساتھ آیا بلکہ بعینہٖ وہی آیا کیوں کہ اس میں احیاء اور اماتت کی وہی قدرت ہے۔ یہ ویسا ہی بشیر ونذیر ہے یہ حجۃ اللہ اور آیۃ اللہ ہے۔‘‘

اہل انصاف اور طالبان حق عبارت مرقومہ بالا میں الفاظ ذیل پر غور کریں اور خوب غور کریں۔

بعینہٖ، خو، بو، قوت، نشان، احیاء، اماتت، قدرت، بشیر، نذیر، حجۃ اللہ، آیۃ اللہ ہونے میں مرزا غلام احمد قادیانی بقول عبدالکریم پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ سید الانبیاء ﷺ کے برابر ہے۔ اے مسلمانوں نام کا غلام یعنی غلام احمد ایسے برگزیدہ کے اوصاف میں برابر ہونے کا دعویٰ کررہا ہے۔ جس کو عام مسلمان کہا کرتے ہیں:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

۵...... مرزا قادیانی اپنی کتاب (اربعین نمبر ۳ ص ۳۵ و ۳۶ خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۵، ۴۲۶) میں لکھتے ہیں: ’’**ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق وتھذیب الاخلاق** ‘‘یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔‘‘

ناظرین! عبارت مرقومہ بالا میں عبارت (جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو) مرزا قادیانی کا مدعی وحی اور نبوت ہونا صاف ظاہر ہے۔

۶...... دیکھو (اخبار البدر ج ۷ نمبر ۹، ص ۲ مؤرخہ ۵ر مارچ ۱۹۰۸ء ملفوظات ج ۱۰ ص ۱۲۷) میں مرقوم ہے: ’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم بغیر نئی شریعت کے رسول اور نبی ہیں، بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کتاب نازل نہیں ہوئی۔‘‘

ناظرین! اس عبارت میں رسول اور نبی ہونے کا دعویٰ کھلے الفاظ میں ہے۔ ورنہ جو شخص دن کو رات کہہ دیوے اس کی مرضی۔

۷...... مرزا قادیانی (اربعین نمبر ۴ ص ۶ خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵، ۴۳۶) پر لکھتے ہیں: ’’ماسواء اس

کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیوں کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی مثلاً یہ الہام: ’’**قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکٰی لھم** ‘‘ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’**ان ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم وموسیٰ** ‘‘یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ باطل ہے۔‘‘

اور اسی کتاب کے اسی صفحہ کے (حاشیہ خزائن ج۱۷ص ۴۳۵) میں لکھتے ہیں: ’’چوں کہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خداتعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا جیسا کہ ایک الہام کی یہ عبارت ہے’’**واصنع الفلک باعیننا ووحینا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ. یداللہ فوق ایدیھم** ‘‘یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔‘‘

ناظرین! اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزاغلام احمد وحی اور نبوت کے مدعی ہیں اس واسطے اپنی بیعت کو خدا کی بیعت کہتے ہیں اور مدار نجات ٹھہراتے ہیں۔

فصل سوم

احادیث کی رو سے نبوت کا مدعی دجال اور کذاب ہے

۱...... ناظرین انصاف گزین! غور سے دیکھو مشکوٰۃ باب الفتن میں حدیث ابوداؤد اور

ترمذی کی ثوبانؓ سے روایت ہے ''سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلّھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی '' ترجمہ: فرمایا حضرت ﷺ نے میری امت میں سے تیس جھوٹے ہوں گے وہ سب گمان کریں گے وہ نبی اللہ کے ہیں۔ حالاں کہ میں خاتم النّبیین ہوں، نہیں کوئی نبی بعد میرے، اور دیکھو صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے ''لاتقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ '' ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں قائم ہوگی قیامت جب تک کہ پیدا ہوں گے جھوٹے قریب تیس کے ہر ایک کرے گا دعویٰ کہ وہ نبی خدا کا ہے۔

حضرات! ان ہر دو احادیث مرقومہ بالا سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو رہا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ مخبر صادق نے خبر دی ہے کہ میری امت میں سے تیس شخص رسول اور نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ حالاں کہ میں خاتم النّبیین ہوں کوئی نبی میرے بعد نہ ہوگا۔ نبوت کے مدعی دجال اور کذاب ہوں گے۔

باب چہارم

مسٹر سندھی بیگ المبدل بہ غلام احمد قادیانی، ثم المبدل بہ کرشن رودر گوپال کی سخت پردہ دری

جھوٹ بولنا تو قادیانی علیہ العنۃ کے لئے عین شیر مادر ہے۔ اس کے تمام اکاذیب کی بالاستیعاب فہرست درج کرنے کے لئے تو ایک دفتر چاہئے۔ مگر سردست اس کے ایک دجل عظیم کا جس کی طرف عنوان مضمون میں اشارہ کیا گیا ہے۔ پوست کندہ حال موبمو ہدیہ ناظرین ہوتا ہے۔ غور سے ملاحظہ فرماویں:

قادیانی علیہ ما وجب نے (۵/نومبر ۱۸۹۹ء مجموعہ اشتہارات ج سوم ص ۱۷۷، ۱۷۸) کو ایک اشتہار دیا تھا جس میں لکھتا ہے: ''اے میرے مولا مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔ پس اگر تو تین سال کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰عیسوی سے شروع ہوکر دسمبر ۱۹۰۲عیسوی تک پورے ہو جاویں گے۔ میری تائید میں اور تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے..... تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہوئی تو

میں ایسا ہی مردود اور ملعون کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔‘‘

چنانچہ تمام جہان جانتا ہے کہ ان تین سالوں میں بجائے تائید وتصدیق کے اس کی تخریب اور تکذیب کے ہی نشان نمودار ہوتے رہے اور نیز حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ واصلاح فصیح کا اس سے اب تک کچھ جواب نہ بنا اور مولوی ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب کے رسالہ الہامات مرزا کا بھی اس نے آج تک کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اس نے مولوی سید علی حائری صاحب کے کسی رسالہ مثل غایت المقصود وغیرہ کا رد لکھا اور نیز اسے یہ بھی یقین تھا کہ میں حسب معمول اپنے ہی قرارداد فیصلہ کے مطابق اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء کو ضرور بصد ضرور قطعی ملعون، کافر، دجال وغیرہ ثابت ہوجاؤں گا تو اس نے ان مہلک مخمصوں سے بزعم خود مخلصی حاصل کرنے کے لئے اپنی دسترخوانی مکھیوں کی مدد سے بصد دردسری اور جان کاہی مہینوں بھر کی محنت سے کچھ ٹوٹے پھوٹے عربی اشعار جس میں گالی گلوچ اور خودستائی کے سوائے کچھ بھی نہیں ۲۶؍جولائی ۱۹۰۲ء کے قریب قریب لکھ لئے۔ مگر اخیر اکتوبر ۱۹۰۲ء میں کادیانی کو حضور این جانب کے ہاتھوں سے موضع مدہ میں وہ شکست فاش ہوئی اور اس کے چند ایک مرید معقول نذرانہ دینے والے متزلزل الاعتقاد ہوکر اس کا دام پھاندنے کو تھے کہ اس نے جھٹ وہی قصیدہ عربی مع ترجمہ اردو عبارت کے چند جگہ مدہ کا تذکرہ کر کے موسومہ بہ اعجاز احمدی چھاپ دیا اور ظاہر کیا کہ میں نے اسے پانچ دن میں لکھا ہے بلکہ ایک دن میں لکھنے کا مدعی ہوا۔

چنانچہ اس کتاب کے (اعجاز احمدی ص۳۶ خزائن ج۱۹ ص۱۴۶) پر لکھتا ہے:’’کاش اگر چھپنے میں کسی قدر دیر نہ لگتی تو نومبر ۱۹۰۲ء تک (ایک ہی دن میں وہ قصیدہ) شائع ہوسکتا تھا۔‘‘

اور یہ میرا معجزہ ہے اگر معجزہ نہیں تو مخالف بھی اتنے حجم کی کتاب ۵ دن میں لکھ دیں اور لطف یہ کہ کارروائی مطبع کو بھی اس ملعون نے جزء معجزہ ٹھہرایا۔ یہ کتاب شائع کر کے واقعی بڑا خوش ہوا ہوگا کہ اچھا منتر پھر گیا کہ اخیر دسمبر والا نشان بھی ثابت ہوگیا۔ متذبذب الاعتقاد مرزائیوں کو بھی پھر دام میں اچھی طرح جکڑ لیا۔ پیر مہر علی شاہ صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی سید علی حائری کی کتابوں کا بھی گویا کہ جواب آ گیا اور مدہ کی ندامت والی شکست بھی دھوئی گئی۔ بلکہ آئندہ کے لئے ایک بڑا بھاری معجزہ سادہ لوحوں کو دام تزویر میں پھنسانے کے لئے ہاتھ آ گیا۔

حیرت ہے کہ اس دجال نے اس کارروائی میں کذب در کذب اور دجل در دجل سے کام لیا۔ دجل یہ کہ مہینوں بھر کی دردسری کو ۵ دن بلکہ ایک دن کا کام بتایا اور دجل در دجل یہ کہ موضع مدہ کا مباحثہ ۳۰/اکتوبر۱۹۰۲ء کو ختم ہوگیا تھا اور سرور اور عبداللہ مرزائی علی الصبح چار بجے ہی وہاں سے قادیان کی طرف مفرور ہوآئے تھے۔ مگر صد آفرین کرشن رودر گوپال قادیانی کی جس کا صرف بےحیا باش وہرچہ خواہی کن پر ہی عمل درآمد رہا ہے۔ ۳۰/اکتوبر۱۹۰۲ء سے ۷/نومبر تک (آٹھ دن یہ بھی) ہضم کر لئے اور ڈکار تک نہ لیا۔ کسی نے کیا خوب لکھا ہے:

لعنت حق بر شریر کادیان ہست او ابلیس ملعون بیگماں

اب ہم اس بات کے ثبوت کے لئے وہ عربی قصیدہ جو کرشن کادیانی نے اعجاز احمدی میں قصیدہ اعجازیہ کے نام سے شائع کیا ہے تمام کا تمام بجز ان اشعار کے جن میں مدہ کا تذکرہ ہے اور جو نسبتاً نہایت ہی قلیل ہیں ۲۶/جولائی کے قریب قریب کی کارروائی ہے۔ اس کی ایک تحریر سے شہادت پکڑتے ہیں۔ سچ ہے: ’’**ان اللہ لا یھدی الخائنین**‘‘ یعنی خدا خائنوں کو ڈھب نہیں سکھایا کرتا کرشن کادیانی علیہ اللعنۃ اپنی کتاب (نزول المسیح حاشیہ ص۶۷ خزائن ج۱۸ص۴۴۵) پر لکھتا ہے:

’’کہ آج ۲۶/جولائی ۱۹۰۲ء کو موضع بھین سے میاں شہاب الدین دوست مولوی محمد حسن بھین کا خط ملا۔‘‘

پھر اس کتاب کے (ص۶۸ خزائن ج۱۸ص۴۴۶) کے متن میں لکھتا ہے: ’’ہم اس رسالہ کے آخر میں اگر خداتعالیٰ نے چاہا تو چند عربی اشعار لکھیں گے اور پیر مہر علی شاہ صاحب سے اور نیز ایک اور شخص سے جو شیعہ ہے اور علی حائری کے نام سے موسوم ہے ان اشعار کی مثل کا مطالبہ کریں گے۔‘‘

پھر اس کتاب کے (ص۶۹ خزائن ج۱۸ص۴۴۷) کے متن پر لکھتا ہے: ’’اور جس قدر تعداد میں ہم نے یہ شعر لکھے ہیں اور جن مضامین کے متعلق یہ اشعار ہیں۔‘‘

پھر متن (ص۷۳ خزائن ج۱۸ص۴۵۱) پر لکھتا ہے: ’’لیکن کل (یعنی ۲۶/جولائی) کے دن جب کہ ہمیں موضع بھین سے پیر مہر علی صاحب کی اس کرتوت پر اطلاع ہوئی۔‘‘

ناظرین! اس رسالہ کے آخر، عربی اشعار، پیر مہر علی صاحب اور سید علی حائری صاحب، مثل کا مطالبہ:

یہ شعر لکھے ہیں، مدنظر رکھیں اور خدارا انصاف سے کہیں کہ کیا اس عبارت سے ایک معمولی اردو خوان پر بھی صاف صاف منکشف نہیں ہوجاتا کہ کادیانی نے چند عربی اشعار ۲۶/جولائی تک لکھے ہیں جن کی مثل کا مطالبہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اور سید علی حائری صاحب سے کرنا چاہتا ہے اور جن کو اس نے نزول المسیح کے آخر میں لگانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ اب کوئی بھلا مانس بتاوے کہ ''عربی قصیدہ یہی اعجاز احمدی والا یا دوسرے لفظوں میں ضمیمہ نزول المسیح والا (جس میں پیر مہر علی شاہ صاحب اور سید علی حائری مخاطب ہیں) قصیدہ نہیں تو اور کیا ہے۔ کادیانی کا ایک تو اعجاز احمدی کا نام ضمیمہ نزول المسیح رکھنا۔ دوسرا اس میں پیر مہر علی شاہ صاحب اور سید علی حائری صاحب کو مخاطب کرنا۔ تیسرا قصیدہ کا عربی زبان میں ہونا تینوں کے تینوں ہمارے بیان پر شاہد عدل ہیں۔

الحمدللہ کہ کادیانی اعجاز کا خوب ہی قیمہ کیا اور اس کے عجز پبلک پر بخوبی ظاہر کردیئے۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر مے خواست — آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

جہلم میں اس سندھی بیگ المبدل بہ غلام احمد قادیانی کی حاضری

جھوٹے مسیح کادیانی کی جہلم کے وارنٹ کیس کی حاضری پر فضل حسین شاگرد حضرت مولانا شیخ عمر چکی گجراتی نے ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے:

قطعہ تاریخ

قادیان سے چلا جہلم وچکوال آیا — نائے پولیس مسیحا تیرا پامال آیا
سال تاریخ کہو یاد ہو کس سال آیا — خر عیسیٰ کی قسم دجال آیا

۱۳۲۰ھ

کرشن قادیانی (تتمہ حقیقت الوحی ص۷ خزائن ج۲۲ ص۴۳۸) پر لکھتا ہے کہ: ''ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے جو اس کے مخالف کہے۔''

باب پنجم

نقل خط مرزا امام الدین

آج ہم مرزا امام الدین مولائی ہدایت کنندہ قوم لال بیگیاں (جو مرزا غلام احمد

کادیانی کے بھائی ہیں) کا خط جوانہوں نے ملاجعفرزٹلی کولکھا تھانقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہوجائے گا کہ مرزا قادیانی کے دعاوی متعلقہ طاعون کہاں تک درست نکلے۔وھوھذا!

’’میاں محمد بخش صاحب! بعد شوق ملاقات کے آپ کو معلوم ہو کہ قادیان جسے دارالامان کہا جاتا تھا۔افسوس ہے کہ مسیح کاذب ومہدی غاصب کی شامت اعمال وتکذیب دعاوی کے لئے دارالزیان بن گیا۔چنانچہ تفصیل اس مقال کی بدیں طور ہے کہ پہلے آپ نے تحریر کیا کہ قادیان کے اردگرد بارہ کوس تک وبائے طاعون نہ پھیلے گی۔لیکن کمبخت طاعون جب اردگرد کے دیہات میں اپنا کام کرنے لگ پڑی تو آپ نے دیگر پہلو بدلا کہ تین میل میں قادیان کے گرد نہ ہوگی اور قادیان میں تو ہرگز ہرگز نہ ہوگی۔مگر جب معلوم کیا کہ یہ وباء تو لگاتار میرے دعوے کی تکذیب کرتی جاتی ہے اور قادیان میں بھی اپنا علم ظاہر کرنے سے باز نہیں آتی اور مجھ کو عالم میں بدنام اور رسوا کر رہی ہے تو آپ کو سوائے اس کے کوئی تدبیر نہ سوجھی کہ اس میدان کو وسعت دی جائے اور ایسی تدبیر کی جائے کہ معترضین کو بھی جائے اعتراض نہ ہو اور کام بھی چل پڑے۔چنانچہ کشتی نوح میں آپ نے یہ رنگ بدلا کہ جو لوگ تیرے گھر کی چاردیواری میں داخل ہوں گے ان پر طاعون نہ ہوگا اور تیری تعلیم پر عمل کریں گے اور تیرے مریدوں کو کبھی بھی نہ ہوگی۔لیکن سارا جہان اندھا نہیں۔کل دنیا بیوقوف نہیں۔ طاعون نے تو اپنے متواتر حملوں سے ثابت کر دیا کہ اس کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں اور اس میں اس کو کبھی بھی ایک بات پر قائم نہیں رہنے دوں گی۔ ہمیشہ اس کی تحریر کو الٹ پلٹ کرتی رہوں گی۔چنانچہ عرصہ ایک ماہ میں ہی قریب پچھتر اشخاص کو اپنے دست غضب سے طمانچہ مار کر بحر نیستی میں جا پھینکا۔لیکن طرّہ تو یہ کیا کہ مریدوں پر بھی دست شفقت پھیر دیا اور گھر کی چاردیواری کے رہنے والوں پر بھی رحم نہ کیا۔چنانچہ تفصیل اس کی اس طرح پر ہے۔

تفصیل مریدان جو قادیان میں مرض طاعون سے روانہ ملک عدم ہوئے

(۱)مرید بڈھا تیلی کالڑکا ہلکاسی اور والدہ اس کی مرض طاعون سے مری۔(۲)عیدا گلگو مرید خاص مرض طاعون سے مرا(۳)اور والدہ اپنی کو بھی اپنے ساتھ اس مرض میں لے گیا۔(۴)غلام قادر قریشی مرید کی عورت (۵)ستا آرائیں مرید کے دولڑکے نوعمر، (۶)چھنڈو

آرائیں مرید کی عورت (۷) حامد آرائیں۔ یہ سب مرید قادیان کے رہنے والے تھے جو اس مرض سے مرے اور جو شخص گھر کی چار دیواری میں رہتا تھا اور اس وقت کا نوکر تھا۔ جب کہ نہ غلام احمد تھا نہ ملہم، نہ مجدد، نہ مہدی، نہ موعود فقط سندھی بیگ تھا۔ چنانچہ اس کے مرنے کی جو بری گت ہوئی۔ وہ ناظرین کی عبرت کے واسطے مختصر طور پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ جس پر سنگ دل سے سنگ دل کو بھی رحم آجائے اور ان کم بختوں کی بے رحمی کا اور جلادی کا پتہ لگ جائے۔ (۸) واضح ہو کہ یہ نج کا نوکر جس کا نام پیراں دتہ تھا۔ عرصہ ستائیس اٹھائیس سال سے ان کے ہاں ملازم تھا اور غلام احمد کی چہیتی بیوی مسماۃ نصرت جہاں آرا بیگم کا دھرم کا بھائی مشہور تھا۔ اسی واسطے اس کے لڑکے پیراں دتہ کو ماموں ماموں کہا کرتے تھے اور پیراں دتہ اس لقب سے بہت خوش رہا کرتا تھا:

یار جس سے خوش رہے مجھ کو وہ آئیں چاہئے

اس سوا طالب نہ ہوں دنیا کا نسے دین چاہئے

لیکن چوں کہ طاعون کو چار دیواری میں بھی دخل کرنا تھا اور اس کے دعویٰ کو باطل کرنا تھا۔ اس لئے اس کی نظر اسی بیچارے ماموں پیراں دتہ پر پڑ گئی۔ چنانچہ اس پر اپنا دست شفقت پھیرا۔ جب پیراں دتہ پر آثار طاعون نمودار ہوئے تو اسی وقت اس کم بخت بے نصیب کو دو مزدوروں کو کہہ کر خانہ بدر کر دیا۔ چنانچہ مزدور کشاں کشاں بے چارہ بدنصیب پیراں دتہ کو شہر سے اس طرح لئے جاتے تھے جیسے چوہڑے (مہتر) کسی مردار جانور کو گھسیٹ کر لے جاتے ہیں اور وہ زبان حال سے کہہ رہا تھا:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آتے ہیں لیکن بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

خیر پھر قادیان سے باہر ایک بٹھہ پر اسے ڈال دیا تاکہ سردی سے اس کی جان جلد نکل جاوے۔ وہ بیچارہ تمام رات ایک تاریک مکان شکستہ میں جو بٹھہ پر تھا پڑا ہائے ہائے اور وائے وائے کرتا رہا اور پانی مانگتا رہا۔ لیکن کوئی پاس ہوتا تو اسے پانی دیتا یا اس کی خبر...... جب غریب بے کس اس عذاب کو نہ سنبھال سکا تو اپنی جان حوالہ جان بخش کے کی اور قید حیات سے رہائی پا کر عذاب الیم سے چھوٹا تو دم صبح ایک گڑھا سا کھود کر اس کو انہیں کپڑوں میں جو اس کے جسم پر تھے، دفن کر دیا اور اوپر مٹی ڈال دی، نہ غسل، نہ جنازہ، نہ تجہیز، نہ تکفین، نہ فاتحہ، نہ چہلم کچھ بھی نہ ہوا۔

افسوس تو یہ کہ نہ تو ہمشیرہ نے مدد دی نہ بہنوئی کو رحم آیا، نہ بھانجے ہی کام آئے۔

چنانچہ اس کی نعش زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ:

یا وفا خود نبود در عالم یا مگر کسے دریں زمانہ نکرد

اگرچہ بہت ہی خلاف تہذیب باتیں ہیں لیکن ایک بات جو حافظ محمد الدین کلانوری نے شائع کی ہے وہ ایسی ہے کہ شریف انسان کے دل کو تو لرزہ دے دیتی ہے۔ چنانچہ اشعار پنجابی کے بطور نمونہ درج ہیں۔

اشعار

سنیا میں جو اسدا سی اک خاص مرید پیارا
دن راتیں وچ خدمت اس دے حاضر رہے بیچارہ
اپنی عورت نوں چا اس دا خاص مرید بنایا
بہت جمیلہ سی رن اس دی اس وچ شک نہ آیا
ولی مجدد پیغمبر نوں حسن اوہدا دس آیا
دیکھدیاں ہی گھائل ہویا عشق دلے وچ وہایا
مرزے تائیں اوہ رخ اس دا جسدم نظری آیا
اوہ قربان گیا یک باریں سب کجھ دلوں بھلایا
نال شتابی اس دے تائیں سینے اٹھ لگایا
اوپر اک رخسارے اس دے ڈاڈا ڈنگ چلایا
کتے وانگوں بوٹی توڑی شرم حیا نہ آیا

ارے او سن رسول قادیانی لعین و بے حیا شیطان ثانی
شرم کچھ تجھ کو نہیں ہے اے لعین ہوگیا ہے بے حیا تو بالیقین
ہوش کر اے بے حیا ہوشیار ہو کر ذرا انصاف نہ مردود ہو
کیسا تو نے یہ ستم کس پر کیا توڑ کر رخسار اس کا کھالیا

سچ بات تو یہ ہے کہ ’’الدنیا زور لا یحصل الاباالزور‘‘ جب مرزا غلام احمد قادیانی کا اس حدیث پر عمل ہوا تو دنیا پر اسے اختیار کلی حاصل ہونا اور دولت دنیا اسے نصیب ہوئی۔ ورنہ کیسا مجدد اور کیسا ملہم کہاں کا مہدی، کہاں کا رسول۔ یہ تو احمقوں کے پھنسانے کو جال ہے:

چو احمق در جہاں باقی است بے زرکس نمے ماند

رقیمہ مولائی امام مرزا امام الدین از قادیان

(۳۰/دسمبر ۱۹۰۲ء، اخبار جعفرزٹلی)

آہ! مرزا قادیانی کرشن رودر گوپال قادیانی کے دعوے کی تصدیق یا تکذیب بھی ہنوز کسی بحث کی محتاج ہے۔ حالاں کہ اس ساری بحث کا خاتمہ کسی اہل دل نے ایک رباعی میں کر دیا ہے:

گفت مرزا مر ثناء اللہ را میرد اوّل ہر کہ ملعون خدا است

خود روانہ شد بسوئے نیستی بود ...... ولیکن گفت راست

تفصیلات کے لئے (دیکھو اشتہار مرزا مؤرخہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء مجموعہ اشتہارات ج سوم ص ۵۷۸، ۵۷۹)

باب ششم

مرزا کرشن قادیانی اپنی کتاب (ست بچن ص ۳۱ خزائن ج ۱۰ ص ۱۴۳) پر لکھتا ہے: ''ظاہر ہے کہ ایک دل سے وہ متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں۔ کیوں کہ ایسے طریق سے انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔''

اب میں ذیل کی چند نظائر مرزا قادیانی کرشن جی کے اقوال کی بیان کر کے مسلمانوں سے عام طور پر اور جماعت مرزائیہ سے خاص طور پر دریافت کرتا ہوں کہ مرزا قادیانی کرشن رودر گوپال قادیانی کون تھے۔

قول کرشن قادیانی نمبر۱

''یہ مثال صحیح نہیں ہوسکتی بلکہ ایسی مثال دینے والا ایک سادہ لوح آدمی ٹھہرتا ہے جس کو یہ بھی خبر نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت تامہ ضروری ہے۔'' (ست بچن حاشیہ متعلقہ ص ۱۶۴ مرہم حواریین جس کا دوسرا نام مرہم عیسیٰ بھی ہے، ص ب خزائن ج ۱۰ ص ۳۰۲)

قول کرشن قادیانی نمبر۱

''تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنیٰ مماثلت کی وجہ سے الخ'' (ازالہ اوہام ص ۲۷ خزائن ج ۳ ص ۱۳۸ حاشیہ)

قول کرشن قادیانی نمبر۲

''اوّل تو یہ جاننا چاہئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔''

(ازالہ اوہام ص۱۴۰ خزائن ج۳ ص۱۷۱)

قول کرشن قادیانی نمبر۲

''سوتم نہ اہل سنت ہو نہ اہل قرآن جب تک عیسیٰ کی موت کے قائل نہ ہو۔''

(کشتی نوح ص۱۶ خزائن ج۱۹ ص۱۷)

قول کرشن قادیانی نمبر۳

''یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔''

(ازالہ اوہام ص۴۷۳ خزائن ج۳ ص۳۵۳)

قول کرشن قادیانی نمبر۳

''جو شخص (مسیح) کشمیر سری نگر محلہ خان یار میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر اٹھایا گیا کس قدر ظلم ہے۔''

(دافع البلاء ص۱۵ خزائن ج۱۸ ص۲۳۵)

قول کرشن قادیانی نمبر۴

''قرآن کریم بعد خاتم النّبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا۔''

(ازالہ اوہام ص۷۶۱ خزائن ج۳ ص۵۱۱)

قول کرشن قادیانی نمبر۴

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا...... خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔''

(دافع البلاء ص۱۱، ۱۳ خزائن ج۱۸ ص۲۳۱، ۲۳۳)

قول کرشن قادیانی نمبر۵

کرشن جی رودر گوپال قادیانی نے ۱۹ر ستمبر ۱۹۰۵ کو ''رویا دیکھا کہ مرزا غلام قادر صاحب میرے بڑے بھائی نہایت سفید لباس پہنے ہوئے میرے ساتھ جا رہے ہیں اور کچھ

باتیں کرتے ہیں۔ایک شخص ان کی باتیں سن کر کہتا ہے کہ یہ کیسی فصیح بلیغ گفتگو کرتے ہیں۔گویا پہلے سے حفظ کر کے آئے ہیں۔''

(اخبارالحکم قادیان ج۹ نمبر۳۳ص ا مؤرخہ ۲۴/ستمبر ۱۹۰۵ء،تذکرہ ص۴۸۰ طبع چہارم)

''فرمایا ہمارا تجربہ ہے کہ جب کبھی ہم اپنے بھائی صاحب کو خواب میں دیکھتے ہیں اس سے مراد کسی مشکل کام کا حل ہونا ہوتا ہے۔آج کل چوں کہ مولوی عبدالکریم صاحب کے واسطے بہت دعا کی جاتی ہے اس واسطے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شفا دے گا غلام قادر سے خدائے قادر کی قدرت کی طرف اشارہ ہے۔''

(اخبارالحکم ج۹ نمبر۳۳ص ا کالم ۳ مؤرخہ ۲۴/ستمبر ۱۹۰۵ء،تذکرہ ص۴۸۰ طبع چہارم)

پھر (کالم ۴ص۲۰،تذکرہ ص۴۸۱ طبع چہارم) پر اس سے بھی زیادہ وضاحت کی گئی ہے لکھا ہے کہ ''۲۱/ستمبر کو اعلیٰ حضرت مرزا صاحب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے بہت دعا کرتے رہے اس پر الہام ہوا:''طلع البدر علینا من ثنیة الوداع''یعنی ہم پر بدر چڑھا جس کا صاف مطلب ہے کہ مولوی عبدالکریم صحت یاب ہوگا۔''

قول کرشن قادیانی نمبر۵

''۱۱/اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہمارے ایک مخلص دوست یعنی مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اسی بیماری کاربنکل یعنی سرطان سے فوت ہوگئے تھے ان کے لئے بھی میں نے دعا کی تھی مگر ایک بھی الہام ان کے لئے تسلی بخش نہ تھا۔'' (حقیقت الوحی ص۳۲۶ خزائن ج۲۲ص۳۳۹)

خواجہ کمال الدین کا کذب صریح

رسالہ (کرشن اوتار ص۴۹) میں لکھتا ہے:

شفائے ہر مرض در قادیان است شدہ دار الاماں کوئے نگارے

یہ رسالہ خواجہ کمال الدین وکیل نے ستمبر ۱۹۰۸ء میں چھپوایا اور مفت تقسیم کیا تھا، لیکن کرشن رودر گوپال کادیانی اپنی بیوی نصرت جہاں بیگم کو علاج کروانے کے واسطے ماہ مئی ۱۹۰۸ء میں لاہور ڈاکٹروں کے پاس لایا اور خود ہیضہ سے مرگیا۔

اس سے ثابت ہوا قادیان میں ہر مرض کی شفا نہیں۔

قول کرشن قادیانی نمبر۶

مرزا کرشن جی قادیانی ڈپٹی عبداللہ آتھم کی بابت لکھتا ہے ’’۱۵ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔‘‘ (جنگ مقدس ص۱۸۹، خزائن ج۶ ص۲۹۲)

قول کرشن قادیانی نمبر۶

’’میں نے ڈپٹی آتھم کے مباحثہ میں قریباً ساٹھ آدمیوں کے روبرو یہ کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔‘‘ (اربعین نمبر۳ ص۱۱، خزائن ج۱۷ ص۳۹۷)

قول کرشن قادیانی نمبر۷

’’ڈپٹی عبداللہ آتھم کی عمر میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۳، خزائن ج۱۹ ص۱۰۹)

آؤ اب ہم تحقیق کریں کہ آتھم کب مرا۔ مرزا قادیانی کرشن جی رسالہ (انجام آتھم ص۱، خزائن ج۱۱ ص ایضاً) پر لکھتے ہیں: ’’کہ ۲۷/جولائی ۱۸۹۶ء کو مقام فیروز پور مسٹر عبداللہ آتھم فوت ہوگئے ہیں۔‘‘

قول کرشن قادیانی نمبر۷

مرزا کرشن رودر گوپال قادیانی اپنی کتاب (حقیقت الوحی ص۲۰۱، خزائن ج۲۲ ص۲۰۹) پر لکھتے ہیں: ’’میری عمر قریباً ۶۸ سال کی ہے۔‘‘

حالاں کہ حقیقت الوحی ۱۹۰۷ء میں لکھی اور اسی سنہ میں شائع کی۔

الراقم: خادم دین متین مسکین محمد ظہیر الدین اثبت اللہ بالصدق والیقین واعطی اللہ کتابہ بیمینہ یوم الدین آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ (مؤلف)

دجل دجال حصہ سوم

باب ہفتم

(مسٹر محمد علی ایم اے جواب دیں)

(اخبار زمیندار مؤرخہ ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۳ء ص۳ کالم۲) پر مسٹر موصوف کا ایک مکتوب درج

ہے جس میں سے چند اقتباس نقل کر کے جواب کا ملتجی ہوں۔

’’ہمارے عقائد وہی ہیں جو اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اجتہادات کو قابل پیروی سمجھتے ہیں اور اسی لئے اپنے آپ کو حنفی المذہب بھی کہتے ہیں۔ عقائد اہل سنت والجماعت سے ہمیں کسی قسم کا اختلاف نہیں...... اور چودھویں صدی کا مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ آپ ہی وہ مسیح اور مہدی بھی ہیں جس کا اس امت کے لئے وعدہ دیا گیا ہے۔ جہاں تک میرا علم ہے یہی عقائد جناب خواجہ کمال الدین...... اور مولوی صدرالدین کے ہیں۔‘‘

حضرات ناظرین! اب میں آپ کے سامنے اس دجالی فرقہ کا دجل وکذب بیان کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے اس ناچیز رسالہ کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم سے آسمان پر گئے ہیں۔ وہاں زندہ ہیں اور پھر آخر زمانہ آسمان سے اتریں گے اور امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور امام مہدی علیہ السلام امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتدی ہوں گے اور دجال نکل کر الوہیت کا دعویٰ کرے گا۔ اس کو قتل کریں گے اور جو شخص ان سب باتوں پر ایمان نہ لاوے اور ان میں شک کرے وہ کافر اور مرتد ہے۔ اس میں کسی ایک اہل سنت والجماعت کو خلاف نہیں اور یہ بات کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے اور ان کا جسم شریف زمین پر رہ گیا اور فقط ان کی روح آسمان پر گئی۔ یہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ’’بل رفعه الله الیه‘‘ اور فرمایا ’’ورافعک الی‘‘ سو وہ نص قطعی ہے عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر جانے میں اور جو فرمایا ’’وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته‘‘ اور فرمایا ’’وانه لعلم للساعة‘‘ اس میں دلیل ظاہر ہے اور ان کے نزول پر۔

اور اس مضمون کی بہت سی احادیث بھی آئی ہیں جو حد تواتر کو پہنچی ہیں ہم بخوف تطویل چند احادیث لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کے نصیب میں ہدایت ہے اس کو کافی ہیں۔

۱...... امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری نے اپنی صحیح کے باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ البتہ عنقریب مریم کا بیٹا حاکم عادل ہو کے تم میں اترے گا سو صلیب کو توڑے

گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ اٹھاوے گا اور مال بہت ہوگا کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ کرنا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملنے سے بہتر ہوگا۔ اس کے بعد ابوہریرہؓ نے کہا اگر تم چاہو تم اس آیت کو پڑھو ’’وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا‘‘

۲...... صحیح مسلم میں حذیفہ بن اسید الغفاریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم کچھ تذکرے کررہے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تذکرہ کرتے ہو۔ صحابہ نے عرض کی ہم قیامت کا ذکر کرتے تھے۔ فرمایا: ’’انها لن تقوم حتی تروا قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ بن مریم ویأجوج وماجوج. الحدیث‘‘ یعنی قیامت نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس کے پہلے دس نشانیاں دیکھو۔ پھر بیان فرمایا دخان اور دجال اور دابہ اور طلوع آفتاب کا اس کے مغرب سے اور نزول عیسیٰ بن مریم کا اور یاجوج وماجوج۔ الحدیث

۳...... صحیح بخاری میں ہے ’’عن اباهریرة قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم. رواه البخاری‘‘ ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا حال ہوگا تمہارا جب ابن مریم تم میں اترے گا۔ حالاں کہ تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔

’’وامامکم‘‘ میں جو واؤ ہے اس کو آپ بھی جانتے ہیں کہ واؤ حالیہ ہے جس کے معنی ہیں ’’اس حال میں کہ‘‘ یا ’’حالاں کہ‘‘ اور اس معنی کی صحت کی دلیل صحیح مسلم کی نہایت صحیح حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ نماز پڑھایئے تو آپ فرمائیں گے۔ اس امت کی عظمت شان کے سبب تمہارے ہی بعض بعض پر امیر یا اعلیٰ ہیں۔

توجہ سے ملاحظہ کریں کہ مسلم کی حدیث نے بخاری کی حدیث کی کیسی شرح کردی جس سے معلوم ہوگیا کہ اس وقت ایک امام وہاں موجود ہوگا۔ ابن جوزی نے کہا کہ ’’مسیح اقتداء کریں گے‘‘ یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ (دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری)

۴...... پھر ایک حدیث طویل میں جو کہ دجال کے ذکر میں ہے۔ اس طرح وارد ہے کہ ’’سب مسلمان بیت المقدس میں ہوں گے ان کا امام ایک نیک مرد ہوگا اور وہ آگے بڑھا ہوا ہوگا تاکہ ان کو نماز پڑھائے کہ ناگہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو امام الٹے پاؤں

پیچھے ہٹے گا تا کہ عیسیٰ علیہ السلام امام بنیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے مونڈھوں کے درمیان کھڑے ہوں گے پھر فرمائیں گے کہ امام بنئے کیوں کہ آپ ہی کے واسطے تکبیر ہوئی ہے۔‘‘
(یہ بیان فتح الباری شرح صحیح بخاری باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میں موجود ہے)

اب ان حدیثوں کو ملا کر غور فرمائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایک الگ وجود ثابت ہوتا ہے۔ پھر ایک دوسرا شخص بھی ثابت ہوتا ہے جو امام ہے اور ایسا عظیم الشان شخص ہے کہ حضرت مسیح بھی اس کی اقتداء فرماتے ہیں اور اسی امام کو آں حضرت ﷺ نے مہدی فرمایا ہے۔ بہرحال دو وجود مبارک کا ثابت ہونا تمام احادیث وروایات سے ظاہر وبدیہی ہے۔ نظر انصاف سے ملاحظہ کرو تو قضیہ یہیں طے ہو جاتا ’’الا من اتی اللہ بقلب سلیم ‘‘ امید ہے کہ ضرور واضح رائے عالی ہو چکا ہوگا کہ مہدی ومسیح دو وجود مقدس ثابت ہوتے ہیں۔ مگر میں آپ کی تشفی خاطر کے واسطے ایک اور حدیث لکھتا ہوں۔ دیکھو (کنزالعمال ج۷ ص۱۸۷) میں مذکور ہے۔

۶…… ’’لن تھلک امۃ انا فی اولھا وعیسیٰ ابن مریم فی آخرھا والمھدی فی وسطھا رواہ ابو نعیم فی اخبار المھدہ عن ابن عباس والحاکم فی تاریخہ وابن عساکر عن ابن عباس ‘‘ ترجمہ: یہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے اوّل میں اور آخر عیسیٰ ابن مریم اور درمیان میں مہدی علیہم السلام ہیں۔

مطلب حدیث کا یہ ہے کہ یہ امت مرحومہ تین بابرکت وجودات سے مستفیض ہوگی شروع میں تو حضرت خاتم النّبیین اور آخر میں مسیح علیہ السلام اور ان دونوں کے وسط میں امام مہدی آخرالزمان ہیں۔ پس واضح ہوا کہ مہدی وعیسیٰ دو الگ وجود ہیں۔ یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس پر اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

چوں کہ مسٹر موصوف نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کو ہم مانتے ہیں اس واسطے خاکسار امام ابوحنیفہؒ کے عقیدہ اور اجتہاد کو جو انہوں نے فقہ اکبر میں بیان کیا ہے لکھ کر پیش کرتا ہے۔

۶…… ’’وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربھا نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامۃ علی ما وردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کائن ‘‘ دیکھئے صاحبان مسٹر موصوف نے کس قدر لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور یہ کرشن

کادیانی کو مسیح موعود اور مہدی۔

۷...... شیخ شہاب الدین السہر وردی قدس سرہ نے ’’اعلام الہدیٰ وعقیدۃ ارباب التقیٰ‘‘ میں فرمایا ہے ’’ویعتقد ان عیسیٰ علیہ السلام ینزل وان الدجال یخرج والشمس تطلع من مغربھا کل ذالک حق لاشک فیہ‘‘

۸...... امام کمال الدین محمد بن الہمام نے ’’کتاب المسائرہ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرہ‘‘ میں لکھا ہے ’’واشراط الساعۃ من خروج الدجال ونزول عیسیٰ علیہ السلام وخروج یاجوج وماجوج وخروج الدابۃ وطلوع الشمس من مغربھا حق‘‘

۹...... امام عبداللہ النسفی نے ’’عمدۃ العقائد‘‘ میں لکھا ہے:

’’وما اخبربہ النبی علیہ السلام من خروج الدجال ودابۃ الارض ویاجوج وماجوج ونزول عیسیٰ علیہ السلام وطلوع الشمس من مغربھا حق‘‘

۱۰...... علامہ تفتازانی نے شرح ’’عقائد نسفی‘‘ میں لکھا ہے:

’’وما اخبر بہ النبی ﷺ من اشراط الساعۃ ای علاماتھا من خروج الدجال ودابۃ الارض ویاجوج وماجوج ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وطلوع الشمس من مغربھا فھو حق لانھا امور ممکنۃ اخبر بھا الصادق‘‘

۱۱...... علامہ شیخ علی متقی نے ’’برہان فی علامۃ مہدی آخرالزمان‘‘ میں لکھا ہے: ’’عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ من کذب بالدجال فقد کفر ومن کذب بالمھدی فقد کفر قال الشیخ ابن حجر الھیثمی ای کفر حقیقۃ کما ھوالمتبادر عن اللفظ اذ کان تکذیبہ کتکذیبہ بالسنۃ اوا لاستھزاء بھا اوالرغبۃ عنھا‘‘

۱۲...... امام شیخ جلال الدین سیوطی نے ’’اعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام‘‘ میں لکھا ہے ’’فیلزمک احد امرین اما نفی نزول عیسیٰ علیہ السلام او نفی النبوۃ عنہ وکلاھما کفر‘‘

۱۳...... امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب ’’الیواقیت والجواہر‘‘ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے پر قرآن شریف سے کیا دلیل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے پر اللہ تعالیٰ کا قول دلیل ہے ’’وان من اھل الکتاب الا لیؤمننّ بہ قبل موتہ‘‘ یعنی اور کوئی نہیں اہل کتاب سے مگر البتہ اس پر ایمان لائے گا اس کی موت سے

آ گے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور لوگ ان پر جمع ہوں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے جسد سے آسمان پر جانے کو معتزلہ اور فلاسفہ اور یہود اور نصاریٰ انکار کرتے ہیں...... پس عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا کتاب وسنت سے یعنی قرآن حدیث سے ثابت ہو چکا اور نصاریٰ زعم کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ناسوت یعنی جسم مصلوب ہوا اور ان کا لاہوت یعنی روح اٹھایا گیا اور حق بات وہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسد کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''بل رفعه الله اليه''......

اگر کوئی کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایام رفع میں کھانے پینے سے کیوں بے نیاز ہوئے۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وما جعلناهم جسداً لا يأكلون الطعام'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص زمین پر گزران کرتا ہے اس ہی کے لئے طعام قوت ہوا ہے۔ کیوں کہ ان پر گرم سرد ہوا مسلط رہنے سے بدن لاغر ہوتا ہے۔ پھر جب بدن لاغر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے بطور عادت کے یہاں خطہ زمین میں غذا کو اس کا عوض کیا ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔ سو اس کو اپنی قدرت سے لطیف کرتا ہے اور کھانے پینے سے بے پرواہ کرتا ہے۔ جیسا کہ فرشتوں کو کھانے پینے سے مستغنی کیا۔ پس اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کا کھانا تسبیح ہے اور پینا تہلیل۔

۱۴...... امام حسنؒ سے کہا گیا ''هل تجد نزول عيسىٰ علیہ السلام فى القرآن قال نعم قوله وكهلاو هولم يكن يكهل فى الدنيا وانما معناه وكهلا بعد نزوله من السماء''

۱۵...... شیخ ابن حجر نے ''شرح الہمزیہ'' میں لکھا ہے ''رفع الله عيسىٰ علیہ السلام الى السماء فينزل آخر الزمان حاكماً بشريعة محمد ﷺ مصلياً وراء المهدى''

۱۶...... شیخ الاسلام ابوعبداللہ فضل اللہ بن تاج الدین ابوسعید الحسن التورا پشتی نے کتاب ''المعتمد فی المعتقد'' میں لکھا ہے ''وبعد از ظہور دجال وافساد وے در زمین نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام از آسمان است باحادیث درست از رسول اللہ ﷺ ثابت شدہ است کہ عیسیٰ علیہ السلام در وقت اقتراب ساعت از آسمان فرود آید زندہ و دجال را بکشد و زمین از خبث وفساد وے واتباع وے از اہل شرک خاصہ جہوداں کہ دعوے کردہ اند کہ ما عیسیٰ علیہ السلام را بکشتیم وصلب کردیم پاک کند۔''

۱۷...... شیخ عبدالحق دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے ''بتحقیق ثابت شدہ است باحادیث صحیحہ آں کہ عیسیٰ علیہ السلام فرود می آید از آسمان بزمین ومیباشد تابع دین محمد ﷺ وحکم

میکند بشریعت آں حضرت ﷺ۔‘‘

۱۸...... مولانا عبدالرحمٰن جامی نے عقیدہ میں لکھا ہے:

چوں در آخر زمان بقول رسول کند از آسمان مسیح نزول
پیروشرع دین اوباشد تابع اصل و فرع او باشد
دین ہمیں شرع ودین او داند ہمہ کس رابدیں او خواند

۱۹...... ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کی ’’**قال قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة**‘‘ یعنی رسول اللہ ﷺ نے یہود کو فرمایا تحقیق عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے اور وہ تحقیق قیامت کے پہلے تمہاری طرف لوٹنے والے ہیں۔

باب ہشتم

دجال کی تحقیق

ناظرین! ہم اس جگہ دجال کی مختصر علامات جو سیدالمحدثین وعمدۃ المفسرین شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے علامات قیامت (ص۷اور۸) پر تحریر فرمائی ہیں، لکھتے ہیں: اور انہوں نے صرف حدیثوں سے لکھا ہے اور چوں کہ کرشن قادیانی سے پہلے گزرے ہیں کرشن پنتھیوں کا یہ عذر بھی نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے دشمنی سے لکھا ہے اور کرشن پنتھیوں سے عداوت رکھتے ہیں۔

۱...... دجال قوم یہود سے ہوگا۔ (صحیح بخاری)

۲...... دجال کی داہنی آنکھ میں پھلی ہوگی یعنی کانا ہوگا۔ (ایضاً)

۳...... دجال کی سواری میں ایک بڑا گدھا ہوگا۔ (بیہقی)

۴...... اس کا ظہور ملک عراق وشام کے درمیان ہوگا اور پھر اصفہان چلا جائے گا اور ستر ہزار یہودی اس کے ہمراہ ہوں گے نبوت ورسالت کا مدعی ہوگا۔

۵...... خدا کہلائے گا۔ (صحیح مسلم)

۶...... لوگوں کی آزمائش کے واسطے خدا تعالیٰ اس سے بڑے خرق عادت ظاہر کرائے گا۔ (صحیح مسلم)

۷...... اس کی پیشانی پر (ک، ف، ر) لکھا ہوگا جس کی شناخت صرف اہل ایمان ہی کر

سکیں گے اور اس کے ساتھ ایک آگ ہوگی جس کو دوزخ سے تعبیر کرے گا اور ایک باغ جو جنت سے موسوم ہوگا۔ مخالفین کو آگ میں اور موافقین کو باغ میں ڈالے گا مگر معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔ یعنی جس کو وہ باغ کہے گا وہ آگ ہوگی اور جس کو آگ کہے گا وہ باغ جنت ہوگا۔ (صحیح بخاری)

۸...... اس کے پاس اشیاء خوردنی کا بہت بڑا ذخیرہ ہوگا۔ (صحیح بخاری ومسلم)

۹...... جوفرقہ اس کی الوہیت کو تسلیم کرے گا تو اس کے لئے بارش وغیرہ پھل پھول اناج ہوگا اور مسلمانوں کو بہت ایذائیں دے گا۔ مگر خدا کے فضل سے مسلمانوں کو تسبیح وتہلیل کھانے پینے کا کام دے گی۔ (صحیح مسلم)

۱۰...... اس کے ظہور سے پیشتر دو سال سخت قحط ہوگا اور تیسرے سال دوران قحط میں ہی اس کا ظہور ہوگا۔ (امام احمد، ابوداؤد)

۱۱...... زمین کے مدفون خزانے اس کے ہمراہ ہو جائیں گے۔ (صحیح مسلم)

۱۲...... مکہ معظّمہ کے قریب مقیم ہو جائے گا۔ مگر بسبب حفاظت فرشتوں کے داخل نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم، صحیح بخاری)

۱۳...... مدینہ منورہ میں تین دفعہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے بدعقیدہ اور منافق لوگ خائف ہوکر شہر سے نکل کر دجال کے پھندے میں گرفتا ہو جائیں گے۔

ناظرین یہ علامات محمد رسول اللہ ﷺ نے دجال کی فرمائی ہیں۔

مرزا قادیانی کی تاویلات اور خودغرضی ومطلب پرستی

مرزا قادیانی انگریزوں کو دجال قرار دیتے ہیں۔ ایک بات بھی اس قوم میں نہیں دجال مسلمانوں کا دشمن اور قتل وغارت کرنے والا ہوگا۔ انگریزی قوم عادل، رحم دل، منصف مزاج، اور فیاض ہے۔ دور نہ جاؤ جب مرزا قادیانی ایک مجرم کی حیثیت میں پیش ہوں تو وہ ان کی حالت پر رحم کر کے عدالت ماتحت کا حکم سزا منسوخ کردے اور اپنی فیاضی اور رحم دلی کا ثبوت دے کہ تمہارے دیسی آریہ بھائی نے تو تم کو سزا دی تھی۔ ہم تمہاری حالت پر رحم کرتے ہیں اور معاف کرتے اور سزا منسوخ کرتے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی کا یہ انصاف کہ اسی قوم کو دجال اور دشمن اہل اسلام قرار دیں۔

دوئم: ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں مرزا قادیانی انگریزوں کے قابو میں آ گئے اور انگریز جانتے بھی تھے کہ یہ وہی شخص ہے جو ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیتا تھا تو ضرور تھا کہ مرزا قادیانی کو سزا دیتے مگر انگریزوں نے پادریوں کا کہنا نہ مانا اور مرزا قادیانی پر رحم کیا اور چھوڑ دیا۔ کیا کوئی ایسا بے تعصب اور سینہ صاف گروہ ہے کہ ایسے دشمن کو چھوڑ دے جو ان کے رسول وپیشوا کو گالیاں دے اور وہ کچھ نوٹس نہ لے۔ مگر واہ رے بے انصافی مرزا قادیانی کی کہ اس کو دجال کہیں۔

ہم اب نیچے نمبروار مقابلہ کر کے ثابت کرتے ہیں کہ انگریز دجال نہیں ہیں۔

۱...... دجال قوم یہود سے ہوگا اور انگریز قوم یہود سے نہیں۔

۲...... دجال کی سواری میں گدھا ہوگا، دجال کی سواری خاص ہوگی اور ریل عام ہے۔ گدھا ذی روح مرکب وجود کا نام ہے، ریل ذی روح نہیں ہے۔ گدھا بغیر آہنی سڑک کے متحرک بالا رادہ ہے اور ریل جب تک پہلے سڑک تیار نہ کی جاوے چل نہیں سکتی۔ گدھا سفید رنگ کا فرمایا ہے اور ریل سیاہ ہے۔ پس انگریز دجال نہیں اور نہ ریل ان کا گدھا۔ اگر ریل دجال کا گدھا ہے تو جو شخص اس پر سوار ہوں تو وہ دجال ہوں گے اور مرزا قادیانی بھی ریل پر سوار ہوتے رہے ہیں تو کیا وہ بھی دجال تھے۔

۳...... دجال کا ظہور عراق اور شام میں ہوگا۔ انگریزوں پر یہ بات ہرگز صادق نہیں آتی۔

۴...... دجال نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ انگریزوں نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ بلکہ مرزا قادیانی نے خود کیا ہے۔ دیکھو (دافع البلاء ص۱۱ خزائن ج۱۸ ص۲۳۱) ''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

۵...... دجال خرق عادت دکھائے گا۔ انگریز قوم معجزات وخرق عادت کی منکر ہے ہاں مرزا قادیانی نے اپنی خرق عادات ونشانات کی جھوٹ سچ ملا کر ایک کتاب حقیقت الوحی تصنیف کی ہے۔ (ملخصا)

ناظرین! یہ تو علامات دجال اکبر کی ہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے جو نبوت کا دعویٰ کرے ان کو بھی دجال کہا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ دیکھو (کنزالعمال ج۷ ص۱۰۷) ''فی امتی کذابون دجالون سبعة وعشرون منهم اربعة نسوة وانی

خاتم النّبیین لا نبی بعدی رواہ احمد والطبرانی والضیاء الدین عن حذیفة ’’ترجمہ: احمد بن حنبل اور طبرانی اور حافظ ضیاءالدین نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ۲۷ کذاب اور دجال ہوں گے جن میں سے چار عورتیں ہوں گی۔ حالاں کہ میں خاتم النّبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

ناظرین! اس حدیث کی رو سے جو امتی دعویٰ نبوت کرے اور امتی ہونے کا بھی دعویٰ کرے اس کو حضرت ﷺ نے دجال کہا ہے۔

۱...... اگر دجال صرف پادریوں اور انگریزوں کی قوم کو سمجھیں تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے کہ میری امت میں سے دجالون کذابون ہوں گے۔ انگریز تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت نہیں ہیں۔

۲...... انگریز تو آں حضرت ﷺ سے چھ سو برس پہلے سے چلے آتے تھے اور دجال مسیح موعود کے وقت ہوگا۔ جس کو مسیح موعود قتل کرے گا۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ انگریز دجال نہیں۔

۳...... حدیثوں میں صاف آچکا ہے کہ مسیح موعود دجال کا قاتل ہے۔ مگر مرزا قادیانی اوّل تو دجال کے نوکر ہوئے پھر قادیان میں تمام عمر دجال کی مدح سرائی کرتے رہے۔ چنانچہ (تحفہ قیصریہ ص۱۱ تا ۱۳، خزائن ج۱۲ ص۲۶۳ تا ۲۶۴ ملخص) میں لکھتے ہیں:

’’کہ میرا باپ بھی آپ کا (یعنی انگریزی قوم کا) خیرخواہ تھا اور میں بھی آپ کا خیرخواہ ہوں، مسلمانوں میں جو عقیدہ جہاد فی سبیل اللہ کا چلا آتا تھا اور خونی مہدی اور خونی مسیح کے منتظر تھے میں نے اس کو حرام کر دیا ہے۔‘‘

(ایام صلح ص۱۲۷، خزائن ج۱۴ ص۳۶۸) پر لکھتے ہیں: ’’ہمیں تمام احسانات کو یاد کر کے سچے دل سے اس سلطنت سے اخلاص رکھنا چاہئے۔‘‘

کیا اخلاص یہی ہے کہ اوپر سے اخلاص اخلاص پکاریں اور دل میں انگریزوں کو دجال اور دشمن اسلام سمجھیں۔ کیوں کہ دجال تو مسلمانوں کے برباد کرنے والا ہوگا اور یہ کس حدیث میں ہے کہ مسیح موعود، دجال کی اس قدر مدح سرائی کرے گا کہ حد سے بڑھ جاوے اور اس کی اس قدر تعریف کرے گا کہ اس کے خوش کرنے کو اپنے نام بزرگان وصحابہ کرام ورسول اللہ ﷺ کو بلاتمیز خونی وحشی کہے گا اور عیسائیوں کی مانند اسلام پر اعتراض کرے گا اور جس طرح عیسائی محمد رسول اللہ ﷺ پر حملے کرتے ہیں، مسیح موعود بھی کرے گا کہ رسول اللہ ﷺ

سے غلطیاں ہوا کرتی تھیں۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ مسیح موعود دجال کی کچہری میں دو تین دفعہ بشکل مجرم حاضر ہوگا اور دجال اس پر رحم کر کے چھوڑ دے گا۔

ذرہ خدا کا خوف کرو اور دین کو دین سمجھ کر اس کی پیروی کرو اور اپنی اپنی رائے کو چھوڑو۔ انگریز دجال ہرگز نہیں یہ تمہاری غلطی ہے۔ مسیح موعود نے تو خود حاکم عادل ہو کر آنا ہے نہ کہ محکوم ورعیت۔ مرزا قادیانی تو انگریزوں کی رعیت ومحکوم ہیں اور یہ کسی حدیث میں نہیں ہے کہ مسیح موعود دجال کا محکوم ورعیت ہوگا۔ دیکھو (صحیح بخاری) ''والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ''ترجمہ قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ قدرت میں میری جان ہے قریب ہے کہ نازل ہوں گے تم میں بیٹے مریم کے حاکم عادل، توڑیں گے صلیب اور قتل کریں گے، خنزیر اور معاف کریں گے جزیہ۔ اس حدیث کی رو سے مرزا قادیانی مسیح موعود نہیں ہوسکتے۔ کیوں کہ حاکم نہ تھے رعیت تھے اور انگریز دجال نہیں کیوں کہ مرزا قادیانی کے حاکم ہیں۔

ایک ڈپٹی کمشنر کی رائے مرزا قادیانی کے متعلق

مرزا جی اپنے اشتہار واجب الاظہار مؤرخہ ۲۰؍ستمبر ۱۸۹۲ء کے (ص ا خزائن ج ۱۷ ص ۱، مجموعہ اشتہارات ج دوم ص ۴۵۶) پر جس ڈپٹی کمشنر مسٹر ایم. ڈبلیو ڈگلس کی نسبت بیدار مغز محنت کش، منصف مزاج، حق پسند، خداترس، پاک ضمیر لکھتے ہیں۔ وہی ڈپٹی کمشنر اپنے فیصلہ میں لکھتا ہے:

''یہ ظاہر ہے کہ یہ پیشین گوئیاں ڈیلفک الہاموں کی طرح دو پہلو رکھتی ہیں اور اسی میں فائدہ ہے کہ وہ ایسی ہوں۔''

''مرزا قادیانی کچھ مطلب بیان کرتے ہیں اور ڈاکٹر کلارک کچھ۔''

(کتاب البریہ ص ۲۶۰ خزائن ج ۱۳ ص ۳۰۰)

مرزا سندھی بیگ المبدل غلام احمد ثم المبدل کرشن رودر گوپال اپنے منہ سے کافر

آج کل مرزا قادیانی کے کافر ہونے نہ ہونے میں بہت کچھ موشگافیاں ہو رہی ہیں۔ مگر ہم آج جس طریق سے مرزا جی کا کافر ہونا ثابت کریں گے۔ وہ سب سے آسان تر ہے اور لطف یہ ہے کہ مرزا جی کا اپنا اقرار ہے۔ مرزا جی حمامۃ البشریٰ میں لکھتے ہیں:

''ما کان لی ان ادعی النبوة واخرج من الاسلام والحق بقوم

کافرین‘‘ (ص۹۷خزائن ج۷ص۲۹۷)

یعنی یہ جائز نہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں سے جاملوں۔ مرزاجی کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ دعویٰ نبوت اسلام سے خارج ہونے اور کافر ہونے کا موجب ہے۔ اب سنئے کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا یا نہیں۔ پرانے حوالے تو سب لوگوں کو معلوم ہیں کہ آن بان سے اظہار نبوت ہوا کرتا تھا۔ مگر آج ایک نیا حوالہ سب سے واضح تر بتلا کر مرزائیوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ کیوں ایسے خبطی کرشن کادیانی کے پیچھے لگے ہو جو بقول خود کافر ہے۔

مرزائیو! (کرشن پنتھیو) نیچے کا حوالہ بغور سنو۔ مرزاجی لکھتے ہیں:

’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم بغیر نئی شریعت کے رسول اور نبی ہیں...... بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کتاب نازل نہیں ہوئی۔‘‘

(اخبار البدر ج۷ نمبر۹ ص۲ مؤرخہ ۵/مارچ ۱۹۰۸ء اور ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

مطلب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میں ہارون، زکریا اور یحییٰ وغیرہ علیہم السلام کی طرح نبی ہوں۔ بہت خوب۔

مرزائیو (کرشن رودر گوپالیو) دیانت داری سے ان دونوں کلاموں کو ملا کر نتیجہ نکالو۔ تم میں سے جو ذرہ منطق جانتے ہوں ان کی آسانی کے لئے ہم یہاں صغریٰ، کبریٰ بنا کر نتیجہ بتلاتے ہیں۔ مرزا نے دعویٰ نبوت کیا (صغریٰ) اور بقول مرزاجی دعویٰ نبوت کرنے والا کافر ہے (کبریٰ) نتیجہ تم خود ہی سوچ لو کہ کون کافر ہے:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں — لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

کرشن قادیانی، نعمت اللہ شاہ ولی اللہ کے قصیدہ میں سے اشعار مندرجہ نقص کر کے اپنے آپ کو ان کا مصداق ٹھہراتا ہے:

بادشاہ تمام ہفت اقلیم — شاہ عالی تبار مے بینم
صورت وسیرتش چو پیغمبر — علم وحلمش شعار مے بینم

کرشن رودر گوپال قادیانی لکھتا ہے: ’’کہ میں خلیفۃ اللہ اور بادشاہ ہوں اور مجھ کو ملک عظیم دیا جاوے گا اور مجھ پر زمین کے خزانے کھولے جائیں گے اور اس پادشاہی سے مراد دنیا کی ظاہری بادشاہی نہیں ہے بلکہ روحانی بادشاہی ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۱۸۵، خزائن ج ۳ ص ۵۶۵)

اب ہم اس روحانی بادشاہی سے سخت حیران ہیں احادیث نبوی اور شعر بآ واز دہل مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری سلطنت اور ہفت اقلیم کی بادشاہی بیان کر کے اس کو ایک سید عالی خاندان بتلا رہی ہیں اور یہاں ایک مغل زادہ اس بشارت کو اپنی طرف نسبت کر کے صرف اپنے شیطانی اوہام کو ثبوت دعویٰ میں پیش کرتا ہے۔

حالاں کہ مغلوں کی نسبت رسول اللہ ﷺ خبر دے گئے ہیں کہ اے مسلمانوں تم سے ترک یعنی مغل چھوٹی آنکھوں والے چپٹی ناک والے جنگ کریں گے تو اریخ سے پایا جاتا ہے کہ قوم مغل بکری بھیڑ پالنے والے مثل جاڑے ملک کے گدھوں کے تھے اور چنگڑوں اور ساہنسی اور نٹوں کی طرح صحراؤں میں رہا کرتے تھے۔ رہزنی اور لوٹ مار ان کا پیشہ تھا۔ چنگیز خان اور ہلاکو اور تیمور لنگ یہ تینوں مشہور سفاک اسی قوم سے ہوئے ہیں۔ ان مغلوں نے خلفاء عباسیہ کے وقت مسلمانوں پر بہت سے حملے کر کے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ بے دریغ کر دیا ہے۔ تیمور کے تھوڑا اوپر یہ قوم مشرف باسلام ہوئی اور بہ برکت اسلام اس وقت سے ان میں تہذیب اور آدمیت داخل ہو کر شریفوں میں شمار ہونے لگے۔

پھر تعجب ہے کہ بجائے اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اور قریشی الاصل کے ایک مغل کو نبوت اور مسیحیت اور مجددیت اور مہدیت کل عہدے عطا ہو جاویں اور یہ جو جا بجا مرزا قادیانی اپنے آپ کو فارسی الاصل ٹھہرا کر اس حدیث ثریا والی کا ''جو باتفاق جملہ علماء متقدمین امام ابوحنیفہؒ کی شان میں وارد ہے اپنے کو مصداق ٹھہراتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو تواریخ اور جغرافیہ میں پورا دخل نہیں ہے۔ فارسی الاصل تو فارسی قوم ہے نہ کہ مغل۔ نقشہ ایشیا کا ہاتھ میں اٹھا کر دیکھو مسکن مغل جس کا صدر مقام سمرقند ہے۔ طہران اور سلطنت فارس سے ایک ہزار میل کے فاصلہ پر ہے تو پھر کیوں کر مرزا قادیانی فارسی الاصل ہوئے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ نعمت اللہ شاہ ولی نے جو لکھا ہے:

صورت وسیرتش چو پیغمبر علم وحلمش شعار مے بینم

اس کا مصداق میں ہوں۔ سو اس لغو تطبیق کو صرف آپ کے سادہ لوح مرید قبول کر سکتے ہیں۔ مگر جنہوں نے حلیہ مبارک رسول کریم ﷺ کا کتابوں میں پڑھا ہے وہ کبھی مرزا قادیانی کے اس جھوٹ کو تسلیم نہ کریں گے...... میرے خیال میں مرزا قادیانی کے پاس سوائے

اس کے اور کوئی جواب نہیں ہوگا کہ یہاں صرف روحانی مشابہت مراد ہے نہ ظاہری۔

رہا مرزا قادیانی کا علم وحلم اور سیرت! سو مرزا قادیانی کے فلسفیانہ اور حکیمانہ اور پیچ دار اور لچھے دار عبارت اور آپ کا تبحر علم فلسفہ اور منطق اور کلام اور مناظرہ وغیرہ میں اور گالیاں اور سخت کلامی جو مرزا کرشن قادیانی کی اکثر تحریرات میں موجود ہے اور کرشن جی قادیانی کا وہ غصہ اور گرم مزاجی کہ جس سے ایک دم میں ایک لائق اور معزز بیٹا عاق اور ایک محترمہ اور بے قصور بیوی کو طلاق کی نوبت پہنچ گئی اور طرح طرح کے حیلوں سے آپ کی ہر تحریر اور تصنیف میں روپیہ کی طلب اور ہل من مزید کا نقشہ اور ترک جمعہ وجماعت اور خوش معاملگی یا وعدہ خلافی اشاعت براہین احمدیہ اور سراج منیر اور بہت سی آپ کی دوسری عملی کارروائیاں آپ کو سیرت محمدی سے کوسوں دور پھینک رہی ہیں۔

اے اندھے مریدو! میرے اس نوٹ کو غور سے پڑھ کر اس میں فکر کرو۔ ورنہ سخت پچھتاؤ گے اور پھر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ مسیح ابن مریم ٹاٹ پہن کر جنگلوں میں رہا کرتے تھے اور ساری عمر میں نہ شادی کی اور نہ گھر بنایا۔ مسیح ابن مریم جنگلوں کے پھل پھول یا روکھی سوکھی روٹی کھا کر یاد خدا میں مست رہا کرتے تھے۔ اب یہاں مثیل مسیح کے امیرانہ پوشاک زیب تن رہتی ہے اور باوجودیکہ گھر میں دو بیویاں موجود ہیں پھر ایک تیسری کی سخت طلب ہے جس کے ملنے پر بے گناہ اور محترمہ بیوی کو طلاق اور معزز فرزند کو عاق ہونے کی نوبت پہنچی۔

التماس

اس کتاب کے بیان سے مرزا قادیانی مسیح موعود نہ ماننے میں ہماری معذوری ومجبوری سامعین وناظرین کو واضح ہوگی۔ ومع ذالک پیرواں کادیانی نبی، کرشن مسیح مہدی کی خدمات بابرکات میں بڑے ادب وخلوص کے ساتھ التجا والتماس کی جاتی ہے کہ اگر ہمارے ان تمسکات ومستندات کے برخلاف کسی صاحب کے خیال میں کوئی دلیل ہو تو خدا کے لئے ہم کو اس پر آگاہ فرماویں اور ہماری معذوری ومجبوری کو اٹھا دیں۔ ہم بکمال شکرگزاری اس دلیل کو بسروچشم قبول کریں گے اور اس ہادی ومحسن کے بال بال سے گرویدہ وممنون احسان ہوں گے۔

مگر افسوس ہم اس کے مسیح موعود ہونے پر کوئی شرعی سند ودلیل نہیں پاتے۔ ناظرین باتمکین ومنصفین اہل دین سے امید ہے کہ میری اس التماس کو حسن ظنی سے قبول فرما

کر مجھے اس بیان وخیال میں خطا پر پاویں تو بیان حق بادلیل سے میری رہنمائی کریں اور اگر اس کو حق پاویں اور اس کے خلاف کا اثبات نہ کرسکیں۔ میرے خیال کی موافقت وتائید میں قلم اٹھاویں یہ نہ ہوسکے تو سکوت[۱] ہی عمل میں لاویں۔ مجادلین زمانہ کی طرح میرے ردوجواب کے درپے نہ ہوجاویں۔ میں کسی کے ردوجواب کے درپے نہیں ہوں۔ میری کلام کو خود بخود اپنا ردوجواب قرار دے کر مجھ سے جھگڑا لڑائی شروع نہ کردیں۔ آئندہ توفیق منجانب اللہ!

حدیث شریف

’’اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس‘‘

ترجمہ: فرمایا آں حضرت ﷺ نے کیا فاجر کا ذکر کرنے سے پرہیز کرتے ہو۔ لوگ اس کو کیوں کر پہچانیں گے۔ فاجر کے حالات بیان کرو تاکہ لوگ اس سے پرہیز کریں۔

رقیمہ

خادم دین متین مسکین محمد ظہیرالدین اثبتہ اللہ بالصدق والیقین واعطی اللہ کتابہ بیمینہٖ یوم الدین اٰمین ثم اٰمین برحمتک یا ارحم الراحمین!

۱؎ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ایک رسالہ ’’شہادات مرزا‘‘ لکھا جس میں کرشن قادیانی کی تکذیب میں اس نے دس شہادتیں لکھیں اور ایک ہزار روپیہ انعام امپریل بنک امرتسر میں جمع کرادیا اور چھ ماہ میعاد مقرر کی کہ جو کرشن کادیانی کا پیرو اں دس سوالات کا جواب دے وہ انعام وصول کرلے۔ مگر باوجود عرصہ تخمیناً دوسال کا ہوجانے کے ابھی تک کسی نے جواب نہیں دیا اور نہ انعام وصول کیا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

قول الحق

المعروف بہ

المسیح موعود

مولانا ابوصالح محمد عثمان نصیر آبادی

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

إن في ذلك لذكرى لمن كان له قلب أو ألقى السمع وهو شهيد

الحمد للہ والمنۃ

کہ کتاب مستطاب نافع اولی الالباب

المسمی بہ

قول الحق

ذلک عیسی ابن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون

والمعروف بہ

المسیح الموعود

[illegible]

مولفہ محمد عثمان نصیر آبادی نے تالیف کرکے

بصرف اخراجات [illegible] مولوی حاجی محمد عبدالحکیم صاحب عم فیضہم کے

بمقام نصیر آباد ضلع اجمیر شائع کیا

رمضان المبارک [illegible]

مطابق اپریل [illegible]

در کرنال پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

حمد و نعت	۳۰۲
تمہید	۳۰۲
مسئلہ متنازعہ فیہا	۳۰۳
استدلال	۳۰۴
ازروئے تفاسیر حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا اور مثل مسیح کا ان کے بجائے صلیب دیا جانا	۳۰۵
امر مسیح میں تمام اختلافات ظنیات پر مبنی ہیں	۳۰۷
ازروئے انجیل صلیب سے حضرت مسیح کی بیزاری ثابت ہے	۳۰۷
حضرت مسیح کی فریادوزاری سنی گئی	۳۰۸
درایتاً بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ جس شخص کو صلیب دی گئی وہ مسیح نہ تھا	۳۰۹
انجیلی مسیح علیہ السلام اور شاگردان مسیح سے چند شاگردان محمد رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ	۳۱۱
ہمارا عقیدہ	۳۱۴
تعجب کی بات	۳۱۵
نتیجہ	۳۱۵
نکتہ اہل کتاب صلیبی موت کو باعث لعنت ٹھہراتے ہیں	۳۱۵
آیۃ ومکروا ومکر اللہ کی تفسیر	۳۱۷
بحث دربارہ رفعت	۳۱۷
رفعت مسیح سے رفع درجات مراد لینا غلطی ہے	۳۱۷
آیۃ رفعہ اللہ الیہ کے برخلاف آیات کلام اللہ وھو معکم اینما کنتم اور مھاجراً الی اللہ (وغیرہ) سے استدلال بچند وجوہات غلط ہے	۳۲۰
ایک طفل تسلی اور اس کا جواب	۳۲۱
آیۃ لیؤمنن بہ کی تفسیر	۳۲۳
نزول مسیح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آیت کلام اللہ سے استدلال	۳۲۳
مسیح موعود کے چند فرائض	۳۲۴
مسیح موعود وہی ہے جو بنی اسرائیل میں رسول ہو کر آیا	۳۲۵

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ازروئے انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی	۳۲۶
اسی کی تائید میں ایک حدیث نبوی سے شہادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی	۳۲۶
مخالفین کا غلط استدلال حدیث ''وامامکم منکم'' سے اور اس کا جواب	۳۲۷
مسیح موعود حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں	۳۲۸
مسیح موعود نہ تو مثل مسیح ہیں نہ امام مہدی	۳۲۹
مسیح موعود کی چند اور علامتیں	۳۳۰
حجاز ریلوے کے انسداد میں حکمت	۳۳۱
قتل دجال مسیح موعود کا اہم فرض	۳۳۲
اس پر انجیل سے شہادت	۳۳۳
ایک عقدہ کا حل	۳۳۴
حدیث نبوی: میرا عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور اس کا فرض	۳۳۵
معترضین کا ایک مغالطہ بابت فوقیت مؤمنین کے کافرین پر اور اس کا جواب	۳۳۶
اسی طرح ایک اور اعتراض کا جواب بابت عداوت اہل کتاب	۳۳۸
لفظ نزول کا استعمال	۳۴۰
امام شعرانی کا استدلال	۳۴۰
ایک اور آیت حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بارے میں	۲۴۲
بحث درباره متوفیک معنی توفی پر بعض الناس کا اصرار غلط ہے اور سورہ انعام رکوع ۷ آیت ۵ کے خلاف ہے	۳۴۵
بعض الناس کے استدلال سے بھی ہمارا مدعا خبط نہیں ہوتا	۳۴۶
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور رفعت میں مقدم کیا ہے اور مؤخر کیا	۳۴۶
اعتراض: کہ کلام اللہ میں پہلے تو وفات کا ذکر ہے اس کے بعد رفعت کا اور اس کا جواب	۳۴۸
آیۃ ''فلماتوفیتنی کنت انت الرقیب علیھم'' سے غلط استدلال اور اس کا جواب	۳۵۰
حضرت مسیح اپنی امت کے نگران کیسے ہوئے؟	۳۵۱
مسیح موعود آسمان پر کب تک جلوہ افروز رہیں گے	۳۵۴
مسیح موعود قیامت کا ایک نشان ہیں	۳۵۵
اس پر انجیل سے شہادت	۳۵۶
حضرت مسیح کی آمد جلالی رنگ میں ہوگی	۳۵۷
جملہ اہل حق کا اجماعی عقیدہ	۳۵۸

آیۃ ’’ویکلم الناس فی المهدی و کهلاً‘‘ کی تفسیر	۳۵۸
لفظ کہلاً کا لغوی معنی اور اس پر آیت کلام اللہ سے استدلال	۳۶۰
ایک اور آیت اسی کی تائید میں اور اس میں دو امر خاص قابل توجہ ہیں	۳۶۱
پہلا امر	۳۶۲
دوسرا امر	۳۶۳
امت محمدیہ کا خاتمہ مسیح کی آمد پر منحصر ہے اور اس پر ایک اعتراض مع جواب	۳۶۴
چند امور متعلقہ مسیح موعود	۳۶۵
حرف عطف ’’ف‘‘ اور ’’واؤ‘‘ کے استعمال میں فرق	۳۶۶
نکتہ: بابت تدفین مسیح موعود معترضین کی تنگ دلی	۳۶۷
مقبرہ نبوی میں گنجائش	۳۶۷
اس پر ایک اعتراض مع جواب	۳۶۸
دوسرا اعتراض مع جواب	۳۶۹
تیسرا اعتراض معہ جواب	۳۷۰
ایک اور امر قابل توجہ	۳۷۱
مسیح موعود کا دین محمدی پر عامل ہونا اور امت محمدیہ کی تکریم	۳۷۱
ایک اور روایت کہ مسیح موعود عیسیٰ روح اللہ ہیں	۳۷۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کی اقتداء کریں گے	۳۷۳
کیفیت نزول مسیح	۳۷۳
قصہ ابن صیاد	۳۷۴
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی اور دوسری آمد	۳۷۵
اس پر انجیل سے شہادت	۳۷۶
ایک خاص بات جس کی طرف پطرف نے مسیحیوں کو توجہ دلائی	۳۷۷
انجیل سے اس کی تائید مزید	۳۷۷
روح سے کون مراد ہے اور اس کے فرائض کیا ہیں	۳۷۸
مسیح موعود لوگوں کو دعوت اسلام دیں گے	۳۸۰
نبوت محمدیہ پر تورات اور انجیل سے شہادت　　　خاتمہ مشتمل بر نتیجہ	۳۸۱...۳۸۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد ونعت

الحمدللّٰہ! الحمدللّٰہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانااللّٰہ!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یسبح للّٰہ مافی السمٰوات وما فی الارض الملک القدوس العزیزالحکیم. ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویز کیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین.والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خاتم النّبیین ورحمۃ للعالمین محمد وآلہ واصحابہ الطاھرین وخلفاء الراشدین المھدیین واتباعہ اجمعین الی یوم الدین. اما بعد!

تمہید

اس پرآشوب زمانہ میں جہاں اورشراورفساد کا زورشور ہے اس خاص مسئلہ مسیح موعود پربھی فتنہ بپا ہے۔یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات کی نسبت اہالیان ادیان مختلفہ مثل یہود ونصاریٰ واہل اسلام وغیرہم میں یوں تو پہلے ہی سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ کوئی آپ کی شان میں باقتضائے حسن ظن کچھ کہتا ہےتو کوئی بمنشائے بدظنی کچھ بکتا ہےاورگو ایک عالم اس دائرہ موافقت اورمخالفت میں سرگرداں ہے۔

مگرہم اہل اسلام کوکسی سے کچھ سروکارنہیں ہم تو اسی اصول پرکاربند ہیں جس کی تعلیم ہم کواسلام نے دی ہے’’قال اللّٰہ تعالٰی: اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء‘‘ (الاعراف:۳)

یعنی جوکچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سےتمہاری طرف اتارا گیا ہےاسی کی پیروی کرو، ماسوائے اس کے کسی دوست کا کہنا نہ مانو۔

پس اب کوئی خواہ کچھ ہی کہا کرے ہم اس کے اتباع کے مکلّف نہیں۔ہم کوتو کلام اللہ واحادیث رسول اللہ ہی کافی وشافی ہیں اوربس،مگرزیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ ہم کو

آج اہل اسلام کا قدم بھی اس مسئلہ میں متزلزل نظر آتا ہے۔ یعنی ان میں بھی ہم تعلیم اسلام کے برخلاف حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت اختلاف پاتے ہیں اور یہ اختلاف نہ صرف اختلاف ہے بلکہ مخالفت کی حد تک پہنچا ہوا ہے اور اس نے اہل اسلام میں تفریق پیدا کر کے بجائے یگانگت کے بیگانگی پیدا کر دی ہے۔

چنانچہ ایک فریق آپ کی حیات اور آپ کے صحیح وسالم آسمان پر بجسد عنصری اٹھائے جانے کا قائل ہے اور یہ وہ قدیمی عقیدہ ہے جس پر جمہور علماء زمانہ نبوت سے آج تک چلے آئے ہیں اور دوسرا فرقہ جدیدہ آپ کی وفات اور آپ کے زمین میں دفن کئے جانے کا معتقد ہے۔ پہلا گروہ بموجب احادیث صحیحہ کے آپ کے دوبارہ آسمان سے نزول فرمانے کا معتقد ہے تو دوسرا گروہ بجائے خود بدولت کے کسی مثیل مسیح کے ظہور میں آنے کا قائل ہے۔

غرض اسی کشمکش میں ایک عالم مبتلا ہے اور اس پر ایسا فتنہ برپا ہے جس نے ہزارہا بندگان خدا کو ہدایت اور ضلالت میں ڈانواں ڈول اور مذبذب کر رکھا ہے۔ لہٰذا مناسب جان کر اپنی بساط بموجب جو کچھ کلام اللہ واحادیث رسول اللہ سے سمجھ میں آیا اور مصنفین کرام اور علمائے اعلام نے اپنی مطول تصنیفات میں درج فرمایا مختصراً ہدیہ ناظرین کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ متلاشیان حق کے لئے رہبر صادق کا کام دے گا۔

’’کما قال اللّٰہ تعالٰی: انّ فی ذلک لذکریٰ لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهید‘‘ (ق:۳۷)

یعنی بے شک بیچ اس کے نصیحت ہے اس شخص کے لئے جس کے پاس دل ہو (سمجھنے کے لئے) یا لگاوے وہ کانوں کو (سننے کے لئے) اور متوجہ ہو جاوے (نصیحت قبول کرنے کے لئے)’’**فما توفیقی الّا باللّٰہ علیه توکلت والیه انیب. اللهم الهمنی رشدی واعذنی من شرنفسی یا حیّ یا قیّوم برحمتک استغیث (رب اشرح لی صدری ویسرلی امری)اٰمین ثم اٰمین**‘‘

مسئلہ متنازعہ فیہا

برادران اسلام! جاننا چاہئے کہ مسئلہ متنازعہ فیہا میں کئی امور غور طلب ہیں:

اوّل: یہ کہ لفظ ’’مسیح موعود‘‘ کہ جس نام سے یہ رسالہ موسوم ہے اس سے مراد کون

سی ذات والا صفات ہے اور اس کے بارے میں تعلیم اسلام کیا ہے؟ آیا اس کا بغیر وفات پائے زندہ اور صحیح وسالم بجسد عنصری آسمان پر اٹھایا جانا یا وفات پاکر زمین میں دفن کیا جانا اور اس کے بجائے کسی مثیل مسیح کا آنا۔

دوم: یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کی نسبت بعض لوگ مسیح موعود ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور درصورت صحیح ہونے کے اس کے دلائل کیا ہیں؟ ورنہ جو شخص برخلاف تعلیم قرآن وحدیث کے عقیدہ رکھے اس کا کیا حکم ہے؟ اور نسبت اس دوسرے امر کے رسالہ ہذا کے دوسرے حصہ میں عرض کیا جاوے گا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

پس پہلے امر اوّل پر از روئے تحقیق ارقام کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ حق بین نگاہیں اور انصاف پسند طبیعتیں اس سے مستفید ہوں گی۔

واضح ہو کہ حضرت مسیح موعود سے جناب رسول خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں جو مسیح یا ابن مریم اور روح اللہ یا کلمۃ اللہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ چوں کہ جناب رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے آپ کے زندہ اور صحیح سالم آسمان پر اٹھائے جانے کی خبر دی ہے اور قریب قیامت کے آپ کے دوبارہ دنیا میں نزول فرمانے کا ذکر کیا ہے۔ اسی لئے آپ کو مسیح موعود کہا جاتا ہے۔ آپ کی نسبت یہودیوں اور عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ قتل کر دیئے گئے، سولی دے دیئے گئے۔ مگر قرآن مجید ہم کو اس کی اصل حقیقت سے آگاہ کرتا ہے۔

استدلال

’’کما قال تعالیٰ: وقولهم انّا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم. وان الذین اختلفوا فیه لفی شک منه. مالهم به من علم الّا اتباع الظن. وما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه وکان الله عزیزاً حکیماً. وان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیداً‘‘ (النساء:۱۵۷تا۱۵۹)

ترجمہ: اور کہنا ان یہودیوں کا کہ ہم نے عیسیٰ مسیح ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر ڈالا ہے اور حال یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ سولی دی ہے۔ لیکن یہ امر ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا ہے اور بیشک جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے وہ اس کی

طرف سے شبہ میں ہیں (اصل بات یہ ہے کہ) ان کو اس کا حقیقی علم ہی نہیں ہے (اس لئے) وہ اپنے اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کو یقیناً قتل نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی زبردست حکمت والا ہے (اور یاد رہے کہ یہی اہل کتاب جو آج اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور جو بموجب اپنے اپنے گمان کے مختلف عقیدوں پر جمے ہوئے ہیں ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ) یہ سب کے سب اس (مسیح) کی موت سے پہلے اس کو مان جاویں گے اور اس پر ایمان لے آویں گے اور وہ (مسیح) قیامت کے دن (اس بات پر) ان کی شہادت دے گا۔ انتہیٰ!

اس آیت شریفہ سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ قتل کئے گئے یا سولی دیئے گئے (اور یہ حسب منشاء یہود ونصاریٰ کے مراد ہے اس کے کہ وہ وفات پاگئے اور مرگئے) سو یہ خیال بالکل غلط اور کلام اللہ کے خلاف ہے۔ کلام اللہ ہم کو ان کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور دوبارہ زمین پر نزول فرمانے اور اپنی موت سے پہلے اہل کتاب کو ایمان کا موقعہ دینے پھر بروز قیامت اس پر ان کا شاہد ہونے کا عقیدہ رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔

چنانچہ الفاظ ''وما قتلوہ وما صلبوہ'' اپنے معنی پر صاف دلالت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر قتل اور صلیب کا خیال محض گمان اور جہالت کی بنا پر ہے۔ علاوہ اس کے الفاظ ''لکن'' اور ''بل'' ازروئے قواعد عربی کے قتل اور صلیب کے خیال کی نفی کو ہی نہیں ثابت کرتے بلکہ ایک اور بات جو اس کے مغائر ہے یعنی ''شبہ لہم'' اور ''رفعہ اللہ الیہ'' کو ثابت کرتے ہیں کہ یہ امر ان پر مشتبہ کر دیا گیا اور مسیح کو خدا نے اپنی طرف اٹھالیا۔

چنانچہ ''شبہ لہم'' کی تفسیر میں مفسرین نے صاف لکھا ہے کہ ''التبس علیہم الامر'' یعنی مسیح کو صلیب دینے کا معاملہ یہودیوں اور عیسائیوں پر مشتبہ کر دیا گیا اور اسی اشتباہ کی تفسیر کے بابت اہل سنت کی مسلمہ کتب تفسیر میں صاف مرقوم ہے۔

ازروئے تفاسیر حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا اور مثل مسیح کا ان کے بجائے صلیب دیا جانا

''قال ابن عباس رضی اللہ عنہ فاجتمعت کلمۃ الیہود علی قتل عیسیٰ

وثاروا الیہ لیقتلوہ فبعث اللہ عزوجل جبرئیل فادخلہ خوخۃ فی سقفھا روزنۃ فرفعہ اللہ من تلک الروزنۃ وامر یھود املک الیھود رجلاً من اصحابہ یقال لہ طیطانوس ان یدخل الخوخۃ فیقتلہ فیھا فلما دخل لم یر عیسٰی وابطأ علیھم فظنوا انہ یقاتلہ فیھا والقی اللہ علیہ شبہ عیسٰی فلما خرج ظنوا انہ عیسٰی فاخذوہ وقتلوہ وصلبوہ'' (الخازن:۲۵۵)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کے قتل پر اتفاق کر کے ان پر حملہ کیا تاکہ قتل کر ڈالیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو بھیجا وہ ان کو اس مکان (بیت المقدس) میں لے گئے جس کی چھت میں سوراخ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس سوراخ سے ان کو (آسمان کی طرف) اٹھالیا اور جو آدمی ان کو قتل کرنے کے لئے اندر گیا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی شباہت کا کر دیا۔ جب وہ باہر نکلا تو لوگوں نے اسی کو عیسیٰ خیال کر کے پکڑ لیا اور سولی دے دی۔

اور ایک روایت میں ہے ''قیل ان الیھود لما حبسوا عیسٰی واصحابہ فی البیت دخل علیھم رجل منھم لیخرجہ الیھم فالقی اللہ شبہ عیسٰی علٰی ذالک الرجل فاخذوا قتل ورفع اللہ عزوجل عیسٰی الی السماء وفقدوا اصحابھم فقالوا ان کنا قتلنا المسیح فاین صاحبنا وان کنا قتلنا صاحبنا فاین المسیح. فھٰذا ھواختلافھم فیہ (ایضاً)''

یعنی جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بیت (المقدس) میں گھیر لیا تو ان میں سے ایک آدمی ان کو نکالنے کے لئے اندر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت عیسیٰ کی شبیہ کا کر دیا۔ لوگوں نے اسی کو پکڑ کر قتل کر دیا اور حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھالیا (پس کام تو جو ہونا تھا ہو گیا) اور وہ اپنے آدمی کے اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں اختلاف ہی کرتے رہے۔

اور مفسرین نے اس وقوعہ کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے جس کی بنا پر یہ ظہور میں آیا ہے۔ ''کما مرّ فی تفسیر المدارک روی ان رھطا من الیھود سبوہ وسبوا امہ فدعا علیھم. اللھم انت ربی وبکلمتک خلقتنی اللھم العن من سبّنی وسب والدتی فمسخ اللہ من سبھما قردۃً وخنازیر فاجتمعت الیھود

علی قتلہ فاخبرہ اللّٰہ بانہ یرفعہ الی السماء ویطہرہ من صحبة الیہود''الخ۔

یعنی یہودیوں کی ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ اوران کی والدہ کو گالی دی تو اس پر انہوں نے ان پر بدعا کی...... پس اللہ تعالیٰ نے ان کی صورتوں کو مسخ کر کے بندر اور سور بنا دیا۔ تب انہوں نے (مارے غصہ کے) آپ کے قتل پر اجتماع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خبردی (تاکہ وہ نہ گھبراویں نہ خوف کھاویں) کہ وہ ان کو آسمان کے طرف اٹھا لے گا اوران یہودیوں کی صحبت سے پاک کرلے گا۔

امرِ مسیح میں تمام اختلافات ظنیات پر مبنی ہیں

پس اس تفسیر کے ہوتے ہوئے کسی مؤمن کو آیت مرقومہ بالا میں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ پھر باوجود اس قدر تشریح کے جن لوگوں نے اس امر مسیح کے بابت اختلاف کیا ہے کہ وہ درحقیقت صلیب دے دیئے گئے اوراس طرح ان پر موت طاری ہوگئی یا یہ کہ وہ صلیب تو دے دیئے گئے مگر صلیب پران کی موت نہیں آئی یا یہ کہ وہ صلیب دیئے گئے اوران پر موت بھی طاری ہوگئی اور قبر میں بھی دفن کئے گئے۔ مگر دوبارہ زندہ کئے گئے اور آسمان پر اٹھائے گئے۔

ان تمام خیالات کی تردید میں کلام اللہ نے قطعی فیصلہ صادر فرمادیا کہ:''**وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الّا اتباع الظن**''یعنی جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے وہ نہایت شک میں ہیں (اصل بات یہ ہے کہ) ان کو اس کا علم ہی نہیں ہے (کہ درحقیقت معاملہ کیا ہوگیا ہے) اسی لئے وہ محض اپنے اپنے گمان کی پیروی کررہے ہیں۔ حالاں کہ انہوں نے اس کو یقیناً قتل نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔

چنانچہ ذیل کے حوالجات جو انجیل سے لئے گئے ہیں۔ یہ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اہل کتاب کے تمام مسلمات ظنیات پر مبنی ہیں اورانہی کی بنا پر انہوں نے اس معاملہ کو اس قدر طول دیا ہے۔

ازروئے انجیل صلیب سے حضرت مسیح کی بیزاری ثابت ہے

نیز اگر غور سے دیکھا جاوے تو ازروئے انجیل ہی یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح

اس سے نہایت آزردہ دل اور پریشان تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ آفت ان کے سر سے ٹل جائے تو اچھا ہو۔ چنانچہ (انجیل متی باب ۲۶ آیت ۳۶) سے ملاحظہ ہو:

’’اس وقت یسوع ان کے ساتھ گتسمنی نام ایک جگہ میں آیا اور اپنے شاگردوں سے کہا کہ یہیں بیٹھ رہنا جب تک کہ میں وہاں جا کر دعا مانگوں اور پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر غمگین اور بیقرار ہونے لگا۔ اس وقت اس نے ان سے کہا میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو، پھر تھوڑا آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر یہ دعا مانگی۔ اے میرے باپ[۱] اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو۔

پھر شاگردوں کے پاس آ کر انہیں سوتے پایا اور پطرس سے کہا کیوں تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے، جاگو اور دعا مانگو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو، روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے۔ پھر دوبارہ اس نے جا کر یہ دعا مانگی اے میرے باپ اگر یہ میرے پئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو اور آ کر انہیں پھر سوتے پایا۔ کیوں کہ ان کی آنکھیں نیند سے بھری ہوئی تھیں اور انہیں چھوڑ کر پھر چلا گیا اور وہی بات پھر کہہ کر تیسری بار دعا مانگی۔ تب شاگردوں کے پاس آ کر ان سے کہا اب سوتے رہو اور آرام کرو۔ دیکھو وقت آ پہنچا ہے اور ابن آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جاتا ہے۔ اٹھو چلیں، دیکھو میرا پکڑوانے والا آ پہنچا ہے۔‘‘

یہی قصہ (انجیل مرقس باب ۱۴) میں بھی مذکور ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا ذاتی منشاء ہرگز نہ تھا کہ وہ اس ناگوار اور ناگفتہ بہ صدمۂ موت سے دوچار ہوں اور اسی لئے آپ بار بار جزع وفزع اور گریہ وزاری کرتے ہوئے خدا سے اس کے ٹل جانے کی استدعا کرتے رہے۔

حضرت مسیح کی فریادوزاری سنی گئی

پس رحمت خداوندی جوش میں آئی اور حضرت مسیح علیہ السلام کی فریادوزاری اور گریہ

[۱] انجیلی محاورہ میں باپ کا لفظ خداوند کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جس طرح کہ فارسی محاورہ میں لفظ خداوند بزرگ یا آقا کے لئے صاحب کے بدلے میں مستعمل ہے مگر شریعت اسلام میں ایسی تمثیلات اور تشبیہات غالیہ جو عوام الناس کے مغالطہ اور ضلالت کا باعث ہوں استعمال کرنی روا نہیں ہیں۔

وبیقراری پر نظر کرم مبذول ہوئی اور کفار نابکار سے حضرت مسیح علیہ السلام کی رہائی کے سامان ظہور میں آگئے۔ جس کا آیت کلام اللہ میں بیان ہے کہ یہ معاملہ ان پر مشتبہ کردیا گیا اور انہوں نے بجائے مسیح کے دوسرے شخص کو سولی دے کر قتل کردیا اور آپ اپنی دعا کی بدولت اس صدمہ سے بال بال بچ گئے اور یہ پیالہ بموجب آپ کی استدعا کے آپ کے سر سے ٹل گیا۔ چنانچہ حواریان مسیح سے بھی ہمیں یہی شہادت ملتی ہے۔ دیکھو (خط عبرانیوں کے پانچویں باب کی ساتویں آیت) میں مرقوم ہے:

''وهو اذا كان فى ايام جسده قرب الطلبات والتضرعات بخوار شديد ودموع فانضته لمن كان يستطيع ان يخلصه من الموت فاستمع له لاجل اكرامه''اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا اور خداترسی کے سبب اس کی سنی گئی۔''

اس آیت میں زور زور سے پکارنے، آنسو بہانے، دعائیں اور التجائیں کرنے سے وہی قصہ مراد ہے جو اوپر بحوالہ انجیل متی اور مرقس کے مذکور ہوا کہ وہ دعائے مسیح موت کا پیالہ ان کے اوپر سے ٹل جانے کی بابت تھی۔ دوسرے یہ کہ اس مقام پر بھی الفاظ''اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔''صاف دلالت کرتے ہیں کہ یہ دعائیں خطرہ موت کے وقت کی گئی تھیں اور اس وقت مسیح علیہ السلام کو خدا کی اسی قدرت (موت سے بچانے) کے ظہور میں آنے کا انتظار تھا۔ چنانچہ حسب استدعا مسیح علیہ السلام کے قدرت خداوندی ظہور میں آئی اور مسیح علیہ السلام کی دعا اور التجا اس کی خداترسی کے سبب سے سن لی گئی، آپ بچائے گئے اور آپ کے بجائے ایک ناخداترس کے قتل اور صلیب کا وقوعہ ظہور میں آیا۔

درایۃً بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ جس شخص کو صلیب دی گئی وہ مسیح نہ تھا

علاوہ اس کے اگر غور کیا جاوے تو درایتاً بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ بموجب بیان انجیل متی اور مرقس کے جس شخص کو سولی دی گئی وہ مسیح نہ تھا نہ اس میں شان مسیحیت پائی جاتی تھی۔ بلکہ بموجب تفسیر آیۃ قرآنیہ کے مسیح کے سوا وہ کوئی اور شخص تھا۔ کیونکہ جب اس کو صلیب دی گئی تو اس نے ایسی کچھ گھبراہٹ ظاہر کی جو انبیاء تو کجا بلکہ عام صلحاء کی شان سے بھی بعید ہے۔ تکلیف کے وقت چلّانا، شور مچانا اور خدا کی شان میں شکایت آمیز ناشکری کے

کلمات زبان سے نکالنا، کون نہیں جانتا کہ صلاحیت سے کوسوں دور ہے۔ خاص کر ایک نبی کی زبان سے اور بقول عیسائیان خدا کے بیٹے بلکہ خود خدا کی زبان سے اور وہ بھی جب کہ اس کی تکلیف ایک بہت بڑی مصلحت یعنی مسیحی امت کی نجات اور ان کے گناہوں کے کفارہ کی بنا پر اس پر آئی ہو۔

میرے انصاف پسند بھائیو! اس قسم کی تکالیف میں بڑی سے بڑی بات تو بس یہی ہے نا کہ جان پر آ بنے اور وہ بھی راہ خدا میں پھر بھلا گھبرانے اور واویلا کرنے کی کون سی بات ہے۔ کیا انسان کو مرنا نہیں ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ سچا مومن تو ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتا ہے بلکہ اس کے لئے جناب باری میں ہردم دست بدعا رہتا ہے کہ کسی طرح راہ خدا میں اور خاص کر جب کہ بندگان خدا کا فائدہ بھی اس میں مضمر ہو اس کا تن من دھن کام آ جاوے۔ نہ یہ کہ خوش قسمتی سے ایسا موقعہ ہاتھ آ بھی جاوے تو بجائے خوش ہونے کے الٹا جزع وفزع کرے اور ناشکری وشکایت کے کلمات زبان سے نکالے۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو راہ خدا میں مصیبتوں اور تکلیفوں کا سامنا ہوا اور وہ اس پر صبر کریں۔ کیوں کہ وہ بموجب ارشاد نبوی کے پکے مومن اور سچے مسلمان ثابت ہوکر عنداللہ اجر عظیم ودرجات جنات النعیم کے مستحق ٹھہریں گے اور مبارک ہیں وہ لوگ جو راہ خدا میں جان تک قربان کردیں اور مطلق حرف شکایت زبان پر نہ لاویں۔ کیوں کہ وہی لوگ رتبۂ شہادت اور درجات جنات الفردوس حاصل کریں گے۔ چنانچہ ایک مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس اجر کے بابت فرماتے ہیں کہ:

’’طوبٰی لکم اذا عیروکم وطردوکم وقالوا علیکم کل سوء کاذبین من اجلی فافرحوا وتھللوا فان اجرکم عظیم فی السموات‘‘

ترجمہ: جب ابن آدم کے سب لوگ تم سے عداوت رکھیں گے اور تمہیں خارج کردیں گے اور لعن طعن کریں گے اور تمہارا نام برا جان کر کاٹ دیں گے تو تم مبارک ہوگے اس دن خوش ہونا اور خوشی کے مارے اچھلنا اس لئے کہ دیکھو آسمان پر تمہارا اجر بڑا ہے۔‘‘

(انجیل لوقا باب ۶ آیت ۲۲ نیز متی باب ۵ آیت ۱۰)

پس یہ بیان اس دعا کے جو گتسمنی مقام پر مسیح علیہ السلام نے کی کس قدر خلاف ہے۔ نیز ان آیات کے بھی خلاف ہے جن میں مسیح کے نہایت غمگین اور مضطرب ہونے اور بڑی حسرت

کے ساتھ چلاّ کر جان دینے کا بیان ہے۔ (دیکھو متی باب ۲۷ آیت ۴۶) ممکن نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام خود ہی اپنی امت کے لوگوں کو مصیبت میں صبر وتحمل کرنے اور خوش رہنے بلکہ خوشی کے مارے اچھلنے کی تعلیم دیں اور اس پر اجر عظیم کی بشارت سناویں اور جب اپنی ذات پر مصیبت آتے دیکھیں اور خاص کر جب کہ راست بازی کے سبب سے، تب ایسے غمگین اور ہراساں ہوجاویں اور فریاد وزاری کرنے لگیں حتی کہ ناشکری کے کلمات زبان سے نکالنے لگیں۔ حالاں کہ یہ بات شان نبوت کے سراسر خلاف بلکہ ان کی معصومیت پر ایک بدنما داغ ہے جس کو ہم کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔

انجیلی مسیح علیہ السلام اور شاگردان مسیح سے چند شاگردان محمد رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ

ذرا انجیلی مسیح علیہ السلام کی گریہ وزاری اور ناشکری اور اس کے شاگردان رشید کی بداعتقادی اور خصوصاً پطرس کا حال جنہوں نے مارے خوف کے نہ صرف مسیح کا انکار کر کے اپنی عقیدت کا راز منکشف کر دیا۔ پس ان سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شاگردان محمد رسول اللہ ﷺ کے حال کو مقابلہ کر کے دیکھئے جو سخت سے سخت مصائب کا شکار ہوتے اور تکالیف کے پہاڑ ان پر ٹوٹتے۔ مگر واہ رے تعلیم محمدی کے اثر! کہ زبان سے اف تک نہ کرتے اور بجائے اس کہ حرف شکایت زبان پر لاویں الٹا صبر واستقلال اور تحمل وبرداشت کی زندہ مثال بن جاتے اور شکر حق بجالاتے۔

ملاحظہ ہوں حالات جاں نثاری حضرات ابوبکر وعمر ونیز علی وابوذر رضی اللہ عنہم، خصوصاً سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھئے۔ نور توحید سے دل منور ہوگیا ہے، ظالم امیہ بن خلف جس کے یہ غلام ہیں صرف اس لئے کہ یہ بتوں کو چھوڑ کر موحد بن گئے، عین دوپہر کو جب کہ صحراء کی ریگ سورج کی تپش سے آتش دوزخ کی طرح جل اٹھتی ہے انہیں اس پر لٹا دیتا ہے۔ آپ کا بدن جلتا ہے تپش ناقابل برداشت ہے۔ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ہیں بے رحم مالک کہتا ہے کہ اسی طرح تڑپا تڑپا کر مار ڈالوں گا، اگر مصائب سے نجات چاہتے ہو تو سرور کائنات سے پھر جاؤ اور بتوں کے پرستار بن جاؤ۔ ان مصیبتوں کا کیا اثر ہوتا ہے؟ بدن پر پھپھولے پڑ گئے، جان لبوں پر ہے۔ مگر وہ نور توحید جس سے قلب روشن ہو چکا ہے جان سے بھی زیادہ عزیز ہے، سب مصائب شکریہ کے ساتھ برداشت کئے جاتے ہیں اور صبر کے ساتھ سہے جاتے ہیں۔

مگر کیا مجال کہ شاہراہ توحید سے ذرا بھی پاؤں ڈگمگا جاوے اور انکار رسالت

زبان تک آ جاوے۔ آخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نکل آتے ہیں، آپ سے دیکھ کر رہا نہیں جاتا ہے، فوراً اس ستم گر سے اس جان نثار کو خرید کر راہ خدا میں آزاد کر دیتے ہیں۔

اسی طرح حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کو دیکھو جلتی ہوئی ریت پر نہ صرف خود بلکہ بیوی اور بیٹا بھی پاس ہی تڑپ رہے ہیں۔ آگ کی طرح گرم پتھر سینہ پر رکھا ہے جان لبوں پر آئی ہے مگر کیا مجال کہ صراط مستقیم سے ذرہ بھی قدم میں لغزش آ جاوے اور کلمہ توحید سے انکار ہو جاوے، مصیبتیں ہیں کہ کم نہیں ہونے پاتیں۔ آخر اسی سختی میں جان حزیں جان آفرین کے سپرد کرتے ہیں۔ مگر اف تک نہیں کرتے۔

پھر فرزند ارجمند حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی باری آتی ہے باپ جام شہادت سے سیراب ہو چکے ہیں۔ ظالم انہیں بھی تپتی ہوئی ریت پر لٹاتے ہیں، کبھی لے جا کر پانی میں غوطہ دیتے ہیں۔ مگر کیا مجال کہ اس شیدائے اسلام کی زبان پر بھی کوئی حرف شکایت آ جاوے اور توحید وسنت سے منہ پھر جاوے۔ اس قدر صبر واستقلال دیکھ کر کفار ناہنجار جوش غضب میں آ جاتے ہیں اور ان کو بھی شہید کر ڈالتے ہیں گویا باپ اور بیٹا دونوں بزبان حال یہ کہتے ہوئے آگے پیچھے جان توڑتے ہیں:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اسی طرح چوتھے جان نثار ابولفکیہہ رضی اللہ عنہ تھے ان کا نام افلح اور بعض کہتے ہیں یسار تھا، صفوان بن خلف کے غلام تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے۔ امیہ بن خلف کو خبر ہوئی تو ان کی ٹانگ میں رسی باندھ دی اور لوگوں سے کہا اسے گھسیٹو۔ پھر جلتی ہوئی زمین پر ڈال دیا ہے۔ مگر وہ بندۂ خدا ایمان سے متزلزل نہیں ہوتا۔ بالآخر اسی امیہ کا بھائی ابی بن خلف حکم دیتا ہے اس کا گلا گھونٹو اور دیکھو محمدؐ اسے اپنے جادو سے کیوں کر بچانے آتا ہے۔ چنانچہ امیہ نے اس کا گلا گھونٹنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کی آنکھیں نکل پڑیں اور سب نے جانا کہ مر گئے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے اس نیم مردہ کو صفوان سے خرید لیا، گھر لائے، تیمارداری کی اور جب صحت یاب ہو گئے تو راہ خدا میں آزاد کر دیا۔

پانچویں فداکار حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی خاص طور پر ذکر کے لائق ہے کہ آپ کس صبر واستقلال سے سولی وغیرہ کے مصائب برداشت کرنے پر آمادہ ہیں اور نہایت فراخ دلی اور جاں بازی کے ساتھ دشمنوں کے سامنے یہ اشعار پڑھتے ہیں:

ولست ابالی حین اقتل مسلما　　علی ای شق کان للہ مصرعی
وذالک فی ذات الالہ وان یشأ　　یبارک علی اوصال شلو ممزّع

کہتے ہیں: جب کہ میں مسلمانی کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ میں خدا کی راہ میں کس کروٹ پر گروں اور میرا (اس طرح پر) مرنا چوں کہ خدا کی راہ میں ہے اس لئے (مجھ کو امید ہے کہ) اگر وہ چاہے گا تو میرے کٹے ہوئے ٹکڑوں میں بھی برکت عطا کردے گا۔ اتنا کہتے ہی کفار ناہنجار جوش غضب میں آکر ان کو سولی پر چڑھا دیتے اور شہید کر ڈالتے ہیں۔

اسی طرح خباب بن ارت رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے سوا بہت سے صحابہ کرام کے حالات قابل غور ہیں۔ مردوں کی چند مثالیں تو میں نے سنا دیں۔ مضمون میں زیادہ کی گنجائش نہ تھی ورنہ قابل ذکر بہت سے جان نثار تھے۔

اب چند وفا شعار فدا کار عورتوں کے حالات بھی سننے کے قابل ہیں۔ لیجئے ایک تو انہی یاسر رضی اللہ عنہ کی بیوی سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو اپنے پیارے خاوند کو سپرد خاک کر چکی ہیں۔ آنکھوں دیکھتے ان کے فرزند دلبند پر مصائب کے پہاڑ توڑے جاچکے ہیں۔ یہی مصائب ان کے شیشۂ دل کو چکنا چور کرنے کے لئے کیا کم تھے مگر واہ رے صبر واستقلال۔ کیا مجال کہ ان کی ثابت قدمی میں ذرا فرق آجاوے۔ اب خود کو اس جہل مرکب ستمگار نابکار ابوجہل نے پکڑا ہوا ہے۔ دونوں ٹانگیں دو اونٹوں سے بندھی ہوئی ہیں، ہاتھ میں نیزہ ہے کس قصور کی سزا ہے؟ اس مظلومہ نے کیا جرم کیا ہے؟ یہی کہ پتھروں سے منہ موڑ کر اس وحدہٗ لاشریک مالک سے لو لگائی ہے۔ خطرۂ جان درپیش ہے۔

مگر دیکھو کس صبر وتحمل سے موت کا انتظار منظور۔ پر جان بچانے کے لئے کفر کی زندگی منظور نہیں۔ اونٹ دوڑائے جاتے ہیں، ظالم شرمگاہ میں نیزہ مارتا ہے۔ جسم دو ٹکڑے ہوجاتا ہے۔ مگر زبان سے اف تک نہیں نکلتا۔ گویا سمجھ رکھا ہے کہ:

جان جانے کے لئے ہے موت آنے کے لئے　　یاد اک رہ جائے گی اپنی فسانے کے لئے

اسی طرح دوسری ستم رسیدہ حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا جو بنی عدی کی لونڈی تھیں۔ ان کو دیکھو کہ وہی جفا کار بدکردار ابوجہل آنکھیں نکال کر اندھا کررہا ہے اور وہ کہہ رہی ہیں: ظالم! کس خیال میں ہے۔ کیا تو نہیں جانتا۔ خدا نے ہمارے دلوں کی آنکھیں کھولدی ہیں۔ یہ

آنکھیں جائیں تو جائیں پر دل کی آنکھیں نہیں مند سکتیں۔ آخر کار وہ ان کو اندھا کر دیتا ہے اور چڑانے کو کہتا ہے کہ ہمارے معبود لات وعزّیٰ نے تجھے اندھا کر دیا ہے۔ حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا جواب دیتی ہیں۔ لات وعزّیٰ کو اپنے پوجنے والوں کا حال تو معلوم ہی نہیں۔ مجھے کیا اندھا کریں گے۔ یاد رکھ یہ قدرت تو آسمان والے خدا کی ہے کہ وہ چاہے تو مجھ کو پھر بینائی دے دے۔ خدا کی شان! دوسرے دن ہی ان کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ ابوجہل دیکھ کر کہتا ہے: واہ رے محمدؐ کے جادو! اور پھر ان کی ایذا رسانی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کو بھی اس ظالم سے خرید کر راہ خدا میں آزاد فرماتے ہیں۔ اسی طرح حضرت لبینہ رضی اللہ عنہا اور ہندیہ رضی اللہ عنہا اور ام عیسیٰ رضی اللہ عنہا وغیرہن کا حال قابل غور ہے۔

الغرض ایسا کون سا ظلم وستم تھا جو ان ناخداترسوں کی طرف سے ان حق پرستوں اور مظلوموں نے نہ اٹھایا ہو اور کون سی جفا تھی جو ان پر نہ کی گئی ہو۔ مگر یہ سب اللہ کے پیارے اپنے ایمان پر اسلام پر قول حق پر برقرار رہے۔ قدم میں ذرا بھر لغزش نہ آنے دی۔ زبان پر حرف شکایت نہ لائے، مرتے دم تک صراط مستقیم پر ثابت قدم رہے اور ہر حال میں صابر وشاکر۔ کیا حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام ان صحابہ کرام سا بھی حوصلہ نہ رکھتے تھے؟

ہمارا عقیدہ

ہمارا تو عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کے اولوالعزم اور مقرب رسول اور حسب ارشاد باری ’’**وجیهاً فی الدنیا والآخرة ومن المقربین**‘‘ کے مصداق تھے۔ بھلا صحابی کی کیا شان کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی گرد کو بھی پا سکے۔ گو وہ اپنے مرتبہ میں کیسا ہی بزرگ ہو۔ آخر ہے تو ایک امتی۔ کہاں وہ اور کہاں ایک نبی معصوم اور اولوالعزم رسول جس کی شان ہو کلمۃ اللہ اور روح اللہ پھر کیا وجہ ہے کہ اس امتحان مقابلہ میں وہ فیل ٹھہرے۔

اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ وہ شخص جو صلیب دیا گیا مسیح نہ تھا۔ کیوں کہ جو کلمات حسرت آیات بوقت صلیب اس کی زبان سے نکلے وہ شان عیسویت سے کوسوں دور تھے۔ چنانچہ انجیل متی کے رقم کردہ الفاظ حسب ذیل ہیں:

’’نویں گھنٹے کے قریب یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا ’’**ایلی ایلی لما سبقتانی**‘‘ یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔‘‘ پھر آگے لکھا ہے:

’’اور یسوع نے بڑے شور سے چلاّ کر جان دی۔‘‘ (دیکھو انجیل باب ۲۷ میں)

تعجب کی بات

تعجب ہے کہ مسیح ہوکر درگاہ خدا سے ایسی ناامیدی ظاہر کرے اور فریاد اور واویلا کا شور مچادے اور بڑی حسرت کے ساتھ جان دیوے۔ ہم تو نہیں سوچ سکتے کہ جو مسیح ایک گال پر طمانچہ مارنے والے کے آگے اپنا دوسرا گال پیش کرنے کی تعلیم دے جو مسیح علیہ السلام ایک کوس بیگار میں لے جانے والے کے لئے دو کوس بیگار میں جانے پر آمادہ کرے۔ وہ مسیح علیہ السلام کیوں کر اپنی تعلیم کے برخلاف اپنی ذات کو نمونہ بنا سکتا ہے جو مسیح علیہ السلام مصیبت کے وقت اور خاص کر راست بازی کے سبب ستائے جانے کے وقت خوش ہونے اور مارے خوشی کے اچھلنے کی تعلیم دے اور ایسے صابرین وشاکرین کے لئے آسمان کی بادشاہت کی بشارت سناوے۔ کیوں کہ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ وہی مسیح علیہ السلام جب مصیبت سے دوچار ہو تو بڑی حسرت کے ساتھ آہ وزاری کرتا ہوا اور چلاّتا شور مچاتا ہوا بے صبروں اور ناشکروں کی طرح جان دیوے۔

نتیجہ

اس بیان سے ہم ٹھیک اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے حق اور بالکل حق ہے کہ ’’**وما قتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لھم الٰی آخرہ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً**‘‘ یعنی ان یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا ہے اور نہ سولی دی ہے۔ لیکن یہ امر ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا ہے (تاآخر آیت کہ) انہوں نے اس کو یقیناً قتل نہیں کیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی زبردست حکمت والا ہے۔ اس مقام پر ایک اور نکتہ بتلا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

نکتہ: اہل کتاب صلیبی موت کو باعث لعنت ٹھہراتے ہیں

تاکہ نفس مضمون اور بھی واضح ہو جائے اور وہ یہ کہ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف امور واقعہ کی اطلاع دی ہے بلکہ ایک بہت بڑا نکتہ بھی ظاہر کیا ہے۔ کیوں کہ جب ہم یہود ونصاریٰ کی کتابوں پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ صلیب کی موت

بہت بڑے مجرم یا یوں کہئے کہ ایسا شخص جس کو وہ ملعون قرار دیتے تھے اور جس پر کفر کا الزام عائد کرتے تھے۔ اس کے لئے تجویز کرتے تھے اور یہی سبب تھا کہ یہودی لوگ مسیح علیہ السلام پر کفر کا الزام عائد کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے تاکہ اس بہانہ سے اس کو صلیب کی موت ماریں اور اس کو لعنتی ٹھہرا کر بدنام کریں۔

جیسا کہ لکھا ہے: ’’وہ پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔‘‘ (استثناء باب ۲۱، آیت ۲۳) اسی طرح (گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳) میں نہایت صفائی سے یہ لکھا ہے کہ ’’مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا۔ کیوں کہ لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔‘‘

اور لفظ لعنت کے معنی ظاہر ہیں کہ وہ پھٹکار اور دھتکار اور خدا سے دوری کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے ’’**اللعن، الطرد والابعاد**‘‘ یعنی لعنت کے معنی ہیں دھتکارنا اور دور کردینا۔ پس جس پر خدا کی طرف سے لعنت ہوئی گویا وہ اس کے در رحمت سے دھتکارا گیا اور دور کر دیا گیا تو اب اس کو خدا کی نزدیکی اور قرب ہرگز نصیب نہیں اور یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس پیالے (یعنی صلیب) کو جو یہودی لوگ ان کو پلانا تجویز کرتے تھے اپنے سے دور کئے جانے کے لئے درگاہ خداوندی میں دست بدعا رہتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ گھڑی ان پر نہ آوے بلکہ ٹل جاوے اور یہ دعائے مسیح ان کی فروتنی کے سبب سے سنی گئی اور وہ گھڑی اور وہ پیالہ ان سے ٹل گیا اور وہ اس لعنت سے جو بوجہ صلیبی موت کے ان پر آتی تھی محفوظ رہے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہودی تو بربنائے عداوت کے مسیح علیہ السلام کے صلیب دینے پر آمادہ اور اس کی صلیبی موت کے قائل ہوئے۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ نصاریٰ نے کس طرح صلیبی موت کو باعث لعنت مان کر بھی اوّل تو حضرت مسیح علیہ السلام کو لعنتی ٹھہرایا اور پھر ان کو اپنا منجّی گردانا۔

تعجب ہے کہ جو خود لعنتی ہو وہ اوروں کو کیوں کر لعنت سے چھڑا سکے جو خود خدا سے دور ہو وہ کیوں کر اوروں کو خدا کے نزدیک لے جاسکے۔ بہرکیف ہر دو فریق یہود و نصاریٰ نے تو حضرت مسیح علیہ السلام کو بذریعہ صلیبی موت کے لعنتی ٹھہرانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ مگر اسلام ہی وہ پاک دین ہے جس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اس لعنت سے دور رکھنے میں ان کی

حمایت کی اس نے نہ صرف ان کے قتل وصلیب کے خیال کو صاف اڑا دیا۔ بلکہ ان کو ''وجیھاً فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین'' بتلا دیا۔

آیۃ ومکروا ومکر اللہ کی تفسیر

اور بمصداق آیۃ کریمہ ''ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین'' کے ان بدخواہان مسیح علیہ السلام نے تو اپنا داؤں (مکر) چلانے میں کسر نہ رکھی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے داؤں کے آگے کسی کی ذرہ بھر پیش نہ چلنے دی۔ اس نے ظالموں کے نرغہ میں سے اپنے مسیح علیہ السلام کو بال بال بچا لیا اور وہ ستمگار اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔

چنانچہ کتب تفاسیر سے بھی ثابت ہے کہ اس جگہ ومکر اللہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا اور ان کی شبیہ پر دوسرے شخص کا صلیب دیا جانا مراد ہے۔ کما مر فی التفسیر

بحث درباره رفعت

اب رہی بحث حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کی۔ سو اس کے ثابت کرنے کے لئے آیت میں لفظ رفعہ اللہ الیہ موجود ہے جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ خدا کی طرف اٹھا لیا جانا قتل اور صلیب کے انکار کے بعد ہے جو صاف دلالت کرتا ہے کہ کسی عجیب صورت سے بطور معجزہ کے وقوع میں آیا ہے اور وہ صرف روحانی نہیں ہے بلکہ روح اور جسم دونوں کو شامل ہے۔ نیز یہ کہ وہ رفعت حقیقی معنی میں مراد ہے مجازی معنی میں نہیں ہے۔ ورنہ درصورت روحانی اور مجازی ہونے کے قتل اور صلیب کے انکار کو بے حقیقت ٹھہراتا ہے۔

رفعت مسیح سے رفع درجات مراد لینا غلطی ہے

پس جو لوگ اس رفعت سے مراد رفع درجات لیتے ہیں ان کو سوچنا چاہئے کہ اگر بقول ان کے اس کے معنی رفع درجات لئے جاویں تو بذریعہ لفظ ''بل'' کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل وصلیب کے انکار کے بعد بولا گیا ہے۔ اس کا ذکر کرنا بے معنی ٹھہرتا ہے۔ کیوں کہ رفع درجات کے لئے قتل اور صلیب کے انکار کی ضرورت نہیں۔ وہ تو قتل اور صلیب سے بھی ہوسکتا ہے بلکہ رفع درجات کا سبب بن سکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے صلیب پائی تو رفع درجات ان

کو حاصل ہوا۔ جیسا کہ عام طور پر مؤمنین کو ابتلاء ومصیبت سے حاصل ہوتا ہے۔

مگر واضح رہے کہ اس رفعت سے حضرت مسیح علیہ السلام کو عام مؤمنین سے رفعت حاصل نہیں ہوتی نہ اس سے اعجاز مسیحی کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عقیدۂ یہود کی تردید کی ہے اور مسیح علیہ السلام کے قتل وصلیب کا انکار کیا ہے تو اس سے اعجاز مسیحی پر دلالت مقصود ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ صحیح وسالم بجسد عنصری اپنی طرف اٹھالیا ہے اور یہ وہ مرتبہ ہے جو عام مؤمنین کو حاصل نہیں ہے۔

برخلاف اس کے بقول بعض الناس اگر معنی آیت کے یوں لئے جاویں کہ ''انہوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا سولی نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا درجہ بلند کر دیا۔'' تو اس سے بجائے انکار قتل اور صلیب کا اقرار ثابت ہوگیا اور صاف ظاہر ہوگیا کہ ان کا قتل کرنا اور سولی دینا مسیح علیہ السلام کے حق میں بجائے مضر ہونے کے مفید ہوگیا۔ جیسے کوئی کہے کہ کفار مکہ نے رسول خدا ﷺ کو ایذائیں نہیں دیں اور مکہ سے نہیں نکالا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا درجہ بلند کر دیا تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے حضرت رسول خدا ﷺ کی ایذاء اور مکہ معظّمہ سے نکالے جانے کا انکار لازم نہیں آیا بلکہ اقرار ثابت ہوا اور کفار نابکار کی حرکت آں حضور ﷺ کے حق میں بجائے مضر ہونے کے مفید ثابت ہوئی۔

پس اس معنی سے اس مقام پر بجائے یہود کی تردید کے ان کی تائید لازم آئی۔ اس طرح کہ وہ تو یہی سوچتے رہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا سولی دے دی۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کو قتل ہی نہیں کیا اور صلیب ہی نہیں دی ہے بلکہ ہم نے اس سے اس کے درجے بھی بلند کر دیئے ہیں۔

اب انصاف سے کہئے کہ یہ مسیح علیہ السلام کے قتل اور سولی کا انکار ہوا یا اقرار؟ اور اس سے قول یہود کی تردید ہوئی یا تائید؟ اور اگر برخلاف اس کے یہ معنی لئے جاویں کہ حضرت مسیح علیہ السلام قتل سے بچ گئے، سولی سے بچ گئے تو بھی ان کے درجے بلند کر دیئے گئے تو فرمایئے کہ ان درجات کی بلندی کا سبب کیا ٹھہرا؟ اور اس سے حضرت مسیح علیہ السلام کی علوّ شان کیا ثابت ہوئی؟ کیا یہی؟ کہ اور ایمان دار تو راہ خدا میں ایذائیں سہہ کر مصائب برداشت کر لئے تکلیفات اٹھا کر حتی کہ جان دے کر رفع درجات حاصل کریں اور حضرت مسیح علیہ السلام بغیر مشقت اور مصیبت کے ہی رفع درجات حاصل کر لیں۔ واہ سبحان اللہ! کیا ہی اعجاز مسیحی کا اظہار ہے

اور اس سے کس قدر بلاغت قرآنی ٹپکتی ہے؟

اور بموجب اس خیال کے کہ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب تو دے دی تھی مگر ان پر موت طاری نہیں ہوئی تھی تاہم اللہ تعالیٰ نے ان کے درجے بلند کردیئے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ ان معنی سے بھی قتل مسیح علیہ السلام کا انکار اور رفع درجات کا اقرار غیر موزوں ٹھہرتا ہے۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ جب کہ یہ صلیب صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی دینداری کی وجہ سے تھی اور ایسی حالت میں وہ آپ کی بلندی درجات کا باعث ہوئی تو کیا ایسی صلیبی موت مرتبہ شہادت فی سبیل اللہ کے حصول کا باعث نہ ہوتی تو پھر اس سے انکار کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ بلکہ اس سے حضرت مسیح علیہ السلام کے درجات العلیٰ کا انکار لازم آتا ہے اور کلام اللہ کا اس عقیدہ یہود کی تردید کرنا بے معنی ٹھہرتا ہے۔

حالاں کہ سچ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل اور صلیب کے انکار سے یہی جتلانا مقصود ہے کہ اے یہودیو! ہم نے تمہارے ارادوں اور منصوبوں پر پانی پھیر کر اور تمہاری آنکھوں میں دھول ڈال کر وہ کام کیا ہے جس کا تم کو سان گمان بھی نہ تھا۔ تم تو مسیح علیہ السلام کو پکڑ کر سولی دینے کی کوشش میں سرگرداں ہی رہے۔ لیکن ہم نے اس کو عجیب حکمت سے اپنی طرف اٹھالیا۔ بس جو ہونا تھا سو ہوگیا۔ اب تم کچھ ہی کیا کرو اور اسی سے خدا کی قدرت کا عجیب نشان ظاہر ہوتا ہے۔

چنانچہ فقرۂ آیت کلام اللہ ''وکان اللہ عزیزاً حکیما'' جو آگے مذکور ہے اسی پر روشنی ڈالتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے اور یہ اس لئے کہ ان الفاظ سے تعجب کا رفع کرنا اور مشکل بات کا سہل بتلانا مقصود ہے کہ تم اس کو مشکل اور ان ہونی خیال کرتے ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کچھ آسان ہے اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ کسی نیک آدمی کا مصائب پر صابر وشاکر رہ کر بلندی مدارج پانا اور خصوصاً انبیاء علیہم السلام کا مدارج علیا پر فائز و مرفوع ہونا کوئی ان ہونی بات نہیں ہے تو پھر اس فقرہ کے ادا کرنے سے کیا کمال ظاہر ہوا اور کیا بلاغت قرآنی اس سے ٹپکی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا محض رائے اور قیاس پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ بموجب احادیث نبویہ صحیحہ صریحہ کے مانا گیا ہے اور اسی پر زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اب تک جملہ اہل سنت کا اجماع چلا آیا ہے۔

پس اگر آپ کی رفعت الی اللہ سے روح درجات مانا جاوے تو اس سے نہ صرف احادیث نبویہ صحیحہ صریحہ کا انکار لازم آوے گا بلکہ یہ اجماع کی مخالفت ٹھہرے گی۔ لہٰذا بہرکیف ہم کو معنی آیت کلام اللہ کا وہی کرنا ہوگا جو مطابق ہوا احادیث نبویہ صحیحہ صریحہ کے اور جو مستلزم ہوا جماع امت کو اور یہی وہ زبردست قرینہ ہے جس نے نہ صرف ہم کو بلکہ جملہ افراد اہل سنت سابقین ولاحقین کو مجبور کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھایا جانا مانا جاوے۔ بلکہ اس کو اعجاز مسیحی پر عمل کیا جاوے۔ اس لئے یہ کہ بظاہر عادت کے خلاف اور بعض کوتہ اندیشوں کی نظروں میں نہ صرف مشکل بلکہ محال ہے۔

آیۃ رفعہ اللہ الیہ کے برخلاف آیات کلام اللہ وھو معکم اینما کنتم اور مھاجراً الی اللہ (وغیرہ) سے استدلال بچند وجوہات غلط ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ رفعہ اللہ الیہ کا معنی ہے ''اٹھالیا اس کو اللہ نے اپنی طرف۔'' پس اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا کیوں کر مفہوم ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات زمین پر موجود نہیں ہے؟ اور اس نے جابجا قرآن مجید میں نہیں فرمایا ہے کہ ''وھو معکم اینما کنتم. وھو معھم. انی معکم. وھو اللہ فی السموات والارض'' جس سے خدا کی معیت ہر جگہ ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح اس قسم کے الفاظ بھی جابجا کلام اللہ میں مرقوم ہیں۔

مثلاً ''مھاجراً الی اللہ. ذاھب الی ربی. مھاجر الی ربی. ففرّوا الی اللہ'' جن کے معنی ہیں خدا کی طرف ہجرت کرنا، خدا کی طرف جانا، خدا کی طرف دوڑنا۔ پس ان سب مقامات میں زمین ہی پر ایک مقام سے دوسرے مقام پر جانا مقصود ہے۔ آسمان پر جانا ایک جگہ بھی مراد نہیں ہے تو پھر ان مقامات پر جو خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہیں آسمان پر جانا کیوں مانا جاتا ہے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا اس مقصد سے نہیں مانا جاتا کہ چوں کہ خدا کی معیت زمین پر نہیں ہے صرف آسمان پر ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے۔ نہیں، نہیں بلکہ اس کی معیت تو بندوں کے ساتھ زمین آسمان دونوں جگہ برابر ہے۔ ہاں! اس کی ذات پاک نے چوں کہ آسمانوں سے بالاتر عرش معلّٰی کے اوپر

قرار پکڑا ہے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے تو اس سے گو اس خدا کی معیت میں فرق نہیں ہوا تو بھی ان کو وہ شرف ضرور حاصل ہوگیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے خاص کیا ہے۔

ایک طفل تسلی اور اس کا جواب

اور اگر آپ کہیں کہ ’’اس بات کو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی طرف اٹھائے گئے یوں سمجھ لو کہ آپ کی روح کا رفع آسمان پر ہوا، کیوں کہ خدا آسمانوں پر ہے اور آپ کے جسم کا رفع زمین کی طرف ہوا۔ کیوں کہ خدا زمین پر بھی ہے۔ پس اس طرح بات بالکل صاف ہوگئی اور اسی طرح تمام دوسرے انبیاء علیہم السلام کا رفع ہوا ہے۔‘‘

ہم کہیں گے کہ اس طرح بات صاف نہیں ہوگئی بلکہ اس میں اور اشکال پیدا ہوگیا۔ کیوں کہ اوّل تو یہ تقسیم آپ کی بالکل بے دلیل اور لچر اور محض طفل تسلی پر مبنی ہے۔ دوسرے اس سے اللہ تعالیٰ کا خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رفعه الله الیه فرمانا۔ بالکل لغو ٹھہرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جب کہ خدا کی معیت زمین وآسمان دونوں جگہ برابر ہے تو کیوں نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کا مع جسم کے آسمان پر جا کر خدا کی معیت میں رہنا تسلیم کیا جاتا۔ جس طرح کہ زمین پر تسلیم کیا جاتا ہے یا یہ کہ جس طرح جسم کا روح کے ساتھ زمین پر ایک مقام سے دوسرے مقام پر جانا ’’مهاجراً الی الله‘‘ پر محمول کیا جاتا ہے۔ آسمان پر جانا کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا۔

چوتھے یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کے آسمان پر جانے کو آپ نے کیوں تسلیم کیا؟ کیا روح کے لئے خدا کی معیت زمین پر موجود نہ تھی۔ جو اس کو آسمان پر جانے کی ضرورت ہوئی۔ پانچویں یہ کہ جب کہ بموجب تقسیم آپ کے روح اور جسم دونوں علیحدہ علیحدہ آسمان اور زمین پر خدا کی معیت میں رہ سکتے ہیں تو کیوں نہیں دونوں علیحدہ علیحدہ زمین پر ہی خدا کی معیت میں رہے۔ اگر اس طرح تسلیم کیا جاتا تو بیشک اس میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کچھ خصوصیت ہوتی جس سے آپ دوسرے تمام انبیاء سے ممتاز اور مخصوص ٹھہرتے۔ اگر آپ کہیں کہ نہیں تو ہم کو وجہ اشکال دریافت کرنے کا حق ہے اور اگر آپ اس کو تسلیم کریں تو ہم کہیں گے کہ پھر آپ کو اس میں کیوں اشکال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم کو بھی آسمان پر رفعت دی۔

کیوں کہ جب کہ بموجب آیۃ کریمہ ''وھو اللہ فی السمٰوات والارض'' کے ''رفعت الی اللہ'' میں زمین اور آسمان دونوں برابر ہیں تو پھر اس سے آپ کے انکار کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے۔ البتہ اس سے اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ''رفعہ اللہ الیہ'' فرمانا بالکل بجا اور درست ٹھہرتا ہے۔

علاوہ اس کے اس مقام پر معیّت کا سوال نہیں ہے بلکہ ''رفعت الی اللہ'' کا۔ پس جو فقرے کلام اللہ کے اوپر بیان کئے گئے یعنی ''مھاجراً الی اللہ'' وغیرہ ان میں رفعت کسی میں مذکور نہیں ہے بلکہ محض نسبت الی اللہ ہے جس سے رفعت الی اللہ ہرگز لازم نہیں آتی ہے اور جس طرح محض رفعت سے رفعت الی السماء لازم نہیں آتی ہے تاوقتیکہ قرائن اس پر صریح طور پر دلالت نہ کریں اسی طرح محض نسبت سے بھی رفعت الی السماء لازم نہیں آتی۔

البتہ جب رفعت اور نسبت دونوں مذکور ہوتی ہیں تب بیشک اس سے رفعت الی السماء مفہوم ہوتی ہے اور یہی ایک بیّن فرق ہے ''ھجرت الی اللہ'' اور ''رفعت الی اللہ'' میں فافہم وتدبر! اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ''رفعہ اللہ الیہ'' سے رفعت الی السماء مراد لینا آیۃ کلام اللہ واحادیث رسول اللہ اور اجماع امت کی بنا پر ہے۔ محض رائے اور قیاس کی بنا پر نہیں۔

پس لامحالہ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ بموجب ارشاد باری ''ما اٰتاکم الرسول فخذوہ'' کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اور صحیح وسالم بجسد عنصری آسمان پر جانے پر ایمان لاوے۔ ورنہ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور یہی نہیں بلکہ اس بات پر بھی ایمان لاوے کہ وہ مسیح ابن مریم علیہما السلام اللہ کا رسول دوبارہ زمین پر آسمان سے نزول کرے گا اور اپنی زندگی کے باقی دن پورے کر کے وفات پاوے گا اور اس کے مرنے سے پہلے پہلے سب اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ بھی اس کو اللہ کا بندہ اور رسول مان جاویں گے اور اپنی بداعتقادی اور اختلافات سے جن پر بناء بدظنی یا حسن ظن قائم ہیں باز آجاویں گے اور وہ مسیح اللہ کا قیامت کے دن اس پر ان کی شہادت دے گا۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

آیۃ لیؤمنن بہ کی تفسیر

’’وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیداً‘‘ اس حصہ آیت کی مزید تشریح کے لئے جو کچھ مفسرین نے بیان کیا ہے،ہم نقل کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ مرقوم ہے:

’’وذهب جماعة من اهل التفسیر الیٰ ان الضمیر یرجع الیٰ عیسٰی علیہ السلام وهو روایة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ایضاً والمعنی وما من احد من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ بعیسٰی قبل موت عیسٰی وذالک عند نزوله من السماء فی اٰخرالزمان فلا یبقی احد من اهل الکتاب بین الااٰمن بعیسٰی حتی تکون الملة واحدة وهی ملة الاسلام قال عطاء اذا نزل عیسٰی الی الارض لا یبقی الیهودی ولا نصرانی ولا احد یعبد غیراللہ الا اٰمن بعیسٰی انه عبداللہ وکلمته ویدل علی صحة هذا القول ما روی عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً مقسطاً فیکسرالصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبله احد. زاد فی روایة وحتی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرة اقرأو ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمن به قبل موته. الایة‘‘

نزول مسیح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آیت کلام اللہ سے استدلال

یعنی مفسرین کی ایک جماعت یہی کہتی ہے کہ آیت کلام اللہ میں قبل موتہ یعنی اس کی موت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت مراد ہے اور یہی روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور معنی اس کا یہ ہے کہ کوئی بھی اہل کتاب باقی نہ رہے گا مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان (عیسیٰ علیہ السلام) کی موت سے پہلے ایمان لے آوے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ آپ آخر زمانہ میں آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اس وقت کوئی اہل کتاب باقی نہ رہے گا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آوے گا اور دنیا بھر میں ایک ہی مذہب یعنی دین اسلام ہوجاوے گا۔ کہا عطاء نے بھی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تب کوئی یہودی اور

عیسائی وغیرہ باقی نہ رہے گا مگر آپ پر ایمان لے آوے گا کہ آپ اللہ کے بندے ہیں (خدایا خدا کا بیٹا نہیں ہیں نہ آپ مولود ناجائز ہیں) اور اس کے کلمہ ہیں اور اس قول کی صحت پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو راویت کی گئی ہے (صحیحین میں)۔

مسیح موعود کے چند فرائض

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اترے گا تمہارے بیچ میں ابن مریم درآں حالیکہ وہ حاکم ہوگا انصاف والا پس توڑے گا صلیب کو اور قتل کرے گا خنزیر کو اور معاف کردے گا جزیہ اور خرچ کرے گا مال اس قدر کہ نہ قبول کرے گا اس کو کوئی اور ایک روایت میں یہ اور ہے کہ ایک سجدہ کی قدر دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگی۔

(یہ حدیث بیان کر کے صحابی رسول اللہ ﷺ کے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو راوی اس حدیث کے ہیں اس نزول عیسیٰ علیہ السلام پر اس آیت کو دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ) اگر تم کو اس نزول عیسیٰ علیہ السلام میں شک ہو تو اس شک کو دور کر کے اس کی تصدیق میں اس آیت کلام اللہ کو پڑھ لو جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ''وان من اھل الکتاب الالیؤمنن بہ قبل موتہ الخ ''یعنی بیشک کوئی اہل کتاب باقی نہ رہے گا۔ مگر اس مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے پہلے اس پر ایمان لے آوے گا گویا وہ آنے والا مسیح جس کا ذکر کلام اللہ کی آیت میں ہوا ہے وہ وہی ہے جو بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آیا اور بموجب اس حدیث کے اسی مسیح علیہ السلام کے آنے کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے۔

اس مقام پر یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ بموجب قواعد عربی کے ''لیؤمنن'' جو بلام تاکید با نون تاکید ثقیلہ بیان کیا گیا ہے۔ یقیناً اور تاکیداً فعل مستقبل کے لئے مستعمل ہے جس کا معنی ہے ضرور ضرور ایمان لاوے گا، آنے والے زمانہ میں اور فاعل اس کا اہل کتاب ہے اور متعلق اس کا ''بہ'' جس کی ضمیر راجع ہے طرف عیسیٰ علیہ السلام کے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ پس معنی آیت کے یوں ہوئے کہ ''نہیں کوئی اہل کتاب مگر ضرور ضرور ایمان لے آوے گا۔ بعد نزول اس آیت کے آنے والے زمانہ میں ساتھ اس عیسیٰ ابن مریم کے پہلے موت اس عیسیٰ علیہ السلام کے جب کہ وہ آخر زمانہ میں قریب قیامت کے آسمان سے نازل ہوگا۔ بہرحال

تعلق ان امور کا جو اس آیت میں مذکور ہیں نزول آیت کے بعد آنے والے زمانہ سے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلے نزول اس آیت کے وقوع میں نہیں آئی۔

مسیح موعود وہی ہے جو بنی اسرائیل میں رسول ہوکر آیا

پھر اس مقام پر یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ باوجود اس قدر بیّن شہادت کے بعض لوگوں نے برخلاف مفہوم اس حدیث کے اس سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام جن کے نازل ہونے کی نبی کریم ﷺ نے بشارت دی ہے وہ نہیں ہیں جو بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوکر آئے تھے اور جن پر الہامات کا مجموعہ انجیل اتری تھی۔ بلکہ ان کے مثیل ہوں گے اور اسی امت محمدیہ میں سے ہوں گے۔

پس جواباً عرض ہے کہ اوّل تو اس استدلال پر کوئی بیّن شہادت قائم نہیں ہے۔ بلکہ اس سے ان دلائل قویہ قرآنیہ وحدیثیہ کا انکار لازم آتا ہے جو حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کے (جو بنی اسرائیل میں سے تھے) تشریف لانے پر صریح اور صاف طور پر دلالت کرتی ہیں۔ (کما مر بیانہ وسیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ)

دوسرے یہ کہ الفاظ حدیث پر غور کرنے سے تو یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ ''وہ مسیح علیہ السلام اسرائیلی نہیں ہے بلکہ اس کا مثیل ہے'' حالاں کہ الفاظ حدیث شریف کے صاف دلالت کر رہے ہیں کہ ''ینزل فیکم ابن مریم'' یعنی وہ مسیح جو حضرت مریم کا بیٹا ہے وہی تم میں نازل ہوگا اور یہی نہیں بلکہ راوی اس حدیث کے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس نزول ابن مریم علیہما السلام پر اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں جو کلام اللہ میں خاص حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام اسرائیلی کے بارے میں ہے کہ: ''وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته''

شاید ہمارے معترض صاحب اس مقام پر بھی یہ ہی خیال کرتے ہوں گے کہ کلام اللہ میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام اسرائیلی کا مذکور نہیں ہے بلکہ مثیل مسیح علیہ السلام کا ہے۔ اگر نہیں تو پھر جب کہ اسی آیت کی تفسیر میں ایک صحابی رسول اللہ کے بیان کے مطابق یہ حدیث نبوی اسی مسیح ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں ہے جو بنی اسرائیل میں سے تھا گویا آپ ارشاد نبوی کی ترجمانی کرتے ہیں تو اب اس کے ماننے میں کیوں لیت ولعل اور چوں وچرا کی جاتی ہے۔

تیسرے یہ کہ اکثر احادیث نبویہ صریح الدلالت موجود ہیں کہ آنے والا مسیح وہی ہے

جو بنی اسرائیل میں مبعوث ہوا تھا جس کا نام عیسیٰ اور جس کا لقب تھا مسیح اور بیٹا تھا مریم کا اور جس کا دوسرا لقب تھا روح اللہ اور جو بحیثیت رسول اللہ ہونے کے بھائی تھا حضرت محمد رسول اللہ کا۔

اب ہم نہیں خیال کر سکتے کہ باوجود اس قدر صریح اور صاف اوصاف بیان کئے جانے کے پھر بھی وہ مسیح علیہ السلام اسرائیلی نہ ہو بلکہ اس کا مثیل ہی رہے اور خاص کر ایسی حالت میں جب کہ یہی تمام اوصاف آنے والے مسیح علیہ السلام کے بارے میں بھی نام بنام آچکے ہوں۔

ازروئے انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی

چوتھے یہ کہ ازروئے بیان اناجیل کے بھی بزبان مسیح علیہ السلام یہی ثابت ہوتا ہے کہ قریب قیامت کے آنے والا مسیح علیہ السلام وہی مسیح اسرائیلی ہے۔ چنانچہ (انجیل متی کے چوبیسویں باب) میں ہے:

’’اور یسوع ہیکل سے نکل کر جارہا تھا کہ اس کے شاگرد اس کے پاس آئے تاکہ اسے ہیکل کی عمارتیں دکھائیں۔ اس نے جواب میں ان سے کہا۔ کیا تم ان سب چیزوں کو نہیں دیکھتے؟ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے گا اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آکر بولے۔ ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی؟ اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا؟ الخ‘‘

دیکھئے اس سے کس قدر کھلے الفاظ میں مسیح علیہ السلام اسرائیلی ہی کا دوبارہ دنیا میں آنا اور قیامت کا نشان ہونا مذکور ہے۔

اسی کی تائید میں ایک حدیث نبوی سے شہادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی

پانچویں یہ کہ ایک حدیث میں خود حضرت مسیح علیہ السلام اسرائیلی کی زبانی ہی جناب رسول خدا ﷺ نے ان کا تشریف لانا بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ (مسند امام احمد ج اوّل ص ۳۷۵) میں ہے:

’’عن ابن مسعود عن النبی ﷺ قال لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ قال فتذاکروا امر الساعۃ فردوا امرھم الیٰ ابراھیم فقال لا علم لی بھا فردوا الامر الیٰ موسیٰ فقال لا علم لی بھا فردوا الامر الیٰ عیسیٰ فقال اما وجبتھا فلا یعلمھا احد الا اللہ ذالک وفیما عھد الیّ ربی عزوجل ان الدجال خارج قال ومعی قضیبان فاذارانی ذاب کما یذوب

الرصاص قال فیهلکه الله. الخ‘‘

یعنی روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ملاقات کی میں نے معراج کی شب میں حضرات ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے پس انہوں نے قیامت کے بارے میں آپس میں چرچا کیا۔ اوّل سب نے حضرت ابراہیم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ (یعنی یہ کہ کب وہ قائم ہوگی) پھر سب نے حضرت موسیٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر سب نے حضرت عیسیٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ’’اس کے واقع ہونے کی بابت تو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا ہے۔ ہاں جن باتوں کا اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عہد و پیمان ہو چکا ہے (یعنی علامات قیامت) وہ یہ ہیں کہ دجال نکلے گا اور اس وقت میرے پاس دو تیز تلواریں ہوں گی۔ سو وہ مجھے دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح کہ رانگ یا سیسہ پگھلتا ہے اور فرمایا کہ آخر کار اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے گا۔

پس اس حدیث شریف سے گویا دوہری شہادت پائی جاتی ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ حضرت مسیح علیہ السلام کا بذات خود بیان ہے اور راوی اس کے جناب سرور عالم ﷺ ہیں۔ دوسری یہ کہ جناب رسول خدا ﷺ خود بھی اس کو تصدیقاً بیان فرماتے ہیں۔ گویا آپ کا منشاء بھی امت کو اسی امر کی تلقین کرنا ہے کہ آنے والا مسیح علیہ السلام وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلی ہے جو اللہ کا رسول ہو کر آیا تھا۔ ورنہ لازم آوے گا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے آسمان پر شب معراج میں بجائے مسیح علیہ السلام اسرائیلی کے کسی مثیل مسیح علیہ السلام سے ملاقات کی تھی اور یہ سراسر عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔

مخالفین کا غلط استدلال حدیث ’’و امامکم منکم‘‘ سے اور اس کا جواب

اور ایک حدیث جس کو بعض لوگ اس امر کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ ’’آنے والا مسیح وہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نہیں ہے جو بنی اسرائیل میں خدا کی طرف سے رسول ہو کر آیا تھا بلکہ اس کا مثیل ہے اور وہی امام وقت ہوگا اور امت محمدیہ میں سے ہوگا۔ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے:

’’قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم‘‘ یعنی رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمان کہلانے والو تمہارے کیسی حالت

ہو جاوے گی جب کہ ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور وہ تمہارا امام ہے جو تم سے ہی ہوگا۔

جواباً گزارش ہے کہ اس حدیث کے بیان کرنے میں بہت کچھ خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ ہرگز ہرگز معنی اور مطلب اس حدیث کا یہ نہیں ہے جو بیان کیا گیا ہے۔ الفاظ حدیث کے صاف صاف اپنے مفہوم پر دلالت کر رہے ہیں۔ اس میں کسی تصنع اور بناوٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ لفظی معنی حدیث کا یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کس طرح ہوگے تم جب کہ نازل ہوگا ابن مریم تمہارے بیچ میں اور امام تمہارا تم ہی میں سے ہوگا۔

غور کیجئے! اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ ''وہ (عیسیٰ) تمہارا امام ہے جو تم سے ہی ہوگا۔ بلکہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جس وقت مسیح علیہ السلام نازل ہوگا اس وقت امت محمدیہ کا امام انہیں میں سے ایک شخص ہوگا۔ مسیح علیہ السلام ان کا امام نہیں ہوگا۔

گویا اس حدیث نے دو شخصیتوں کو الگ الگ بتلا کر ان لوگوں کا منہ بند کر دیا ہے جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ ''آنے والا مسیح علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہوگا اور وہی امام مہدی ہوگا۔'' چنانچہ شخصیت مسیح علیہ السلام پر دلالت کرنے والا لفظ ''ابن مریم'' خود روایت میں موجود ہے اور امام کی شخصیت علیحدہ ثابت کرنے والا لفظ اسی روایت میں حرف عطف ''واؤ'' کے بعد ہے یعنی ''امامکم منکم'' اور یہ ثابت کرتا ہے کہ ایک شخص تو تم میں نزول کرے گا گویا وہ پہلے سے موجود نہ ہوگا اور دوسرا شخص تمہارے بیچ میں پہلے سے موجود ہوگا یعنی تمہارا امام جو تم ہی میں سے ہوگا۔

دوسرے یہ کہ الفاظ ''تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔'' صاف دلالت کرتے ہیں کہ آنے والا مسیح علیہ السلام امت محمدیہ میں سے نہیں ہے۔ پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ وہ مسیح علیہ السلام اسرائیلی جس کا لقب تھا روح اللہ اور نام تھا عیسیٰ علیہ السلام اور جو بیٹا تھا حضرت مریم علیہا السلام کا۔

مسیح موعود حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں

چنانچہ ہم اپنے بیان کے ثبوت میں ایک اور حدیث نہایت واضح الفاظ میں بیان کرتے ہیں جس میں جناب رسول خدا ﷺ نے آخر زمانہ کی نزاکت کا بیان کر کے (کیوں کہ اس وقت میں دجال جیسے اخبث واکذب واشرّ کا خروج اور اہل عالم خصوصاً مؤمنین کی ابتلاء ومصیبت کا وقت ہوگا) فرمایا:

’’ثم ینزل عیسٰی فینادی من السحر فیقول یاایھاالناس ما یمنعکم ان تخرجوا الی الکذاب الخبیث فیقولون ھٰذا رجل حیّ فینطلقون فاذاھم بعیسٰی علیہ السلام فتقام الصلٰوۃ فیقال له تقدم یا روح اللّٰہ فیقول یتقدم امامکم فلیصل بکم فاذا صلوا صلوٰۃ الصبح خرجوا الیه فحین یراہ الکذاب ینماث کما ینماث الملح فی الماء فیمشی الیه فیقتله‘‘

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اس وقت نماز صبح کی اذان دی جاوے گی (گویا وہی آپ کے نزول کا وقت ہوگا) یا یوں کہئے کہ آپ بوقت سحر ہی لوگوں کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ اے لوگو! تم کو اس کذاب (دجال) کی طرف نکلنے سے کیا چیز مانع ہے (یعنی تم نکل کر اس سے جنگ کیوں نہیں کرتے) وہ لوگ یہ آواز سن کر کہیں گے کہ یہ پکارنے والا تو کوئی قبیلہ ہی کا آدمی ہے۔

پس وہ جاویں گے تو کیا دیکھیں گے کہ یہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں (قبیلہ کا آدمی نہیں ہے) پھر نماز صبح قائم کی جاوے گی تو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کریں گے کہ اے روح اللہ آپ آگ بڑھئے (یعنی آپ امامت کرائیے تو آپ جواب دیں گے کہ چاہئے کہ تمہارا امام ہی آگے بڑھے اور وہی تم کو نماز پڑھاوے۔ پس جب وہ نماز صبح پڑھ چکیں گے تب اس (دجال) کے طرف نکلیں گے (تاکہ اس سے جنگ کریں) وہ کذاب جب آپ کو دیکھے گا تو اس طرح گھلنے لگے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھلتا ہے۔ آپ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) اس کے طرف جاویں گے اور اس کو قتل کردیں گے۔ (مختصر کنز العمال ج۶ ص۴۹)

مسیح موعود نہ تو مثل مسیح ہیں نہ امام مہدی

اسی طرح ایک اور روایت میں اس سے بھی صاف اور کھلے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ آنے والا مسیح عیسیٰ ابن مریم اور امیر المؤمنین مہدی علیہما السلام جدا جدا دو شخصیتیں ہیں۔ چنانچہ الفاظ حدیث طویل کے یہ ہیں:

’’قیل فاین العرب یومئذ قال ھم قلیل وجلھم ببیت المقدس وامامھم رجل صالح فبینما امامھم قد تقدم یصلی بھم الصبح اذ نزل علیھم عیسٰی ابن مریم الصبح فرجع ذالک الامام ینکص یمشی

القهقری لیتقدم عیسٰی فیضع عیسٰی یده بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانها لک اقیمت فیصلی بهم امامهم. الخ‘‘

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے دجال کا اور اس کے فتنوں کا ذکر کیا تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس دن عرب لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بہت کم ہوں گے اور اکثر ان کے بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا امام (امیرالمؤمنین) ایک نیک بخت آدمی ہوگا۔

پس ایک روز وہ ان کے آگے ہوکر ان کو صبح کی نماز پڑھاتا ہوگا کہ یکا یک ان پر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام صبح کے وقت نازل ہوں گے تو وہ امام (یہ معلوم کر کے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئے) الٹے پاؤں (مصلّے پر سے) پیچھے ہٹنے لگے گا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں (اور ان کو امامت کرادیں) تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اس امام کے شانوں کے بیچ میں رکھ دیں گے (تا کہ اس کو پیچھے نہ ہٹنے دیں) پھر اس امام سے کہیں گے کہ تو ہی آگے بڑھ اور نماز پڑھا۔ کیوں کہ نماز کی تکبیر تو تیرے ہی واسطے کہی گئی ہے۔ پس لوگوں کو ان کا امام ہی نماز پڑھاوے گا۔ اس کے بعد آپ اپنے اس فرض منصبی یعنی قتل دجال کی طرف متوجہ ہوں گے اور بالآخر اس کو ہلاک کر کے چھوڑیں گے۔

پس ان صاف اور صریح دلائل سے یہ ظاہر ہوگیا کہ آنے والا مسیح وہی عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہے جو پہلے بنی اسرائیل میں رسول ہوکر آیا و نیز یہ کہ وہ مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اور امیرالمؤمنین امام مہدی دو جدا جدا شخص ہیں اور قتل دجال حضرت عیسیٰ کے دست مبارک سے وقوع میں آوے گا۔ علیٰ ہذاالقیاس!

مسیح موعود کی چند اور علامتیں

علاوہ ان امور کے جو حضرت مسیح کے متعلق حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں اوپر مذکور ہوئے چند اور امور ہیں جن پر توجہ کرنا نہایت ضروری امر ہے۔ چنانچہ امام مسلم اپنی صحیح میں حسب ذیل روایت کرتے ہیں:

’’قال رسول اللہ ﷺ ولتترکن القلاص فلا یسعی علیها ولتذهبنّ الشحناء والتباغض والتحاسد الخ‘‘ یعنی آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرماویں گے تو اس وقت اونٹنیاں چھوڑ دی جاویں گے پس ان پر کوئی سواری نہ کرے گا اور بخیلی اور عداوت اور باہمی حسد جاتا رہے گا۔

یہ حدیث شریف بھی اس امر کی مزید تائید کرتی ہے کہ ابھی تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دنیا میں نہیں ہوا۔ کیوں کہ جن امور کا دفعیہ اور انسداد آپ کی تشریف آوری پر منحصر ہے ہنوز وہ دنیا میں قائم ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اونٹنیاں دنیا کے اکثر مقامات میں عموماً اور سفر حجاز میں خصوصاً بدستور کام میں لائی جارہی ہیں۔ لوگ ان پر سواری بھی کرتے ہیں اور ان سے باربرداری کا کام بھی لیتے ہیں۔

حجاز ریلوے کے انسداد میں حکمت

خدا کی شان دیکھو، حجاز ریلوے جس کی بڑی شدومد کے ساتھ تیاریاں ہورہی تھیں اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے نہایت سرگرمیوں کا اظہار ہر چہار سمت سے ہورہا تھا۔ وہ دمشق سے چل کر مدینہ منورہ تک پہنچ بھی گئی۔ مگر اب چوں کہ اس کا ایک قدم بھی آگے بڑھنا ان اونٹوں کی جو خصوصیت کے ساتھ اور بکثرت سفر حجاز میں کام میں لائے جاتے ہیں راہ مارتا تھا۔ لہٰذا دیکھو شان باری کہ جونہی مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کی طرف ریلوے لانے کا ارادہ ہوا کہ یکایک اس میں رکاوٹیں پیدا ہوگئیں اور عرصہ سے یہ مرحلہ طے نہیں ہونے پاتا ہے۔

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ اس میں بھی قدرت خداوندی جلوہ دکھا رہی ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ بمصداق اس حدیث نبوی مذکورہ بالا کے ہنوز اونٹوں کے بیکار ہونے کا وقت نہیں آیا۔ پس تاوقتیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نہ ہو، دنیا میں اونٹوں کی بیکاری کے سامان مکمل نہیں ہوسکتے۔ چوں کہ مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ کے درمیان کا راستہ خصوصیت کے ساتھ بذریعہ اونٹوں کے طے کیا جاتا ہے اور خاص کر ایام حج سے قبل اور بعد تو ان کی اشد ضرورت مسافرین کو لاحق ہوتی ہے۔ لہٰذا نہ صرف ملک حجاز میں بلکہ دنیا کے ہر حصہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول تک کچھ نہ کچھ اونٹوں کا استعمال باقی رہے گا۔

اور جوں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اللہ تعالیٰ غیب سے اسی وقت کوئی نہ کوئی ایسے سامان مہیا کردے گا کہ یکلخت دنیا سے اونٹوں کا استعمال موقوف ہوجاوے گا اور یہ وہ زبردست نشان ہے جس کے وسیلہ سے دنیا ایک سچے مسیح موعود علیہ السلام کو جھوٹے مدعیوں

سے تمیز کر سکتی ہے۔

رہی بخیلی اور بغض وعداوت اور حسد سو یہ بات ہم علانیہ اور بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ ان کا بھی بازار آج کل نہایت گرم ہے۔ تینوں امور روز افزوں ترقی پر نظر آرہے ہیں۔ لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ حسب ارشاد نبوی ﷺ جب تک نزول مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ظہور میں نہ آوے گا یہ تمام باتیں برابر دنیا میں قائم رہیں گی اور آپ کی بدولت اللہ تعالیٰ دنیا کو ان کی آلائش سے پاک وصاف فرماوے گا اور تبھی دنیا عدل وانصاف سے معمور ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قتل دجال مسیح موعود کا اہم فرض

امام مسلم ایک اور حدیث اسی مضمون کی روایت کرتے ہیں جس سے بھی قتل دجال حضرت مسیح علیہ السلام کا فرض ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ روایت یہ ہے:

’’**عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ یخرج الدجال فیمکث اربعین. لا ادری اربعین یوماً او شهراً او عاماً فیبعث اللہ عیسیٰ ابن مریم کانه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلکه ثم یمکث فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة. الخ رواه مسلم**‘‘ یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ نکلے گا دجال تو وہ بمقدار چالیس کے ٹھہرے گا۔ (راوی کو شک ہے کہ آں حضرت ﷺ نے) مجھے نہیں معلوم چالیس دن فرمائے یا چالیس مہینے یا چالیس برس۔ غرض کہ وہ ضرور نکلے گا۔ تب اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا ہو بہو عروہ بن مسعود (صحابی) سے ملتے ہوئے ہوں گے۔ پس آپ (مسیح) دجال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے۔ پھر آپ سات برس تک اور ٹھہریں گے تب لوگوں کی اصلاح کی یہ حالت ہو جاوے گی کہ کسی جگہ باہمی دو شخصوں میں بھی عداوت باقی نہ رہے گی۔

پس اس حدیث شریف سے بخوبی واضح ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا اس وقت ہوگا جب کہ دجال دنیا میں خروج کرے گا اور آپ ہی کے دست مبارک سے اس کی بربادی عمل میں آوے گی۔ گویا یہ بہت ہی بڑا اور زبردست کام ہوگا جو حضرت مسیح علیہ السلام کے ذریعہ سے ظہور میں آوے گا۔

اس پر انجیل سے شہادت

حواریان مسیح میں سے پطرس رسول بھی مسیح کی آمد کا نشان یہی ظاہر کرتا ہے کہ آں جناب کے نزول فرمانے سے پہلے ایک مخالف مسیح نہایت سرکش اور بے دین کا ظہور میں آنا نہایت ضروری ہے اور اس سے غالباً اس کی مراد دجال ہے۔ کیوں کہ وہ باتیں جو اس نے اس کے بارے میں بیان کی ہیں ان میں سے اکثر وہی ہیں جو بموجب احادیث نبی اکرمﷺ کے دجال میں پائی جاویں گے۔ چنانچہ پطرس رسول اپنے دوسرے خط میں جو تھلنیکیوں کے نام ہے اس کے دوسرے باب میں حسب ذیل رقم کرتا ہے:

''اے بھائیو! ہم اپنے خداوند یسوع مسیح علیہ السلام کے آنے اور اس کے پاس اپنے جمع ہونے کی بابت تم سے درخواست کرتے ہیں کہ کسی روح یا کلام یا خط سے جو گویا ہماری طرف سے ہو یہ سمجھ کر کہ خداوند کا دن آپہنچا ہے۔ تمہاری عقل دفعۃً پریشان نہ ہوجائے اور نہ تم گھبراؤ۔ کسی طرح سے کسی کے فریب میں نہ آنا۔ کیوں کہ وہ دن نہیں آئے گا جب تک پہلے برگشتگی نہو اور وہ گناہ کا شخص یعنی ہلاکت کا فرزند ظاہر نہ ہو مخالفت کرتا ہے اور ہر ایک سے جو خدا یا معبود کہلاتا ہے اپنے آپ کو بڑا ٹھہراتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے مقدس میں بیٹھ کر اپنے آپ کو خدا ظاہر کرتا ہے۔

کیا تمہیں یاد نہیں کہ جب میں تمہارے پاس تھا تو تم سے یہ باتیں کہا کرتا تھا۔ اب جو چیز اسے روک رہی ہے تاکہ وہ اپنے خاص وقت پر ظاہر ہو اس کو تم جانتے ہو۔ کیوں کہ بے دینی کا بھید تو اب بھی تاثیر کرتا ہے۔ مگر اب ایک روکنے والا ہے اور جب تک وہ دور نہ کیا جائے روکے رہے گا۔ اس وقت وہ بے دین ظاہر ہوگا جسے خداوند یسوع اپنے منہ کی پھونک سے ہلاک اور اپنی آمد کی تجلی سے نیست کرے گا اور جس کی آمد شیطان کی تاثیر کے موافق ہر طرح کی جھوٹی قدرت اور نشانوں اور عجیب کاموں کے ساتھ اور ہلاک ہونے والوں کے لئے ناراستی کے ہر طرح کے دھوکے کے ساتھ ہوگی۔ اس واسطے کہ انہوں نے حق کی محبت کو اختیار نہ کیا جس سے ان کی نجات ہوتی۔ اسی سبب سے خدا ان کے پاس گمراہ کرنے والی تاثیر بھیجے گا تاکہ وہ جھوٹ کو سچ جانیں اور جتنے لوگ حق کا یقین نہیں کرتے بلکہ ناراستی کو پسند کرتے ہیں وہ سب سزا پائیں۔''

ان آیات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی دوبارہ تشریف آوری کے خاص خاص نشانات ہیں جن کا ظہور میں آنا ضروری ہے کیوں کہ جب تک وہ ظہور میں نہ آویں گے، آپ کی تشریف آوری بھی نہ ہوگی۔ چنانچہ تاریخی حیثیت سے اور واقعات کی بناپر غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو امور آپ کی آمد ثانی کے نشان ٹھہرائے گئے ہیں تا حال ان کا ظہور دیکھا یا سنا نہیں گیا۔

پس جب کہ تا حال ان امور کا وقوع میں آنا ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا ہنوز آپ کی تشریف آوری کا انتظار باقی ہے جب ان امور کا ظہور ہوگا اسی وقت آپ بالضرور رونق افروز ہوں گے۔ یہ ایک بڑے معرکہ کی بات ہے جس پر غور کرنے سے آمد مسیح علیہ السلام کا مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔ بشرطیکہ انصاف اور طلب صادق دل میں جاگزیں ہو۔

ایک عقدہ کا حل

ایک اور عقدہ جو اس خط کے ملاحظہ سے حل ہوتا ہے قابل غور ہے۔ جس کی طرف راقم خط پطرس رسول نے اپنے مسیحی بھائیوں کو خاص طور پر توجہ دلائی ہے اور اس سے میری مراد وہ دو امور ہیں جو خط کے شروع میں تحریر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ مرقوم ہے:

’’اے بھائیو! ہم اپنے خداوند یسوع مسیح علیہ السلام کے آنے اور اس کے پاس اپنے جمع ہونے کی بابت تم سے درخواست کرتے ہیں۔‘‘

اس عبارت میں بتلائے ہوئے یہ دو امور ہیں ایک تو حضرت مسیح علیہ السلام کا آنا دوسرے مسیحیوں کا اس کے پاس جمع ہونا۔ چنانچہ پہلے امر کی نسبت تو ہم نے اوپر ذکر کردیا۔ رہی دوسری بات سو یہ اسی طرف اشارہ کرتی ہے جس کے بابت قرآن مجید میں مرقوم ہے کہ:

’’وان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته ‘‘یعنی اس مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب اس پر ایمان لے آویں گے گویا سب ایک ہی بات اور ایک ہی عقیدہ پر متفق ہوجاویں گے اور یہی مطلب ہے اہل کتاب کے مسیح علیہ السلام کے پاس جمع ہونے کا۔ یعنی وہ اپنے تمام اختلافات جو نہ صرف ان کی تفریق کا باعث بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام سے دوری کا سبب بن رہے ہیں۔ یکلخت دور کردیں گے اور یہ بموجب عقیدۂ حواریان مسیح علیہ السلام اور حسب تعلیم اسلام اسی وقت ہوگا۔ جب کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لاویں گے۔

حدیث نبوی: میرا بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور اس کا فرض

لہٰذا اب آپ کے زندہ اور صحیح وسالم آسمان پر اٹھائے جانے اور قریب قیامت کے دوبارہ زمین پر نزول فرمانے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ ہم اس مدّعا کو ثابت کرنے اور منکرین پر حجت قائم کرنے کے لئے ایک اور روایت صریح الفاظ میں لکھتے ہیں۔ جس میں حضرت ابن عباسؓ نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے اور اس زمانہ کے لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''قال رسول اللہ ﷺ فعند ذلک ینزل اخی عیسٰی ابن مریم من السماء علی جبل افیق اماما هادیاً وحکماً عدلاً علیه برنس له مربوع الخلق اصلت سبط الشعر بیده حربته لیقتل الدجال الی قوله ویؤمن به اهل الارض ویکون الناس اهل ملة واحده'' (مختصر کنز العمال ص۶ ص۵۶)

یعنی فرمایا جناب رسول اکرم ﷺ نے تب میرا بھائی عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا ایک اونچے پہاڑ پر درآں حالیکہ وہ امام ہوگا ہدایت والا اور حاکم ہوگا منصف اور وہ باران کوٹ پہنے ہوگا، قد درمیانہ ہوگا، کشادہ پیشانی اور لمبے بالوں والا اور اس کے ہاتھ میں ہتھیار ہوگا جس سے وہ دجال کو قتل کرے گا (یہاں تک کہ فرمایا) اور ایمان لے آویں گے ساتھ اس کے تمام زمین والے اور لوگ ایک ہی دین والے ہوجاویں گے۔

اس حدیث شریف سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ آنے والا مسیح وہی عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہے جو پہلے دنیا میں رسول ہوکر قوم بنی اسرائیل میں آیا تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا ہے اسی لئے آپ نے اس کو اخی عیسیٰ ابن مریم فرمایا اور اس سے آیت ''**بل رفعه الله الیه**'' کا معنی بھی ظاہر ہوگیا۔ کیونکہ جب وہ دوبارہ زمین پر نازل ہوگا وہ نزول اس کا آسمان سے ہوگا جس کے لئے حدیث شریف میں لفظ من السماء موجود ہے اور نیز معنی آیت ''**وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته**'' کے بھی واضح ہوگئے۔ کیونکہ الفاظ حدیث کے ''**ویؤمن به اهل الارض ویکون الناس اهل ملة واحدة**'' صاف دلالت کرتے ہیں کہ تمام اہل زمین جن میں اہل کتاب وغیرہم سب شامل ہیں۔ اپنے اپنے بدعقائد سے تائب ہوکر ایک ہی دین اور مذہب پر ہوجاویں گے۔

معترضین کا ایک مغالطہ بابت فوقیت مؤمنین کے کافرین پر اور اس کا جواب

باقی رہی یہ بات جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت ’’وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ‘‘ سے اگر یہ مانا جاوے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لاویں گے اور ان پر تمام اہل کتاب ایمان لے آویں گے تو اس سے کلام اللہ کی دوسری آیت کا خلاف لازم آتا ہے جس میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

’’وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الٰی یوم القیامۃ‘‘ یعنی اے عیسیٰ میں فوقیت دوں گا ان لوگوں کو جنہوں نے تیری تابعداری کی ان لوگوں پر جنہوں نے تیرا انکار کیا قیامت کے دن تک تو اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے اور منکر دونوں گروہ قیامت تک رہیں گے۔ اگر منکر سارے مان جاویں گے تو پھر قیامت تک فوقیت منکروں پر کے کیا معنی؟‘‘

پس جواباً گزارش ہے کہ ایسے لایعنی اعتراض کرنے والے یا تو اپنی عدم واقفیت کی بنا پر یا دیدہ ودانستہ لوگوں کو مغالطہ دینے کی غرض سے اپنے خیالات کے واہی طومار باندھا کرتے ہیں تاکہ بندگان خدا ان کے دام تزویر میں پھنس جاویں۔ حالاں کہ اگر بغور دیکھا جاوے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان ہر دو آیات میں کوئی تناقض یا خلاف نہیں ہے۔

دیکھئے پہلی آیت میں صاف اہل کتاب کے ایمان لے آنے کا ذکر ہے اور معترض صاحب ’’سارے منکر مان جاویں گے۔‘‘ کہہ کر مغالطہ دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ہر دو آیات میں تناقض ظاہر کیا ہے اور یہ دیانت سے بالکل بعید ہے۔ پس جب کہ پہلی آیت میں صرف اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے ایمان لانے کا ذکر ہے تو دوسرے قسم کے منکرین اسلام مشرکین بت پرست یا مجوس یا قوم آریہ یا بدھ یا سکھ وغیرہ وغیرہ صدہا قسم کے اہل مذہب ولامذہب لوگ جو اس وقت موجود ہوں گے ان کے ایمان لانے کا اس میں ذکر نہیں ہے تو اگر ان لوگوں پر حضرت مسیح کے ماننے والوں کو قیامت تک غلبہ رہا تو اس سے کون سی بات مانع ہوسکتی ہے اور ہر دو آیات میں کیا تناقض لازم آتا ہے۔

حالاں کہ اس دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ مذکور ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام سے بذات خود ان کی دنیا میں موجودگی کی حالت میں کیا گیا تھا کہ جو لوگ بھی خواہ ان کے

روبروخواہ ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اپنے عقائد شرکیہ وکفریہ سے تائب ہوکر حسب تعلیم مسیحی ان کے تابع فرمان ہوجاویں گے۔ حتیٰ کہ بعد بعثت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بموجب بشارات مسیحی کے سچے مسلمان محمدی ہوجاویں گے تو ان کو بفضلہ تعالیٰ تمام مشرکین وکافرین وملحدین پر قیامت تک غلبہ عطا کئے جانے کی بشارت دی جاتی ہے۔ یہ بشارت نہ صرف چندروز بلکہ ابدی ہے۔

پس اگر بمصداق آیت اوّل کے حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی تک (کیوں کہ وہ علامات قیامت میں سے ہے اور دنیا کے خاتمہ کے قریب ہے) جو اہل کتاب بصدق دل حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آویں گے تو کیا وہ اس بشارت کے مستحق نہیں ہوسکیں گے؟ اور کیا اللہ تعالیٰ ان کو باقی ماندہ منکرین اسلام پر غلبہ عطا نہیں کر سکے گا؟ ہم تو کہتے ہیں کہ کرے گا اور ضرور کرے گا کیوں کہ یہ وعدۂ خداوندی ہے جو ضرور پورا ہوکر رہے گا۔

اور اگر بموجب مفہوم اس حدیث مذکورہ بالا کے کہ ’’ویؤمن بہ اھل الارض‘‘ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام پر نہ صرف اہل کتاب بلکہ تمام اہل زمین ایمان لے آویں گے اور کوئی کافر زمین پر باقی نہ رہے گا تو بھی ہم تو یہی کہیں گے کہ اس پچھلی آیت کا اس سے تعارض نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ اس کی عین تصدیق ہوگی۔ کیوں کہ درحقیقت تو مقابلہ ایمان اور کفر کا ہے۔ فرض کروجب جملہ اہل زمین ایمان لے آئے اور کفر دنیا سے معدوم ہوگیا حتیٰ کہ قیامت تک کوئی کافر ہستی وجود میں نہ آئی تو اس سے بڑھ کر اور کیا اہل ایمان کو غلبہ حاصل ہوسکتا ہے کہ ان کے دلائل حقہ قویہ نے اہل کفر کے دلائل باطلہ ضعیفہ کو پنپنے نہ دیا بلکہ اس قدر پامال اور پست حال کردیا کہ گویا ان کی ہستی ہی کو دنیا سے معدوم کر دیا۔

اب گو کوئی کافر دنیا میں موجود نہ بھی ہوتا ہم دلائل ایمانیہ کا دلائل کفریہ کو ابھرنے نہ دینا ہی اہل ایمان کے اہل کفر پر غلبہ اور فوقیت کا نشان ہے ماسوا اس کے اس مقام پر ایک اور نکتہ قابل غور ہے۔ دیکھئے الفاظ حدیث ’’ویؤمن بہ اھل الارض ویکون الناس اھل ملۃ واحدۃ‘‘ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام پر تمام اہل زمین ایمان لے آویں گے اور لوگ سارے ایک ہی دین ومذہب پر ہوجاویں گے۔ گویا ’’اھل الارض‘‘ کی تفسیر الناس ہے جس سے انسان مراد ہیں۔ لہٰذا معنی یہ ہوا کہ تمام انسان ایمان لے آویں گے۔

پس ظاہر ہوگیا کہ قوم جن اس خصوصیت میں داخل نہیں ہے چوں کہ بعثت نبی

اکرم ﷺ کی نہ صرف قوم انسان بلکہ قوم جن کی طرف بھی ہے۔ لہٰذا جس قدران میں سے اسلام لے آئے یا آئندہ لاویں گے فبہا اور جس قدران میں سے شیاطین الجن کے زمرہ میں رہیں گے جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’واذقلنا للملائکة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن ففسق عن امر ربه افتتخذونه وذریته اولیاء من دونی وهم لکم عدو ‘‘یعنی اور جب کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے سجدہ کروآدم کے پس سجدہ کیا انہوں نے مگر ابلیس جو قوم جن سے ہے اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ سو کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست پکڑتے ہو۔ حالاں کہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔

لہٰذا یہ قوم حدیث مذکورہ بالا ’’ویکون الناس اهل ملة واحدة‘‘ کے ضمن میں نہیں آسکی ہے۔ پس یہ قوم جن جو کافر اور فاسق ہوں گے اور حسب ارشاد باری ’’وهم لکم عدو‘‘ کے جملہ اہل اسلام کے و نیز جملہ اہل کتاب کے جو حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آویں گے یا یوں کہئے کہ جملہ اہل زمین مومن و مسلم کے مدمقابل ہوں گے تو ان شاء اللہ غلبہ اہل اسلام ہی کو ہوگا اور شیطان نافرمان سراسر مغلوب ہوگا اور خسران پاوے گا۔

پس ہر دو آیات کلام اللہ کی بخوبی تصدیق ہو جاوے گی کہ جب تمام اہل کتاب یا یوں کہئے کہ تمام لوگ اہل زمین حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آویں گے اور سچے مسلمان بن جاویں گے تب اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ایمانی دشمن شیاطین الجن کافرین و فاسقین پر غلبہ بھی عطا فرماوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

اسی طرح ایک اور اعتراض کا جواب بابت عداوت اہل کتاب

اسی طرح یہ آیت بھی اعتراض میں پیش کی جاتی ہے جس میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

’’فاغرینا بینهم العداوة والبغضاء الیٰ یوم القیامة ‘‘اور ایک آیت میں ہے ’’والقینا بینهم العداوة والبغضاء الیٰ یوم القیامة ‘‘یعنی ہم نے یہود ونصاریٰ کے درمیان قیامت تک عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے بلکہ ان کے دلوں میں گاڑ دی ہے۔ پس اگر سارے یہود ایمان لے آئے تو پھر مخالفت نہ رہی (گویا اس پہلی آیت ’’وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به الخ‘‘ میں اور ان ہر دو آیات مذکورہ بالا میں تناقض لازم آیا)

سو جواباً عرض ہے کہ اگر یہ بنظر غائر دیکھا جاوے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان میں تناقض ہرگز نہیں ہے۔ کیوں کہ مؤخر الذکر ہر دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک بدیہی بات کا اظہار کیا ہے یعنی پہلی آیت ’’**فاغرینا**‘‘ میں تو اللہ تعالیٰ نے قوم نصاریٰ کی باہمی عداوت کا ذکر کیا ہے اور پچھلی آیت ’’**والقینا**‘‘ میں قوم یہود کی باہمی عداوت کا ذکر کیا ہے۔ یعنی یہ کہ نصاریٰ آپس میں یک دل اور متحد و متفق کبھی نہ ہوں گے۔ اسی طرح یہودی آپس میں یک دل اور متفق و متحد کبھی نہ ہوں گے۔

پس تا قیامت ان کی دلی عداوت بھڑکتی رہے گی اور اگر بموجب خیال معترض کے مانا جاوے تو بھی ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ بھی آپس میں ہرگز متفق اور متحد ہو کر نہیں رہ سکیں گے۔ مثلاً ایک شخص سالومن جب تک یہودی ہے ضرور ہے کہ وہ قوم نصاریٰ سے عداوت رکھے گا۔ اسی طرح ایک شخص جوزف جب تک عیسائی ہے ضرور ہے کہ وہ قوم یہود سے عداوت رکھے گا اور وہ عداوت ان ہر دو کے دل سے کوئی شے زائل نہیں کر سکتی ہے اور یہ قانون قیامت تک جاری رہے گا۔ کوئی قوت اس قانون کو توڑ نہیں سکتی۔

اب کہئے کہ وہی دونوں شخص سالومن اور جوزف جن میں بحالت یہودیت وعیسائیت کے دلی اتفاق واتحاد ناممکن تھا۔ اگر بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہو کر بمصداق آیت کریمہ ’’**وکنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا**‘‘ کے دلی دوست اور بھائی بھائی ہو گئے تو کون امر مانع ہو سکتا ہے اور کیوں کر اس سے آیت کلام اللہ کا خلاف لازم آتا ہے اور یہی مفہوم ہے اس تفسیر کا جو ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

’’**فلا یبقیٰ احد من اھل الکتابین الا اٰمن بعیسٰی حتی تکون الملة واحدة وھی ملة الاسلام**‘‘ یعنی کوئی اہل کتاب باقی نہ رہے گا مگر حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آوے گا اور ان سب کا دین و مذہب ایک ہی ہو جاوے گا یعنی دین اسلام اور چوں کہ اس وقت وہ یہود اور نصاریٰ کے حکم سے خارج ہو جاویں گے۔ لہٰذا آیات مؤخر الذکر کے تحت سے بھی نکل جاویں گے۔

البتہ حکم ہر دو آیات کا بدستور قائم ہے اور تا قیامت قائم رہے گا یعنی جب تک یہودی اور عیسائی اس دنیا میں قائم ہیں ان کی باہمی عداوت بھی قائم رہے گی مگر جب وہ زمرہ اسلام میں داخل ہو جاویں گے تو ان کی یہ عداوت بھی محبت اور الفت میں مبدل ہو جاوے گی

اور حکم آیت کا ان پر جاری نہ ہوگا گو اپنے مقام پر بدستور قائم ہو۔ پس نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا برحق ہے اور ان پر جملہ اہل کتاب کا ایمان لانا یقینی ہے۔

لفظ نزول کا استعمال

ہاں ہمارے بعض بھائی کہا کرتے ہیں کہ لفظ نزول کا یہی مطلب نہیں ہے کہ کوئی چیز آسمان سے اترے بلکہ اس کے استعمالات پر نظر کرنے سے اس کے کئی معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً اترنا آسمان سے یا کسی بلند مقام سے یا مہیا ہونا اسباب ضروریات کا مثلاً خوراک وپوشاک وغیرہ یا پیدا ہونا جانوروں کا یا پیداوار کسی چیز کی زمین سے یا مبعوث ہونا رسولوں کا یا کسی منزل میں مسافر کا پہنچنا اور ٹھہرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام امور کی نسبت ہم مختصراً عرض کرتے ہیں کہ برادران! آپ کا فرمانا بجا ہے، لفظ نزول کئی معنی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر فرمائیے کہ کیا آپ ہر ایک معنی کو ہر ایک موقع پر استعمال کریں گے یا جس موقع پر وہ استعمال ہوا ہے حسب قرینہ اسی کے مناسب اس کا معنی لیں گے۔ غالباً یہی پچھلی بات آپ کے نزدیک بھی قابل تسلیم ہوگی۔

پس اس لحاظ سے جب کہ بموجب آیات کلام اللہ واحادیث رسول اللہ وتفاسیر مفسرین ومحدثین واقوال ائمہ دین کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بجسم حیات آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہو چکا اور قریب قیامت کے آپ کا دوبارہ نزول فرمانا ٹھہر چکا تو پھر اس اجماعی قرینہ کی بنا پر اس لفظ نزول کا معنی حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں آسمان سے اترنا مستعمل ہوا تو اس میں کیا قباحت لاحق ہوئی بلکہ یہ تو عین ایمان اور اسلام کی بات ہے۔ ماسوا اس کے آپ اس سے یوں بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ آپ کے پیش کردہ معانی میں بھی تو سب سے پہلا معنی آسمان سے یا کسی بلند مقام سے اترنا مرقوم ہے تو پھر آپ کو اس کے تسلیم کر لینے میں چون وچرا کیوں؟ خاص کر ایسی حالت میں جب کہ اس کے واسطے قرائن صارفہ آیات کلام اللہ واحادیث رسول اللہ ﷺ واجماع امت موجود ہیں اور قیاس بھی ان کے منافی نہیں ہے۔

امام شعرانی کا استدلال

امام عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب ''**الیواقیت والجواهر فی بیان عقائد الاکابر**'' (ج دوم بحث ۶۵ ص ۲۹۱،۲۹۲) پر لکھتے ہیں:

’’اگر تو سوال کرے کہ عیسیٰ کے نزول پر قرآن سے کیا دلیل ہے تو جواب یہ ہے کہ اس کے نزول پر دلیل یہ آیت ہے ’’**وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته**‘‘ یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوگا اور اہل کتاب اس پر اکٹھے ہوں گے اور معتزلہ وفلاسفہ ویہود ونصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے آسمان کی طرف جسم کے ساتھ اٹھائے جانے کا انکار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں فرمایا ہے ’’**وانه لعلم للساعة**‘‘ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نشانی ہے قیامت کی اور قراء نے لفظ ’’**علم**‘‘ عین اور لام کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور ضمیر (انہ) کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے۔

حق بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور ایمان لانا ساتھ اس کے واجب ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ’’**بل رفعه الله اليه**‘‘ ابوطاہر قزوینی نے کہا ہے کہ جان لو عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان میں جانے کی کیفیت اور ان کے اترنے اور آسمان میں ٹھہرنے کی کیفیت اور کھانے پینے کے سوا اس قدر ٹھہرنا یہ اس قبیل سے ہے کہ عقل اس کے جاننے سے قاصر ہے اور ہمارے لئے اس میں بجز اس کے کوئی راستہ نہیں کہ ہم اس کے ساتھ ایمان لاویں اور اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کو تسلیم کر لیویں۔

اگر کوئی سوال کرے کہ اس قدر عرصہ تک کھانے پینے سے بے پروا رہنا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ’’**وما جعلنا هم جسداً لا يأكلون الطعام**‘‘ یعنی نہیں کیا ہم نے نبیوں کو ایسا جسم کو نہ کھانا کھاویں تو جواب اس کا یہ ہے کہ طعام کھانا اس شخص کے لئے ضروری ہے جو زمین میں ہے کیوں کہ اس پر ہوا گرم وسرد غالب ہے۔ اس کا کھانا پینا تحلیل ہو جاتا ہے۔ جب پہلی غذا ہضم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اور غذا اس کے بدلے میں عنایت کرتا ہے۔

کیوں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی یہی عادت ہے لیکن جس شخص کو آسمان کی طرف اٹھا لیوے اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو اپنی قدرت سے لطیف اور نازک کر دیتا ہے اور اس کو کھانے پینے سے ایسا بے پروا کر دیتا ہے۔ جیسے اس نے فرشتوں کو اس سے بے پروا کر دیا ہے۔ پس اس وقت اس کا کھانا تسبیح ہوگا اور اس کا پانی تہلیل ہوگا جیسا کہ آں حضرت ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ یا رسول اللہ آپ بے کھائے پیئے پے در پے روزے رکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو اجازت نہیں دیتے (کہ ہم بھی روزے وصال کریں) فرمایا۔ میں اپنے رب کے پاس

رات گزارتا ہوں، میرا رب مجھ کو کھانا دیتا ہے اور پانی پلاتا ہے (مختصراً) پس جب یہ بات ممکن ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمانوں میں تسبیح وتہلیل کی غذا ہو تو کیا بعید ہے۔ واللہ اعلم!

ایک اور آیت حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بارے میں

دوسری آیت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بارے میں ہے، یہ ہے:

’’قال اللہ تعالیٰ: اذ قال اللہ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطهرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیه تختلفون‘‘ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو فوت کرنے والا یا یوں کہئے کہ قبض کرنے والا ہوں یعنی تجھ کو اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں اور (اس طرح) تجھ کو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو کافروں پر قیامت تک غلبہ عطا کرنے والا ہوں۔ پھر آخر کار تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اس وقت میں تمہارے تمام اختلافات اور جھگڑوں کا فیصلہ کروں گا۔

اس آیت سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا کی طرف اٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رفعت ایک وعدۂ ربانی ہے جو حضرت عیسیٰ سے ان کی زمین پر موجودگی کی حالت میں کیا گیا تھا اور جس کا ایفاء آیت ’’**بل رفعه اللہ الیه**‘‘ نے ثابت کر دکھایا۔ پس جو معنی رفعت کے آیت ’’**بل رفعه اللہ الیه**‘‘ میں لئے گئے اور تفاسیر اور احادیث نبوی سے ثابت کئے گئے وہی معنی اس فقرہ ’’**ورافعک الیّ**‘‘ میں لئے جاویں گے۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا زندہ اور صحیح وسالم آسمان پر اٹھایا جانا اور جس طرح اس آیت ’’**وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته**‘‘ سے حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر نزول فرمانے کے بعد وفات پانے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ انہی معنی میں اس آیت ’’**انی متوفیک**‘‘ سے وفات مسیح مراد لی جاوے گی ورنہ ہر دو آیات کلام اللہ میں بجائے مطابقت کے مخالفت لازم آوے گی اور یہ بات از روئے عقیدۂ اسلامی کے کلام ربانی کی شان کے خلاف ہے۔

چوں کہ آیت مذکورہ میں لفظ ’’متوفیک‘‘ متنازعہ فیہ ہے۔ لہٰذا اس مقام پر اس کے متعلق بحث کرنی ضروری ہے۔ چنانچہ یہ لفظ مادہ ’’وفــــی‘‘ سے بنا ہے جو کئی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اوّل معنی ہیں دینا، ادا کرنا، پورا کرنا۔ اس پر محاورہ عرب ہے ’’الکریم اذا وعد وفی‘‘ یعنی سخی آدمی جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے۔ دوسرے معنی میں ہے ’’اوفٰی‘‘ یعنی پورا کر دیا جس طرح کلام اللہ میں ہے ’’اوفوا بعهدی اوف بعهد کم‘‘ یعنی تم پورا کرو عہد میرا تو میں پورا کروں عہد تمہارا۔

تیسرے معنی میں ہے ’’توفی‘‘ پورا لے لیا یا قبضہ میں کر لیا یا موت دی یا نیند میں کر دیا۔ چنانچہ محاورہ عرب ہے ’’توفیت مالی‘‘ یعنی پورا لے لیا میں نے یا قبضہ میں کر لیا میں نے مال اپنا۔ اسی طرح کلام اللہ میں ہے ’’اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتها والّتی لم تمت فی منامها‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ ہی قبضہ میں کر لیتا ہے جان کو وقت موت اس کی کے (گویا موت دیتا ہے) اور فوت کر لیتا ہے اس کو وقت نینداس کی کے (گویا نیند میں کر دیتا ہے)

مذکورہ بالا بیان سے اس لفظ کی حقیقت اور اس کے مختلف معانی سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہتی جہاں تک دیکھا گیا مفسرین نے بھی ان معانی کی تصدیق اور تائید کی ہے۔ چنانچہ کمالین، حاشیہ جلالین میں زیر بحث ہے ’’التوفی هو القبض‘‘ یعنی لفظ توفی کے معنی ہیں قبضہ میں کر لیا۔ پھر مثال لکھتے ہیں ’’یقال وفانی فلان دراهمی‘‘ یعنی کہا جاتا ہے کہ دیئے مجھ کو فلاں شخص نے میرے درہم ’’واوفـــانـــی‘‘ اور پورے دیئے اس نے مجھ کو ’’وتوفیتها منه‘‘ اور میں نے اس سے پورے لے لئے یا قبضہ میں کر لئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ حسب قرینۂ کلام اسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے جو مناسب حال ہو۔ ہر جگہ اس سے ہر ایک معنی نہیں لیا جاتا۔ پس جب کہ آیات زیر بحث ’’یاعیسٰی انی متوفیک یا فلمّا توفیتنی‘‘ پر غور کرتے ہیں تو ان کے یہی معنی بموجب تیسرے محاورہ کے ظاہر ہوتے ہیں۔

اوّل پورا لے لینا اور قبضہ میں کر لینا، دوسرے موت دینا، تیسرے نیند میں کر دینا یعنی یہ کہ خدا نے حضرت عیسیٰ کو (بمع روح اور جسم کے) پورا لے لیا اور قبضہ میں کر لیا یا ان کو نیند میں کر دیا یا موت دی اور انہی معنی کی تعیین میں آج علماء اسلام میں نہ صرف اختلاف بلکہ مخالفت برپا ہے۔ افسوس وہ اپنا فرض بھولے ہوئے ہیں اور نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ نے

ہمارے تنازعات کے تصفیہ کے لئے کلام مجید کو نازل کر دیا ہے جس میں صاف مرقوم ہے:

''فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ''یعنی جب کسی امر میں تنازعہ واقع ہو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیرو۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

''فلاوربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجاً مماقضیت ویسلموا تسلیما ''یعنی اے محمد (ﷺ) تیرے رب کی قسم ہے کہ یہ لوگ ہرگز ایمان دار نہ بنیں گے جب تک کہ تجھ کو اپنے جھگڑوں میں منصف نہ گردانیں پھر جو کچھ تو فیصلہ دیوے اس سے وہ اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور اس کو خوش دلی سے تسلیم نہ کر لیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان دار ہونے کے لئے یہ تین شرطیں ہیں (۱) حضرت رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام اختلافات مذہبی میں منصف ماننا (۲) آپ کے صادر کئے ہوئے فیصلہ سے تنگدل اور ناخوش نہ ہونا (۳) اس فیصلہ کو نہ صرف زبانی تسلیم کرنا بلکہ نہایت خوشی اور فراخ دلی سے عمل میں بھی لانا۔

پس بموجب ہر دو آیات مذکورہ بالا کے ہر مومن مسلمان کا فرض یہی ٹھہرتا ہے کہ اس مسئلہ متنازعہ فیہا میں بھی بجائے اقوال الرجال کی پیروی کے انہی معانی اور مطالب پر اعتماد کریں۔ جن کا ماخذ ہو کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ۔ چنانچہ معانی الفاظ ''متوفیک'' اور ''توفیتنی'' کے بموجب تفسیر آیت مذکورہ بالا کے وہی قابل اعتماد ہیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بجسد عنصری آسمان پر اٹھایا جانا پھر قریب قیامت کے آسمان سے نزول فرمانا اور اپنی زندگی کے بقیہ دن پورے کر کے وفات پانا قائم رہے کیوں کہ یہ سب امور تفاسیر کلام اللہ احادیث رسول اللہ سے بدلالت بیّنہ ثابت ہیں۔

اسی بنا پر بموجب محاورہ عرب کے کہ پورا لے لیا اور قبضہ میں کر لیا یا نیند میں کر دیا یا موت دی۔ ان میں سے اسی معنی کو ہم اختیار کریں گے جو حسب قرینہ آیات واحادیث قائم ہوں۔ ورنہ ان میں باہمی مطابقت نہ رہے گی۔ چنانچہ اس کی مفصل بحث ہم اوپر بیان کر چکے۔

علاوہ اس کے ہم اس مقام پر بقرینۂ تفسیر مذکورہ بالا کے ''رافعک الیّ'' کو بذریعہ حرف تفسیر ''واؤ'' کے ''متوفیک'' کی تفسیر بھی مان سکتے ہیں۔ یعنی کہہ سکتے ہیں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے عیسیٰ! میں فوت کرنے والا ہوں یا یوں کہئے کہ قبضہ میں کرنے والا

ہوں تجھ کو اس طرح کہ اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف الخ اور یہ معنی بھی بالکل مطابق نہ ہوں گے مفہوم کلام اللہ واحادیث رسول اللہ ﷺ کے۔

بحث در بارہ متوفیک معنی توفی پر بعض الناس کا اصرار غلط ہے اور سورہ انعام رکوع ۷ آیت ۵ کے خلاف ہے

بعض لوگ جو مدعی ہیں اس امر کے کہ فعل توفی کا فاعل جب کہ اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول کوئی ذی روح تو اس کے معنی سوائے موت کے دوسرے نہیں ہوتے اور اس دعوے پر ان کو بڑا ناز اس بات کا ہے کہ اس کے برخلاف اگر دنیا بھر کی کتابیں چھان ماریں تو بھی کسی نظیر کا قائم کرنا اور ان کے دعوے کو توڑنا محال ہے۔

یہ ہم نے مانا کہ پابندی قواعد ادبیہ کی ان کو ایسا کہنے پر مجبور کرتی ہے تو بھی ہم عرض کرتے ہیں کہ اس پر ان کے اصرار کرنے کی ہم کو کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی ہے۔ کیوں کہ اوّل تو ان کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ امر متنازعہ فیہ محض قواعد عربیہ سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ ایک شرعی مسئلہ ہے۔ لہٰذا ہم اس میں قواعد عربیہ کو اسی حد تک مان سکتے ہیں، جہاں تک کہ ہم کو شریعت اجازت دیوے اور جب کہ پابندی قواعد کی ہم کو حد شرعی سے متجاوز کرے تب ہم مجبور ہیں کہ اس کا لحاظ نہ کرتے ہوئے اسی بات کو مقدم سمجھیں جس کی شریعت تعلیم دیتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قواعد عربیہ چوں کہ مخلوق غیر معصوم کے قائم کئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ ہرگز معصوم اور واجب التعمیل نہیں۔ خصوصاً جب کہ وہ کلام خالق یا ارشاد رسول خالق کے متضاد ہوں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے ''**لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**'' یعنی شریعت کے خلاف کسی مخلوق کا حکم نہیں مانا جاسکتا۔

تیسری بات یہ ہے اور قواعد داں حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ قواعد کے اکثر مسائل ایسے ہیں کہ جن میں مستثنیات بھی پائے جاتے ہیں۔ گو وہ مقررہ قواعد کے خلاف ہوتے ہیں تاہم ہر شخص ان کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتا ہے تو پھر کیوں نہیں اسی بنا پر اس لفظ متنازعہ فیہ کو بھی مستثنیات پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ جب کہ قرائن صارفہ یعنی احادیث رسول اللہ واقوال صحابہ وتابعین وائمہ دین اور خصوصاً اجماع امت از اولین تا آخرین حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور

ان کے زندہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے جانے پر صریح الدلالت موجود ہیں تو پھر کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کہ وہ مدعی اپنے بے دلیل دعوے پر مصر رہے اور اپنے اصرار لایعنی کے مقابلہ میں جملہ دلائل مذکورہ بالا کو بالائے طاق رکھ دے۔

بعض الناس کے استدلال سے بھی ہمارا مدّعا خبط نہیں ہوتا

پھر بھی اگر بقول بعض الناس لفظ توفی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہی پر استدلال کیا جاوے تو بھی ہمارا مدّعا خبط نہیں ہوتا۔ کیوں کہ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ ایک نہ ایک دن حضرت عیسیٰ پر بھی موت طاری ہونی ہے تو پھر اس سے انکار کی گنجائش کہاں؟ مگر اب یہ بحث باقی رہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ کی موت اور ’’رفعت الی السماء‘‘ میں مقدم کیا ہے اور مؤخر کیا؟ آیا وفات پانے کے بعد آپ کا آسمان پر اٹھایا جانا یا بغیر وفات پائے زندہ صحیح وسالم آسمان پر اٹھایا جانا۔ پھر بعد نزول کے آسمان سے قریب قیامت کے اپنی زندگی کے بقیہ دن گزار کر وفات پانا۔ سو جہاں تک آیات کلام اللہ واحادیث رسول اللہ سے اس امر کی تفتیش کی جاتی ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مقدم آپ کی رفعت ہے اور مؤخر آپ کی وفات۔ **کما مرّ وسیاتی ان شاء اللہ!**

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور رفعت میں مقدم کیا ہے اور مؤخر کیا

اگر یہ کہا جاوے کہ آیت کلام اللہ میں جو کہ پہلے فقرہ ’’**انی متوفیک**‘‘ مذکور ہے اور اس سے وفات مسیح علیہ السلام پر روشنی پڑتی ہے اس کے بعد ’’**ورافعک الیّ**‘‘ ہے۔ پس اس لحاظ سے وفات پہلے ہونی چاہئے اور رفعت پیچھے۔

سو واضح ہو کہ حسب مفہوم کلام اللہ واحادیث رسول اللہ کے حقیقت واقع یوں ہرگز نہیں ہے۔ کیوں کہ اوّل تو اس سے بعینہ عقیدۂ نصاریٰ کی موافقت لازم آتی ہے اور کلام اللہ واحادیث رسول اللہ کی مخالفت۔ دوسرے یہ کہ اس بات پر اگر از روئے قواعد عربی زبان کے غور کیا جاوے تو ثابت ہوتا ہے کہ جب چند باتیں ایک دوسرے کے بعد بذریعہ حرف عطف ’’واؤ‘‘ کے ایک جملہ میں بیان کی جاویں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اسی ترتیب سے ظہور میں آئے ہوں جس ترتیب سے کہ بیان کی گئیں۔ بلکہ جائز ہے کہ حسب قرینہ ان کے واقع ہونے کی ترتیب اور ہو، اور بیان کی ترتیب اور۔

چنانچہ اس کی صدہا مثالیں اردو اور فارسی اور عربی کے روزمرّہ استعمال میں موجود ہیں، خود کلام اللہ میں ہے کہ ’’واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین‘‘ یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ مل کر رکوع کرو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلے تو نماز کو اکیلے ادا کرلو پھر زکوٰۃ دو اس کے بعد سب مل کر رکوع کرو اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ پھر رکوع تینوں امور یکے بعد دیگرے لازم ملزوم قرار دے لو۔ ورنہ قبول نہ ہوں گے۔ نہیں نہیں بلکہ مطلب تو یہ ہے کہ بموجب ارشاد نبوی کے جس طرح بھی وقت پر کرلو گے فرض ادا ہو جائے گا۔

اسی طرح دوسری آیت میں ہے ’’یٰمریم اقتنی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین‘‘ یعنی اے مریم فرمانبردار ہو جا اپنے رب کے لئے اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔ اس آیت کے بموجب تو یہ لازم آتا ہے کہ پہلے سجدہ ہے اس کے بعد رکوع۔ کیوں کہ آیت میں اسی ترتیب سے مذکور ہے۔ حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عمل اس کے خلاف ہے۔

ایک آیت میں ہے ’’وان من اھل الکتاب لمن یؤمن باللّٰہ واما انزل الیکم وما انزل الیھم‘‘ یعنی بے شک بعض لوگ اہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس چیز پر جو اتاری گئی تمہاری طرف (یعنی قرآن مجید) اور اس پر جو اتاری گئی ان کی طرف (یعنی تورات اور انجیل) اس آیت میں اہل کتاب کا پہلے خدا پر ایمان لانا مذکور ہے۔ پھر قرآن مجید پر پھر تورات اور انجیل پر۔ حالاں کہ واقعہ اس کے خلاف ہے۔ کیوں کہ درحقیقت تو ان کا ایمان پہلے اللہ پر ہے، پھر تورات اور انجیل پر، پھر قرآن مجید پر۔ مگر ترتیب بیان اس کے خلاف ہے۔ اسی قسم کی صدہا مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ مگر بخوف طوالت اسی پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حرف عطف ’’واؤ‘‘ کے ذریعہ سے اگر چند باتیں ایک جملہ میں ذکر کی جاویں تو یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی ترتیب بیان وہی ہو جو ان کی ترتیب واقعہ ہے۔ بلکہ متکلم حسب منشاء خود مجاز ہے کہ ترتیب واقعہ کے مطابق بیان کرے یا خلاف ترتیب، سب درست ہے۔ اسی بنا پر اس مقام پر بھی یہ لازم نہیں آتا کہ بموجب ترتیب الفاظ آیت کے پہلے وفات عیسیٰ علیہ السلام لی جاوے پھر رفعت سمجھی جاوے۔ بلکہ اس کی ترتیب اسی صورت سے لی

جاوے گی جس طرح کہ دوسری آیتوں کے اور حدیثوں کے مطابق ہو اور ان کا خلاف لازم نہ آتا ہو۔

اعتراض: کہ کلام اللہ میں پہلے تو وفات کا ذکر ہے اس کے بعد رفعت کا اور اس کا جواب

اگر آپ کہیں کہ جب کہ پہلی آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بجسد عنصری زندہ اٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے اور وفات اب تک آپ پر طاری نہیں ہوئی تو اس مقام پر پہلے وفات کا اس کے بعد رفعت کا ذکر لانے میں کیا مصلحت ہے؟ کیوں کہ کلام اللہ میں جو بہت ہی بڑا فصیح اور بلیغ کلام ہے واقعات کو اس طرح مقدم ومؤخر بیان کرنا ضرور کسی وجہ خاص اور مصلحت پر مبنی ہے، ورنہ اس کی فصاحت اور بلاغت پر حرف آنے کا خطرہ ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی کلام اللہ تمام عیوب سے پاک ہے اور اس کی فصاحت اور بلاغت میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ پس بیشک اس میں بھی قدرت کاملہ کا کرشمہ اور فصاحت وبلاغت کلام ربانی کا عجیب نمونہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر فرمایا پھر رفعت کا۔ یعنی مقصود اس بیان سے یہ ہے کہ چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بتقاضائے بشریت اپنے اعداء سے ہر وقت خوف جان لاحق تھا اور خاص کر ایسی حالت میں جب کہ وہ آپ کے پکڑنے اور مار ڈالنے کا عزم مصمم کر چکے تھے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی اور تشفی کے لئے اس لفظ کو پہلے ذکر کر دیا تاکہ آپ پر غلبۂ اعداء سے کسی طرح کا خوف وہراس طاری نہ ہو جاوے یعنی فرمادیا کہ اے عیسیٰ تیرے دشمن جو ہر وقت تیری جان کے خواہاں ہیں اور تیرے صلیب دینے کی فکر ہمہ وقت ان کو دامن گیر ہے تو اس سے بالکل پراگندہ دل نہ ہونا بلکہ تسلی رکھنا اور یاد رکھنا کہ یہ ظالم ہرگز ہرگز تجھ پر قابو نہ پاسکیں گے کہ تجھے صلیب دیں بلکہ ہم تجھ کو تیری طبعی موت سے ماریں گے اور اس کا سامان یہ ہوگا کہ فی الحال تو ہم تجھ کو اپنی عجیب حکمت کے ساتھ ان ظالموں کے پنجے سے اس طرح نجات دیں گے کہ زندہ صحیح وسالم بجسد عنصری آسمان پر اپنے پاس اٹھالیویں اور پھر ایک وقت تجھ پر ایسا لاویں گے کہ تو بعد نزول کے زمین پر اپنی طبعی موت سے وفات پاوے گا اور روش کلام اللہ کی بلکہ کل فصحاء کی عموماً ہے کہ کلام تسلی بخش کو پہلے لایا کرتے ہیں۔

چنانچہ آں حضرت ﷺ کے لئے ’’عفا اللّٰہ عنک ‘‘ پہلے لا کر ’لم اذنت لھم ‘‘ کو پیچھے فرمایا یعنی اے محمد ﷺ تم کو خدا نے معاف کیا تم نے ان لوگوں کو جنگ سے بیٹھ رہنے کی کیوں اجازت دے دی؟ اس مقام پر معافی کا ذکر پہلے کر دیا کہ آں حضرت ﷺ کی تسکین خاطر ہو جاوے پھر اجازت دینے پر باز پرس فرمائی۔

اسی طرح اس مقام پر عیسیٰ علیہ السلام کی تسکین اور تسلی کے لئے پہلے ان کی طبعی موت کا ذکر کر دیا اور رفعت کا ذکر پیچھے کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا واقع ہونا بھی اسی مذکورہ ترتیب کے ساتھ ہو۔ برخلاف اس کے اگر حقیقت واقعہ ترتیب بیان کے مطابق ہوتی تو ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ تسکین خاطر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمادیتا جس طرح کہ نبی کریم ﷺ کے لئے فرمادیا کہ: ’’افئن متّ فھم الخالدون ‘‘یعنی کہہ دیا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام یہ صلیب جس سے تو اس قدر خوف زدہ اور پریشان خاطر ہے۔ چوں کہ وہ تیرے گنہگاری کے باعث نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے اور جب کہ مرنا ایک دن ضرور ہے خواہ طبعی موت سے ہو یا صلیب پر۔ پس اگر یہ لوگ تجھ کو قتل کر دیں یا سولی دے دیں تو تو پریشان خاطر نہ ہو ہم تجھ کو اس قتل اور صلیب کا صلہ یہ بخشیں گے کہ اپنے پاس آسمان پر اٹھالیں گے یا تجھ کو مدارج علیا پر پہنچادیں گے۔

پس اس سے معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس اختلاف اور مخالفت کی نوبت نہ آتی۔ مگر یاد رہے کہ اس خیال سے آیت کلام اللہ مذکورہ بالا کی سراسر تکذیب لازم آوے گی اور باہمی آیات قرآنی میں اختلاف ثابت ہوگا جس میں فرمایا کہ ’’وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ ‘‘پس بہرحال یہی ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے سولی نہیں دیئے گئے موت سے دوچار نہیں ہوئے بلکہ زندہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھالئے گئے اور چوں کہ وہ اب تک موت سے بری ہیں۔ لہٰذا اس سے وہ شبہ بھی رفع ہوگیا جو کہ ان کا مزار کشمیر کے قریب بیان کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ یہ خیال سراسر آیات کلام اللہ واحادیث رسول اللہ کے خلاف بلکہ مخالفت پر مبنی ہے۔

آیۃ ’’فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم ‘‘ سے غلط استدلال اور اس کا جواب

نیز بعض لوگوں نے جو آیت کریمہ ’’واذ قال اللہ یٰعیسٰی ابن مریم أانت قلت للناس اتخذونی وامّی الٰھین من دون اللہ. الٰی آخر. وکنت علیہم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علٰی کل شیٔ شھید ‘‘ سے وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر استدلال کیا ہے ان کو جاننا چاہئے کہ یہ آیت ہرگز ہمارے منشاء کے خلاف نہیں ہے۔ ہم کو بھلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے انکار ہی کب ہے۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک دن فوت کرنے والا ہے۔ پھر آیت کو پیش کر کے ہم پر کسی طرح حجت قائم نہیں کی جاسکتی۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اس آیت مذکورہ بالا کے سیاق وسباق پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس میں احوال قیامت کا ذکر ہے اور اس وقت بالاتفاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت وارد ہو چکی ہوگی اور آپ مثل دیگر مخلوق کے میدان محشر میں اللہ رب العالمین مالک یوم الدین کی پیشی میں ہوں گے۔ چنانچہ نفس مضمون آیت کا بھی اسی امر پر روشنی ڈالتا ہے کہ:

’’اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس سے دریافت فرمائے گا کہ اے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا؟ کہ تم مجھ کو اور میری ماں کو خدا کے سوائے معبود ٹھہرا لو۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند تعالیٰ کی تقدیس کرتے ہوئے اس کلمہ شرک سے اپنی بیزاری ظاہر کریں گے اور اسی ضمن میں اپنی وفات کا ذکر لا کر (جس سے وہی مراد ہے جو ہم نے بحث توفی میں اوپر بیان کی) امت کو خداوند کریم کے رحم پر چھوڑ دیں گے۔‘‘

علاوہ اس کے جو احادیث اس آیت کی تفسیر میں پیش کی جاتی ہیں ان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ذکر واقعات قیامت کا ہے یعنی اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام دربار رب العالمین میں یہ جواب عرض کریں گے جو آیت مرقومہ بالا میں مذکور ہوا۔ منجملہ ان کے ایک حدیث یہ ہے:

’’عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال انکم محشورون حفاۃ عراۃ غرلا وان اناسا من اصحابی یوخذبھم ذات الشمال فاقول اصیحابی اصیحابی فیقول انھم لن یزالوا مرتدین علٰی اعقابھم مذفارقتھم فاقول

کما قال العبد الصالح (عیسٰی بن مریم) و کنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم. الخ‘‘ (متفق علیه مشکوٰة)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تحقیق تم میدان محشر میں ننگے پاؤں اور ننگے بدن اور بغیر ختنہ والے اکٹھے کئے جاؤ گے اور تحقیق کچھ لوگ میری امت کے بائیں طرف سے پکڑے جائیں گے تو میں کہوں گا کہ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جب سے تو ان سے علیحدہ ہوا ہے یہ بھی تیرا دین چھوڑتے رہے ہیں، تب میں جواب میں ویسا ہی کہوں گا جیسا کہ نیک بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے (کیوں کہ ان کا جواب بھی تو بروز قیامت ہوگا) کہ جب تک میں ان میں رہا ان کے کرتوتوں کو دیکھتا رہا (کہ کون کون کس کس راہ لگ رہا ہے اور ان کو خدا کا کلام سناتا رہا نہ یہ کہ میں نے ان کو گمراہ اور بے دین نہیں ہونے دیا) اور جب تو نے مجھ کو اپنے قبضہ میں کرلیا یا فوت کرلیا تو پھر تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہی اوپر ہر چیز کے گواہ ہے۔

حضرت مسیح اپنی امت کے نگران کیسے ہوئے؟

دیکھئے اس حدیث سے بھی صاف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ جو مذکور ہوا قیامت کے متعلق ہے اور نیز اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ امت مسیحیہ زمانۂ حیات مسیح علیہ السلام میں گمراہ اور بے دین نہ ہوئی تھی کیوں کہ حضرت مسیح ان پر نگران تھے بلکہ امت کی گمراہی اور بے دینی کو حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا نشان ٹھہرانا یہ ایک بدیہی بات کا انکار اور تکلیف مالایطاق یا یوں کہئے کہ لزوم مالایلزم ہے۔ گویا جس بات کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو مکلّف نہیں ٹھہرایا ہے ان کو خواہ مخواہ اس کا مکلّف ٹھہرایا جاتا ہے اور جو بات خود اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ لازم نہیں کی ہے وہ لازم کی جاتی ہے۔

حالاں کہ کلام اللہ قوم بنی اسرائیل کے کفر کی شہادت دے رہا ہے اور ان کی بے دینی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اقرار کررہا ہے: ’’کما قال اللّٰہ تعالٰی فلمّا احسّ عیسٰی منهم الکفر قال من انصاری الی اللّٰہ‘‘ (آل عمران:۵۲)

ایک جگہ فرمایا: ’’قال الحواریّون نحن انصار اللّٰہ فاٰمنت طائفة من بنی اسرائیل و کفرت طائفة‘‘ (الصّف:۱۴)

پھرفرمایا:''لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علٰی لسان داؤد و عیسی ابن مریم. ذالک بماعصوا وّکانوا یعتدون'' (المائدہ:۷۸)

اسی طرح انجیل مقدس میں بھی نہ صرف عام بنی اسرائیل بلکہ خاص الخاص شاگردان مسیح کی بے ایمانی اور بے اعتقادی کی علانیہ شہادت موجود ہے ملاحظہ ہوں حوالہ جات مندرجہ ذیل:

(انجیل متی: باب۶، آیت۳۰، باب۱۶ آیت۸، باب۱۷ آیت۲۰)، (انجیل مرقس: باب۸، آیت۳۳، باب ۱۶ آیت۱۴)، (انجیل لوقا: باب۱۲ آیت۵۶، باب ۱۷ آیت۵، باب۲۴ آیت۲۵)، (انجیل یوحنا باب۶ آیت۶۴)

جن میں حضرت مسیح نے صاف طور پر کھلے الفاظ میں نہ صرف اپنے عام امتیوں بلکہ خاص شاگردوں کو بے ایمانو! اور بداعتقادو! کے خطاب سے مخاطب کیا ہے۔ پس باوجود اس قدر بیّن ثبوت کے حضرت مسیح علیہ السلام کو ان کا نگران ٹھہرانا اوران کی ایمان داری کا ضامن بنانا اور بروز قیامت ان سے یہ کہلوانا کہ ''اے اللہ جب تک میں ان میں زندہ رہا تب تک تو وہ بے دین نہیں ہوئے تھے۔'' نہایت ظلم اور ایک بدیہی بات کا انکار ہے اور نیز منصب رسالت اورفرائض نبوت کے سراسر خلاف ہے۔

''کما قال اللّٰہ تعالٰی وما نرسل المرسلین الّا مبشرین ومنذرین'' (الانعام:۴۸)

''فھل علی الرسل الّاالبلاغ المبین'' (النحل:۳۵)

''وما جعلناک علیھم حفیظاً وما انت علیھم بوکیل''(الانعام:۱۰۷)

''فذکر انما انت مذکر، لست علیھم بمصیطر'' (الغاشیہ:۲۱،۲۲)

ایک مقام پرخاص شاگردان مسیح ہی اقرارکرتے ہیں کہ:''وما علینا الاالبلاغ المبین'' (یٰسین:۱۷)

خلاصہ ان تمام آیات قرآنی کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا فرض صرف اسی قدر ہے کہ وہ احکام خداوندی مخلوقات کو پہنچاویں، ماننے والوں کواس کی رحمت کی خوشخبری سناویں اور منکروں کواس کے عذاب سے ڈراویں اوربس۔ وہ ان کے داروغہ نہیں کہ زبردستی ان سے منوادیں۔ لہٰذا یہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہی ہمارا ایمان اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ہی بنی اسرائیل اکثر ان پر ایمان نہیں لائے تھے اور جو ایمان لائے تھے وہ بھی بے اعتقاد اور ریاکار تھے۔ (الّا ماشاء اللہ) تو پھر وہ جو کچھ بھی خرابی اور تبدیلی عقائد دینی میں پیدا کر دیں کوئی بعید بات نہیں ہے۔

پھر بھلا حضرت مسیح علیہ السلام اس قدر جانتے ہوئے اور اپنے فرائض کو پہچانتے ہوئے کیوں کر دربار رب العالمین میں عرض کر سکتے ہیں کہ ''اے اللہ! جب تک میں ان میں زندہ رہا تب تک تو وہ بے دین نہیں ہوئے تھے۔'' فافہم وتدبر!

ہاں مطلب آیت کلام اللہ ''**وکنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم**'' **(المائدہ:۱۱۷)** کا یہی ہوسکتا ہے کہ جب تک میں ان میں رہا ان کی کرتوتوں کو دیکھتا رہا (کہ کون کون تو راہ حق اور صراط مستقیم پر چل رہا ہے اور کون کون بے اعتقاد اور ریاکار بن رہا ہے اور حسب حال ان کے نرمی اور گرمی سے ان کو خدا کا کلام سناتا رہا) اور یہی وہ امر ہے جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بروز حشر دربار رب العالمین میں شہادت دیں گے اور یہ شہادت صرف تبلیغ احکام خداوندی کے متعلق ہوگی نہ کہ ان کے ایمان اور اعتقاد کی ذمہ داری کے متعلق جیسا کہ کلام میں تمام انبیاء علیہم السلام کی اس شہادت کی بابت بیان کیا گیا ہے کہ:

''**فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بک علیٰ هؤلاء شهیدا**'' **(النساء:۴۱)**

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بابت خاص طور پر مذکور ہے ''**ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا**'' **(النساء:۱۵۹)**

پس ماسوائے تبلیغ احکام خداوندی کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور کسی بات سے سروکار نہیں اور امت کی دین داری کی ذمہ داری نہ اگلے تمام انبیاء علیہم السلام کے سر پر ہوئی نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سر پر ہوسکتی ہے بلکہ یہ کام خداوند تعالیٰ کا ہے ''**کما فی القرآن انّک لاتهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء الخ**'' **(القصص:۵۶)**

اسی طرح انجیل مقدس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح خود ہی اپنے آسمان پر جانے سے پہلے فرماتے ہیں: ''اے قدوس باپ اپنے اس نام کے وسیلہ سے جو تو نے مجھے بخشا ہے ان کی حفاظت کرتا کہ وہ ہماری طرح ایک ہوں جب تک ان کے ساتھ رہا میں نے تیرے

اس نام کے وسیلہ سے جو تو نے مجھے بخشا ہے ان کی حفاظت کی (یعنی میں ان کو تیرا نام لے کر پاک کلام سنا تا رہا اور اس طرح) میں نے ان کی نگہبانی کی اور ہلاکت کے فرزند کے سوا ان میں سے کوئی ہلاک نہ ہوا۔ تا کہ کتاب مقدس کا لکھا ہوا پورا ہو۔

لیکن اب میں تیرے پاس آتا ہوں اور یہ باتیں دنیا میں کہتا ہوں تا کہ میری خوشی انہیں پوری پوری حاصل ہو۔ میں نے تیرا کلام انہیں پہنچا دیا۔ ملاحظہ ہو (انجیل یوحنا باب ۱۷ آیت ۱۱) اور یہی معنی ہے آیت کلام اللہ ’’**وکنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم. فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علٰی کل شیٔ شہید**‘‘ (المائدہ:۱۱۷) کا انتہیٰ!

مسیح موعود آسمان پر کب تک جلوہ افروز رہیں گے

اب رہی یہ بات کہ وہ کب تک آسمان پر جلوہ افروز رہیں گے اور انجام کار کیا کچھ ظہور میں آنے والا ہے۔ سو اس کی بابت بھی ہم کو کلام اللہ آگاہی بخشتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر رہنا قرب قیامت تک ہے۔ پھر آپ دوبارہ دنیا میں تشریف لاویں گے اور اپنی زندگی کے بقیہ دن گزار کر دنیا سے رحلت فرماویں گے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

’’**ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منہ یصدّون (الٰی قولہ) وانہ لعلم للساعۃ فلما تمترنّ بہا واتبعون ھٰذا صراط مستقیم**‘‘ (الزخرف:۵۷و۶۱)

یعنی جب عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی مثال قرآن پاک میں بیان کی گئی اور ان کا ذکر خیر کلام اللہ میں آیا تو (اے محمد ﷺ) تمہاری قوم تالیاں بجا کر (بڑی حیرت کے ساتھ) کہتی ہے کہ وہ تو ایسے تھے ویسے تھے اور ان سے تو ہمارے معبود اچھے ہیں (پھر ان کا ذکر کلام اللہ میں کیسا؟ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) یہ لوگ بڑے جھگڑالو ہیں اس لئے جھگڑے کی باتیں کرتے ہیں۔ (کیا یہ نہیں جانتے کہ) وہ تو ہمارا ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر اپنا فضل اور انعام واکرام کر کے اس کو بنی اسرائیل کے لئے اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنا دیا ہے اور (ہماری قدرت ایک فرشتہ سیرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر کیا منحصر ہے) اگر ہم چاہیں تو تمام زمین پر فرشتے ہی فرشتے تمہارے جانشین بنا دیویں۔

اور (یہی ایک بات نہیں ہے) بلکہ ہم نے تو اس مسیح کو قیامت کا ایک نشان بھی بنایا ہے سو تم ان باتوں میں شک نہ لاؤ۔ بلکہ جو کچھ ہم نے کہہ دیا ہے اس کو بغیر چون و چرا کے تسلیم

کرلو اور یہی سیدھی راہ ہے۔ یہ آیت شریفہ اپنے معنی ومطلب پر صاف طور پر دلالت کرتی ہے اور کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں ہے۔

مسیح موعود قیامت کا ایک نشان ہیں

خاص بات جس کی طرف توجہ دلانی ہمارا مقصود ہے یہی ہے کہ جس کی نسبت فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ’’وانہ لعلم للساعۃ فلاتمترن بھا ‘‘یعنی مسیح علیہ السلام کو ہم نے بیشک قیامت کا ایک نشان ٹھہرایا سو اس کی اس بات میں اور اس جیسی اور باتوں میں تم مطلق شک نہ لاؤ۔ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہی ظاہر کیا ہے کہ مراد اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قریب قیامت کے نزول فرمانا ہے۔ چنانچہ امام مسلمؒ سے اس بارے میں ہم ایک روایت نقل کرتے ہیں جس سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کا ایک نشان ٹھہرائے گئے ہیں:

’’عن حذیفۃ بن اسید الغفاری قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذکرون قالوا نذکر الساعۃ قال انھا لن تقوم حتی تروا قبلھا عشر اٰیات فذکر الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسٰی بن مریم ویاجوج وماجوج وثلٰثۃ خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرۃ العرب واٰخر ذالک نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرھم. رواہ مسلم (مشکوٰۃ)‘‘

یعنی حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز آں حضرت ﷺ رونق افروز ہوئے اور اس وقت ہم آپس میں کچھ چرچا کر رہے تھے تو آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا چرچا کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا ذکر کررہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ بیشک قیامت ہرگز قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اس کے پہلے یہ دس نشان نہ دیکھ لو۔ پھر آپ نے ان کو گن کر بتلایا:

(۱) دھوئیں کا پھیلنا، (۲) دجال کا خروج کرنا (۳) دابۃ الارض (ایک عجیب الخلقت جانور) کا نکلنا، (۴) مغرب کی جانب سے سورج کا طلوع کرنا، (۵) حضرت عیسیٰ ابن مریم کا نازل ہونا، (۶) یاجوج ماجوج کا خروج کرنا، تین مقامات پر زمین کا دھنسنا،

(۷) ایک ملک مشرق میں، (۸) دوسرے ملک مغرب میں، (۹) تیسرے جزیرہ عرب میں اوران سب کے آخر (۱۰) آگ کا ظاہر ہونا ملک یمن سے جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانک لے جاوے گی۔

پس بموجب اس حدیث شریف کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول فرمانا بھی علامات قیامت میں سے ایک ہے جن کی نسبت آں حضرت ﷺ نے نہایت تاکید کے ساتھ ''انہا لن تقوم'' فرمایا۔ یعنی قیامت ہرگز قائم ہی نہ ہوگی جب تک کہ یہ دس نشان ظاہر نہ ہولیں گے اور از روئے قواعد زبان عرب کے یہ صیغہ یعنی نفی تاکید بلن زمانہ مستقبل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو جو امور اس حدیث میں بعد ذکر کرنے صیغہ ''لن تقوم'' کے مذکور ہوئے وہ سب آں حضرت ﷺ کے اس فرمانے کے بعد ظہور میں آویں گے۔

دوسرے یہ کہ ان سب امور کا تعلق بھی قیامت سے ہے جس کا واقع ہونا یقیناً بزمانہ آئندہ ہے۔ پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ جملہ علامات قیامت مذکورہ فی الحدیث کا وقوع اور ظہور زمانہ آئندہ میں ہوگا۔ مگر قیامت سے پہلے، کیوں کہ وہ وقوعۂ قیامت نہیں ہیں بلکہ علامات قیامت ہیں۔

اس پر انجیل سے شہادت

اگر از روئے انصاف دیکھا جاوے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ خود حضرت مسیح نے ہی اس مقدمہ کا قطعی فیصلہ فرمادیا ہے۔ بشرطیکہ حق بین نگاہیں اور انصاف پسند طبیعتیں اس طرف مائل ہوں۔

انجیل مقدس میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنا آسمان پر سے نزول فرما کر دنیا میں دوبارہ تشریف لانا دنیا کے خاتمہ کا نشان ٹھہرایا ہے بلکہ اپنے نزول فرمانے کے لئے بھی بعض علامتیں بیان کی ہیں۔ لہٰذا جب تک وہ تمام باتیں ظہور میں نہ آلیں گی آپ کا نزول غیر ممکن ہے اور جب تک آپ کا نزول نہ ہوگا دنیا آخر نہیں ہوگی۔

چنانچہ (انجیل متی کا باب۲۴) قابل ملاحظہ ہے جس کے چند اقتباسات حسب ذیل غور طلب ہیں:

''اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد الگ اس کے پاس

آ کر بولے ہمیں بتا کہ یہ باتیں (یعنی بیت المقدس کی تباہی وغیرہ) کب ہوں گی؟ اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا؟ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کردے۔ کیوں کہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ مسیح میں ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تم لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے خبردار گھبرا نہ جانا۔ کیوں کہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا کیوں کہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے۔ لیکن یہ سب مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی۔

(پھر آگے فرمایا) اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہوگی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی نہ کبھی ہوگی اور اگر وہ دن گھٹائے نہ جاتے تو کوئی بشر نہ بچتا مگر برگزیدوں کی خاطر وہ دن گھٹائے جائیں گے۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیوں کہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں۔ دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے۔

(پھر آگے فرمایا) اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہوجائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا (یعنی ان میں کسوف وخسوف کثرت سے ہوگا) اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جاویں گے۔

حضرت مسیح کی آمد جلالی رنگ میں ہوگی

اور اس وقت ابن آدم (مسیح) کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی (یہاں تک کہ فرمایا کہ) آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔‘‘

ان عبارات انجیل کو پڑھ کر حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کا پورا پورا نقشہ ذہن نشین ہوجاتا ہے ونیز یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ آپ کی آمد جلالی رنگ میں ہوگی جس کی نسبت حدیث نبوی ﷺ میں مذکور ہوا ’’حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر

ویضع الجزیة. الخ ’’یعنی حضرت عیسیٰ حاکم عادل ہوکر نازل ہوں گے اور قائلین عظمت صلیب کے دل سے اس کی عظمت کو توڑیں گے و نیز ظاہری حالت میں بھی اس کا نشان مٹا دیں گے۔ اسی طرح حرمت خنزیر دلوں میں بٹھا دیں گے۔ نیز اس کے قتل کا حکم عام صادر فرمادیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس جزیہ موقوف کردیں گے۔

غرض یہ تمام لوازمات حکومت آپ کی جلالت اور اقتدار پر کافی ثبوت ہیں اور ان سب سے بڑھ کر آپ کی عظمت کا یہ نشان ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے دجال جیسے اشرو اکفر کا قتل آپ ہی کے حصہ میں رکھا ہے اور یاجوج ماجوج جیسے اخبث المخلوقات کی تباہی آپ ہی کے عہد میں مقرر فرمائی ہے اور یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ حق طلب اور انصاف پسند طبیعتوں پر سچے اور جھوٹے مسیح علیہ السلام کا فرق ظاہر کردیتی ہیں۔

جملہ اہل حق کا اجماعی عقیدہ

جملہ اہل حق کا عقیدہ یہی ہے کہ نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام بھی منجملہ دیگر علامات قیامت کے ہے اور بموجب فرمان نبی اکرم ﷺ کے اس کا ظہور میں آنا برحق ہے۔ پس اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیوں کہ اس سے تکذیب فرمان نبوی لازم آتی ہے اور تکذیب فرمان نبوی وہ شے ہے کہ اس سے کفر والحاد تک نوبت پہنچتی ہے۔ چنانچہ علامہ تفتازانی شرح عقائد میں لکھتے ہیں:

’’وما اخبربه النبی ﷺ من اشراط الساعة من خروج الدجال ودابة الارض ویأجوج وماجوج ونزول عیسیٰ بن مریم وطلوع الشمس من مغربها حق‘‘ یعنی جس قدر باتیں علامات قیامت کی آں حضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، مثلاً دجال اور دابۃ الارض اور یاجوج وماجوج کا خروج کرنا اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا نزول فرمانا اور سورج کا مغرب کی جانب سے طلوع کرنا یہ تمام باتیں برحق ہیں۔ یعنی سچ مچ ہونے والی ہیں۔ پس باوجود فرمان نبی اکرم ﷺ کے کیوں کر کوئی شخص مومن مسلمان ان کی حقیقت سے انکار کرسکتا ہے اور جو انکار کرے وہ کیوں کر اہل حق میں داخل رہ سکتا ہے۔

آیۃ ’’ویکلم الناس فی المهد وکهلا‘‘ کی تفسیر

ایک اور آیت کلام اللہ میں ہے جس میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کی بابت اشارہ پایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

پیدائش سے پیشتر بشارت دی تھی اس میں بھی ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس خاص صفت کی طرف توجہ دلائی تھی کہ ’’ویکلم النّاس فی المھد و کھلاو من الصالحین‘‘

(آل عمران:۴۶)

(یعنی اے مریم! اللہ تعالیٰ تم کو ایک ایسے بچے کی خوشخبری دیتا ہے جس میں یہ وصف بھی ہوگا) کہ وہ لوگوں سے کلام کرے گا۔ جھولے میں (بطور معجزہ کے) اور ادھیڑ پن کی عمر میں (بطور نشان قیامت کے) اور وہ بڑا ہی نیک بخت ہوگا۔

اس آیت شریفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو موقعوں پر کلام کرنے کا ذکر ہے۔ ایک تو بچپن کی حالت میں جب کہ آپ نے جھولے میں پڑے پڑے بات کی۔ ’’کما فی القرآن المجید فاشارت الیه. قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا قال انی عبداللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیاً الخ‘‘ (مریم:۲۹،۳۰)

یعنی جب حضرت مریم علیہا السلام کو یہودی لوگ لعن طعن کرنے لگے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے سبب سے تو انہوں نے بالقاء ربانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف اشارہ کر دیا (کہ جو کچھ پوچھنا ہو اسی بچہ سے پوچھ لو میرا پیچھا مت لو) تو وہ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایک جھولے میں پڑے ہوئے بچہ سے کس طرح بات کر سکتے ہیں (جو بظاہر ایک ان ہونی بات معلوم ہوتی ہے) ان کا یہ کہنا تھا کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی جھولے میں پڑے پڑے بول اٹھے کہ:

’’میں بھی اللہ کا ایک بندہ ہوں (اس سے ان کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ کہیں تم بغیر باپ کے پیدا ہونے کے سبب سے میری ہستی کو انسانیت سے بالاتر ہستی مت خیال کر لینا بلکہ اور عاجز بندوں کی طرح مجھ کو بھی اللہ کا ایک بندہ ہی سمجھنا) اور اس خیال سے کہ لوگ ان کو بغیر باپ کے پیدا ہونے کے سبب سے نعوذ باللہ من ذالک! ناجائز مولود قرار دیں اور ان کو ان کی والدہ ماجدہ کو مطعون کریں برائۃً فرما دیا کہ تم کس خیال میں ہو! اللہ تعالیٰ نے تو مجھ کو اپنی پاک کتاب (انجیل) عطا فرمائی ہے اور مجھ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی اگر میں خدا نخواستہ ایسا ویسا ہوتا تو اس شرف سے کیوں کر مشرف کیا جاتا۔

پس اس بیان سے آیت مذکورہ بالا کے پہلے حصہ ’’ویکلم الناس فی المھد‘‘ کی پوری پوری تصدیق اور تائید ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جھولے میں پڑے پڑے

اپنی خردسالی کے زمانہ میں کلام کیا اور خدا کا وہ وعدہ جو حضرت مریم علیہا السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بشارۃً کیا گیا تھا پورا ہو گیا۔

اب رہا بیان آیت کے دوسرے حصہ کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام کرنا بھی اپنے اندر خصوصیت لئے ہوئے ہے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے کروڑوں بندے مومن وکافر ہر قسم کے رات دن اپنی ادھیڑ پن کی عمر میں کلام کرتے رہے اور اب کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں کیا خصوصیت۔ مگر نہیں جس طرح کہ آیت کا پہلا حصہ اپنے اندر اعجاز مسیحی کی جلوہ نمائی رکھتا ہے اسی طرح آیت کے دوسرے حصہ میں بھی اعجاز مسیحی کی جھلک پائی جاتی ہے۔

چنانچہ یہ امر قابل غور ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول یہود ونصاریٰ کے صلیب دیئے گئے اور بقول اہل اسلام کے آسمان پر اٹھائے گئے۔ آپ اس وقت تک ادھیڑ عمر کو نہیں پہنچے تھے بلکہ وہ زمانہ آپ کی عین جوانی کا تھا۔ پس اگر اسی پر اکتفا کیا جاوے تو نعوذ باللہ من ذالک آیت شریفہ کے اگلے حصہ کی تکذیب لازم آتی ہے اور وعدۂ خداوندی کا نصف حصہ لغو ٹھہرتا ہے اور یہ ناممکن ہے۔

لفظ کہلاً کا لغوی معنی اور اس پر آیت کلام اللہ سے استدلال

نیز اہل لغت نے لفظ کہلٌ کے معنی لکھے ہیں ’’مرد میانہ سال یعنی نہ جوان باشد نہ پیرا ے میان جوانی و پیری باشد‘‘ مطلب یہ ہے کہ کہل یعنی ادھیڑ پن وہ حصہ عمر کا ہے جب کہ آدمی جوانی اور بڑھاپے کی درمیانی حالت میں ہو گویا جوانی سے تو نکل چکا ہے مگر ابھی پورے طور پر بوڑھا بھی نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا اب یہ دیکھنا چاہئے کہ جوانی کی انتہاء کہاں تک ہے۔ چنانچہ کلام اللہ میں ہے:

’’ولما بلغ اشده واستویٰ اٰتینه حکما وعلما‘‘ (قصص:۱۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا جوان ہو گیا تو ہم نے اس کو حکم اور علم (نبوت) عطا کیا۔ یہ آیت صاف صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوان کامل ہونے پر نبوت عطا کی گئی تھی اور اس کی نسبت مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ’’اشده‘‘ سے مراد تینتیس چونتیس سال کا زمانہ ہے اور ’’استوی‘‘ سے

مراد چالیس سال تک کا زمانہ۔

پس اس آیت کلام اللہ سے بموجب تفسیر مفسرین کے ظاہر ہوگیا کہ انسان کی عین جوانی کی حالت تینتیس چونتیس سال اور انتہائے جوانی چالیس سال ہے اور اسی کی تائید میں ہے ایک اور آیت کلام اللہ کی جس میں بھی صاف صاف انسان کی جوانی کی بابت بیان ہے:

’’حتّٰی اذا بلغ اشدّہ وبلغ اربعین سنۃ‘‘ (احقاف:۱۵)

یعنی جب انسان پہنچا اپنی جوانی کو اور پہنچا چالیس سال کو، گویا اس کی عین جوانی کی حالت تو اشد ہے اور انتہائے جوانی جس کی نسبت اوپر فرمایا تھا ’’استوی‘‘ سو اس کے بجائے اس مقام پر اس کا معنی ہی صاف طور پر فرمادیا کہ ’’اربعین سنۃ‘‘ یعنی چالیس سال اور یہی قوم ہے حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ اور سفیان ثوریؒ کا۔ ملاحظہ ہوں تفاسیر القرآن درالمنثور وفتح البیان وغیرہم۔

پس اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ بعد گزر جانے عمر چالیس سال کے انسان جوانی سے خارج ہوکر ’’کہل‘‘ کی حالت میں آجاتا ہے اور تب ہی وہ ادھیڑ کہلاتا ہے۔ پس بموجب اس کے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تاوقتیکہ اس وعدہ خداوندی کے جو حضرت مریم سے بشارۃً کیا گیا، مصداق ثابت نہ ہوں موت سے بری رہیں اور چونکہ آیات کلام اللہ واحادیث رسول اللہ آپ کے زندہ اور صحیح وسالم آسمان پر اٹھائے جانے پر صریح دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا ضرور ہے کہ آپ ایک بار پھر لوگوں کے بیچ میں آسمان سے نزول فرماویں اور بحالت ادھیڑ پن کے ان سے کلام کریں تاکہ نہ صرف ایفائے وعدۂ خداوندی ظہور میں آوے بلکہ اعجاز مسیحی پھر اپنا جلوہ دکھلاوے۔

ایک اور آیت اسی کی تائید میں اور اس میں دو امر خاص قابل توجہ ہیں

چنانچہ کلام اللہ میں ہے:

’’یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علّام الغیوب. اذ قال اللہ یٰعیسٰی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلٰی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا (الٰی قولہ تعالٰی) واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبیّنٰت فقال الذین

کفروا منهم ان هٰذا الّا سحر مبین'' (المائدہ:۱۰۹،۱۱۰)

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو (قیامت کے دن) تو کہے گا کہ تم لوگ (اپنی اپنی امت کی طرف سے احکام خداوندی کی تبلیغ کا) کیا جواب دیئے گئے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم کو اس کا علم نہیں غیب کی بات تو تو ہی خوب جانتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! میری ان نعمتوں کو یاد کر جو میں نے دنیا میں تجھ پر اور تیری والدہ پر کی تھیں جب کہ تجھ کو روح القدس کے ساتھ مدد دی تھی اور تو لوگوں سے (بطور معجزہ کے) جھولے میں پڑا پڑا کلام کرتا تھا اور (یہی نہیں بلکہ بطور نشان قیامت کے تو نے) ادھیڑ پن میں (کلام کیا) (علیٰ ہذا القیاس بہت سے انعامات کا ذکر کر کے آخر میں فرمایا کہ ایک احسان میں نے یہ بھی کیا کہ) میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے باز رکھا جب کہ تو ان کے پاس کھلی کھلی دلیلیں اور معجزات وغیرہ لے کر آیا تو ان میں سے جو منکر تھے صاف کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

پس ان آیات شریفہ میں کئی امور قابل توجہ کے ہیں:

اوّل یہ کہ جو کچھ ان میں مذکور ہوا وہ بروز قیامت درگاہ رب العالمین میں پیش آنے والے واقعات کا بیان ہے۔

دوم: یہ کہ ان آیات میں یوں تو تمام رسولوں کا ذکر ہے مگر خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کو ذرا واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ اس لئے کہ جہاں اور انبیاء عظام وبزرگان کرام سے احسانات وانعامات الٰہی کی باز پرس بروز قیامت ہوگی وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ان خاص احسانات وانعامات کی جو ان کو بطور معجزہ وخرق عادت کے عطا کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ بروز قیامت علانیہ تمام اولین وآخرین کے روبرو باز پرس فرماوے گا تا کہ عبد اور معبود میں فرق ہو جاوے اور آیۃ ''مٰلک یوم الدین'' کا راز ہر کس وناکس پر منکشف ہو جاوے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جو امور نسبت کئے گئے ہیں ان میں سے اس مقام پر دو امور خاص توجہ کے لائق ہیں۔

پہلا امر

پہلا امر تو وہی جو اوپر بیان کر دیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا حضرت مریم علیہا السلام کو

حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت دینا اور پھر ان کا جھولے میں اور ادھیڑ پن میں لوگوں سے کلام کرنا اور ان آیات مذکورہ بالا سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو منجملہ دیگر احسانات کے یہ دونوں موقعے بھی یاد دلاوے گا کہ ''**یکلم الناس فی المهد وکهلا**'' یعنی اے عیسیٰ تو لوگوں سے جھولے میں کلام کرتا تھا اور ادھیڑ پن میں بھی۔

اس بیان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں موقعوں کا کلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہوا مثل ان دیگر معجزات اور خوارق عادات کے ہے جو آیت میں مذکور ہیں اور اپنے اندر خصوصیت لئے ہوئے ہے۔ ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آوے گی اور ظاہر ہے کہ پہلا حصہ آیت کا یعنی کلام کرنا آپ کا (فی المهد) جھولے میں تو حضرت مریم علیہا السلام کے روبرو ہی ظہور میں آچکا ہے۔ (کمامرّ بیانہ)

باقی رہا دوسرا حصہ یعنی کلام کرنا آپ کا ''**کهلا**'' ادھیڑ پن کی عمر میں۔ سو یہ اب تک ظہور میں نہیں آیا۔ مگر قیامت سے پہلے پہلے ضرور ظہور میں آجاوے گا تاکہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس کے نسبت فرمانا برحق اور بجا ٹھہرے۔

''**کما ذکر فی التفاسیر. وقال الحسن بن الفضل وکهلاً یعنی ویکلم الناس کهلاً بعد نزوله من السماء وفی هذه نص علیٰ انه سینزل من السماء الی الارض ویقتل الدجال**'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر ادھیڑ پن کی عمر میں لوگوں سے کلام کریں گے اور اس آیت میں دلیل ہے اس بات پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

دوسرا امر

دوسرا امر جو منجملہ دیگر احسانات الٰہی کے مذکور ہوا وہ یہ ہے کہ ''**واذ کففت بنی اسرائیل عنک**'' یعنی اللہ تعالیٰ بروز قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرماوے گا کہ اے عیسیٰ! میری اس نعمت کو بھی یاد کر جو میں نے دنیا میں تجھ پر ظاہر کی تھی کہ باز رکھا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے اور اس میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے جو آیۃ کریمہ ''**وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم**'' کی تفسیر میں اوپر بیان کی گیا کہ اعدائے مسیح نے تو ہر چند چاہا کہ آپ کو گرفتار کریں اور سولی دے دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح سالم آسمان پر اٹھالیا اور بنی

اسرائیل کا وار آپ پر چلنے نہ دیا۔

پس ضرور ہے کہ آسمان ان کو لئے رہے تاوقتیکہ وہ وقت جو علم الٰہی میں ان کے لئے مقدر ہے آجاوے۔ چنانچہ بموجب فرمان نبی ذی شان ﷺ کے آپ کی تشریف آوری کا زمانہ قریب قیامت کے ہے۔ اسی لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے منجملہ دیگر نشانات قیامت کے ایک نشان ٹھہرایا ہے اور آپ کی شان میں فرمایا ہے ''وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترنّ بھا'' یعنی وہ عیسیٰ ابن مریم بیشک قیامت کا ایک نشان ہے۔ سوتم اس میں بالکل شک نہ کرو۔

امت محمدیہ کا خاتمہ مسیح کی آمد پر منحصر ہے اور اس پر ایک اعتراض مع جواب

چنانچہ آپ کی تشریف کا وقت ظاہر کرنے کے لئے ہم ایک حدیث بھی نقل کرتے ہیں:

''عن جعفر عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ ﷺ ابشروا ابشروا انما مثل امتی مثل الغیث لایدری اٰخرہ خیرہ ام اوّلہ (الیٰ قولہ) کیف تھلک امۃ انا اوّلھا والمھدی وسطھا والمسیح اٰخرھا ولکن بین ذالک فیج اعوج لیسوا منی ولاانا منھم. رواہ رزین (مشکوٰۃ)''

یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (مختصراً) کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ کس طرح ہلاک ہوگی یہ امت (محمدیہ) جب کہ اس کے اوّل میں میں ہوں اور مہدی اس کے وسط میں ہے اور مسیح اس کے آخیر میں ہے لیکن اس کے درمیان میں ایک گروہ کجرو بھی ہے کہ نہ وہ مجھ میں سے ہیں اور نہ میں ان میں سے ہوں۔ انتہی!

اس حدیث شریف میں حضرت مسیح کی بابت خبر دی گئی ہے کہ امت محمدیہ کے آخر پر ان کی تشریف آوری ہوگی گویا آپ کا نزول فرمانا قیامت کا ایک نشان ہے جو بہرکیف زمانہ آئندہ میں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اس حدیث میں تو صرف ''مسیح'' کا لفظ مذکور ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی کیا تخصیص؟ ممکن ہے کہ ان کے سوائے کوئی اور ذات مراد ہو جو مثیل مسیح ہو یا کوئی اور ہم کہیں گے کہ واہ سبحان اللہ کیا کہنے ہیں آپ کی اس فہم وفراست کے کہ حدیث میں تو لفظ ہے مسیح اور آپ قرار دیں مثیل مسیح یا کوئی اور۔

جناب من اوّل تو اس بیان پر کوئی دلیل قائم ہونی چاہئے تاکہ دعویٰ بے دلیل اور مردود نہ ہو۔ دوسرے بلحاظ قواعد عربی کے اگر خیال کیا جاوے تو لفظ ''مسیح'' سے بموجب

معہود خارجی کے حضرت عیسیٰ ہی کی ذات سمجھی جاتی ہے جس طرح کہ لفظ ''کلیم'' سے حضرت موسیٰ کی ذات اور لفظ ''خلیل'' سے حضرت ابراہیم کی ذات، ہاں اگر لفظ ''مسیح'' سے ماسوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی اور ذات مراد لی جاوے گی تو تمیز کے لئے اس کے ساتھ اس کا نام بھی لیا جاوے گا جیسا کہ ''مسیح الدجال'' وغیرہ۔

تیسری یہ کہ اس مقام پر لفظ ''مسیح'' سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات مراد لینا حسب قرینۂ عقیدہ اسلام کے ہے جو آیت کلام اللہ واحادیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

چند امور متعلقہ مسیح موعود

ونیز ایک روایت میں صاف طور پر ہے ''**عن عبدالله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ ينزل عيسىٰ ابن مريم الى الارض فيتزوج ويولدله ويمكث خمساً واربعين سنة ثم يموت فيدفن معى فى قبرى فاقوم انا وعيسىٰ بن مريم فى قبر واحد بين ابى بكر وعمر. رواه ابن الجوزى فى كتاب الوفاء (مشكوٰة)**''

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اتریں گے زمین کی طرف پھر نکاح کریں گے اور آپ کے لئے اولاد ہوگی اور پینتالیس سال تک زندہ رہیں گے، پھر مریں گے۔ پس میرے ساتھ (پاس ہی) میرے ہی مقبرہ میں دفن کئے جاویں گے۔ سو میں اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام (بروز قیامت) ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان میں۔

اس حدیث شریف سے تمام شکوک رفع ہوجاتے ہیں اور ہر ایک بات صاف صاف ثابت ہوجاتی ہے۔ مثلاً پہلی بات یہ کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں، کوئی اور ذات نہیں ہے۔

دوسری یہ کہ وہ زمین کی طرف نزول کریں گے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل نزول کے وہ زمین پر نہیں۔ اسی لئے وقت معیّن پر زمین کی طرف ان کا نزول ہوگا۔ تیسرے یہ کہ وہ نکاح بھی کریں گے اور ان کے لئے اولاد بھی ہوگی۔ حالاں کہ اب تک ان کا نکاح کرنا اور اولاد ہونا ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے لئے زمانۂ مستقبل ہی ماننا پڑے گا جو بعد اس فرمانے نبی ﷺ کے ہے مگر قیامت سے پہلے پہلے۔

چوتھے یہ کہ پھران کی وفات (موت) ہوگی اور تب آپ مقبرہ نبوی ﷺ میں دفن ہوں گے۔

حرف عطف ’’ف‘‘ اور ’’واؤ‘‘ کے استعمال میں فرق

پس جملہ امور جواس حدیث میں بیان ہوئے ان کا اسی ترتیب سے ظہور ہوگا جس ترتیب سے کہ بیان ہے۔ کیوں کہ بذریعہ حرف عطف ’’ف‘‘ کے بیان کئے گئے ہیں۔ جس کا منشا ازروئے قواعد عربی کے یہ ہے کہ جو بات اس ’’ف‘‘ سے پہلے بیان ہوئی وہ پہلے ہے اور جو بات پیچھے بیان ہوئی۔ وہ پیچھے جیسا کہ اردو زبان میں الفاظ (پھر) یا (تو) یا (سو) بولے جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی کہے ’’میں نے کھانا کھایا پھر پانی پیا‘‘ یا مثلاً علم پڑھو گے تو عزت پاؤ گے۔‘‘ یا مثلاً ’’جوآتا ہے سوجاتا ہے۔

ان تینوں مثالوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کھانا کھانا اور علم پڑھنا اور آنا جو پہلے مذکور ہوئے ہیں ان کا وقوع پہلے ہے اور پانی پینا اور عزت پانا اور جانا جو پیچھے مذکور ہوئے ہیں ان کا وقوع پیچھے ہے۔

اسی طرح فارسی زبان میں ایسے موقع کے لئے لفظ پس یا باز استعمال کئے جاتے ہیں اور عربی زبان میں ’’ف یا ثم‘‘ وغیرہ۔ مگر حرف عطف ’’واؤ‘‘ میں یہ بات نہیں ہے جیسا کہ پہلے ذکر کر دیا گیا ہے۔ اس قاعدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حدیث مذکورہ بالا میں جوامور مذکور ہوئے وہ اسی ترتیب سے واقع ہوں گے جس طرح کہ ذکر کئے گئے ہیں۔

یہاں ایک نکتہ اور قابل غور ہے کہ آں حضرت ﷺ نے جو فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے ہی مقبرہ میں دفن ہوں گے تو معلوم ہوا کہ ان کی وفات اور خصوصاً ان کی تدفین مدینہ منورہ میں واقع ہوگی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہوگی۔ تبھی تو آپ نے مقبرہ کو اپنی طرف منسوب کر کے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دفن ہونا بتلایا، برعکس اس کے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پہلے ہوتی تو اس طرح فرماتے کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقبرہ میں دفن ہوں گا۔

کیوں کہ مقبرہ تو اسی کی طرف منسوب ہوگا جو اس میں پہلے دفن ہوگا۔ مگر اس خیال سے بقول ان لوگوں کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مزار کشمیر کے قریب بتلاتے ہیں یہ لازم

آوے گا کہ (نعوذ اللہ من ذالک) حضرت محمد ﷺ بجائے مدینہ منورہ کے علاقہ کشمیر میں مزار عیسیٰ علیہ السلام میں دفن ہوتے تب یہ حدیث صحیح ٹھہرتی۔ حالاں کہ بموجب مضمون حدیث نبوی کے تو مدفن ہر دو انبیاء کا مدینہ منورہ میں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس میں بعد میں دفن ہوں گے اور یہ بدیہی بات ہے کہ ابھی تک وہ زمانہ نہیں آیا کہ حضرت مسیح موعود آں حضرت ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہوئے ہوں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ آئندہ زمانہ میں ہوں گے۔

نکتہ: بابت تدفین مسیح موعود معترضین کی تنگ دلی

بعض لوگ جو اس حدیث کو روایۃً اور درایۃً صحیح تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ ہم ان سے یہ عرض کرتے ہیں کہ یہ خیال آپ کا سراسر غلطی بلکہ تنگ دلی پر مبنی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب آپ لوگ خود اپنے مدّعا پر استدلال کرنے کے لئے اس حدیث کو پیش کرتے ہیں اور اس کی ضعف روایت پر نظر نہیں کرتے تو آپ کو کیا حق ہے کہ جب آپ کا خصم اس حدیث سے استدلال کرے تو آپ کو اس کا ضعف نظر آجاوے۔

برادرم! ہمارے لئے اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہی کافی ہے کہ خود آپ ہی نے اس حدیث کو حجت مانا ہے۔ جب آپ اس سے دوسروں پر حجت قائم کرنے کا حق رکھتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کا خصم آپ کے مسلمات ہی سے آپ پر حجت قائم نہ کرے۔

باقی رہے معنی اس حدیث کے سو ان پر الفاظ حدیث کے خود دلالت کر رہے ہیں، وہ زیادہ تشریح کے محتاج نہیں ہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

مقبرہ نبوی میں گنجائش

اب رہا درایۃً اس حدیث کو تسلیم نہ کرنا اور یہ کہنا کہ یہ مقبرۂ رسول اللہ ﷺ میں سوائے تین قبروں کے زیادہ گنجائش نہ تھی۔ یعنی ایک قبر جناب رسول اللہ ﷺ کی اور آپ کے دائیں اور بائیں دو قبریں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی۔

کیوں کہ ان میں جو قبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے واسطے تجویز کی تھی۔ مگر آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی اجازت سے اس میں دفن کئے گئے۔ پس اگر اس میں زیادہ کی گنجائش ہوتی تو ضرورت نہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خود تجویز کردہ قبر میں دفن کئے جاتے۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر چوتھے مقام پر کھودی

جاتی۔مگر چوں کہ وہاں چوتھی قبر کی گنجائش ہی نہیں۔لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مقبرہ رسول اللہ میں دفن نہ ہوسکیں اور اسی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مقبرۂ رسول اللہ میں دفن نہیں ہوسکتے۔‘‘ (گویا حدیث مذکورہ بالا نعوذ باللہ من ذالک معناً غلط ہے)

ہم کہتے ہیں کہ یہ محض خام خیالی ہے جو معترضین کی عدم واقفیت یا تعصب پر مبنی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ مقبرۂ جناب رسول اللہ ﷺ میں چار میّتوں کے دفن کی گنجائش ہے۔یعنی ایک نبی اکرم ﷺ، دو شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ان کے علاوہ پانچویں کسی میّت کے دفن کی وہاں گنجائش نہیں۔ چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد جناب رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں خود دفن کئے جانے کا تھا اور یہی مقام آپ نے بسبب قرب نبی اکرم ﷺ کے تجویز کیا تھا۔مگر اس میں ایک دقّت لاحق ہوتی تھی یعنی اگر اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دفن ہوتیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے وہاں کوئی گنجائش نہ رہتی اور بموجب پیش خبری جناب رسول اللہ ﷺ کے ضرور تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں ہی دفن ہوں اور چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کسی پیش خبری سے تعلق نہ تھا اس لئے مصلحتاً آپ نے خود اس جگہ مدفون ہونے کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن کئے جانے کو ترجیح دی۔

اس پر ایک اعتراض مع جواب

اگر کہا جاوے کہ جب مقبرہ رسول اللہ ﷺ میں چار میّتوں کے دفن کی گنجائش ہے اور تین پر ہوچکیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے واسطے چوتھی جگہ کیوں نہ تجویز کر لی؟

پس جواباً گزارش ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چوتھی جگہ اپنے لئے تجویز کرنے سے بھی وہی دقّت لاحق ہوتی تھی جو ان کے تیسری جگہ تجویز کرنے سے لاحق ہوئی تھی۔یعنی پیش خبری جناب رسول اللہ ﷺ کی کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے۔لہٰذا جس بنا پر آپ نے تیسری جگہ میں اپنا دفن ہونا ملتوی کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت دے کر پیش خبری جناب رسول اللہ ﷺ کو بحال رکھا۔اسی بنا پر آپ نے چوتھی جگہ میں اپنا دفن ہونا ملتوی کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اس مقام کو خالی چھوڑ کر پیش خبری جناب رسول اللہ ﷺ کو بحال رکھا اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ آں جنابہ رضی اللہ عنہا خود بدولت جناب رسول اللہ ﷺ سے اس بارہ میں دریافت فرماچکی تھیں۔

چنانچہ اس کی بابت ایک روایت آ چکی ہے جو درج ذیل ہے:

’’عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قلت یا رسول انی اریٰ انی اعیش بعدک فتاذن لی ان ادفن الی جنبک فقال وانّٰی لی بذالک الموضع ما فیه الّا موضع قبری وقبر ابی بکر وعمر وعیسٰی بن مریم‘‘ (مختصر کنز العمال ج۶ ص۵۷)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد تک زندہ رہوں گی۔ پس آپ اجازت دیجئے کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں تو آپ نے فرمایا کہ یہ جگہ کا معاملہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ کیوں کہ اس میں سوائے میری اور ابوبکر اور عمر اور عیسٰی ابن مریم کی قبر کے زیادہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ چاروں پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹھہرائے جا چکے تھے اور نبی ﷺ کو اس میں تغیر وتبدل کا اختیار نہ تھا اور اسی بناء پر آپ نے ان چاروں شخصیتوں کے ایک ہی مقبرہ سے بروز حشر اٹھائے جانے کا اعلان فرمایا تھا۔ پس بموجب اس اعلان کے اور بموجب اس فرمانے رسول اللہ ﷺ کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھلا کس طرح اس کا خلاف کر سکتی تھیں؟

اب اہل انصاف خود فرما سکتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی خود تجویز کردہ قبر میں دفن کی اجازت دینا جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان اور اس اعلان کی بناپر تھا یا نہیں جس میں کہ آپ نے فرمایا: ’’فاقوم انا وعیسٰی بن مریم من قبر واحد بین ابی بکر وعمر‘‘

دوسرا اعتراض مع جواب

ہمارے بھائی یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اس حدیث کے الفاظ ’’فاقوم انا وعیسٰی بن مریم من قبر واحد بین ابی بکر وعمر‘‘ صاف بتلا رہے ہیں کہ آں حضرت ﷺ کی قبر ہی میں (حضرت عیسٰی علیہ السلام) دفن کئے جاویں گے تو وہ کون سا بے غیرت مسلمان ہوگا جس کی فطرت آپ کا روضہ مبارک کھودنے کو گوارا کرے گی۔

پس جواباً عرض ہے کہ اس میں بھی معترضین نے اپنی عدم واقفیت کا اظہار کیا ہے۔ ان کو جاننا چاہئے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک میں قبریں دو قسم کی کھودی جاتی تھیں۔

ایک قسم کی وہ جس کا نام شق یعنی شگاف اور دوسری قسم کی لحد، یعنی شگاف کے اندر بغلی قبر اور یہ قبر دوہری ہوتی ہے اور اس میں بغلی اس قدر اونچی کھودی جاتی ہے کہ انسان اس کے اندر بیٹھ سکے اور یہ کم ازکم دو قبروں کی جگہ روکتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ اسی (دوسری قسم کی قبر یعنی لحد میں دفن کئے گئے ہیں جس کی شکل یہ ہے:

اس میں میت کو نیچے اتار کر بغل کی جانب اندر کر دیتے ہیں۔ پھر شگاف اور بغلی کے درمیان اینٹیں وغیرہ جما کر اور مضبوط پردہ کر کے شگاف کو بھی بند کر دیتے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو اس شگاف میں دوسری میت بھی دفن کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی قبر نبوی میں بھی دفن کئے جاویں تو اس سے کیا قباحت لازم آوے۔ یعنی اگر شگاف آں حضرت ﷺ کی قبر مطہر کا کھودا گیا اور بغلی جانب آپ کی بدستور بند رکھی گئی اور اس کی اینٹیں وغیرہ نہ کھولی گئیں تو اس سے کیا بے حرمتی آں حضرت ﷺ کی ہوئی۔ خاص کر ایسی حالت میں کہ یہ سب کچھ بموجب ارشاد نبی ﷺ کے وقوع میں آوے اور اس پر آپ کی بشارت کی صداقت کا دارومدار ہو۔ گویا اس شکل پر:

اس میں ایک قبر میں دو میّتیں مدفون ہوئیں ایک بغلی میں اور ایک شگاف میں جب کہ دو قبروں کی جگہ تو اس ایک قبر نے لے لی باقی دو قبریں اس کے دائیں اور بائیں ہونے سے چار قبروں کی جگہ روضہ مطہرہ نبی اکرم ﷺ میں ہوئی چنانچہ ان میں سے تین تو پر ہو چکیں اور چوتھی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے خالی رہی، خواہ اس کو علیحدہ تصور کیا جاوے یا نبی اکرم ﷺ کی قبر ہی مانا جاوے۔ بہرکیف چار میّت کی گنجائش مقبرۂ نبی اکرم ﷺ میں ہے خواہ مذکورہ بالا صورت پر یا کسی اور صورت پر کیوں کہ ارشاد نبوی ﷺ اس پر صریح دال ہے۔

تیسرا اعتراض مع جواب

ایک اعتراض ہمارے بھائی یہ بھی کرتے ہیں کہ بموجب اس حدیث کے جس کے الفاظ ہیں ''انا سید ولد آدم وانا اوّل من تنشق عنه الارض '' کہ بروز حشر سب سے پہلے زمین میرے ہی اوپر پھٹے گی۔ پس جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قبر میں دفن ہوئے تو حضرت ﷺ کی یہ خصوصیت جاتی رہے گی۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس میں شامل ہو جاویں گے کہ کیوں کہ قبر دونوں کی ایک ہی ہوگی۔

پس جواباً عرض ہے کہ اوپر والا اعتراض حل ہو جانے کے بعد اس اعتراض کی بالکل گنجائش نہیں رہتی ہے۔ کیوں کہ اگر اوّل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر سے زمین شق ہوگی اور آپ اس میں سے خروج فرماویں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے درجہ میں شگاف کے اندر ہی رہ جاویں گے۔ پھر اس شگاف کے پھٹنے سے بھی وہ اسی قبر میں سے برآمد ہوں گے یعنی پہلے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

پس اس صورت میں مضمون ہر دو احادیث مذکورہ بالا کا نہایت واضح طور پر صادق آجاوے گا کہ اوّل جناب محمد رسول اللہ ﷺ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان میں سے ایک ہی قبر میں سے قیام فرماویں گے۔ لہٰذا اگر قبر بمعنی مقبرہ لی جاوے تو بھی ٹھیک اور اگر مقبرہ بمعنی قبر لیا جاوے تو بھی درست۔

ایک اور امر قابل توجہ

ایک اور امر جو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی نسبت حدیث شریف میں مذکور ہوا قابل غور ہے:

''عن النبی ﷺ والذی نفسی بیدہ لیھلّنّ ابن مریم بفج الروحاء حاجاً او معتمراً او لیثنیھما. رواہ مسلم ''یعنی آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ضرور ضرور (عیسیٰ) ابن مریم فج الروحاء مقام سے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے حج یا عمرہ کا یا دونوں کا شامل احرام باندھیں گے۔

اس حدیث میں بھی لفظ ''لیھلّنّ'' جو بلام تاکید بانون تاکید ثقیلہ ہے اور وہ تاکید کے ساتھ آنے والے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی نبی ﷺ نہایت تاکید کے ساتھ فرماتے ہیں کہ آنے والے زمانہ میں ضرور ضرور ایسا ہوگا۔

مسیح موعود کا دین محمدی پر عامل ہونا اور امت محمدیہ کی تکریم

دوسرے اس حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حج یا عمرہ کرنا پایا جاتا ہے جو صاف دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دین محمدی پر عامل ہوں گے جیسا کہ ایک حدیث میں امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

’’فینزل عیسٰی بن مریم فیقول امیرھم تعال صلّ لنا فیقول الا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللّٰہ ھذہ الامۃ ‘‘یعنی جب عیسٰی علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان سے مسلمانوں کا سردار (امیرالمؤمنین) کہے گا کہ آیئے ہم کو نماز پڑھایئے تو وہ انکار کریں گے کہ یہ فضیلت تو اللہ تعالیٰ نے اسی امت کو دی ہے کہ ان کی امامت انہی میں کا آدمی کراوے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ عیسٰی ابن مریم مسیح موعود، وہی ہیں جو بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوکر آئے تھے، امت محمدیہ میں سے کوئی شخص نہیں ہوں گے۔ ورنہ یہ قول ان کا موزوں نہ ہوگا کہ ’’ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللّٰہ ھذہ الامۃ‘‘

پھر ایک اور حدیث میں امام بیہقی بایں الفاظ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا ’’کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم ‘‘ یعنی اے میری امت کے لوگو! تمہارا حال اس وقت کیا ہوگا جب کہ (مسیح موعود) ابن مریم آسمان سے تمہارے درمیان اتریں گے درآں حالیکہ تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔ مطلب یہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام امت محمدیہ کے امام نہ ہوں گے بلکہ ان کا امام ان ہی میں سے ایک شخص ہوگا۔

ایک اور روایت کہ مسیح موعود عیسٰی روح اللہ ہیں

اسی طرح ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نہایت واضح الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:

’’فبیناھم کذالک اذ سمعوا صوتا من السماء ابشروا فقد اتاکم الغوث فیقولون نزل عیسٰی بن مریم فیستبشرون ویستشربھم ویقولون صل یا روح اللّٰہ فیقول ان اللّٰہ اکرم ھذہ الامۃ فلا ینبغی لاحد ان یؤمھم الا منھم فیصلی امیرالمؤمنین بالناس ویصلی عیسٰی خلفہ فاذاانصرف عیسٰی دعا بحربتہ فاتی الدجال (الٰی قولہ) فیحمل علیہ عیسٰی فیطعن بحربتہ بین ثدییہ فیقتلہ‘‘

یعنی لوگ فتنۂ دجال میں مبتلا ہوں گے کہ یکا یک ایک روز آسمان سے آواز سنیں گے کہ لوگو! خوش ہوجاؤ لو یہ تمہارا فریادرس آ گیا۔ لوگ دیکھتے ہی کہیں گے کہ حضرت عیسٰی ابن مریم اتر آئے پس لوگ حضرت عیسٰی سے خوشی حاصل کریں گے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام

لوگوں سے خوشی حاصل کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کی اقتداء کریں گے

پھر لوگ ان سے عرض کریں گے کہ اے روح اللہ! آپ ہم کو نماز پڑھایئے تو وہ جواب دیں گے کہ یہ شرف اللہ تعالیٰ نے اسی امت کو عطا کیا ہے کہ کسی کو لائق نہیں کہ ان کی امامت کراوے۔ مگر وہی جو انہی میں سے ہو۔ غرض کہ امیر المؤمنین لوگوں کی امامت کراویں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے جب آپ نماز سے فارغ ہوں گے تو اپنا ہتھیار طلب کریں گے پھر دجال کا پیچھا کریں گے (مختصر یہ کہ) آپ اس پر اپنے ہتھیار سے حملہ کریں گے اور اس کی چھاتی میں ہتھیار مار کر اس کو ہلاک کر ڈالیں گے۔

(مختصر کنز العمال ج۶ ص۲۶)

اس بیان سے بھی حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نازل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ وہ عیسیٰ امت محمدیہ میں سے نہیں بلکہ وہی مسیح اسرائیلی ہیں جن کا لقب ہے روح اللہ! اور یہ بھی کہ حضرت مسیح موعود اور امیر المؤمنین امام مہدی دو جدا جدا شخص ہیں۔ چنانچہ امیر المؤمنین (امام مہدی) تو امامت کراویں گے اور حضرت عیسیٰ ان کی اقتداء کریں گے۔ غرض کہ ہر ایک امر نہایت صاف اور صریح الفاظ میں بموجب احادیث نبویہ کے اور بموجب اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کے ثابت ہے اور باوجود اس قدر تشریح کے کسی شک اور شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔

کیفیت نزول مسیح

بلکہ ایک حدیث شریف میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی کیفیت بھی صاف صاف بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ امام مسلمؒ اور امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں:

’’عن النواس بن سمعان رضی اللہ عنہ قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الدجال (الیٰ قوله) فبینما هو کذالک اذ بعث الله المسیح ابن مریم فینزل عندالمنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهروزتین واضعاً کفیه علی اجنحة ملکین اذا طاطأ راسه قطر واذا رفعه تحدر منه مثل جمان کاللؤ لؤ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسه الّا مات ونفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتی یدرکه بباب لد فیقتله. الخ‘‘

یعنی حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ نے ایک طویل حدیث میں دجال کا ذکر کیا (کہ وہ کس کس طرح سے لوگوں کو گمراہ کرے گا اور کیوں کر ان کو فتنہ میں ڈالے گا اور اس کا انجام کیا ہوگا سو اس کا مفصل بیان کر کے) آپ نے فرمایا کہ وہ دجال اسی حالت میں ہوگا کہ یکایک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو نازل کرے گا، دو گیرو رنگ کپڑے پہنے ہوئے۔ پس وہ مشرقی دمشق کے سفید منارہ کے قریب نزول فرماویں گے۔ اس حالت میں کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے ہوں گے۔ جب آپ سر کو نیچا کریں گے تو اس میں سے قطرے ٹپکیں گے اور جب اس کو اونچا کریں گے تو اس میں سے دانے مثل مونگے کے موتی کی طرح جھڑیں گے۔ پس کافر کے لئے آپ کے سانس کی ہوا بھی حلال نہیں۔ یعنی وہ فوراً آپ کے سانس کی ہوا لگتے ہی مر جاوے گا اور آپ کا سانس اتنی دور پہنچے گا کہ جتنی دور آپ کی نگاہ جاوے گی۔ پھر آپ دجال کا پیچھا کریں گے۔ یہاں تک کہ اس کو مقام باب لد میں پالیویں گے اور اس کو قتل کر ڈالیں گے۔ اس کے بعد آپ نے تمام واقعات بیان فرمائے جو حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام پر پیش آویں گے۔

غرضیکہ بموجب بیان اس حدیث کے نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مومنوں کو دجال کے فتنہ اور اس کے شر سے بچانے کے لئے برحق ہے اور ہلاکت اس اشر اور اخبث کی اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے دست مبارک سے مقرر فرمائی ہے۔

قصہ ابن صیاد

چنانچہ مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت یہودیہ کے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام تھا ابن صیاد۔ بالغ ہونے پر اس سے کچھ ایسی باتیں ظاہر ہوئیں کہ لوگوں کو اس کے دجال ہونے کا شبہ ہوا بلکہ خود آں حضرت ﷺ کو بھی اس کا خوف ہوا تو آپ نے اس کی تحقیق کا ارادہ فرمایا۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آں حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھ کو اجازت دیجئے تو میں اس کو قتل کر ڈالوں۔ تب آپ نے فرمایا کہ یہ (ابن صیاد) اگر درحقیقت وہی (دجال) ہے تو مجھے اس کے قتل کا اختیار نہیں۔ بے شک اس کے قتل کا اختیار تو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو ہے اور اگر یہ (ابن صیاد) وہ (دجال) نہیں ہے تو اے عمر! تجھ کو لائق نہیں ہے کہ تو ایک ذمی کو (جو مسلمانوں کی پناہ میں آیا ہوا ہے) قتل کرے۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث شریف سے بھی دجال کی شخصیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے اور دجال کے قتل کرنے پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

پس واضح ہوگیا کہ آنے والا مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام وہی ہے جو بنی اسرائیل میں رسول ہوکر آیا۔ اس کے سوا کوئی اور مثیل مسیح یا اس کا ہم نام نہیں ہے۔ کیوں کہ کیا بلحاظ نسبت کے طرف حضرت مریم علیہا السلام کے اور کیا بلحاظ معہود خارجی کے از روئے قواعد عربی کے اور کیا بموجب قرینہ آیات کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ کے اور کیا بموجب اجماع امت محمدیہ ﷺ کے غرض ہر صورت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام وہی ذات ستودہ صفات ہے جو بنی اسرائیل میں رسول ہوکر آیا اور جس کا لقب ہے روح اللہ اور کلمۃ اللہ۔ لہٰذا اب کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہی اور بعد اس قدر مؤکد ثبوت کے سوائے بددین منکر اسلام کے کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی اور دوسری آمد

اب اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کی پہلی آمد عہد عتیق یعنی توریت کے مطابق ہوئی تھی اور آپ عہد جدید یعنی انجیل لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے تھے تاکہ احکام توریت کی تکمیل ہوجاوے اور ایک شوشہ بھی توریت کا مٹنے نہ پاوے۔ (دیکھو انجیل متی باب۵ آیت ۱۷-۲۰)

اسی طرح آپ کی دوسری آمد دین محمدی کے ماتحت احکام قرآنی کی اشاعت وتبلیغ اور اہل کتاب کو ان کی کجروی سے آگاہ اور تنبیہ کرنے کی غرض سے ہوگی۔ جس کی طرف آیت کلام اللہ میں اشارہ ہے کہ:

’’وان من اهل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته‘‘ یعنی اس مسیح کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب اس پر ایمان لے آویں گے اور اپنے تمام اختلافات اور کجروی اور سرکشی کو چھوڑ کر انہی عقائد پر متفق ہوجاویں گے جن کی طرف حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لاکر یا یوں کہئے کہ آسمان سے نزول فرماکر ان کو توجہ دلاویں گے۔ چنانچہ آپ اپنی پہلی آمد کے وقت ہی اس کا اشارہ دے گئے تھے۔

اس پر انجیل سے شہادت

جیسا کہ پطرس رسول حضرت مسیح کی آمد ثانی پر روشنی ڈالتے ہوئے اس امر خاص کی طرف بھی اپنے مسیحی بھائیوں کو توجہ دلاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب اعمال کے تیسرے باب کی (آیت ۱۹تا۲۶) جس میں پطرس رسول حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد شہر یروشلم میں ہیکل کے اندر اپنے وعظ میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

''پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تاکہ تمہارے گناہ مٹائے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں اور وہ اس مسیح کو جو تمہارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع مسیح کو بھیجے (بعض نسخوں میں ہے پھر بھیجے جس سے آپ کی دوسری آمد مراد ہے) ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست ونابود کر دیا جائے گا۔ بلکہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے باتیں کہیں ان سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے۔ الخ''

ان آیات پر غور کرنے سے کئی باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اوّل یہ کہ یہ بیان پطرس رسول نے حضرت مسیح کے مبعوث ہونے بلکہ آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد کیا ہے۔ لہٰذا جو کچھ بموجب ان آیات کے ظہور میں آوے گا وہ درحقیقت بعد ہی پر محمول ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جس آنے والے مسیح کی اس میں بشارت دی گئی ہے وہ مسیح اسرائیلی ہے جو اوّل ان میں مبعوث ہو چکا ہے اور آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ لہٰذا اب اس کا نزول آسمان سے ہوگا۔

تیسرے یہ کہ آپ کی آمد کے پہلے وہ تمام باتیں جن کا ذکر (انجیل متی باب۲۴) اور پطرس رسول کے دوسرے خط میں جو تھسلنیکیوں کے نام ہے اور نیز وہ تمام باتیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا ہے، اپنی حالت پر آویں گی۔

ایک خاص بات جس کی طرف پطرس نے مسیحیوں کو توجہ دلائی

منجملہ ان کے ایک خاص بات جس کو خود ہی حواری صاحب بیان کرتے ہیں یہ ہے کہ ایک اولوالعزم رسول صاحب شریعت مثل حضرت موسیٰ کے بنی اسرائیل کے بھائیوں (بنی اسماعیل[1]) میں سے ظاہر ہوگا اور اس کی اطاعت ہر بنی اسرائیلی پر فرض ہوگی۔ ورنہ وہ قوم میں سے نیست ونابود کر دیا جاوے گا۔

چوتھے یہ کہ جب تک وہ اولوالعزم نبی ظاہر نہ ہوگا آسمان حضرت مسیح کو لئے رہے گا۔ بغیر مبعوث ہوئے اس نبی کریم ﷺ کے حضرت مسیح کی آمد ثانی ہرگز نہ ہوگی۔ پانچویں یہ کہ اس نبی کی بعثت اس قدر اہمیت رکھتی ہے کہ بغیر اس کی اطاعت کے بنی اسرائیل کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوگا اور یہ اس لئے کہ دین الٰہی کی تکمیل اور حقانیت کا ظہور تمام دنیا میں اسی کے وسیلے سے ہوگا۔ ''**کما قال اللہ تعالیٰ: ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ ولوکرہ المشرکون**'' (التوبۃ:۳۳)

یعنی اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے اپنا رسول لوگوں کی ہدایت کے لئے سچا دین دے کر بھیج دیا تاکہ اس کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کر دیوے اگرچہ مشرکوں کو یہ بات ناگوار ہو۔

انجیل سے اس کی تائید مزید

حضرت مسیح نے بھی انجیل مقدس میں اس امر کو صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۷-۱۵) حضرت مسیح فرماتے ہیں ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ

[1] چوں کہ اس مقام پر حوالہ مذکورہ بالا میں (تمہارے بھائیوں میں سے) تمام قوم بنی اسرائیل مخاطب ہے۔ لہٰذا بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسرائیل نہیں ہوسکتے۔ کیوں کہ بحیثیت مجموعی تمام قوم ایک ذات کے مانند ہے۔ لہٰذا اس کا بھائی دوسری قوم کہلائے گی جو اس کی اصل میں اس کے ساتھ ملتی ہے جس طرح کہ زید کا بھائی خود زید نہیں بلکہ بکر ہے جو اس کی اصل میں اس کے ساتھ ملتا ہے۔ اسی طرح قوم بنی اسرائیل کے بھائی خود بنی اسرائیل نہیں ہیں بلکہ بنی اسماعیل ہیں جو ایک دادا (حضرت ابراہیم) میں ان کے ساتھ ملتے ہیں۔ علاوہ اس کے ازروئے عہد عتیق بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ''بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔'' (پیدائش باب ۱۶ نیز باب ۲۵ آیت ۱۸)

تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے۔ کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ دوسرا تسلی دینے والا (یعنی وکیل اور شفیع اور بموجب بعض نسخوں کے فارقلیط) تم پاس نہ آوے گا۔ پر اگر میں جاؤں تو میں اسے تم پاس بھیج دوں گا اور وہ آن کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا۔ گناہ سے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے، راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاوے گی۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی۔ وہ میری بزرگی کرے گی۔ اس لئے کہ وہ میری چیزوں سے پاوے گی اور تمہیں دکھاوے گی۔''

اس کے علاوہ حضرت مسیح نے بار بار اس آنے والے رسول کا ذکر کر کے اس کے فرائض ظاہر کئے ہیں اور نیز اس کی تعلیم کو بعینہٖ اپنی تعلیم بتلایا ہے۔ کیوں کہ وہ دونوں ایک ہی سرچشمہ یعنی علم الٰہی کے خزانہ سے لی گئی ہیں۔

چنانچہ فرمایا ہے: ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ جو اس کو جسے میں بھیجتا ہوں قبول کرتا ہے مجھے قبول کرتا ہے اور وہ جو مجھے قبول کرتا ہے اسے جس نے مجھے بھیجا ہے قبول کرتا ہے۔'' پس اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو کچھ اپنے اس آنے والے کی نسبت فرمایا ہے قابل غور ہے کہ ''میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔''

روح سے کون مراد ہے اور اس کے فرائض کیا ہیں

پھر آگے فرمایا: ''وہ تسلی دینے والا جو روح قدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھلاوے گا اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے تمہیں کہیں یاد دلاوے گا۔''

۱؎ انجیلی محاورہ میں رسول کے لئے لفظ روح بھی استعمال کیا جاتا ہے پس جو سچا رسول ہے وہ روح حق یا خدا کی روح، روح قدس کہلاتا ہے (اور جو جھوٹا مدعی رسالت ہے وہ روح کاذب اور دجال یا کذاب کہلاتا ہے) ملاحظہ ہو (یوحنا باب۴)

پھر فرمایا: ''جب وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے (یعنی خدا کی طرف سے آتی ہے) آوے تو وہ میرے لئے گواہی دے گا۔''

پھر فرمایا کہ: ''اگر میں جاؤں تو میں اسے تم پاس بھیج دوں گا اور وہ آن کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا۔''

پھر فرمایا کہ ''جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاوے گی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی اور وہ میری بزرگی کرے گی۔''

ان تمام حوالجات میں حضرت مسیح نے نہ صرف اپنے بعد آنے والے مددگار اور تسلی دینے والے وکیل اور شفیع کی خبر دی ہے بلکہ یہ بھی بتلا دیا ہے کہ وہ آ کر کیا کیا فرائض انجام دے گا۔ اس کے لئے میں آپ سے حوالجات مذکورہ بالا کو ایک بار پھر دہرانے کی درخواست کرتا ہوں بلکہ جن الفاظ پر خطوط کھینچے ہوئے ہیں ان کی طرف خاص توجہ دلاتا ہوں کہ آیا ان پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں یا نہیں کہ وہ لوگوں پر ان کی کجروی اور گمراہی کو جو انہوں نے حضرت مسیح کے بارے میں افراط وتفریط سے قائم کی ہے ثابت کر کے ان کو قصوروار ٹھہرائے گا اور ان کے عقائد باطلہ کی تردید کر کے راہ حق اور صراط مستقیم سے آگاہ کرے گا۔ نیز یہ کہ راست بازی اور عدالت جو ان لوگوں سے مفقود ہوگی ان میں قائم کرے گا اور ان سب سے بڑھ کر بات یہ کہ وہ باتیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی تبلیغ سے رہ گئی تھیں یعنی جو باتیں مسیح علیہ السلام نے لوگوں کو ان کی برداشت نہ کر سکنے کے سبب سے نہ کہی تھیں وہ سب وہی آخرالزمان آ کر بیان کرے گا اور اسی لئے اس کا دین گو سب سے آخر مگر سب سے کامل ہوگا۔

جس کی نسبت حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے: ''اور وہ (خداوند) تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔''

اور اس ہمیشگی سے اس نبی کی ذات مراد نہیں بلکہ اس کی وہ تعلیم مراد ہے جو بندگان خدا کی دارین میں تسلی کا باعث ہے۔ پس کیوں نہ ہم تسلیم کریں کہ یہ آخرالزمان مددگار اور تسلی دینے والا رسول اپنے تمام سابقین سے افضل واکمل ہوگا اور اس کی تعلیم کا سرچشمہ وہی ہوگا جس سے اگلے تمام انبیائے عظام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی پیروی سے انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔

علاوہ اس کے جس پیشین گوئی کی طرف پطرس رسول نے اشارہ کیا ہے اس کے الفاظ صاف ہیں کہ (وہ مثیل موسیٰ) ''جو کچھ تمہیں کہے اس کی سب سنو۔'' اور حوالہ جہاں سے یہ پیشین گوئی لی گئی ہے اس میں یہ الفاظ بھی مرقوم ہیں جو خداوند نے فرمائے کہ ''اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو اس کا حساب اس سے لوں گا۔''

پس لامحالہ ہر فرد بشر پر واجب ہوا کہ اس آخرالزمان تسلی دینے والے وکیل یا شفیع اور اوالعزم رسول کی اطاعت اور پیروی کو اپنا فرض خیال کرے اور اس وعید اخروی سے ڈرے۔ ورنہ وہ امت سے نیست و نابود کردیا جاوے گا اور بروز حشر پیش رب العالمین اس کی جوابدہی بھی اس کے ذمہ ہوگی۔ اسی لئے حضرت مسیح علیہ السلام بھی جب دوبارہ تشریف لاویں گے تو اس حکم خداوندی سے سرتابی کی گنجائش نہ پاکر اس کی تعمیل کو اپنا فرض جانیں گے۔ یعنی خود بھی دین اسلام کے پیرو ہوں گے اور لوگوں کو بھی اسی کے طرف دعوت دیں گے۔

مسیح موعود لوگوں کو دعوت اسلام دیں گے

چنانچہ ایک روایت میں صاف مرقوم ہے:

''عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ بهٰذااللفظ ان روح الله عیسٰی نازل فیکم فاذا رأیتموه فاعرفوه انه رجل مربوع الی الحمرة والبیاض علیه ثوبان ممصران کان رأسه یقطر وان لم یصبه بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعوالناس الی الاسلام. الخ'' (مختصر کنز العمال ج۶ ص۵۶)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا لقب ہے روح اللہ وہی تمہارے بیچ میں نازل ہوں گے۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا کہ وہ آدمی ہیں درمیانہ قد کے گورا رنگ سرخی مائل ان پر دو رنگین کپڑے ہوں گے گویا آپ کے سر سے قطرے ٹپکتے ہیں۔ اگرچہ اس کو تری نہیں پہنچی۔ پس کچلیں گے صلیب کو اور قتل کریں گے خنزیر کو اور معاف کردیں گے جزیہ اور بلادیں گے لوگوں کو طرف دین اسلام کے۔

نبوت محمدیہ پر تورات اور انجیل سے شہادت

الغرض ان تمام وجوہات اور واقعات پر نظر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد اٹھائے جانے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تا حال سوائے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بنی اسرائیل کے بھائی (بنی اسماعیل) میں سے کوئی اور شخص مثل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحب شریعت بن کر نہیں آیا۔ آپ ہی عمدہ ذات ستودہ صفات اور برگزیدہ خلائق ہیں جن کے آنے کی اگلے تمام انبیاء مرسلین بشارت دیتے چلے آئے ہیں۔ خاص کر حضرت جناب عیسیٰ علیہ السلام نے تو نہایت زور کے ساتھ صاف اور صریح الفاظ میں آپ کی آمد کی بشارت دی ہے۔ منجملہ ان کے دس دس حوالجات عہد عتیق اور عہد جدید سے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

نمبرشمار	حوالہ عہد عتیق	باب	آیت	نمبرشمار	حوالہ عہد جدید	باب	آیت
۱	استثناء	۱۸	۱۵	۱	متی	۳	۱۰
۲	//	۳۳	۲	۳	//	۱۲	۱۸
۳	زبور	۱۱۸	۲۲	۳	//	۲۱	۴۲
۴	غزل الغزلات	۵	۱۰	۴	لوقا	۲۰	۱۷
۵	یسعیاہ	۴۲	۱	۵	لوقا	۱	۴۹
۶	//	۵۱	۳	۶	یوحنا	۲۴	۱۹
۷	//	۵۲	۱	۷	//	۱۴	۱۵
۸	//	۵۴	۱	۸	//	۱۵	۲۶
۹	//	۶۰	۳	۹	//	۱۶	۷
۱۰	حبقوق	۳	۳	۱۰	اعمال	۳	۱۹

خاتمہ مشتمل بر نتیجہ

ان حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسالت محمد رسول اللہ ﷺ کی (بعد عروج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طرف آسمان کے) برحق ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی آپ ہی کے عہد نبوت میں ہے اور چوں کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النّبیین ہیں اس لئے آپ کے بعد کوئی اور نیا نبی نہیں آوے گا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد آپ ہی کی نبوت اور آپ ہی کی شریعت کے ماتحت ہوگی اور یہی نہیں بلکہ آپ کا دوبارہ تشریف لانا یعنی آسمان سے نزول فرمانا دنیا کے خاتمہ کا زبردست نشان ہوگا اور علامات قیامت میں سے ایک اہم علامت ہوگی۔ جس طرح کہ اشرار میں سے دجال کی ذات کو قدرت نے قیامت کا ایک نشان ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح ابرار میں سے بھی اس کے فتنہ سے مؤمنین کو محفوظ رکھنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مقرر فرمایا ہے۔

لہٰذا ان تمام دلائل اور براہین کی بنا پر واجب ہوا کہ ہم حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو ہی جو قوم بنی اسرائیل کی طرف اللہ کے رسول ہو کر آئے اور جن کا لقب تھا کلمۃ اللہ اور روح اللہ مسیح موعود مانیں اور برخلاف ان صاف اور صریح دلائل کے جو شخص خود مسیح موعود ہونے یا مثیل مسیح بننے کا دعویٰ کرے اس کو بغیر کسی شک وشبہ کے کذاب دجال اور مفتری علی اللہ جانیں۔ وما علینا الا البلاغ۔ فقط

الراقم: احقر الزمان ابوصالح محمد عثمان عفاہ المنان

نصیر آباد ضلع اجمیر راجپوتانہ

تمت بالخیر بفضل اللہ العزیز الوہاب

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

◆◆◆◆◆◆

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

سیف القہار

علیٰ عنق

امام الاشرار

جناب محمد علی خان گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ خاتم النّبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

امابعد! بخدمت جملہ اہل اسلام سکنائے جہلم وجادہ وغیرہ من البلاد والقرای واضح ہو کہ تقریباً دواڑھائی سال ہوئے ایک تحریری سوال مولوی برہان الدین جہلمی (قادیانی) کا میرے پاس پہنچا تھا جس کا جواب تحریری ایک مجمع عام جس میں برضامندی طرفین منشی غلام قادر صاحب ناظر ومولوی فقیر محمد صاحب ایڈیٹر سراج الاخبار منصف مقرر ہوئے تھے دے چکا ہوں۔

چنانچہ ناظر صاحب نے وہ جواب حرف بحرف پڑھ کر لوگوں کو سنادیا تھا۔ پھر میں نے تقریراً یہ سوال عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسیح موعود کے باب میں کس کے آنے کی خبر دی ہے۔ ابن مریم کی یا مثیل کی اور اس کے ساتھ یہ بھی عہد کیا کہ اگر میرے سوال کا جواب صریح صحیح حدیث سے دوگے تو میں اسی وقت آپ کے موافق ہو جاؤں گا تو مولوی (برہان الدین) صاحب نے سوائے مجلس سے گھبرا کر بھاگ جانے کے کچھ بھی جواب نہ دیا۔

اب پھر اتنے عرصہ کے بعد آپ نے وہی مضمون لکھ بھیجا ہے۔ لہٰذا گزارش ہے کہ میرا ارادہ مرزا (قادیانی) کے بارے میں کچھ بھی لکھنے کا نہ تھا۔ مگر مولوی صاحب مجبور کرتے ہیں اور مرزا (مرزا قادیانی) خود مجھ کو مخاطب کر رہا ہے اور بار بار کہتے ہیں کہ ان کے پاس تکفیر کے باب میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس لئے اہل اسلام کی آ گاہی کے لئے اور مرزا سے جواب لینے کے لئے کچھ عرض کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مرزا پر ایمان کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اس لئے میں اس کو مومن نہیں سمجھتا۔ کیوں کہ اہل اسلام کی کتابوں میں ایمان کی تعریف اس طرح پر لکھی ہے:

’’**والایمان لغۃً التصدیق وشرعاً تصدیق الرسول فیما جاء بہ عن ربہ وھذا القدر متفق علیہ**‘‘ یعنی لغت میں ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں اور شرع میں

جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی طرف سے بیان کیا اسی طرح مان لینا، اسی پر اتفاق ہے۔

اور فرمایا اللہ جل شانہ نے ’’فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلّموا تسلیماً ‘‘(النساء:۶۵) پس تیرے رب کی قسم ہے مومن نہیں ہوں گے جب تک تجھ کو حاکم نہ کریں بیچ جھگڑے اپنے کے پھر نہ پاویں بیچ دلوں کے تنگی اس چیز سے جو فیصلہ کیا تو نے اور قبول کریں ساتھ فرمان برداری کے۔

اور فرمایا اللہ جل شانہ نے’’وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ‘‘(الحشر:۷) یعنی جو رسول علیہ السلام تم کو دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ۔

سو مسیح موعود کے باب میں آں حضرت ﷺ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آنے کا فیصلہ کر دیا ہے اور انہیں کے آنے کی خبر دی ہے اور سب علماء اسلام نے یہی تسلیم کیا ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے آں حضرت ﷺ کے فیصلہ کو نہیں مانا اور سخت انکار کے ساتھ کہا کہ عیسیٰ بیٹا مریم کا نہیں آوے گا، آنے والا مثیل ہے اور وہ میں ہوں۔ آں حضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر مرزا کے وقت تک ہر ایک مسلمان کا عیسیٰ علیہ السلام کے آنے پر ایمان رہا ہے اور رہے گا اور اب اگر مرزا کو آں حضرت ﷺ پر ایمان ہے تو حضرت علیہ السلام کی کسی حدیث صحیح صریح یا قول صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین تبع تابعینؒ سے مثیل کا آنا صریح طور پر ثابت کر دے تو ایک ایک حدیث وقول کے عوض میں دس دس روپیہ اس کو دیا جائے گا۔

بھلا یہ تو بتلا تا اگر مثیل نے آنا تھا تو آں حضرت ﷺ نے ابن مریم کے آنے کی کیوں خبر دی۔ حالاں کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے’’وما ارسلنا من رسول الّا بلسان قومہ لیبین لھم‘‘ (ابراہیم:۴)

یعنی نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر ساتھ زبان قوم اس کی کے تا کہ کھول کر بتاوے ان کو اور اگر بموجب ملحدانہ قول تمہارے کے اللہ جل شانہ نے آں حضرت ﷺ کو کامل طور پر خبر نہیں دی تو آں حضرت ﷺ نے کئی بار قسم کھا کر اور تاکیدوں کے ساتھ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

کے آنے کی کیوں خبر دی ہے۔ اگر کہو کہ ایسا کئی بار ہوا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے خبر دی ہے ایک بات کی اور ظہور میں کوئی اور آئی ہے۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی بھی ایک نظیر پیش کرو جو آں حضرت ﷺ نے قسم اور تاکید سے ایک بات کی خبر دی ہو اور ظہور میں کوئی اور بات آئی ہو تو پھر آپ کا برملا شکریہ ادا کیا جائے گا۔

مرزا کے کفر اور بے ایمانی کی باتیں تو بہت ہیں لیکن بطور مشتے نمونہ از خروارے کچھ اور بھی لکھا جاتا ہے۔ اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

’’انی قد جئتکم بایٰة من ربکم انی اخلقلکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللہ وابرئ الاکمه والابرص واحی الموتی باذن اللہ وانبئکم بما تأکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذالک لاٰیة لکم ان کنتم مؤمنین‘‘ (آل عمران:۴۹)

اس آیت شریف سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ضرور یہ نشان میں تمہارے رب کی طرف سے لایا ہوں یہ کہ بناتا ہوں واسطے تمہارے مٹی سے مثل جانور کی پس پھونکتا ہوں بیچ اس کے پس ہوتا ہے جانور ساتھ اذن اللہ کے اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور زندہ کرتا ہوں مردوں کو ساتھ اذن اللہ کے اور خبر دیتا ہوں میں تم کو ساتھ اس چیز کے کہ کھاتے ہو تم اور ذخیرہ کرتے ہو تم بیچ گھروں اپنے کے، تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانی ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم ایمان لائے۔

اس آیت شریف کے الفاظ ’’**انی قد جئتکم بایٰة من ربکم** ‘‘اور’’**ان فی ذالک لاٰیة لکم ان کنتم مؤمنین**‘‘ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کے نشان ہیں اور ان کے منکر کافر ہیں مومن نہیں اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ سب کچھ اللہ کے اذن سے تھا عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے اختیار سے نہیں تھا اور مرزا مسلمانوں پر تہمت لگاتا ہے کہ یہ لوگ کچھ اللہ کی مخلوق اور کچھ عیسیٰ علیہ السلام کی مخلوق مانتے ہیں۔ یہ اس کی بکواس بالکل غلط اور ظاہر جھوٹ ہے۔ ایسے عقیدہ والا مسلمانوں میں کوئی سمجھدار نہیں ہے۔ اس نے تو اللہ کے نشانوں کو کفر سے

بدتر کہہ دیا ہے۔

جیسا کہ (ازالہ ص ۲۹۷ خزائن ج ۳ ص ۲۵۲ حاشیہ) میں لکھتا ہے: ’’یہ سراسر مشرکانہ باتیں ہیں اور کفر سے بدتر۔‘‘

(ازالہ اوہام ۲۹۸ خزائن ج ۳ ص ۲۵۲ حاشیہ) میں لکھا: ’’یہ سراسر فاسد اور مشرکانہ خیال ہے۔‘‘

اور (ازالہ اوہام ص ۳۰۱ خزائن ج ۳ ص ۲۵۳ حاشیہ) میں کہتا ہے: ’’ایسے عقائد سراسر باطل اور مشرکانہ خیالات ہیں۔‘‘

اور (ازالہ اوہام ص ۳۲۲ خزائن ج ۳ ص ۲۶۳ حاشیہ) میں کہا ہے: ’’غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرند بنا کر اور ان میں پھونک کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔‘‘

اگر اس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہوتا تو اتنا بڑا کفر اس کے منہ سے کبھی نہ نکلتا۔ اگر یہ معجزہ بالکل غلط اور مشرکانہ خیال تھا تو اللہ جل شانہ نے مومنوں کے لئے نشان کیوں فرمایا۔ آں حضرت ﷺ کے زمانہ سے آج تک جس قدر مسلمان گزرے ہیں ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے مانتے رہے ہیں۔ مرزا (قادیانی) نے تو سب پہلے مسلمانوں کو کافر اور مشرک بنا دیا اور آیات الٰہیہ کو کفر سے بدتر کہہ دیا ہے۔ اگر اہل اسلام مرزا کو کافر کہیں تو کیوں غصہ کرتا ہے؟

آگے دوسری آیت شریفہ میں دیکھو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے منکروں کا کیسا صریح کفر ثابت ہوتا ہے۔ اللہ پاک اپنے انعام عیسیٰ علیہ السلام کو یاد دلاتا ہے اور فرماتا ہے:

’’اذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذنی فتنفخ فيها فتكون طيراً باذنی وتبرئ الاكمه والابرص باذنی واذ تخرج الموتٰى باذنی واذ كففت بنی اسرائيل عنك اذ جئتهم بالبيّنٰت فقال الذين كفروا منهم ان هذا الّا سحر مبين‘‘ (المائدہ:۱۱۰)

یعنی یاد کر جب بناتا تو مٹی سے شکل جانور کی میرے حکم سے پس پھونکتا تو بیچ اس

کے پس ہوتا جانور میرے حکم سے اور اچھا کرتا تو مادرزاد اندھے اور کوہڑی کو میرے اذن سے اور جب نکالتا تو مردوں کو میرے اذن سے اور روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب آیا تو ان کے پاس ساتھ نشانیوں کے۔ پس کہا کافروں نے ان میں سے یہ کچھ نہیں مگر جادو ہے ظاہر۔

مرزا بھی (ازالہ ص۶ خزائن ۳ ص۱۰۵) میں کہتا ہے کہ: ’’احیائے جسمانی کچھ چیز نہیں۔‘‘ بعینہٖ یہ عقیدہ اس نے کفار سے سیکھا ہے اور یہودیوں کی طرح یہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کا سخت دشمن ہے تب ہی ان کے معجزات کی نسبت لکھتا ہے:

(ازالہ اوہام ص۳۰۲ خزائن ج۳ ص۲۵۴ حاشیہ) ’’جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔‘‘

اور (ازالہ ص۳۰۵ خزائن ج۳، ص۲۵۵، ۲۵۶ حاشیہ) میں لکھتا ہے کہ ’’ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔‘‘

اور (ازالہ ص۳۰۹ خزائن ج۳ ص۲۵۷، ۲۵۸) میں ہے ’’مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا۔‘‘

اس عبارت سے صاف ثابت ہوگیا کہ مرزا کا ہرگز قرآن پر ایمان نہیں ہے۔ کیوں کہ اللہ جل شانہ تو تذکیر اور امر کے صیغہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے انعام یاد دلاتا ہے تو یہ قابل نفرت مکروہ، لہولعب، شعبدہ بازی کہتا ہے۔ بیشک جیسا مرزا حقیقت قرآن سے محروم ومجہور ہے سوائے اس کی ذریات کے اہل اسلام میں کوئی نہیں۔

اور (رسالہ توضیح المرام ص۲۷ خزائن ج۳ ص۶۴) میں لکھتا ہے: ’’مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔‘‘

معلوم ہوا کہ مرزا بھی بطور استعارہ کے اللہ کا بیٹا ہے۔ معاذ اللہ! اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے ’’ما کان للّٰہ ان یتخذ من ولد سبحانہ‘‘ اس آیت شریف میں اللہ جل شانہ

نے ہر قسم کی ابنیت کی نفی کی ہے اور مرزا ابنیت کے عقیدہ میں عیسائیوں کے مذہب کی تائید کرنے والا اور پکا یہودی ہے۔ کیوں کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

’’قالت الیہود والنصاری نحن ابناء اللّٰہ‘‘ (المائدہ:۱۸)

یہود بھی نصاریٰ کی طرح تاویل سے اللہ کے بیٹے بنتے تھے سوائے یہود ونصاریٰ ومرزا کے کسی ایمان والے کا یہ عقیدہ نہیں ہے اگر ہے تو قرون ثلاثہ کے کسی اہل علم سے ثبوت دے اور اللہ جل شانہ عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں فرماتا ہے ’’وما قتلوہ وما صلبوہ ‘‘اور مرزا کہتا ہے سولی پر تو چڑھایا گیا تھا۔ سوائے یہود ونصاریٰ کے کوئی مسلمان اس بات کا قائل نہیں ہے۔

اگر مرزا میں ایمان کی بو بھی ہے تو کسی آیت یا حدیث سے یہ بات ثابت کردے۔ مسلمانو! مرزا کے ظاہری دعویٰ اسلام اور کلمہ گوئی پر نہ بھولو یہ جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں مخالفین مذاہب کو جواب دیتا ہوں یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔ یہ کیا جواب دیتا ہے علاوہ بے شمار علماء سلف وخلف کے جن کا یہ سرقہ کرنے والا ہے اس سے بڑھ کر صداقت اسلام ورسالت رسول علیہ السلام پر ڈاکٹر لیٹنر وغیرہ نے بھی عمدہ لیکچر دیئے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ قرآن مجید کو اپنا حرز ایمان سمجھ کر آیات میں تدبر کریں اور اس کے دعاوی باطلہ کی طرف کچھ بھی توجہ نہ کریں۔

اللہ جل شانہ فرماتا ہے ’’ومن الناس من یقول آمنا باللّٰہ وبالیوم الأخر وماھم بمؤمنین یخٰدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا‘‘ (بقرہ:۸،۹)

یعنی لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو دعویٰ ایمان کا کرتے ہیں اور اصل میں وہ مومن نہیں ہیں فریب دیتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو۔

اس منحوس کے باعث تو اسلام کی سخت اہانتیں ہوئیں، تعلیم قرآن مجید کا خلاف کرکے اس نے آریہ اور عیسائیوں سے اسلام ورسول علیہ السلام کو گالیاں دلوائیں۔ ضعیف الایمان لوگوں کے ایمان تباہ کردیئے اور مخالفین مذاہب کو جو جواب دیتا ہے وہ بھی ایسے نکمے ہوتے ہیں جو متبحرین علماء کو ان کی اصلاح کرنی پڑتی ہے۔ اہل انصاف مولوی ابوسعید محمد حسین

بٹالوی کا محاکمہ جو آتھم ومرزا کے مباحثہ پر انہوں نے لکھا ہے دیکھیں۔ (مطبوعہ محاسبہ قادیانیت ج۱۰ص۲۷۳تا۳۰۴) اگلے لوگوں کی تصانیف سے سرقہ کر کے کچھ جواب دیتا ہے تو جب اپنی تحریف ملاتا ہے تو ان صاف جوابوں کو بھی گدلا کر دیتا ہے:

گر بگیرد گوہرے سنگ شود در بصلحے میرود جنگے بود

سچ تو یہ ہے کہ مرزا کو اوہام باطلہ کی بیماری نے ایسا تباہ کیا ہے کہ انوار وبرکات قرآن مجید سے بالکل اندھا اور بہرا ہوگیا ہے۔ اللہ پاک اس کو ہدایت کرے مجھ کو سخت افسوس ہے۔ کیوں کہ کبھی وہ میرا دوست تھا کادیان میں اپنے مکان پر میرا وعظ سنتا تھا اور کادیان کے لوگوں کو میرے وعظ کے لئے بلاتا تھا اور مدت تک خط وکتابت جاری رہی۔ لیکن ان دنوں میں کوئی الحاد کی بات میرے سامنے نہیں کہتا تھا۔ اگر کہتا تو میں اسی وقت اس کے مخالف ہوجاتا۔ واللہ، باللہ ثم تاللہ! اس کے ساتھ میری کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔ محض اللہ کے واسطے اس کا مخالف ہوں۔ کیوں کہ وہ آیات واحادیث صریحہ کا خلاف کرتا ہے۔ اگر آج اپنے عقائد کا ثبوت قرآن مجید وحدیث شریف وقرون ثلاثہ سے دے تو میں آج ہی اس کا تابعدار ہو جاؤں گا کسی طرف نہیں دیکھوں گا۔

اور اب میں اس کی تکفیر میں مجبور ہوں کیوں کہ قرآن مجید ورسول علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہوں اور سلف صالحینؒ کے طریق کو دوست رکھتا ہوں۔ اگر یہ اللہ جل شانہ ورسول علیہ السلام کا وقرون ثلاثہ کا مخالف نہ ہوتا تو حضرت میاں صاحب مولانا سید نذیر حسین دہلوی ومولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی **سلمہما عن الآفات والعاہات وغیرہما** علماء عظام اس کے حق میں کیوں لکھتے کہ ایسے شخص کے ساتھ اہل اسلام کی طرح میل ملاپ، سلام کلام، کھانا پینا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اگر ایسے عقیدہ پر مرے تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہئے۔ قریباً دوسو علماء کے مواہیر سے مزین ہوکر وہ فتویٰ مطبوع ہو چکا ہے۔

اور حضرت مولانا مولوی محی الدین عبدالرحمٰن صاحبؒ ساکن لکھوکے ضلع فیروز پور جو ایک فاضل اجل وصوفی کامل تھے، جواب مدینہ طیبہ میں جوار رسول اللہ ﷺ میں مدفون

ہیں۔ اس کو بہت ہدایت کی طرف بلاتے رہے اور فرماتے کہ دو گھنٹہ تک ایک کوٹھڑی میں میرے پاس بیٹھے تو اللہ کی طرف سے وہ نشان دیکھے گا جو ان شاء اللہ کبھی اس عقیدہ پر نہیں رہے گا اور فرمایا اس کو ان شاء اللہ! ملائکہ آسمان سے اترتے ہوئے دکھاؤں اور فرماتے جو نشان تو دس ہفتہ میں نہ دکھا سکے ان شاء اللہ! میں پانچ ہفتہ کے اندر دکھاؤں گا اور رجسٹری کے ذریعہ سے اس کو اطلاع بھی دے دی اور اس کی رسید بھی آ گئی۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اگر یہ بدنصیب ان کی دعوت قبول کر لیتا تو ہلاکت سے بچ جاتا۔ لیکن: تہی دستاں قسمت راچہ سود از رہبر کامل۔

اور آپ نے اس کی تردید میں چند اشعار بھی فرمائے تھے:

اشعار فی تردید امام الاشرار

اردنا باللسان جهاد دين — للنصر دين رب العالمينا

ہم نے زبان سے لڑنے کا ارادہ کیا تاکہ رب العالمین کے دین کی مدد کریں۔

نجاهد من يخالفنا بدين — جديد فيه تبع الكافرينا

ہم اس سے جہاد کرتے ہیں جو شخص ہمارے ساتھ مخالفت کرے اس نئے دین میں کہ وہ کافروں کا مددگار رہوا ہے۔

فصار مصدقا نقل النصارى — فايد دينهم كفراً مبينا

پھر وہ نصاریٰ کی نقل تصدیق کرنے والا بن گیا پھر ان کے دین کی کھلم کھلا کافر ہو کر تائید کرتا ہے۔

فصدق بالصليب لكلمة الله — وصار نصير كفر المشركينا

سو کلمۃ اللہ عیسیٰ کے سولی چڑھنے کی تصدیق کرتا ہے اور کفر مشرکین کا مددگار بن گیا۔

وقال بان مذهبه قريب — لدين الكفر دون المؤمنينا

اور بولا کہ اس کا مذہب قریب ہے دین کفر سے اہل ایمان کے سوا۔

فهذا الدين دين الكاديانی — غدا ضد الدين المسلمينا

سو یہ دین کادیانی کا دین ہے ضد سے مسلمانوں کے مخالف ہو گیا ہے۔

فنسأل ربنا نصراً عزیزاً لدین الله دین المرسلینا

سو ہم اپنے رب زبردست سے مدد مانگتے ہیں، اللہ سے دین کے لئے جو رسولوں کا دین ہے۔

ونحن تدین دین الله حقاً ونبغض من یحب الملحدینا

اور ہم باتحقیق اللہ کے دین کی تابعداری کرتے ہیں اور جو بے دینوں سے دوستی رکھے بغض رکھتے ہیں۔

جلسہ دھرم مہوتسو جو اب لاہور میں ہوا تھا، مرزا کی تحریر جو پہلے دن پڑھی گئی تھی میں نے بھی کچھ حصہ بڑے غور وتأمل سے سنا اس کی تحریر کو سوائے آیات واحادیث کی تلبیس وتزویر سے بھرپور پایا اور سخت ریاکار و خودنما معلوم ہوا ایسی آیات اس نے پیش کیں جن سے اس کو اپنے شذوذ ونوادر پیش کر کے عوام کو حیرت میں لانے کا منشا تھا اور اس قسم کی باتیں بنانے والوں کے حق میں آں حضرت ﷺ سے سخت وعید آئی ہے۔ الفاظ خنزیر ویفجرونہا وزنجبیلا وکافورا وغیر ذالک پر جو کچھ لکھا سنا سوائے تک بندی ملحدانہ وتحریف مرتدانہ کچھ بھی نہیں تھا۔ باقی کچھ مضمون امام غزالیؒ وشاہ ولی اللہ صاحبؒ کی تصانیف ومحی الدین عربیؒ کی فتوحات وفصوص وغیرہ کا چرایا ہوا تھا لیکن وہ بھی کچھ تبدل وتغیر وافراط تفریط کے ساتھ تھا:

حرف درویشان بد زد ومردودن تاکہ خواند بر سلیمی آن فسون

زان کہ صیاد آورد بانگ صفیر تا بگیرد مرغ را آں مرغ گیر

زکی الطبع تو کوئی اس کے دام میں نہیں آتا البتہ غبی الطبع اس کی تقریر پر تزویر کو سن کر ضرور بہک جاتا ہے اور آیات واحادیث ومعانی صحیحہ الخ کے انوار وبرکات بیشک چمک رہے اور قبول ہو رہے تھے۔ سو وہ اس کا خاصہ نہیں ہے اور اس کی اپنی طبع زاد باتوں میں تو روحانیت کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ البتہ سنانے والے کی سروتال اچھی تھی اگر خود بدولت

ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ سوائے مرزائیوں اور ناواقف مسلمانوں کے کسی کو خوش نہ پایا اور جس قدر مرزا اور اس کے تابعداروں کو اس تحریر کی نسبت دعویٰ تھا اگر ٹھیک ہے تو بتلائیں اس تحریر کے اثر سے کس قدر آریہ اور عیسائی اسلام میں داخل ہوئے۔

اور مولوی محمد حسین صاحب کی تقریر روحانیت سے مملو تھی سوائے مرزائیوں کے سب لوگ خوش تھے اور عین اثناء تحریر میں مرزا کے دین کے نور کی طرف نظر گئی تو علاوہ سوا ظاہری وباطنی کے ''ابصارھم خاشعة وترھقھم ذله'' کا مصداق پایا اور مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی کی تحریر جو انجمن نعمانیہ اسلامیہ میں پڑھی گئی تھی۔ اللہ اکبر مرزائی بھی حیران تھے فقط۔

اور مرزا کی کتاب انجام آتھم جواب نکلی ہے (ص۲۱ خزائن ج۱۱ ص ایضاً) پر لکھا ہے:

''اے بدذات فرقہ مولویان تم کب تک حق کو چھپاؤ گے کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودانہ خصلت کو چھوڑو گے اے ظالم مولویو تم پر افسوس ہے تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔''

اس کفر کی بھری ہوئی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس قدر علماء روئے زمین پر ہیں۔ مرزا کے نزدیک سب کے سب بدذات حق پوش ظالم یہودانہ خصلت بے ایمانی کا پیالہ پینے والے اور لوگوں کو پلانے والے ہیں۔ میں عاجز جو خادم علماء اسلام وصوفیاء کرام ہوں، میرا کوئی دعویٰ نہیں کہ میں متقی پرہیزگار زاہد عابد ہوں۔ دعویٰ یہ ہے کہ گنہگار بدکردار اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوں اور قرآن مجید وحدیث شریف پر ایمان رکھتا ہوں اور قرون ثلاثہ سے لے کر جس قدر علماء صلحا متبع سنت گزرے ہیں، سب کو اپنی جان سے عزیز سمجھتا ہوں:

احب الصالحین ولست منهم لعل الله یرزقنی صلاحاً

مرا عہدیست باجاناں کہ تاجان در بدن دارم ہوا داران کویش را چو جان خویشتن دارم

اس لئے جوش حمایت علماء اسلام میں آکر تجھ کو بھی انہیں الفاظ سے یا ان کے معانی سے مخاطب کروں گا جو تیرے قلم سے نکلے ہیں کہ یہ گنبد کی آواز ہے جیسی کہی ویسی سنی اور بموجب فرمان حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ واذا علم الله عزوجل من رجل انه

مبغض لصاحب بدعة رجوت اللہ تعالیٰ ان یغفر ذنوبه و ان اقل عمله کے کچھ لکھتا ہوں۔

اے بے ایمانی کا پیالہ پینے والے مرزا علماء خیار کی مجلسوں میں تو قرآن وحدیث وفقہ اور جو ان کے خادم علوم ہیں ان کی تعلیم ہوتی ہے اور بموجب فرمان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علیکم بآثار السلف کے بھی تعلیم دی جاتی ہے کہ جس طرح قرون ثلاثہ کے مسلمانوں نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ علیہ السلام کو سکھایا ہے اسی تعلیم پر ثابت قدم رہنا اور تو اس مبارک درس وتدریس کو بے ایمانی کہتا ہے۔ اس لئے تو ہی بڑا بے ایمان ہے اور تیری مجلس میں سوائے استہزاء واستخفاف شریعت وغیبت علماء اسلام پر دشنام دہی وتحریف نصوص کچھ نہیں ہوتا:

ایں چنیں رقاص را قوال باید ایں چنیں

اے ظالم مرزا! مسلمانوں کو فریب دینے والے تو نے جو انجام کے (دعوت قوم ص ۴۵ خزائن ۱۱ص ایضاً) میں لکھا ہے کہ ''یہ سراسر افترا ہے کہ ہماری طرف یہ منسوب کرتے ہیں کہ گویا ہمیں معجزات انبیاء علیہم السلام سے انکار ہے یا ہم خود دعویٰ نبوت کرتے ہیں یا نعوذ اللہ حضرت سید المرسلین کو خاتم الانبیاء نہیں سمجھتے۔''

اگر تجھ کو معجزات سے انکار نہیں تو تو نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جن کو اللہ نے مومنوں کے لئے نشان فرمایا ہے۔ شعبدہ بازی لہولعب قابل نفرت مکروہ کیوں لکھا ہے۔ کہیں کچھ اور کہیں کچھ۔ یہی تو بڑی بے ایمانی ہے اگر تو نے دعویٰ نبوت کا نہیں کیا تو (توضیح ص ۱۷تا۲۰ خزائن ج۳ص ۵۹تا۶۱) تک یہ کیوں لکھا ہے کہ:

''اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ عاجز اس امت کے لئے محدث ہوکر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے اور لکھا ہے ''ان النبی محدث والمحدث نبی ''یعنی بالتحقیق جو نبی ہے وہی محدث ہے جو محدث ہے وہی نبی ہے۔''

اور (ازالہ ص۵۳۳ خزائن ج۳ص ۳۸۶) سے لے کر لکھا ہے ''اسی لئے اس عاجز کا نام خدا تعالیٰ براہین احمدیہ میں امتی بھی رکھا اور نبی بھی رکھا ہے۔''

اور (ازالہ ٹائیٹل باراوّل خزائن ج۳ ص۱۰۱) میں لکھا ہے ’’مرسل یزدانی۔‘‘

یہ بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے اور یہودانہ خصلت والوں کے امام اگر تو محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء سمجھتا تو (توضیح ص۱۹ خزائن ج۳ ص۶۰) میں یہ کیوں لکھتا ’’میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔‘‘

اے ظالم مرزا! اگر جزئی طور پر کسی کو نبی ماننا درست اور صحیح ہوتا تو اللہ جل شانہ قرآن مجید میں آں حضرت ﷺ کو خاتم النّبیین کیوں فرماتا اور تیرا دعویٰ ہے کہ میرا نام عیسیٰ اللہ نے اس لئے رکھا ہے کہ صلیبی اعتقاد کے توڑنے کے لئے آیا ہوں۔ سو یاد رکھ آں حضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک بڑے بڑے علماء نصاریٰ کی تردید کرتے رہے اور صدہا عیسائی وغیرہ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ تیرے سے تو کسی چوہڑے کو بھی ہدایت نہیں ہوئی۔ واہ رے تیرے تفنن اور تو ایسا بدذات ...... ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو اللہ اور رسول علیہ السلام نے نبی فرمایا ہے اور امام مہدی علیہ السلام کو تو نے خونی لکھا ہے اور خونیوں کی جگہ اللہ نے دوزخ میں قرار دی ہے تو زنیم نہ ہوتا تو تیرے منہ سے یہ کفر کبھی نہ نکلتا۔

اگر تو اللہ کی طرف سے ہے تو فوراً لاہور چلا آ، مسجد وزیر خان میں ایک مجمع عام میں۔ میں تیرے عقائد کے باب میں سوال کروں گا اور وہ احادیث جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں وارد ہوئی ہیں کہ جن میں سے تو نے سخت بے ادبی کرتے ہوئے کچھ الفاظ کو بھی زندیقانہ طور پر لے لیا اور اکثر کو بسبب نہ بننے تاویلات فاسدہ کے چھوڑ دیئے ہیں۔ سب الفاظ کے معانی اور حدیث اما مکم منکم کے معنی علماء کے سامنے پوچھے جائیں گے اگر تو نے بشہادت اہل مجلس کافی جواب دیئے تو واللہ باللہ ثم تاللہ! میں تو اسی وقت تیری تابعداری کرلوں گا اور اس مجلس میں اگر تو ایک آیت بھی جو عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر دلیل بیّن قطعی الدلالت ہو پیش کرے گا تو تجھ کو پچاس روپیہ دیا جاوے گا۔ مال کی طرف تجھ کو اس لئے بلایا جاتا ہے کہ تیرا دعویٰ ہے میں لوگوں کو مال دیتا ہوں کوئی نہیں لیتا۔ اگر کوئی نہیں لیتا تو تو اب

مرد بن اور آ کر مال لے۔

اب کوئی حیلہ حوالہ نہ کر فوراً چلا آ ورنہ آگے سے بڑھ کر تجھ کو ملعون سمجھا جائے گا اور یہ سب کچھ تقریراً ہوگا نہ تحریراً تاکہ تیری جان جلد شکنجے میں آوے اور میرا مخاطب تیرے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی تحریر تیری نکلے گی نہ دیکھے جائے گی اور نہ جواب دیا جاوے گا۔ پس سوائے آنے کے کچھ نہ کر میں تابعداری کرنے کے لئے حاضر ہوں اور مباہلہ کے لئے میری طرف سے علامہ عبدالحق غزنوی کو ہی کافی سمجھیں۔

اگرچہ تو مولوی عبدالحق کے مباہلہ میں سخت ملعون ہو چکا ہے، دہلی کے مباحثہ میں مردود پٹیالہ کے مباحثہ میں مطرد اور لدھیانہ کے مباحثہ میں مہبوط:

یک بار میرد ہر کسے مرزا بمیرد بارہا

پہلے حمل سے لڑکی ہونے کی موت پھر فرضی بشیر کے مرنے کی پھر اس کی فرضی زوجہ کے ادر کے گھر میں جانے کی موت، پھر آتھم کے معیاد تک زندہ رہنے کی موت، پھر اس کی فرضی عورت کے شوہر زندہ رہنے کی موت۔ اب مباہلہ میں سگ دیوانہ کی موت کا منتظر ہے۔

قاتلهم الله انى يؤفكون لا تدعوا اليوم ثبوراً واحدا وادعوا ثبوراً كثيرا

المشتہر: **العائذ بالله المستعان** محمد علی خان عفا عنہ الرحمٰن ساکن موضع بوپڑا ضلع گوجرانوالہ حال وارد لاہور

صحیح واقعہ جہلم

ایک شخص الٰہی بخش بٹالہ کے رہنے والے جو جہلم میں کسی ریلوے دفتر میں ملازم ہے وعظ کے بعد بولا کہ افسوس ہے آپ نے مرزا کی تردید کیوں کی۔ آخر اس کو احمد بخش صاحب سارجنٹ نے ڈانٹا تو فوراً مجلس سے نکل گیا۔ صبح ہوتے ہی مستری فضل الدین ومستری عبدالرحمٰن وعبدالکریم وفقیر اللہ ومولوی کرم الدین مدرس کو لے کر نورالدین زرگر کے مکان پر بہت آدمیوں کے سامنے اس نے بڑے الحاح سے معافی چاہی۔ اس کے بعد ہر روز وعظ ہوتا، مرزا کی تردید آگے سے بڑھ کر ہوتی رہی پھر تو اس بیچارہ نے دم بھی نہ مارا۔ فقط

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

مرزائیاں دی ماں

فاتح قادیان مولانا محمد حیات گوجرانوالہ

لا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب نکاح آسمانی

موسوم بہ

مرزئیاں دی ماں

مصنفہ

(مولوی) محمد حیات جامع مسجد گوجرانوالہ

گورو نانک الیکٹرک پریس گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلاں رب دی حمد چتاراں میں — پھر نبی دی نعت پکاراں میں
جھدے بعد نہ نبی شماراں میں — ہن جھوٹے نبی دی چال سنو
مرزائیاں دی ماں[1] دا حال سنو
وچ پٹی[2] دے خوشحال سنو

کہندا مینوں[3] ایہہ الہام ہویا — سنو رب دا جو پیغام ہویا
مینوں ایہہ نکاح انعام ہویا — اوہدے ہور وے ہور خیال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

جے ایہہ نکاح کراؤ گے — سب مال تے دولت پاؤ گے
دنیا اتے عیش اڑاؤ گے — نالے مکن سب جنجال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

مینوں خوشخبری جد آوے گی — عزت بی.بی[4] عزت پاوے گی
زر زیور پئی ہنڈاوے گی — نالے وسے ہو خوش حال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

ایہہ نکاح جے موجب برکت دا — نالے مال میرے دی شرکت دا
ایہہ مل جے ایسے حرکت دا — میرا منو تسیں سوال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

ایہہ جو کچھ میں اشتہار کیتا — اوہدا جے کر تساں انکار کیتا
تساں آپ نوں آپے خوار کیتا — نالے آسن ہور وبال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

جے ہور جگہ ایہہ ساک ہووے عزت بی. بی نوں پھر طلاق ہووے
انکار تو بیٹا عاق ہووے نہ ملسی اس نوں مال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

کوئی ہور جو اوہنوں ویاہے گا میرے دل دنوں ٹھیس لگائے گا
دو سال اندر مر جائے گا مینوں آکھے ذوالجلال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

تن سال تائیں اوہدا باپ مرے پھر بعد نکاح میرے نال کرے
میرا دشمن ہو خوار مرے ایہہ کہیا لایزال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

سوہرے نوں حکم آسمانی اے تن سال اوہدی زندگانی اے
ایہنوں سمجھو اک نشانی اے ایہہ دعویٰ عجب کمال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

لاتحسبن[۶] وچار ویکھو ایہہ رب دا ہے اقرار ویکھو
دن تھوڑے رہے شمار ویکھو دعا منگی زاری نال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

رب عرش اتے آپ نکاح کیتا اتے جبرائیل گواہ کیتا
پہلا خاوند ہے تباہ کیتا پھر وسے میرے نال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

پڑھیا ایہہ نکاح آسماناں تے اوہدی مچی دھم جہاناں تے
دعویٰ ہندواں مسلماناں تے نالے ہور بھی قیل وقال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
بیوہ ہوکر ڈولی آوے گی نک ساریاں دی کٹ جاوے گی
شکلے بندر سور ہوجاوے گی پھر میں ہوساں خوش حال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
رب سچے قلم چلائی اے رسول نے بھری گواہی اے
اوہدی ڈولی ویکھو آئی اے جدھا ڈھاڈا حسن جمال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
نکاح تھیں سچا جان مینوں مسیح موعود پہچان مینوں
جے سنگھ کرشن بھی ٹھان مینوں میرا ناطہ اوہدے نال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
نکاح ہووے مسیح موعود ہوواں ناہ ہووے تاں مردود ہوواں
مکاری ٹھگ یہود ہوواں میرے دعوے مکری جال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
جے وہٹی نہ ویاواں میں ہر بدتھیں بد ہوجاواں میں
نک وڈھا نام دھراواں میں مینوں ہور بھی اون وبال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

پر ہوسی جدوں نکاح میرا ہوسی بندر[۸] ہر بدخواہ میرا
کل دشمن ہووے تباہ میرا بنے سور تے اوہ بدحال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
نک وڈھساں سب شریکاں دا بدلا ہوسی لایاں لیکاں دا
رب مالک ہے توفیقاں دا وہٹی چھڈساں نہ کسے حال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
کہے قسم خدا دی چاواں میں اوہدا[۹] نبی گواہ بناواں میں
ایہہ جو کجھ تساں سناواں میں ہے وحی خدائے جلال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
جے ایہہ نکاح نہ کرساں میں پھر جھوٹا[۱۰] ہوکر مرساں میں
وچ ہاویہ دوزخ سڑساں میں ایہہ قول نہ خام خیال سنو
مرزائیاں دی ماں‌دا حال سو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
میرے سچ دی ایہہ علامت اے نہ ہووے تاں بڑی ملامت اے
نالے لعنت تا قیامت اے میرے گندے سب اعمال سنو
مرزائیاں دی ماں‌دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
خط لکھ لکھ کر عرضاں کردا سی سر قدماں اتے دھردا سی
بن ویکھیاں اک دم مردا سی دیوے زر تے سارا مال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

آکھے چوہڑا میں چمار نہیں   کیوں نسّو میں نادار نہیں
نہیں تے میں بھی کراں ادھار نہیں   چھڈھاں تساں دا ساک خیال سنو

مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

کہے ہویا بیمار اک وار ساں میں   نالے مرن نوں ہویا تیار ساں میں
آہا اندر ایس وچار ساں میں   ہن ہویا نکاح محال سنو

مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

جھٹ رب نے ایہہ فرمان کیتا   توں دل نوں کیوں حیران کیتا
اساں ڈولا تینوں دان کیتا   توں ایہہ وعدہ تیرے نال سنو

مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

جے ایہہ نکاح نہ ہووے گا   پھر مرزا بیٹھا رووے گا
نمرود بڑا ایہہ ہووے گا   لوکاں تھیں ٹھگیا مال سنو

مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

ملک الموت دی کھڑکی تار جدوں   لاہور نوں ہویا تیار تدوں
چھبّی مئی سی منگل وار اوہدوں   انی سو تے اٹھ دا سال سنو

مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

پھر نازل جدوں لاہور ہویا   نال ہیضے سخت بے طور ہویا
وچ ٹٹی مردہ چوڑ ہویا   بری موت تے مندا حال سنو

مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

جے بس اتنی زندگانی سی پھر دعویٰ صرف زبانی سی
اتے سب الہام شیطانی سی اتے جھوٹے سب احوال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
تینوں موت نے آن جان وار کیتا تیری دعویٰ سب ہن جان لیتا
تینوں ہے سی اثر شیطان کیتا سب کجھ سی مکری جال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
اوہدی پیش گوئی سب غلط گئی ملی رن نہ موت چھپٹ گئی
اوہدی چلدی ہٹی لٹ گئی دن حشر دے مندا حال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
ہن مرزائیو! تسیں ہوش کرو اینویں انھے واہ نہ جوش کرو
تک اکھیں زہر نہ نوش کرو چھڈو کاذب بڑا دجال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
ہے سی جھوٹا جھوٹ الا گیا بڑے گندے عمل کما گیا
وچ دنیا جال پھیلا گیا بچو اس تھیں سچ خیال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو
تساں ہوش اجے نہ آئی اے جدوں تکی سب کمائی اے
اوہنوں رگ رگ جھوٹ سمائی اے ہو تائب نیک خصال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

ہے سی عاشق رانجھے وانگ بڑا وچ عاشقی مرد میدان بڑا
کم عقل نہ سمجھ نادان بڑا پچھے عورتاں پھرے بے حال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

بھلا نبی بھی عاشق ہوندے نے وچ ہجر محبوباں روندے نے
نہ دن تے راتیں سوندے نے ایہہ سب خیال محال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

تساں پھڑ چا نبی بنایا اے اوہدا حوصلہ ہور ودھایا اے
ہن ربدا پت بن آیا اے سب واہیات خیال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

میں پند نصیحت کیتی اے اوہ دسی جو سب بیتی اے
تساں اجے بھی عقل نہ کیتی اے کیا ٹھگیا تساں دجال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

ایہہ محمد حیات نے سچ کہیا جس منیاں دوزخوں بچ گیا
پر جس دل کفر ہے رچ گیا اوہنوں توبہ کرن محال سنو
مرزائیاں دی ماں دا حال سنو
وچ پٹی دے خوش حال سنو

حاشیہ جات

۱...... نبی کی منکوحہ امت کی ماں ہوتی ہے۔

۲...... ایک گاؤں ضلع لاہور میں ہے۔

۱...... اشتہار مرزا قادیانی (۱۰/جولائی ۱۸۸۸ء مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص ۱۵۳ تا ۱۶۰)

۱...... مرزے کی بہو کا نام ہے۔

۱...... (اشتہار ۱۰/جولائی ۱۸۸۸ مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص ۱۵۳ تا ۱۶۰)

۱...... ''لاتحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ'' ترجمہ: اللہ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا ہرگز خیال نہ کر۔

۷...... (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۲ خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۶)

۸...... (ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۰ خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۷)

۹...... (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳، ۵۴ خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۷، ۳۳۸)

۱۰...... (ضمیمہ انجام حاشیہ ص ۳۱ خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

۱۱...... (خط از اقبال گنج ۲/مئی ۱۸۹۱ء کلمہ فضل رحمانی ص ۱۲۵ تا ۱۲۷)

۱۲...... (ازالہ اوہام ص ۳۹۶ تا ۳۹۸ خزائن ج ۳ ص ۳۰۵، ۳۰۶)

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

عصمت انبیاء

اور

قادیانی مشن

جناب ڈاکٹر میر فقیر اللہ شیدا گوجرانوالہ

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اللہ اکبر

عصمت انبیاء

اور

قادیانی مشن

از

ڈاکٹر میر قمر اللہ شیدا ایل۔ ایم۔ ایس۔ ایچ
دروازہ ٹھاکر سنگھ گوجرانوالہ

ماہ اگست ۱۹۳۳ء

(مطبوعہ الیکٹرک پریس گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او کذّب بایٰاتہ انّہ لایفلح الظالمون!

قادیانی جماعت نے مرزا قادیانی کی نبوت کے گمراہ کن پراپیگنڈہ کے پھیلانے کے لئے حتی الوسع بہت کوشش کی اور طرح طرح کے طریقے ایجاد کئے مگر سوائے ناکامی کے انہیں اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ہماری تمام کوشش رائیگاں جارہی ہے اور اب دن بدن پرانے مرید بھی مرزائیت سے توبہ کر کے پھر آغوش اسلام میں آرہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بنا بنایا کھیل ہی بگڑ جائے تو اب اشتہار بازی اور ٹریکٹ وغیرہ لکھنے شروع کر دیئے اور علمائے اسلام پر الزام لگانے کے درپے ہوگئے۔ پہلے تو یہ وبا قادیان کی چاردیواری میں ہی محدود تھی۔ مگر اب یہ ہمارے شہر گوجرانوالہ میں بھی آ نمودار ہوئی ہے۔

چنانچہ مؤرخہ ۱۸/اگست ۱۹۳۳ء کو ایک ٹریکٹ ہماری نظر سے گزرا جس کے مصنف حکیم کرم الٰہی جرّاح (قادیانی) کے صاحب زادے ہیں۔ جن کو میں پہلے سے ہی جانتا ہوں کہ یہ صاحب بالکل ناخواندہ ہیں۔ مگر قادیانی جماعت کی حماقت دیکھئے کہ خود تو میدان میں آنے کی جرأت نہیں کی اور نہ کسی ذمہ دار ہستی کو پیش کیا۔ بلکہ ایک ناخواندہ لڑکے کے نام ایک ٹریکٹ شائع کر دیا اور خود تماشا دیکھنے کو بیٹھ گئے۔ مگر یہ رویّہ ان کو مجبوراً اختیار کرنا پڑا ہے۔ کیوں کہ قادیانی مولوی تو اس سے پہلے ہی میدان مناظرہ میں شکست فاش کھا کر فرار ہو چکے ہوئے ہیں اور اب قادیانیت ڈربہ میں پناہ گزیں ہے۔

اب کوئی مولوی تو میدان میں آنے کی جرأت نہیں کرتا۔ اس لئے ایک ناخواندہ لڑکے کو آگے کر دیا تاکہ جواب دینے کے لئے جماعت پر ذمہ داری عائد نہ ہو اور آسانی سے ہی یہ کہہ کر پیچھا چھوٹ جائے کہ ٹریکٹ کا مصنف ایک ناخواندہ لڑکا ہے۔ وہ اپنی تحریر کا خود ذمہ دار ہے۔ ٹریکٹ مذکور میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ علمائے اسلام نے انبیاء علیہم السلام کی توہین اور بے عزتی کی ہے۔ حالاں کہ یہ علمائے اسلام پر ایک ایسا الزام ہے جس کا ثبوت قادیانی قیامت تک نہیں دے سکتے اور یہ قرین قیاس ہی نہیں کہ ایک ایسا شخص جو انبیاء کی ساری زندگی کے پاک ہونے پر ایمان رکھتا ہو وہ انبیاء کی توہین کرے۔ اس الزام کے ثبوت میں موضح القرآن سے چند حوالہ جات نقل کر کے ایک ناخواندہ لڑکے کے نام

ٹریکٹ شائع کر دیا ہے۔ میں دعویٰ سے یہ کہتا ہوں کہ جس کے نام سے یہ ٹریکٹ شائع کیا گیا ہے۔اس نے ’’حمائل غزنویہ‘‘ کو پڑھنا تو درکنار آج تک آنکھوں سے بھی نہ دیکھا ہوگا۔

خیر میں اس بحث میں جانا نہیں چاہتا۔ ہماری طرف سے اجازت ہے چاہے اس سے بھی کوئی اور جاہل لاکر میدان میں کھڑا کر دیں۔ ہم تو خادم اسلام ہیں ہروقت اسلام کی خدمت کریں گے اور اس قادیانی ڈھول کا پول کھولتے رہیں گے۔ پیشتر اس کے کہ میں ان الزامات کا جواب لکھوں یہ بتادینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ ہم اہل حدیث ہیں کسی کے مقلد نہیں، قرآن وحدیث ہمارا مذہب ہے۔ اگر آپ کو قرآن شریف اور صحیح حدیث پر اعتراض ہے تو آؤ ہم ہروقت جواب دینے کے لئے تیار ہیں، کسی کا قول ہمارے لئے حجت نہیں ہوسکتا ہے کہ کسی مسئلہ میں علمائے اسلام غلطی کریں، اگر وہ غلطی کریں گے تو ہم صاف یہ کہہ دیں گے کہ انہوں نے بھی غلطی کی ہے اور ہم ان کی وہ بات ماننے کے لئے کبھی بھی تیار نہ ہوں گے۔ کیوں کہ علماء آخر انسان ہیں ان سے غلطیاں بھی ہوجاتی ہیں۔

مگر میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ مرزا قادیانی کو ہمارے مولویوں کی طرح سے ہی سمجھتے ہو اور تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی بھی غلطیاں کرتے تھے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو آؤ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ یہ کہہ کر ٹھکرا دو کہ ان سے بھی غلطی ہوگئی ہوگی اور پھر آغوش اسلام میں آجاؤ اور اگر مرزا قادیانی سے غلطی کا احتمال ہی تمہارے نزدیک ناممکن ہے تو پھر تم کیوں علمائے اسلام پر اس قسم کے الزامات لگاتے ہو اور مرزا قادیانی کا مقابلہ ان کے ساتھ کرتے ہو۔

مگر قادیانی دوستو! معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہارے اختیار میں نہیں، زبردستی سے ہی ایسی باتیں تمہارے منہ سے نکل جاتی ہیں۔ جن سے خواہ مخواہ تمہیں ذلیل ہونا پڑتا ہے اور اگر تمہاری قسمت میں ہی ذلیل ہونا ہے تو پھر اس کا علاج میرے پاس صرف یہی ہے کہ توبہ کرو تاکہ خدا تمہارے گناہ بخش دے اور ایک دوکان دار کا پیچھا چھوڑ کر سیدھے آغوش اسلام میں آجاؤ تو یقیناً پھر تم کبھی بھی ذلیل نہ ہوگے۔ میں اس مضمون کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا۔ اس کو یہیں ختم کرتا ہوں اور اب آپ کے ان الزامات کا جواب دیتا ہوں جو آپ نے ٹریکٹ میں شائع کرائے ہیں۔

پہلا الزام یہ لگایا گیا ہے کہ موضح القرآن میں لکھا ہے کہ آں حضرتﷺ نے فجر

کی نماز پڑھی اور اس میں سورۃ نجم تلاوت فرمائی۔ جب آپ ’’افرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ‘‘ پر پہنچے تو اس وقت شیطان نے آپ کی زبان پر چند کلمے بتوں کی تعریف میں جاری کرادیئے۔

جواب: مرزائیو اگر تم اسی صفحہ کی ساری عبارت پڑھ لیتے تو تم کو یہ اعتراض کرنے کی جرأت پیدا نہ ہوتی۔ مگر تم پڑھتے کیسے۔ دھوکا دہی سے کام لینا تو تم نے اپنا شیوہ اختیار کیا ہوا ہے۔ حالاں کہ وہاں صاف لکھا ہے کہ اس واقعہ کو میں نے کسی صحیح طریق سے مسند نہیں پایا اور اس کے آگے امام ابن خزیمہ کا قول بھی درج ہے کہ یہ قصہ زنادقہ کا بنایا ہوا ہے (حمائل غزنویہ ص۵۴۳) مرزائیو! اس عبارت کو پڑھ کر ذرا سوچ کر بتانا کہ اب کیا اعتراض ہے؟

دوسرا الزام یہ ہے کہ موضح القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد کی ۹۹ بیویاں تھیں ایک ہمسائے کی عورت پر نظر پڑ گئی۔ چاہا کہ اس کو بھی گھر رکھیں اس کا خاوند موجود تھا۔ اس کو ایک لڑائی میں بھیج دیا جہاں وہ مارا گیا، پیچھے اس کی عورت سے نکاح کر لیا۔

جواب: قادیانی دوستو! کیوں تعصب سے اندھے ہوگئے ہو اور خوف خدا تمہارے دلوں سے بالکل ہی اٹھ گیا ہے۔ صرف ریاکاری کو ہی اپنے دل میں جگہ دے رکھی۔ کیوں اس قدر خیانت سے کام لیتے ہو۔ ذرا قیامت کو بھی یاد کرو۔ ایک دن تم نے خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ وہاں خدا کو کیا جواب دوگے؟ کیوں تعصب کی پٹی کو آنکھ سے دور نہیں کرتے۔ آخر تمہیں اس طرح ذلیل ہونے میں کیا فائدہ ہے۔ اگر تم یہ حوالہ نقل کرتے وقت ذرا تعصب کی پٹی کو آنکھ سے دور کر کے اس کی پہلی عبارت پڑھ لیتے تو آج اس نئی ہولی کا تماشا دیکھنا تمہیں نصیب نہ ہوتا اور نہ ہی یہ ٹریکٹ شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ وہاں صاف لکھا ہے کہ ’’وہ قصہ جو مشہور ہے کہ داؤد علیہ السلام نے اوریا کی عورت سے نکاح کیا سو افتراء اور جھوٹ ہے۔ خرابی ہے اس کی جس نے یہ قصہ بنایا اور مشہور کیا۔‘‘ (حمائل غزنویہ ص۴۳۸) قادیانی دوستو! اس کو پڑھ کر تو آپ مارے شرم کے پانی پانی ہوگئے ہیں۔ مگر یار شرم چہ کنی است۔ آدمی ڈھیٹ ہونا چاہئے، شرم آئی گئی ہے۔

تیسرا الزام یہ لگایا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنا تھا کہ بلقیس کی پنڈلیوں پر بال ہیں۔ اس لئے یہ دیکھنے کے لئے شیشہ کا فرش لگوایا جو دور سے گہرا پانی معلوم ہوتا تھا۔ جب وہ گزرنے لگی تو پانی سمجھ کر اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تو حضرت سلیمان نے اس کی

پنڈلیاں دیکھ لیں۔

جواب: مرزائیو! یہ کہاں کا انصاف ہے تم ہر وقت ہی خیانت سے کام لیتے ہو۔ کیا اس کی اگلی پچھلی عبارت پڑھنے سے تمہاری آنکھیں پھوٹ جاتی ہیں یا یونہی علمائے اسلام پر الزام لگانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ جب کہ اس کے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں کہ ''ایسی حکایات کی نسبت درست قول یہ ہے کہ یہ حکایات اہل کتاب کی کتابوں سے مأخوذ ہیں...... جن میں بعض جھوٹی بعض سچی اور بعض محرف ومبدل اور بعض منسوخ ہیں۔'' (حمائل غزنویہ ص ۶۱۶) تو پھر اعتراض کیسا۔ علمائے اسلام کا ایسی روایات نقل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی حکایات اہل کتاب انبیاء کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہیں۔ جہاں کہیں اس قسم کی کوئی روایت پیش کی گئی وہیں اس کی تردید بھی موجود ہے۔ مگر نہ تو آگے پڑھتے ہو اور نہ پیچھے دیکھتے ہو اور جھٹ اعتراض کر دیتے ہو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم کو روزانہ ایک نئی ہولی کا تماشا دیکھنا پڑتا ہے۔ پھر بعد میں پچھتاتے ہو کیا اچھا ہو کہ اگر لکھنے سے پہلے ہی سوچ سمجھ کر لکھو تو یہ روز کی رسوائی تو نصیب نہ ہو۔

ٹریکٹ مذکور میں اور بھی دو تین الزامات درج ہیں جو ہیچ قسم ہیں اور ان میں بھی اسی طرح خیانت سے ہی کام لیا گیا ہے۔ اگلی پچھلی عبارت کو چھوڑ کر ''لا تقربوا الصلٰوۃ'' کی طرح اعتراضات کر دیئے ہیں۔ چوں کہ چند اعتراضات کا جواب دے دیا گیا ہے اور دوسرے بھی اسی قسم کے ہیں ان کا بھی یہی جواب ہے۔ اس لئے میں ان کے نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں سمجھتا۔ اگر ضرورت ہوئی تو پھر ان کی بھی اچھی طرح سے خبر لی جاوے گی۔

پھر ٹریکٹ کے اخیر میں کتاب ''تقدیس الابرار'' کا حوالہ دیتے ہوئے چند اعتراضات کئے ہیں کہ مولوی احمد دین صاحب گکھڑوی نے حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے اس پر میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ صرف اتنا ہی عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ یہ بھی مولوی صاحب پر محض ایک بہتان ہے۔ انہوں نے ہرگز ہرگز مسیح علیہ السلام کی توہین نہیں کی۔ صرف چند واقعات بائبل سے نقل کئے ہیں جن سے ان کا مدّعا یہ ہے کہ ہم حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک پاک اور برگزیدہ نبی سمجھتے ہیں اور تم عیسائی لوگ مسیح کو بدنام کرنے والے ہو۔ تمہاری کتابوں میں مسیح کی نسبت اس قسم کی بیہودہ باتیں منسوب ہیں۔

قادیانی دوستو! آپ نے اپنے اعتراضات کی حالت تو دیکھ لی۔ کس طرح سے

آپ کو ان کے پرزے اڑتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ آپ کے ہی پیش کردہ حوالہ سے ان کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔ اپنی طرف سے ہم نے کوئی مطلق اضافہ نہیں کیا۔ پیشتر اس کے کہ تم اس ٹریکٹ کو شائع کرتے۔ اگر موضح القرآن کو اچھی طرح سے پڑھ لیتے تو آج اس قدر ندامت اٹھانے کا موقعہ تمہیں نصیب نہ ہوتا۔ مگر یہی تو تمہارے لئے مشکل ہے۔ تم اس کو پڑھتے کیسے؟ تعصب نے تو تم کو اندھا کردیا ہوا ہے۔ تمہاری عقل کی آنکھیں تو بالکل بند ہوچکی ہیں۔ دھوکا دینا آپ نے اپنا شیوہ اختیار کیا ہوا ہے۔ جھوٹ بولنا آپ کا جدی پیشہ ہے جو آپ کو اپنے گرو (مرزا) کی طرف سے وراثت میں ملا ہوا ہے۔ مگر یہ اپنی قسمت کی برائی سمجھو کہ تمہارا راز بہت ہی جلد فاش ہوجاتا ہے اور فوراً ہی تمہیں پبلک کے سامنے ذلیل ہونا پڑتا ہے۔

اب قادیان میں اپنے کرشن کی قبر پر جاؤ اور اس سے جاکر کہو کہ ’’ہم پبلک کو بہت دھوکا دیتے ہیں، جھوٹ بھی حد سے زیادہ بولتے ہیں۔ مگر کیا کریں کوئی چارہ نہیں چلتا۔ مسلمانوں میں ایسے آدمی ابھی تک موجود ہیں کہ وہ ذرا صبر نہیں کرتے فوراً ہی ہمارے راز کو فاش کردیتے ہیں۔ اب تک تو تم بہت ذلیل ہوئے ہیں۔ مگر کیا کریں اب دھوکہ دہی سے بھی کام نہیں ہوتا، لوگ اعتبار نہیں کرتے۔ سب قومیں چوکنی ہوچکی ہیں کامیابی کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا۔ عنقریب یہ بنا بنایا کھیل بگڑنے والا ہے۔

اب پرانے مرید بھی مرزائیت کو ٹھکرا رہے ہیں اور پھر آغوش اسلام میں جارہے ہیں ہم چند آدمی اب باقی ہیں۔ مگر ہماری کوئی نہیں مانتا۔ دھوکہ دہی اور جھوٹ بولنا جو آپ نے سکھایا تھا یہ تدبیر بھی اب بالکل رائیگاں جارہی ہے۔ ادھر ہم دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ادھر شام نہیں پڑتی کہ راز انکشاف ہوجاتا ہے اور سب دل کی امیدیں دل میں ہی رہ جاتی ہیں۔ ابھی چند روز ہوئے ہیں کہ ہم نے جھوٹ بول کر علمائے اسلام پر چند الزامات لگائے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ ابھی تمام ٹریکٹ تقسیم بھی نہیں ہوئے تھے کہ گوجرانوالہ کے میر فقیر اللہ شیدا نے جھٹ راز انکشاف کردیا اور اعتراض کے پرزے اڑا دیئے۔ اب ہم سخت پریشان ہیں کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں کوئی اور نئی تدبیر بتاؤ جس سے یہ دکانداری چل سکے۔ ورنہ کوئی امید نہیں۔‘‘

شاید تمہاری گریہ وزاری سن کر تمہارا کچھ مطلب حل ہوجائے۔ مرزائیو! تم نے علمائے اسلام پر اعتراضات کئے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے جو محض تمہارا افتراء

ہے۔ میں ڈنکے کی چوٹ سے کہتا ہوں کہ آج تک کسی علمائے اسلام نے کسی نبی کی توہین نہیں کی اور نہ ہی کوئی کر سکتا ہے۔ ہمارا تو عقیدہ ہی یہ ہے کہ ’’**لانفرق بین احد من رسلہ**‘‘ جس کا یہ عقیدہ ہو وہ کس طرح کسی نبی کی شان میں کوئی گستاخانہ جملہ اپنی زبان سے نکال سکتا ہے۔

مرزائیو! تم کو تعصب نے یہاں تک اندھا کر دیا ہے کہ تم کسی بات کے سوچنے اور سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر سکتے۔ تعصب کی پٹی تمہاری آنکھوں پر بندھی ہوئی ہے۔ نہ اسے تم اتارتے ہو اور نہ کچھ سمجھتے ہو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہیں روزمرہ پبلک کے سامنے ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ تم کہتے ہو کہ علماء اسلام نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بکواس ہے۔ علمائے اسلام نے آج تک اپنی زبان سے ایک گستاخانہ جملہ بھی کسی نبی کے متعلق اپنی زبان سے نہیں نکالا۔

قادیانی دوستو! اگر آپ ایسے شخص کی تلاش میں ہیں جس نے انبیاء کی توہین کی ہو۔ مگر تمہیں آج تک اس کا پتہ نہیں چلا اور اس کوشش میں ناکام رہے ہو تو آؤ میرے پاس آؤ ایسے شخص کا پتہ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ کون تھا جس نے انبیاء کی توہین کی۔ کس نے اپنی زندگی کو انبیاء کی توہین کے لئے وقف کیا۔ کس نے انبیاء کو گالیاں دیں وہ کون تھا جس نے انبیاء کو کوسنا اپنا شیوہ بنایا۔ آؤ اس کا پتہ اگر ابھی تک آپ کو نہیں ملا۔ اس کا پتہ تمہیں میں بتاتا ہوں۔ وہ شخص آپ کا کرشن مرزاغلام احمد قادیانی تھا جس نے اپنی زندگی کی خوراک ہی انبیاء کی توہین بنائی ہوئی تھی۔ انبیاء میں سے خصوصاً حضرت مسیح علیہ السلام کو تو مرزا قادیانی نے اس قدر گالیاں دیں اور زندگی بھر اس قدر کوسا کہ بیان سے باہر ہے۔ جب ہم مرزا قادیانی کی کتابوں میں اس قسم کی باتیں پڑھتے ہیں تو ہمارے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ خدا کا ایک برگزیدہ نبی جسے خداوند تعالیٰ قرآن شریف میں کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے نام سے یاد کرتا ہے اس کے متعلق یہ بدزبانی کہ یہاں تک کہا کہ:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

مرزائیو! اپنے گرو کے اس قول کو پڑھ کر ذرا سوچ کر جواب دینا کہ تمہارا کرشن کہتا ہے کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ مگر ادھر خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں سینکڑوں جگہ ابن مریم کا ذکر کیا ہے اور اس کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے نام سے پکارا ہے۔ کیا قرآن شریف کی

تلاوت کرتے وقت ان آیات کو چھوڑ دو گے یا اپنے کرشن کے اس قول کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دو گے۔

اب ذرا مرزا قادیانی کی گوہر افشانی دیکھئے کہ انہوں نے کہاں تک انبیاء کی توہین کے لئے اپنا ہاتھ صاف کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

زندہ شد ہر نبی بآمدنم ہر رسول نہاں بہ پیرانہم

(نزول المسیح ص۱۰۰ خزائن ج۱۸ ص۴۷۸)

ترجمہ: میری آمد کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہوگیا ہر رسول میرے پیرہن میں چھپا ہوا ہے۔

پھر فرماتے ہیں: ''اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے۔ کیوں کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ حسین سے بڑھ کر ہے۔''

(دافع البلاء ص۱۳ خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

پھر اپنی شان کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کربلا است سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح ص۹۹ خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

ترجمہ: میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے۔ سو حسین میری جیب میں ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

''مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے۔ کیوں کہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔ مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو، اب تک روتے کیوں ہو۔''

(اعجاز احمدی ص۶۹ خزائن ج۱۹ ص۱۸۱)

پھر فرماتے ہیں:

''میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔'' (اعجاز احمدی ص۸۱ خزائن ج۱۹ ص۱۹۳)

ناظرین! مرزا قادیانی کی گوہر افشانی دیکھئے کہ کس طرح سے انبیاء کی عزت پر ہاتھ صاف کیا ہے اور کیسے متکبرانہ لہجہ میں یہ فرمایا ہے کہ تمام نبی میرے پیراہن میں ہیں اور

پھر مرزا قادیانی کی بے جا تعلّیوں کو دیکھئے کہ کس طرح سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے افضلیت کا دعویٰ کررہے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان قربانی اور شہادت کی تعریف میں دنیا کی تمام غیر مسلم اقوام تک رطب اللسان ہیں۔ کربلا جیسے معرکہ میں جس عزم وجرأت صبر واستقلال بہادری کا اعلیٰ نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے۔

اس عظیم الشان شہادت کے سامنے مرزائے قادیانی کو پیش کرنا آفتاب کے سامنے چمگادڑ کو لانا ہے۔ کہاں حضرت امام حسین کا صبر واستقامت اور کہاں مرزا قادیانی کی بزدلی کہ ایک معمولی مجسٹریٹ کی چشم نمائی پر فوراً لکھ دیا کہ میں کسی مخالف کے متعلق موت وعذاب وغیرہ کی انذاری پیش گوئی بغیر اس کی اجازت کے شائع نہ کروں گا۔ اتنا ڈرپوک اور بزدل ہونے کے باوجود یہ دعویٰ کرنا کہ سو حسینؓ میری جیب میں انتہائی کذب آفرینی نہیں تو اور کیا ہے۔ مرزائیو! ذرا انصاف سے بتانا کہ اس میں اولیاء اور انبیاء کی توہین نہیں۔ پھر تم نے ہم پر یہ الزام لگایا ہے کہ ہم نے آں حضرت ﷺ کی توہین کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بکواس ہے ہم آں حضرت ﷺ کو تمام انبیاء سے افضل اور نبیوں کا سردار مانتے ہیں اور آپ کی شان میں صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مرزائیو! اگر یہ بھی چاہتے ہو کہ نبی ﷺ کی توہین کرنے والے کا پتہ آپ کو معلوم ہو تو وہ بھی آپ کو میں بتاتا ہوں۔ وہ شخص مرزا قادیانی ہی تھے، انہوں نے ہی آں حضرت ﷺ کی بھی توہین کی ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل تحریرات دیکھ لو۔

۱...... ’’میرا قدم ایک ایسے منارے پر ہے جہاں تمام روحانی بلندیاں ختم ہوتی ہیں۔‘‘

(خطبہ الہامیہ ص۳۵ خزائن ج۱۶ ص۷۰)

۲...... ’’آسمان سے کئی تخت اترے مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔‘‘

(البشریٰ ج دوم ص۵۶)

۳...... ’’اے مرزا ہم نے تجھے تمام جہان کے لئے رحمت کرکے بھیجا ہے۔‘‘

(انجام آتھم ص۷۸ خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

او مرزائیو! او عقل کے اندھو! کیوں شرم وحیا سے کام نہیں لیتے ہو۔ دیکھ لیں اپنے

کرشن کی تحریریں جس نے اپنا مرتبہ حضرت آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ سے بلند ہونے کا دعویٰ کیا اور سردار انبیاء کی توہین کی۔

او مرزائیو! اپنے کرشن کی ان تحریروں کو پڑھ کر ہی توبہ کرو پیشتر اس کے کہ تم پر خدا کا قہر نازل ہو، تم آغوش اسلام میں آجاؤ۔

او عقل کے اندھو! میں حیران ہوں کہ کیا تم میں کوئی عقل مند بھی نہیں جو مرزا کی ان تحریروں کو سمجھے اور اس کی غیرت کچھ تقاضا کرے۔ آخر تم کس کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ جس نے آقائے نامدار کی توہین کی ہے۔ اسے تم مسیح موعود مانتے ہو۔ کیا مسیح موعود کا یہی کام تھا کہ آکر انبیاء کی توہین کرے۔

دیکھو کیسے تکبرانہ لہجہ میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ ''میرا قدم اس مینار پر ہے جہاں تمام روحانی بلندیاں ختم ہوتی ہیں۔'' کیسے اس نے یہ الفاظ استعمال کئے کہ نبی ﷺ سے میرا تخت اونچا بچھایا گیا۔ مرزائیو! ذرا گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا اور انصاف سے بتانا کہ نبی ﷺ کی کس نے توہین کی، ہم نے یا آپ کے گرو نے۔ کچھ تو شرم کرو۔ اگر غیرت ہو تو شرم کے چلّو بھر پانی میں ڈوب مرو۔ کس زبان سے یہ کہتے ہو کہ علمائے اسلام نے انبیاء کی توہین کی ہے۔

پھر آپ نے یہ الزام لگایا کہ مولوی احمد دین گکھڑوی نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ بھی بکواس ہے۔ ہم حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک برگزیدہ نبی اور معصوم مانتے ہیں بلکہ تمام انبیاء کو معصوم مانتے ہیں۔ قادیانی دوستو! اس کی آپ بے سود ہی کوشش کرتے رہے۔ اگر آپ کو مسیح ناصری کی توہین کرنے والے کا بھی پتہ نہ ہو تو وہ بھی آپ کو میں ہی بتاتا ہوں۔ وہ بھی آپ کے کرشن مرزا قادیانی کی ہی ذات تھی جن کی عمر ہی حضرت مسیح علیہ السلام کو گالیاں دیتے گزری۔ ان کی زندگی کا مقصد ہی مسیح کو گالیاں دینے کا تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

۱...... ''مسیح کا خاندان نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔''

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۷ خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

۲...... ’’آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے۔‘‘ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۷ خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

۳...... ’’ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی لوگوں میں یہ مشہور کیا۔‘‘

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۵ خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

۴...... ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا...... دوسروں کو دعا کرنا سکھلایا اور دوسروں کو یہ حکم بھی دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو۔ مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولدالحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت گالیاں دیں۔‘‘ (چشمہ مسیحی ص۱۱ خزائن ج۲۰ ص۳۴۶)

۵...... یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام خود شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔‘‘

(حاشیہ کشتی نوح ص۶۵ خزائن ج۱۹ ص۷۱)

۶...... مرزا قادیانی کو مرض ذیابیطس میں کسی شخص نے افیون کھانے کا مشورہ دیا تو فرمایا ’’اگر میں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھہ کر کے یہ نہ کہیں۔ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔‘‘

(نسیم دعوت ص۶۷ خزائن ج۱۹ ص۴۳۴،۴۳۵)

۷...... ’’مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ، پیو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خودبین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ ج۳ ص۲۳،۲۴ مکتوب نمبر۳ قدیم، مکتوبات احمد ج اوّل ص۱۸۹ مکتوب نمبر۹ جدید)

کیوں مرزائیو! کیا کہتے ہو دیکھ لیں اپنے کرشن کی تحریریں، توہین اس کا کام ہے جو آپ کے مرزا قادیانی نے کی۔ دوسروں پر بے جا الزام لگاتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔ کچھ تو شرم کرو اور اگر غیرت ہو تو شرم کے چلّو بھر پانی میں ڈوب مرو۔ بتاؤ اس سے بڑھ کر اور کسی نبی کی کیا توہین ہوسکتی ہے جو آپ کے کرشن نے کردی ہے۔

ناظرین! بیان فوق سے یہ ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی نے زیادہ تر حضرت مسیح علیہ السلام

پر شرابی، بدزبان اور خدائی کا دعویٰ کرنے والا کا الزام لگایا ہے۔ مگر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام ان تینوں الزامات سے مبرّا تھے نہ وہ شرابی تھے، نہ بدزبان تھے اور نہ ہی انہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ مگر یہ تینوں صفات مرزا قادیانی میں پائی جاتی تھیں اور اس کے مصداق مرزا قادیانی خود ہی ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پہلا الزام ''مسیح شرابی تھا۔''

جواب: بالکل غلط ہے۔ مسیح علیہ السلام شرابی نہ تھے، نہ انہوں نے اپنی عمر میں شراب کو پیا۔ اس کے لئے میں مرزائیوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ قرآن شریف یا انجیل یا احادیث کی رو سے یہ ثابت کریں کہ مسیح علیہ السلام نے اپنی عمر میں کبھی بھی شراب پیا ہو۔ مگر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ قیامت تک یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ مگر برعکس اس کے میں ثابت کرتا ہوں کہ آپ کا کرشن قادیانی مرزا غلام احمد شرابی تھا اس کے لئے مرزا قادیانی کا ذیل کا خط ملاحظہ ہو:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ایک ضروری کام تھا کہ میں ملاقات کے وقت اس کا ذکر کرنا بھول گیا۔ وہ یہ ہے کہ پہلی مشک جو لاہور سے آپ نے بھیجی تھی وہ اب نہیں رہی۔ آپ جاتے ہی ایک تولہ مشک خالص ...... اور ساتھ اس کے انگریزی دکان سے ایک روپیہ کا ٹنکچر لونڈر جو ایک سرخ رنگ عرق ہے بہت احتیاط سے بند کر کے بذریعہ ڈاک وی پی کر کے بھیج دیں اور جہاں تک ممکن ہو پرسوں تک یہ دونوں چیزیں روانہ کر دیں۔ (مرزا غلام احمد)''

(خطوط امام بنام غلام ص ۶ کالم نمبر ۲)

ناظرین! اس خط سے یہ ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی مشک اور ٹنکچر لونڈر اپنے استعمال کے لئے منگواتے تھے اور اسے استعمال کرتے تھے۔ ٹنکچر لونڈر ایک قسم کا عرق ہے جس میں ست شراب ننانوے فیصدی ہوتا ہے۔ پھر اسی طرح (خطوط امام بنام غلام ص ۵ کالم نمبر) میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں ''ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہئے اس کا لحاظ رہے۔''

قادیانی دوستو! یہ دونوں چیزیں شراب سے بنتی ہیں جن کا استعمال مرزا قادیانی

کرتے رہے۔اب ذرا سوچ کر جواب دینا کہ مسیح علیہ السلام شرابی تھے یا مرزا قادیانی؟

دوسرا الزام ''یہ ہے کہ مسیح ناصری نے خدائی کا دعویٰ کیا۔''

جواب: بالکل بکواس ہے۔حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔اس کے لئے بھی میں چیلنج دیتا ہوں کہ مرزائی یہ ثابت کریں کہ کسی جگہ بھی مسیح علیہ السلام نے خدائی کا دعویٰ کیا ہو۔مرزائیو! یہ بھی آپ کی بھول ہے کہ مسیح ناصری نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ آپ کو یاد رہے کہ خدائی کا دعویٰ کرنے والا بھی آپ کے کرشن مرزا قادیانی ہی تھے۔ثبوت کے لئے مرزا قادیانی کی ذیل کی تحریرات ملاحظہ ہوں۔

۱...... میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوگیا اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴ خزائن ج۵ ص۵۶۴)

۲...... ''اے مرزا تحقیق تیرا ہی حکم ہے جب تو کسی شئے کا ارادہ کرے تو اسے کہہ دیتا ہے ہو پس وہ ہو جاتی ہے۔'' (البشریٰ ج دوم ص۹۴)

۳...... ''اے مرزا تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔'' (البشریٰ ج دوم ص۱۲۶)

۴...... ''اے مرزا تو میرے نزدیک بمنزلہ میری توحید اور تفرید کے ہے۔''

(حقیقت الوحی ص۸۶ خزائن ج۲۲ ص۸۹)

۵...... ''اے مرزا خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔'' (انجام آتھم ص۵۵ خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

مرزائیو! مسیح ناصری کے متعلق خدائی کا دعویٰ تو تم قیامت تک ثابت نہ کرسکو گے۔ مگر اپنے گرو (مرزا) کی تحریریں دیکھ لو کہ اس نے کیسے صاف الفاظ میں خدائی کا دعویٰ کیا۔

تیسرا الزام ''مسیح بدزبان تھا۔''

جواب: یہ بھی بکواس ہے، حضرت مسیح ناصری بدزبان نہ تھے، بدزبان بھی آپ کے مرزا قادیانی ہی تھے۔چنانچہ مرزا قادیانی کی بدزبانی دیکھئے۔

آپ فرماتے ہیں:

۱...... ''اے بدذات فرقہ مولویو، اے یہودیانہ خصلت مولویو۔''

(انجام آتھم ص۲۱ خزائن ج۱۱ ص ایضاً حاشیہ)

۲...... ’’سب مسلمان مجھے قبول کرتے ہیں اور میری دعوت کو مانتے ہیں مگر زانیہ عورتوں کی اولاد یعنی حرام زادے نہیں مانتے۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷ خزائن ج۵ ص ایضاً)

۳...... ’’میرے مخالف جنگلی سور ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔‘‘

(رسالہ نجم الہدیٰ ص۱۰ خزائن ج۱۴ ص۵۳)

حضرت مسیح علیہ السلام کو بدزبان کہنے والے مرزائیو! ذرا اپنے کرشن کی گوہر فشانی دیکھو اور سوچ کر جواب دو کہ بدزبان کون تھا؟

ان کے علاوہ مرزا قادیانی نے ایک اور الزام بھی لگایا ہے جیسا کہ مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی۔‘‘

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۵ خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ جس میں یسوع کی روح ہو وہ شریر مکار ہوتا ہے۔ مگر قادیانی دوستو! یہ بھی تمہاری خوش قسمتی ہے کہ یہ مرتبہ بھی مرزا قادیانی کو ہی نصیب ہوا۔ کیوں کہ یسوع کی روح مرزا قادیانی میں تھی تو بقول خود مرزا قادیانی خود ہی شریر مکار ہوئے۔ اگر یقین نہ ہو تو مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل عبارت دیکھ لو۔

’’مجھے یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا تھا اور توارد طبع کے لحاظ سے یسوع کی روح میرے اندر رکھی تھی۔‘‘ (تحفہ قیصریہ ص۲۰ خزائن ج۱۲ ص۲۷۲)

ناظرین! مرزائیوں کے تمام الزامات کا جواب دیا جاچکا ہے اور یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ جو جو الزام مرزا قادیانی نے حضرت مسیح علیہ السلام پر لگائے ہیں ان کے مصداق خود مرزا قادیانی ہی تھے۔ انہیں اقسام کے اور بھی سینکڑوں حوالہ جات ہیں جو بوقت ضرورت ہدیہ ناظرین کئے جاویں گے۔

آخر میں مرزائیوں نے اپنے ٹریکٹ میں ہم پر ایک اور اعتراض کیا ہے کہ ہم مسیح کو زندہ آسمان پر جانا مانتے ہیں اور نیز یہ بھی مانتے ہیں کہ مسیح نے پرندے خلق کئے۔ اس کے متعلق میں بوجہ عدم گنجائش زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ صرف اتنا عرض کر دینا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ یہ عقیدہ ہمارا اپنا ایجاد کردہ نہیں بلکہ وہی عقیدہ ہے جو خداوند تعالیٰ نے ہمیں قرآن شریف میں سکھایا ہے۔ بلکہ ۵۲ سال تک مرزا قادیانی کا بھی یہی عقیدہ رہا کہ مسیح زندہ آسمان پر اٹھایا

گیا۔ اگر یہ عقیدہ مشرکانہ ہے تو پھر آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ عرصہ ۵۲ سال تک مرزا قادیانی بھی مشرک رہے۔ چوں کہ انبیاء کی زندگی شرک اور دیگر گناہوں سے پاک ہوتی ہے اور مرزا قادیانی کی پہلی زندگی پاک نہ تھی بلکہ ۵۲ سال تک مشرک رہے تھے۔ اس لئے وہ کسی صورت میں بھی نبی نہیں ہو سکتے، کیوں کہ مشرک کا نبی ہونا ناممکن ہے۔

دوسرا عقیدہ مسیح کے پرندے خلق کرنے کا ہے۔ اس کے لئے بھی یہی جواب ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ عقیدہ قرآن میں سکھایا ہے۔ اس لئے ہم اس کو بسروچشم قبول کرتے ہیں۔ مگر قادیانی دوستو! آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں اور کیوں اس کا انکار کرتے ہیں۔ اس کو تو آپ کے کرشن مرزا قادیانی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ذرا مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل عبارت تو دیکھو کہ مرزا قادیانی کیا فرماتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

''مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزے کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھی۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۶۸ خزائن ج۵ ص ایضاً)

قادیانی دوستو! معلوم ہوتا ہے کہ آج کل آپ تعلیم مرزا بھول چکے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ مدرسہ تعلیم مرزا میں جاکر تعلیم پاؤ جو مولوی ثناء اللہ صاحب نے امرتسر میں قائم کیا ہوا ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ آپ نے یورپ میں جاکر بھی مرزائیت کو پھیلایا۔ مرزائی دوستو! یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ یورپ میں جاکر جو کچھ آپ نے کیا وہ ہم خوب جانتے ہیں کہ سادہ لوح ہندوستانیوں کے پسینہ کی کمائی کا روپیہ جس کو یورپ میں جاکر شراب خوری میں صرف کر رہے ہو۔ روپیہ غریب ہندوستانیوں کا ہے جس سے آپ کے مبلغ یورپ میں بیٹھے عیش کر رہے ہیں اور اس پر بھی طرّہ یہ کہ یورپ میں تبلیغ کر رہے ہیں۔ مجھ سے کوئی بات چھپی نہیں۔ میں آپ کی حقیقت سے اچھی طرح آشنا ہوں۔ یاد رکھو جوں جوں ایسے واقعات ہمارے سامنے پیش کرو گے۔ آپ کو سوائے ذلت ورسوائی اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ فقط

والسلام

شیدا

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

اظہار صداقت

بجواب

اظہار حقیقت

جناب ڈاکٹر میر فقیر اللہ شیدا گوجرانوالہ

۷۸۶

الاسلام حق
نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
اللہ اکبر

اظہار صداقت

بجواب

اظہار حقیقت

از

ڈاکٹر میر فقیر اللہ شیدا ایل ایم ایس ایچ
دروازہ ٹھاکر سنگھ گوجرانوالہ

ماہ ستمبر ۱۹۳۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم!

’’فمن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذباً لیضل النّاس بغیر علم‘‘

ترجمہ: پس جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں کہ لوگوں کو بے سمجھی میں گمراہ کریں۔ ان سے بڑھ کر کوئی بھی زیادہ ظالم نہیں۔

امّا بعد! میرے ٹریکٹ بعنوان ’’عصمت انبیاء اور قادیانی مشن‘‘ کا شائع ہونا ہی تھا کہ تمام قادیانی کیمپ میں ہلچل مچ گئی۔ گھر گھر یہی تذکرہ رہا کہ یہ کیا ہوا۔ گھر کا بھیدی اٹھا اور لنکا کی اینٹ سے اینٹ بجا گیا۔ مگر کسی قادیانی مولوی کو تو میرے ٹریکٹ کا جواب لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر کار ایک صاحب اٹھے اور بڑی دلیری سے اس کے جواب میں ایک ٹریکٹ زیرعنوان ’’اظہار حقیقت‘‘ شائع کیا۔ مگر اتنی جرأت نہ ہوئی کہ ٹریکٹ کی ایک کاپی ہم تک بھی پہنچا دیتے۔ چوں کہ ہم خادم اسلام ہیں اور مرزا قادیانی کے آنریری مبلغ ہیں۔ اسلامی خدمت کو فرض منصبی سمجھتے ہوئے بڑی دوڑ دھوپ کے بعد کسی جگہ سے ہم نے ایک ٹریکٹ حاصل کر ہی لیا۔ ٹریکٹ کا مضمون کیا ہے اس کے ایک ایک لفظ سے سراسیمگی اور بدحواسی ٹپک رہی ہے اور قادیانی جماعت کی شکست فاش کا زندہ ثبوت ہے جیسا کہ ناظرین کو ٹریکٹ کے مطالعہ سے واضح ہوگیا ہوگا۔ پیشتر اس کے کہ میں یہ بیان کروں کہ شیخ صاحب میرے ٹریکٹ کا جواب لکھنے سے کس طرح عاجز اور قاصر رہے ہیں۔ ناظرین کا شیخ صاحب سے تعارف کرادینا ضروری سمجھتا ہوں۔

آپ کا اسم گرامی شیخ مشتاق حسین ہے، آپ آرمی کنٹریکٹر اور دارالکفر (مرزائی اس منزل کو دارالسلام کہتے ہیں) کے مالک ہیں جو گول سڑک بیرون دروازہ ٹھاکر سنگھ میں واقع ہے۔ آپ کی قادیانی جماعت نے آپ کو سیکرٹری بھی مقرر کیا ہوا ہے اور آپ کو قادیانی جماعت میں کافی شہرت حاصل ہے۔ مگر آپ باوجود پیرانہ سالی کے اب تک جوانی کی دھن میں خضاب وغیرہ استعمال کرتے ہیں اور پیر چودہ سالہ بنے پھرتے ہیں۔ نامعلوم آپ کو اس سے کیوں کر تسلی ہوتی ہے اور دوسروں کو کیسے تسلی دیتے ہیں۔ تاہم آپ کو اس سے ایک گونا دلچسپی ضرور ہے۔

اس قدر مختصر تعارف کرانے کے بعد اب میں اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں لیکن قبل اس کے کہ میں شیخ صاحب (قادیانی) کے جواب کی تردید لکھوں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے گزشتہ رسالے کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کردوں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ میرے رسالے کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱...... جو الزامات علمائے اسلام پر لگائے گئے تھے کہ انہوں نے انبیاء سابقین کی توہین کی ہے وہ بالکل غلط ہیں۔

۲...... مرزا قادیانی نے اولیاء اور انبیاء کی توہین کی ہے۔

۳...... حضرت مسیح علیہ السلام شرابی نہ تھے بلکہ مرزا قادیانی شرابی تھے۔

۴...... حضرت مسیح علیہ السلام نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ مرزا قادیانی نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

۵...... حضرت مسیح علیہ السلام بدزبان نہ تھے بلکہ مرزا قادیانی بدزبان تھے۔

۶...... بقول خود مرزا قادیانی شریر، مکار تھے۔

ناظرین! یہ دیکھ کر خوش ہوں گے کہ شیخ صاحب نے میرے تمام دلائل کو بغیر چون وچرا تسلیم کر لیا ہے۔ مگر یہ خیال کر کے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ قادیانی خاموش ہوگئے۔ ادھر ادھر کی باتوں میں ٹریکٹ کے چند اوراق سیاہ کر دیئے ہیں جن کی ابھی خبر لی جاتی ہے۔

سب سے پہلے شیخ صاحب نے کتاب ''تقدیس سید الابرار'' کا حوالہ دیتے ہوئے اس کو دہرایا ہے کہ مرزا قادیانی کی طرح ''مولوی احمد دین صاحب گکھڑوی'' نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کئے ہیں۔

شیخ صاحب! میں حیران ہوں کہ آپ نے کتاب مذکور کے (ص۶،۷،۱۳،۲۷،۳۹،۳۱) کا حوالہ دیتے ہوئے یہ تو لکھ دیا۔ مگر آپ نے اس کی پہلی عبارت کو کیوں نہ پڑھا۔ کیا وہ عبارت آپ سے نظر انداز ہوگئی تھی یا قصداً پبلک کو دھوکا دینا چاہا ہے۔ اگر آپ اس کی پہلی عبارت پڑھ لیتے تو آپ کو اتنی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی۔ شیخ صاحب! اگر آپ نہیں پڑھ سکتے تو آؤ میں آپ کو بتاؤں، وہاں صاف ہے۔

''عیسائیوں کے نزدیک تمام پیغمبر معاذ اللہ گنہگار ہیں اور صرف مسیح ہی پاک ہیں۔ پس ناظرین اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی برحق نبی مانتے ہیں۔ ان کی عزت بھی دوسرے رسولوں کی طرح کرتے ہیں ان کی توہین یا کسی نبی کی توہین صریح

کفر جانتے ہیں۔ پس ہم جو اعتراضات کے جواب میں الزاماً سیرت مسیح درج کریں گے وہ ہمارا عقیدہ ہرگز خیال نہ فرمائیں۔ کیونکہ ہم الزاماً جواب موجودہ بائیبل سے دیں گے۔ اس لئے کہ عیسائی اس کو الہامی کتاب مانتے ہیں۔ لہٰذا بائیبل کی منقولہ عبارت میں اگر خدا اور انبیاء کی نسبت توہین آمیز الفاظ آئے ہیں تو ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔ ان کی ذمہ داری عیسائیوں پر عائد ہوتی ہے۔'' (تقدیس سیدالابرار ص۴،۵)

کیوں شیخ صاحب! بتایئے اب کیا اعتراض ہے؟ آپ کی کوشش میں تو شک نہیں آپ کوشش تو بہت کرتے ہیں کہ کسی طرح آپ کا دھوکا کامیابی کی صورت اختیار کرے۔ مگر یہ آپ کی بدقسمتی ہے کہ جلدی تمہارا راز منکشف ہوجاتا ہے اور جس کتاب کا حوالہ دے کر اعتراض کرتے ہو وہیں سے تمہارے مضمون کے پرزے اڑ جاتے ہیں۔

پھر آگے چل کر شیخ صاحب نے مرزاقادیانی کی کتابوں سے چند حوالہ جات نقل کئے ہیں جن سے آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مرزاقادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کو سچا اور راست باز نبی تسلیم کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ مرزاقادیانی نے عیسائیوں کے یسوع کے کچھ واقعات انجیل سے پیش کئے ہیں جن میں توہین آمیز الفاظ پائے جاتے ہیں۔

شیخ صاحب! یہ خیال عام ہے مرزاقادیانی نے انجیلی واقعات پیش نہ کئے بلکہ قصداً دل کھول کر حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ اس لئے تو میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ آپ آج کل تعلیم مرزا بھول گئے ہیں اس لئے امرتسر میں جاؤ اور مدرسہ تعلیم مرزا میں جاکر تعلیم پاؤ جو مولوی ثناء اللہ صاحب نے تمہارے لئے قائم کیا ہوا ہے۔ شیخ صاحب آپ ان باتوں سے بے بہرہ ہیں۔ آؤ آپ کو میں بتاؤں کہ عیسائیوں کا یسوع اور انجیل کے واقعات کا ایک بہانہ ہے۔ مرزاقادیانی نے اپنی طرف سے حضرت مسیح علیہ السلام پر وہ الزامات لگائے ہیں جن کو پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ مرزاقادیانی کی گوہرافشانی ملاحظہ ہو:

۱...... ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام خود شراب پیا کرتے تھے۔'' (حاشیہ کشتی نوح ص۶۵، خزائن ج۱۹ ص۷۱)

شیخ صاحب بتایئے انجیل میں کون سے عیسیٰ کا ذکر ہے جو شراب پیا کرتا تھا۔ انجیل میں تو کسی عیسیٰ کا نام ہی نہیں پایا جاتا اور نہ ہی عیسائی کسی عیسیٰ کے وجود کے قائل ہیں اور نیز یہ بھی بتلانا کہ اگر یہ انجیلی واقعہ ہے تو کون سی انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔

۲...... ’’مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ، پیو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ ج سوم ص۲۳، ۲۴ مکتوب نمبر۳ قدیم، مکتوبات احمد ج اوّل ص۱۸۹ مکتوب نمبر۹ جدید)

بتایئے شیخ صاحب! کون سی انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح نے خدائی کا دعویٰ کیا؟

۳...... ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ دوسروں کو سکھایا کہ تم کسی کو احمق مت کہو مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی علماء کو ولدالحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت گالیاں دیں۔‘‘ (چشمہ مسیحی ص۱۱ خزائن ج۲۰ ص۳۴۶)

بتایئے شیخ صاحب! کون سی انجیل میں عیسیٰ کا ذکر پایا جاتا ہے اور کون سے عیسیٰ کے عیسائی قائل ہیں؟

۴...... ’’یسوع نے ایک کنجری کو بغل میں لیا۔‘‘ (نورالقرآن نمبر۲ ص۷ خزائن ج۹ ص۴۴۹)

بتایئے یہ کون سی انجیل میں لکھا ہے اور مرزا قادیانی نے یہ واقعہ کہاں سے لیا؟

۵...... ’’یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور بہنیں تھیں یعنی سب مریم اور یوسف کی اولاد تھیں۔‘‘ (کشتی نوح ص۱۶ خزائن ج۱۹ ص۱۸ حاشیہ)

بتایئے انجیل میں کہاں لکھا ہے کہ مسیح کے حقیقی بھائی اور بہنیں تھیں۔

۶...... ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جس کا میں ہم نام ہوں چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں۔‘‘

(کشتی نوح ص۱۶ خزائن ج۱۹ ص۱۸)

شیخ صاحب! کون سا عیسیٰ اور کس کی بہنیں اور بھائی ہیں جن کا انجیل میں ذکر ہے؟ ذرا ثابت تو کرو۔

۷...... ’’مسیح کا خاندان نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷ خزائن ج۱۱ ص۲۹۱ حاشیہ)

شیخ صاحب ذرا اپنے کرشن جی کی تحریرات کو غور سے ملاحظہ کرو تو دیکھو کیسا سبز باغ دکھائی دیتا ہے نہ تو آپ نے انجیل کا مطالعہ کیا ہے اور نہ لٹریچر مرزا کو آپ نے پڑھا اور جواب لکھنے کو بیٹھ گئے۔ ذرا ان تحریرات پر ہی غور کرلیا ہوتا تو آج اس قدر ندامت اٹھانے کی دقّت آپ کو نصیب نہ ہوتی۔

شیخ صاحب ذرا تعصب کی پٹی آنکھ سے دور کر کے بتانا کہ جس کی ماں کو خدا عالمین کی عورتوں سے افضل قرار دیتا ہے تو یہ آپ کا گرو اسے کسبی عورت کہتا ہے۔

جس کی پیدائش بغیر باپ کے خدا قرآن شریف میں بیان کرتا ہے۔ مگر آپ کا کرشن اسے یوسف کی اولاد بتاتا ہے۔

جسے خدا نے قرآن شریف میں کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے نام سے یاد کیا۔ آپ کے کرشن نے اسے شرابی بدزبان، کھاؤ، پیو، زانی وغیرہ کہا۔ ایسی وجوہات کے ہوتے ہوئے آپ کیسے یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین نہیں کی؟ شیخ صاحب ذرا خوف خدا کو دل میں جگہ دو اور قیامت کو آنکھوں کے سامنے رکھو۔ آخر ایک روز تم نے بھی خدا کے روبرو پیش ہونا ہے۔ ذرا انصاف سے کام لو کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کسی نبی کی توہین ہو سکتی ہے؟

پھر آپ کا یہ فرمانا کہ مرزا قادیانی نے خود مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین نہیں کر سکتے۔

شیخ صاحب! آپ کا یہ سوال بالکل لغو اور فضول ہے توہین کرنا ایک علیحدہ کام ہے اور دعویٰ کرنا ایک علیحدہ چیز ہے۔

شیخ صاحب! شائد آپ کو معلوم نہ ہو کہ مرزا قادیانی نے کیوں مثیل مسیح کا دعویٰ کیا۔ آؤ اس کا پتہ بھی آپ کو میں ہی بتاتا ہوں۔ اس دعویٰ کا آغاز یہ تھا کہ خاتم النّبیین کی دیوار مرزا قادیانی کی نبوت کو کامیاب نہیں ہونے دیتی تھی۔ اس کو دیکھ کر مرزا قادیانی نے یہ سوچا کہ اس میں تو کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس لئے بہتر ہے کہ مثیل مسیح ہی کیوں نہ بن جائیں۔ کیوں کہ مسیح کا دوبارہ آنا تو مسلمان اور عیسائی دونوں ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی نے حکیم نورالدین سے مشورہ کر کے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اگر یقین نہ ہو تو مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل خط دیکھ لو جس میں مرزا قادیانی حکیم صاحب سے دعویٰ مثیل مسیح کے متعلق مشورہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

خط

''مخدومی مکرمی اخویم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں حرج کیا ہے...... لیکن ہم ابتلاء سے کسی طرح

نہیں بھاگ سکتے۔ والسلام خاکسار غلام احمد ۲۴/جنوری ۱۸۹۱ء‘‘

(مکتوبات احمدیہ ج پنجم نمبر۲ص ۸۵ خط نمبر۶۱ قدیم، مکتوبات احمد ج دوم ص ۹۸، ۹۹ مکتوب نمبر۶۳ جدید)

کیوں شیخ صاحب! دیکھی دعویٰ مثیل مسیح کی حقیقت ایسے واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ مرزاقادیانی چوں کہ مثیل مسیح ہیں اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین نہیں کرسکتے۔ اپنی جہالت کا ثبوت دینا نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر اس شعر:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰ خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’جب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ ’’**ورفعنالک ذکرک**‘‘ کہ تیرا ذکر ہم نے بلند کیا تو اس کے مقابلہ میں کسی اور کا ذکر کرنا معصیت نہیں تو اور کیا ہے۔‘‘ (رسالہ اظہار حقیقت ص۵)

شیخ صاحب! کیا خوب آپ کے استدلال کے کیا کہنے آپ تو ابھی سے ہی گھبرا گئے۔ ابھی منزل تو دور ہے۔ شیخ صاحب:

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

شیخ صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کے اختیار میں نہیں۔ آپ کو بھی بڑھاپے کے اثر سے مراق ہوگیا ہے۔ جب ہی تو ایسی باتیں آپ کی زبان سے نکل جاتی ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے یہ مطلب کہاں سے نکالا کہ پچھلے انبیاء کے ذکر کو چھوڑ دو۔ باقی رہا کسی کا مقابلہ تو اس میں مقابلہ کا سوال ہی کیا ہے۔ سوال تو صرف یہ ہے کہ ایک طرف آپ کا کرشن کہتا ہے کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو۔ دوسری طرف خداوند تعالیٰ قرآن شریف میں سینکڑوں جگہ ابن مریم کا ذکر کرتا ہے۔ کیا قرآن شریف کی تلاوت کرتے وقت ان مقامات کو چھوڑ دوگے یا اپنے گرو کے اس قول کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دوگے۔

شیخ صاحب! پھر آپ کا یہ فرمانا کہ نبی ﷺ نے ایک صحابی کو توریت کی تلاوت کرتے دیکھا تو اسے منع کیا۔ یہ بھی آپ کی بے وقوفی پر مبنی ہے۔ اگر آپ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ آپ کا دماغ ماؤف ہوگیا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ لاہور مینٹل ہسپتال میں جاکر اس کا علاج کراؤ تو ممکن ہے کہ آپ کا دماغ چھوٹی چھوٹی

باتیں سمجھنے کے قابل ہو جائے۔

شیخ صاحب! صحابی کو توریت پڑھنے سے اس لئے منع کیا گیا تھا کہ وہ کتابیں محرف ومبدل ہو چکی تھیں۔ اس کو یہ نہیں کہا گیا تھا کہ تم عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام کے ذکر کو چھوڑ دو۔ صرف توریت پڑھنے سے ہی منع کیا۔ پھر شیخ صاحب نے مجھے بار بار یسوع مسیح کا شیدا ہونے کا خطاب دیا ہے اور تمام رسالہ میں مجھے اسی نام سے ہی مخاطب کیا ہے۔

شیخ صاحب! اس سے مجھے مطلق کوئی ناراضگی پیدا نہیں ہوئی۔ آپ کی طرف سے اور مجھے یہ خطاب زہے قسمت میں کہتا ہوں کہ میں شیدائے مسیح ہوں ایک مسیح ہی کیا میں تو تمام انبیاء علیہم السلام کا ہی شیدا ہوں۔ بلکہ ہر اس شخص کا شیدا ہوں جو انبیاء کی عزت کرتا ہے۔ کاش کہ مرزا قادیانی نے انبیاء کی توہین نہ کی ہوتی اور ایسے عقائد باطلہ ایجاد نہ کئے ہوتے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مرزا قادیانی کا بھی شیدا ہوتا۔

شیخ صاحب! اب بھی میں آپ کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں آپ اب بھی توبہ کریں اور مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ کو ٹھکرا کر سیدھے آغوش اسلام میں آجائیں تو میں آپ کا بھی شیدا ہو جاؤں گا۔ میں پھر آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ توبہ کریں اور ایک دوکان دار کا پیچھا چھوڑ کر آغوش اسلام میں آجائیں تاکہ مجھے یہ کہنے کا موقعہ ملے:

دیکھ کر جلوہ تیرا شیدا بھی شیدا ہوگیا ۔۔۔ واہ کی بخشی تجلی یار کے رخسار کو

پھر آگے چل کر شیخ صاحب نے مرزا قادیانی کی ایک اور عبارت نقل کی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزت کی ہے۔ شیخ صاحب! آپ تو مرزا قادیانی کی اتنی ہی عبارت پڑھ کر لٹو ہو گئے اور اتنی خوشی منائی کہ گویا آپ نے کوئی بڑی مہم سر کر لی ہے۔ میرے دوست آپ ابھی تک نادان ہی ہیں اور نہ ہی تاحال آپ نے مرزا قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ورنہ اب تک آپ مرزا قادیانی کی چالوں سے واقف ہو جاتے۔

مرزا قادیانی کی یہی مثال ہے جو موجودہ زمانہ میں پائی جاتی ہے کہ پہلے ایک شخص کی جی بھر کر بے عزتی کر لی اور جب چند آدمی اکٹھے ہوئے اور یہ دریافت کیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو کہہ دیا کہ غلطی ہوگئی معاف کیجئے وہ تو بڑے رئیس اور معزز آدمی ہیں۔ پہلے ان کی بے عزتی کی اور پھر تعریف کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ بعینہ یہ مثال مرزا قادیانی کی ہے پہلے تو اولیاء اور انبیاء کی دل کھول کر توہین کرتے ہیں اور جب ادھر سے صدا بلند ہوتی ہے کہ

مرزا قادیانی نے انبیاء کی توہین کی ہے تو جھٹ پہلو بدل لیا کہ نہیں میں تو انہیں پاک اور برگزیدہ انسان سمجھتا ہوں۔ وہ بڑے بہادر تھے انہوں نے یہ کیا وہ کیا۔ وغیرہ وغیرہ

شیخ صاحب! اتنی سی عبارت پڑھ کر تو آپ مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے ذرا دوسرے مقامات پر بھی نظر کر لی ہوتی جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اور اب پھر درج ذیل کرتے ہیں:

۱...... ’’مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کر لو اب تک تم روتے ہو۔‘‘

(اعجاز احمدی ص ۶۹ خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۱)

شیخ صاحب! اپنے گرو کی گوہر افشانی کا نمونہ ملاحظہ کرو کس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم دشت کربلا کو یاد کر لو اب تک روتے کیوں ہو۔ بتائیے شیخ صاحب! اس سے زیادہ اور کسی کی کیا توہین ہے اور پھر فرماتے ہیں:

’’میں خدا کا کشتہ ہوں مگر تمہارا حسین دشمن کا کشتہ ہے پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔‘‘

(اعجاز احمدی ص ۸۱ خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۳)

کیوں جی! اب بھی آپ کی تسلی ہوئی یا نہیں۔ مگر شیخ صاحب ذرا لگے ہاتھ اتنا ضرور بتا دینا کہ مرزا قادیانی کس کی محبت کے کشتہ تھے کیا محمدی بیگم کے ہی نہ تھے جس کی محبت میں تمام عمر مرزا قادیانی بیقرار رہے اور آخر داغ حسرت لے کر اس دنیا سے چل بسے اور اب بھی مرزا قادیانی کی قبر سے یہ صدا آتی ہوگی:

چین آئے کس طرح اس ہجر کے بیمار کو جب کہ پہلو میں لئے بیٹھے ہیں وہ اغیار کو

شیخ صاحب! پھر آپ کا یہ فرمانا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مصیبت کا تین دن میں خاتمہ ہو گیا۔ مگر مرزا قادیانی کے سامنے ہر روز کربلا کا میدان پیش کیا جاتا ہے۔ یہ بھی آپ کی جہالت پر دال ہے۔ شیخ صاحب کیا آپ کلارک وغیرہ کے مقدمات کو کربلا جیسے معرکہ سے تشبیہ دیتے ہو جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عزم و جرأت و استقلال و بہادری کا وہ نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جو اپنی نظیر آپ ہے۔ اس عظیم الشان شہادت کے سامنے مرزائے قادیان کو پیش کرنا آفتاب کے سامنے چمگادڑ کو لانا ہے۔ کیا مرزا قادیانی کی بہادری آپ بھول گئے۔ جس کا ذکر ہم گزشتہ اشاعت میں بھی کر چکے ہیں کہ ایک معمولی مجسٹریٹ کی

چشم نمائی پر فوراً یہ لکھ دیا کہ میں کسی مخالف کے متعلق موت وعذاب وغیرہ کی پیش گوئی بغیر اس کی اجازت کے شائع نہ کروں گا۔ کیا یہی مرزا قادیانی کی بہادری کا ثبوت ہے جس کا مقابلہ کربلا جیسے معرکہ سے کرتے ہو۔ شیخ صاحب! ذرا عقل سے کام لو، تعصب سے اندھے نہ ہو جاؤ۔ کیوں شرافت اور متانت کو خیر باد کہہ رہے ہو۔

پھر آپ نے نبی ﷺ کے متعلق مرزا قادیانی کی کتابوں سے ایک دو حوالہ جات پیش کئے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مرزا قادیانی نے نبی ﷺ کا خادم ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور آپ کو آقا کہا ہے۔

شیخ صاحب! اس کا بھی یہی جواب ہے جو اوپر دیا جا چکا ہے، صرف اتنا ہی عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ اگر مرزا قادیانی نے نبی ﷺ کی توہین نہیں کی تو پھر مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل تحریرات کا کیا مطلب ہے جو ہم گزشتہ اشاعت میں درج کر چکے ہیں۔ مگر ان کو آپ نے چھوا تک نہیں۔ یوں ہی اتنے اوراق سیاہ کر دیئے ہیں۔

۱...... ’’میرا قدم اس مینارے پر ہے جہاں تمام روحانی بلندیاں ختم ہوتی ہیں۔‘‘

(خطبہ الہامیہ ص ۳۵ خزائن ج ۱۶ ص ۷۰)

۲...... ’’آسمان سے کئی تخت اترے مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔‘‘

(البشریٰ ج دوم ص ۵۶)

۳...... ’’اے مرزا ہم نے تجھے تمام جہان کے لئے رحمت کر کے بھیجا ہے۔‘‘

(انجام آتھم ص ۷۸ خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

شیخ صاحب ان کا جواب لکھنے کی تو آپ کو جرأت نہیں ہوئی خواہ مخواہ ادھر ادھر کی زٹلیات میں وقت ضائع کر کے فرار کی راہ اختیار کر رہے ہو۔ مگر شیخ صاحب! یاد رکھو کہ میں آپ کو کبھی بھی فرار ہونے نہ دوں گا۔ میرا پنجہ وہ پنجہ نہیں ہے جس سے نکل جاؤ گے۔ باوجود اس کے کہ مرزا قادیانی نے نبی ﷺ کی توہین کی ہے اس پر بھی طرّہ یہ کہ مرزا قادیانی خادم تھے اور آں حضرت ﷺ آقا کیا خوب شیخ صاحب کیا خادموں کا یہی کام ہوتا ہے کہ اپنے آقا کی توہین کریں، کیا خادم یہی کیا کرتے ہیں کہ میرا قدم اس مینارے پر ہے جہاں تمام روحانی بلندیاں ختم ہوتی ہیں۔ کیا خادم کی زبان سے ایسے الفاظ نکل سکتے ہیں کہ میرا تخت میرے آقا سے اونچا بچھایا گیا۔ کیا خادموں کا یہی شیوہ ہے کہ وہ یہ کہیں کہ مجھے اپنے آقا کے لئے بھی رحمت کر کے بھیجا گیا ہے۔

شیخ صاحب! ذرا شرافت اور انصاف کو دل میں جگہ دے کر سوچو کہ مرزا قادیانی اس سے بڑھ کر آں حضرت ﷺ کی اور کیسے توہین کر سکتے تھے۔ پھر آپ لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ شاید شیدا کے عقیدہ کے بموجب نبی ﷺ نے انبیاء بنی اسرائیل کی ہتک کی جس سے بڑھ کر ہتک کرنا ناممکن ہے۔'' (رسالہ اظہار حقیقت ص۱۰)

شیخ صاحب! یہ بھی آپ کی خیانت پر مبنی ہے آپ کا تو ابتداء سے ہی خیانت سے کام لینا شیوہ چلا آیا ہے۔

اوّل: تو یہ عرض ہے کہ آپ عربی سے بالکل ہی نابلد معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ نے کانبیاء کی بجائے کالانبیاء لکھ دیا اور پھر اس کے سمجھنے کی بھی آپ اہلیت نہیں رکھتے۔ حالاں کہ یہ حدیث محدثین کے نزدیک قطعاً صحیح نہیں ہے اور اس کا کوئی اصل نہیں تو شیخ صاحب ذرا سوچ کر جواب دینا کہ جو حدیث صحیح ہی نہ ہو اس کا پیش کرنا دیدہ ودانستہ پبلک کی آنکھوں میں دھول ڈالنا نہیں تو اور کیا ہے اور جن علماء کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ وہ خدا سے ڈرنے والے ہیں ویسے علماء ہر وقت ہر زمانہ میں اور ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ آج کل بھی موجود ہیں۔

اور جن کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ وہ بد خلائق ہوں گے وہ بھی آپ کی قادیانی جماعت میں سینکڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ جن کے مصداق سب سے پہلے آپ کے مرزا قادیانی تھے، پھر شیخ صاحب مرزا قادیانی کی گالیوں پر بحث کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

''اصل بات یہ ہے کہ شرابی کو شرابی کہنا حقیقت کا اظہار کرنا ہے نہ کہ گالی دینا اور خدا کے نبی جب آتے ہیں تو وہ مخالفین کی عادات وخصائل کو بغور مطالعہ کر کے انہیں اسی نام سے ملقب کرتے ہیں۔'' (رسالہ اظہار حقیقت)

شیخ صاحب! کیا خوب جو غیر پردہ کھولے، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

آخر ہمارے جادو نے اثر دکھایا اور سر چڑھ کے بولا۔ شیخ صاحب دیکھا وہی الزامات جو آپ اور آپ کا گرو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام پر لگاتے ہیں۔ انہیں کی تردید کس طرح سے آج خدا نے آپ کی ہی زبان سے کرائی ہے۔ شکر ہے خدایا تو نے محنت کو ٹھکانے لگایا۔ بولو ''اسلام کا بول بالا''

شیخ صاحب! آپ کو دوسرے کی آنکھ کے تنکے کی فکر پڑ گئی۔ مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نظر

نہ آیا۔ اگر شرابی کو شرابی کہنا گالی نہیں تو پھر مسیح علیہ السلام نے کون سا جرم کیا تھا جو مرزا قادیانی ان کو کوستے رہے اور تمام عمر یہی راگ الاپتے رہے کہ مسیح بدزبان تھا۔ اگر انہوں نے ریاکاروں کو ریاکار کہا تو انہوں نے کیا برا کام کیا۔

شیخ صاحب! ذرا ایک قدم اور آگے رکھو اور سوچو کہ ہم نے اپنے گزشتہ رسالہ میں مرزا قادیانی کی بھی کتابوں سے یہ ثابت کردیا تھا کہ مرزا قادیانی بدزبان، شرابی اور شریر مکار تھا۔ اگر شرابی کو شرابی کہنا گالی نہیں تو پھر ہمیں کیوں برا بھلا کہتے ہو۔ ہم نے کون سا جرم کیا جو حقیقت کو ظاہر کردیا؟

شیخ صاحب! معاف رکھنا اگر ہم نے مرزا قادیانی کو شرابی شریر مکار اور بدزبان کہا ہے تو یہ گالیاں نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے اور ان کی اپنی ہی کتابوں سے ایسا ثابت ہے۔ اس لئے آپ کا چیں بہ جبیں ہونا فضول ہے۔ کیوں کہ ہم مرزا قادیانی کے آنریری مبلغ ہیں۔ ہم میں اور مرزا قادیانی کے تنخواہ والے مبلغوں میں اتنا ہی فرق ہے کہ وہ مرزا قادیانی کی کچھ باتیں بتاتے رہتے ہیں اور کچھ چھپا رکھتے ہیں۔ مگر ہماری فیاض دلی دیکھئے کہ ہم مرزا قادیانی کی وہ تمام باتیں جو تنخواہ دار مبلغ چھپاتے ہیں، لوگوں کو بتاتے رہتے ہیں۔ آپ کو تو کم از کم ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ ہم بغیر کچھ لینے کے مرزا قادیانی کی اتنی تبلیغ کرتے ہیں کہ آپ اور آپ کے تنخواہ دار مبلغ قیامت تک نہیں کرسکتے۔ مگر بجائے اس کے کہ آپ ہمارا شکریہ ادا کریں الٹا ہمیں برا بھلا کہتے ہو۔

پھر شیخ صاحب آگے چل کر اسی کو دہراتے ہیں کہ ہم نے گرجوں کے درمیان مسجدیں بنائیں، یہ کیا اور وہ کیا۔ شیخ صاحب اس کا جواب آپ کو پہلے بھی دیا جاچکا ہے کہ جو کچھ آپ لوگ یورپ میں کررہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ مگر چوں کہ آپ نے پھر اس کو دہرایا ہے اس لئے میں پھر آپ کی تسلی کئے دیتا ہوں۔

شیخ صاحب! آپ عیسائیوں میں جاکر جو تبلیغ کرتے ہیں اس کا مسلمانوں کو کیا فائدہ؟ بلکہ وہ مسلمانوں کے لئے سخت نقصان رساں ہے جو عقیدہ عیسائیوں کا ہے وہی عقیدہ آپ کا ہے۔ اگر آپ عیسائیوں میں جاکر عیسائیوں کا عقیدہ ہی مضبوط کرتے ہیں تو ہم پر آپ کا احسان کیا؟ بلکہ ہمیں تو اتنا نقصان ہے کہ اتنا عیسائی بھی نہیں پہنچا سکتے۔ عیسائی تو ہمارے ظاہر میں دشمن ہیں۔ مگر تم ایسے پیدا ہوئے جن کے لئے کہا گیا ہے کہ یہ بھیڑوں کے لباس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیئے ہیں۔

شیخ صاحب! آپ کے متعلق تو عرصہ تیرہ سو سال کا گزر گیا ہے جب نبی ﷺ نے پیش

گوئی کی کہ میری امت یہود اور نصاریٰ کی مانند ہو جائے گی۔ چنانچہ پیش گوئی پوری ہوتی ہم نے آنکھوں سے دیکھ لی ہے کہ آپ نے اس امت سے نکل کر یہود اور نصاریٰ کا عقیدہ اختیار کیا۔

شیخ صاحب آپ کا یہ فرمانا کہ مسلمانوں نے علماء کی رہنمائی سے گاندھی کی رہبری سے جیل کی مصیبتیں دیکھیں۔ خلافت کے نام پر طوق وسلاسل پہنے۔ یہ آپ کی حماقت پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے۔ آپ کا بناوٹی مسیح جو دنیا میں آیا تو اس نے دجال کی پیروی کی ہی تلقین کی۔ حالاں کہ مسیح موعود کا مدّعا لوگوں کو پنجہ دجال سے نجات دلانا تھا۔ مگر اس کی جونسی کتاب کا بھی مطالعہ کرو تو وہاں آپ کو یہی ملے گا کہ دجال کی پیروی کرو۔ مگر بعض مقامات میں یہاں تک پایا جاتا ہے کہ جو اس دجال کی پیروی کرنے سے گریز کرے گا وہ مسلمان ہی نہیں تو شیخ صاحب خدارا ذرا انصاف سے بتانا کہ جس کا کام دجال سے رہائی دلانا تھا وہ تو الٹا دجال کی پیروی میں مشغول ہو گیا۔

اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر علمائے اسلام نے مسلمانوں کو پنجۂ دجال سے رہائی دلانے کے لئے جدوجہد کی تو انہوں نے کون سا برا کام کیا۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے جیل کی مصیبتیں کیا چیز ہیں اپنے خون کی نہریں بہانی پڑتی ہیں۔ شیخ صاحب اگر آپ اسلامی تواریخ کا مطالعہ کر لیتے تو یہ لکھنے کی آپ کو ضرورت محسوس ہی نہ ہوتی۔ جب بھی مسلمانوں نے آزادی کا علم بلند کیا تو بغیر قربانی کے وہ آزاد نہ ہو سکے۔ کیا نبی ﷺ کے وقت خون نہ بہایا گیا کیا صحابہ کے زمانہ میں لوگوں نے اپنی جانیں قربان نہ کیں۔ شیخ صاحب یہاں تو ابھی جیل کی کوٹھڑیاں ہی لوگوں نے دیکھی ہیں اور آپ اس پر ہی آپے سے باہر ہو رہے ہیں۔ آزادی کے لئے خون بہانے کی ضرورت ہے۔ آپ اس بات کو یاد رکھنا کہ ہندوستان بھی اس وقت ہی آزاد ہوگا جب لوگ اپنا خون بہانے پر آمادہ ہو جائیں گے جب تک خون نہ بہایا جائے گا اس وقت تک آزادی کا حاصل کرنا ایک خیال خام ہے کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

دارالبقا میں جاتا ہے مسلم فنا کے بعد
سربت کا ٹوٹ جاتا ہے دعویٰ خدا کے بعد
قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

پھر ہم نے یہ ثابت کیا تھا کہ مرزا قادیانی نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اس کے ثبوت میں ہم نے کئی حوالہ جات پیش کئے تھے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

’’میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہو گیا۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴ خزائن ج ۵ ص ایضاً)

اور کسی کو تو شیخ صاحب نے چھونے کی تکلیف گوارہ نہیں کی صرف اسی کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ایک خواب ہے اس کا بغیر تعبیر کے سمجھنا مشکل ہے اور ساتھ ہی قرآن شریف سے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب پیش کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے مجھے سورج چاند اور گیارہ ستاروں نے سجدہ کیا ہے کیا اس سے یہ مطلب ہوگا کہ یوسف علیہ السلام نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

شیخ صاحب! آپ تو بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں نہ معلوم کہ مرزا قادیانی والی ٹانک وائن پی کر لکھنے بیٹھتے ہو یا سیاہی کی جگہ بھنگ استعمال کر رہے ہو۔ میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں کیا وقت ضائع کروں۔ یوسف علیہ السلام کے خواب کا اس خواب سے تعلق ہی کیا ہے۔ وہاں کہاں لکھا ہے کہ میں خدا ہوگیا وہاں تو ظاہر ہے کہ سورج چاند اور گیارہ ستاروں نے سجدہ کیا جس کی تعبیر بھی ظاہر ہے کہ ماں باپ اور گیارہ بھائی باقی رہا۔ مرزا قادیانی کی تعبیر کا سوال تو آپ ذرا تکلیف برداشت کریں اور آئینہ کمالات اسلام کی ساری عبارت غور سے پڑھیں تو پھر خود بخود ہی آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

لیجئے میں ساری کی ساری عبارت ہی نقل کئے دیتا ہوں۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہٖ اللہ ہوں میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں اور نہ میرا ارادہ باقی رہا نہ خطرہ...... اس حال میں میں نے کہا کہ ہم ایک نیا نظام نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ پس میں نے زمین اور آسمان اجمالی شکل میں جن میں کوئی تفریق اور ترتیب نہ تھی بنائے پھر میں نے ان میں جدائی کردی اور ترتیب دی...... اور میں اپنے آپ کو اس وقت ایسا پاتا ہوں کہ میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان کو اور دنیا کو پیدا کیا اور کہا ''انا زیّنا السماء الدنیا بمصابیح'' پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پس میں نے آدم کو بنایا اور ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا اور اس طرح سے میں خالق ہوگیا۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴،۵۶۵)

شیخ صاحب کہاں گیا آپ کا استدلال اور کون سی تعبیر کو ڈھونڈتے ہو۔ اس میں مرزا قادیانی نے کون سی کمی باقی رکھی ہے۔ مرزا قادیانی خدا بھی بنے اور پھر انہوں نے یقین بھی کرلیا اور پھر زمین وآسمان کو بھی بنایا۔ پھر آدم کو بھی پیدا کیا۔ غرضیکہ مرزا قادیانی خالق ہوگئے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی صاف عبارت کے ہوتے ہوئے آپ کون سی تعبیر کی تلاش میں ہیں۔ اگر مرزا قادیانی نے اس پر یقین کرلیا ہے تو آپ کو کیا اعتراض ہے۔

شیخ صاحب میں حیران ہوں کہ اس سے آپ کیوں انکار کرتے ہیں۔ اگر مرزا قادیانی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تو مندرجہ ذیل تحریرات کا کیا مطلب ہے۔

۱...... ’’اے مرزا تحقیق تیرا ہی حکم ہے جب تو کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے۔‘‘ (البشریٰ ج دوم ص۹۴)

۲...... ’’اے مرزا تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔‘‘ (البشریٰ ج دوم ص۱۲۶)

۳...... ’’اے مرزا تو میرے نزدیک بمنزلہ میری توحید اور تفرید کے ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۸۶ خزائن ج۲۲ ص۸۹)

۴...... ’’اے مرزا خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔‘‘ (انجام آتھم ص۵۵ خزائن ج۱۱ ص۵۵)

شیخ صاحب اگر تمہارے پاس ذرہ بھر بھی صداقت ہے تو کیوں میدان میں نہیں آتے۔ میدان میں آؤ اور ان کا جواب لکھو۔ کیوں اصل مضمون کو چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہو۔ اصل مضمون کو تو آپ نے اس طرح سے غائب کیا ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ غائب ہوتے ہیں۔

ان سب باتوں کو چھوڑ کر اب شیخ صاحب نے توحید باری تعالیٰ کو پیش کیا ہے۔ مگر کیا کہوں شیخ صاحب آپ کی عقل پر مجھے رونا آتا ہے کہ افسوس آپ مرزائی بھی ہوئے مگر مرزا قادیانی کی کتابوں کا پھر بھی آپ نے مطالعہ نہ کیا۔ میرے دوست! یہ آپ کی بھول ہے۔ مرزا قادیانی توحید کے قائل نہیں بلکہ تثلیث کے قائل ہیں۔ ذرا مرزا قادیانی کی کتاب (توضیح المرام ص۲۲ خزائن ج۳ ص۶۲) دیکھو تو آپ پر حقیقت خودبخود واضح ہو جائے گی اور پھر یہ بھی ملاحظہ کرو کہ مرزا قادیانی خدا کو کس شکل میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیش گوئیاں لکھیں جن کا یہ مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ تب میں نے وہ کاغذ دستخط کرانے کے لئے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کی قلم سے اس پر دستخط کر دیئے اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو چھڑکا جیسا کہ قلم پر زیادہ سیاہی آجاتی ہے تو اس طرح پر جھاڑ دیتے ہیں اور پھر دستخط کر دیئے اور میرے پر اس وقت نہایت رقت کا عالم تھا اس خیال سے کہ کس قدر خدا تعالیٰ کا میرے پر فضل وکرم ہے اور جو کچھ میں نے چاہا اللہ تعالیٰ نے بلاتوقف اس پر دستخط کر دیئے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۵۵ خزائن ج۲۲ ص۲۶۷)

ناظرین! آج تک تمام مسلمانوں کو یہ مشکل تھا کہ وہ بیان کر سکیں کہ خدا کس قسم کا ہے۔ کیوں کہ قرآن شریف کی تعلیم ہی یہ ہے کہ ''لیس کمثله شئ'' مگر مرزا قادیانی نے خدا کا پورا نقشہ کھینچ کر دکھا دیا۔ بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ خدا اچھی طرح سے لکھنا بھی نہیں جانتا اور اسے قلم کے ساتھ سیاہی لگانی بھی نہیں آتی بلکہ چھڑکنی پڑتی ہے۔ مگر شیخ صاحب ذرا لگے ہاتھ اتنا ضرور بتا دینا کہ جس طرح مرزا قادیانی نے خدا سے دستخط کرائے ہیں کیا اس سے پہلے بھی کسی نبی نے اس طرح سے دستخط کروائے تھے یا مرزا قادیانی کو ہی خدا پر اعتبار نہ تھا۔

پھر مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

''میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت میں ہوں میں منتظر ہوں کہ میرا مقدمہ بھی ہے اتنے میں جواب ملا کہ اے مرزا صبر کر ہم عنقریب فارغ ہوتے ہیں۔ پھر میں ایک دفعہ کیا دیکھتا ہوں میں کچہری میں گیا کہ اللہ تعالیٰ ایک حاکم کی صورت جو کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور ایک طرف ایک سررشتہ دار ہے کہ ہاتھ میں ایک مثل لئے پیش کر رہا ہے۔ حاکم نے مثل اٹھا کر کہا کہ مرزا حاضر ہے تو میں نے باریک نظر سے دیکھا کہ ایک کرسی اس کے ایک طرف خالی پڑی ہوئی معلوم ہوئی۔ اس نے مجھے کہا کہ اس پر بیٹھو اور اس نے مثل ہاتھ میں لی ہوئی ہے اتنے میں میں بیدار ہو گیا۔'' (البدر ج دوم نمبر۶، ۱۹۰۳ء، مکاشفات ص ۲۸، ۲۹)

کیوں شیخ صاحب! دیکھ لی خدا کی شکل، خدا ایک مجسٹریٹ کی طرح ایک کرسی پر بیٹھا ہے اس کو ایک ریڈر کی بھی ضرورت ہے باقاعدہ امسلہ جات تیار کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین! اس قسم کے اور بھی سینکڑوں حوالہ جات ہیں جو بوجہ عدم گنجائش یہاں درج نہیں ہو سکتے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی ہدیہ ناظرین کئے جاویں گے۔

آخیر میں شیخ صاحب نے مرزا قادیانی کا ایک اشتہار نقل کیا ہے جس میں شراب بھنگ، چرس وغیرہ تمام منشی اشیاء کے استعمال سے منع کیا ہے۔ اس کے متعلق میں صرف شیخ صاحب سے اتنا ہی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ نبی کی زندگی اس کی امت کے لئے اسوۂ حسنہ ہوتی ہے۔ نبی کے قول وفعل پر عمل کرنا اس کا فرض اوّلین ہوتا ہے تو شیخ صاحب کو واضح ہونا چاہئے کہ جب مرزا قادیانی کی تمام زندگی ٹانک وائن اور ٹنکچر لونڈر وغیرہ کے استعمال سے گزری جو شراب سے تیار ہوتی ہیں تو ان کے مرید بڑے ہی بے وقوف ہوں گے جو ایسی اشیاء کا استعمال کرنا ترک کر دیں اور اپنے نبی کی شکل کو حقارت کی نظر سے دیکھیں۔

شیخ صاحب! آپ حیران ہوں گے کہ مرزا قادیانی کی کتابوں میں اس قدر اختلاف کی کیا وجہ ہے۔ مگر آپ شاید ابھی تک اس کو نہ سمجھ سکے ہوں کہ مرزا قادیانی نے کیوں ایسی باتیں لکھیں جن سے روزمرہ تمہیں نئی ہولی کا تماشہ دیکھنا پڑتا ہے۔ شیخ صاحب حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ آؤ اس کا پتہ میں آپ کو بتاؤں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مرزا قادیانی کو مراق کی بیماری تھی اس وجہ سے مرزا قادیانی کے حواس درست نہ رہتے تھے۔ اس لئے کبھی کچھ کہہ دیا اور کبھی کچھ کہہ دیا۔ مراق ابتداء میں معمولی تغیر کا نام ہے لیکن ترقی کر کے اس کا نام مالیخولیا مراقی ہوجاتا ہے۔

شیخ صاحب ناراض مت ہونا کہ شیدا نے مرزا قادیانی کو مراقی کہہ دیا ہے۔ میں نے اپنے پاس سے ہرگز ہرگز ایسا نہیں کہا بلکہ مرزا قادیانی کی ہی تحریرات ایسا بتاتی ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

۱...... ’’دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آں حضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔‘‘

(اخبار بدر ج۲ نمبر۲۳ ص۴، ۵ مؤرخہ ۷/جون ۱۹۰۶ء و ملفوظات ج۸ ص۴۴۵)

۲...... ’’حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے فرمایا مجھے مراق کی بیماری ہے۔‘‘

(ریویو آف ریلیجنز ج۲۴ نمبر۴ ص۴۵ مؤرخہ ماہ اپریل ۱۹۲۵ء)

۳...... ’’میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ سے مبتلا رہتا ہوں تاہم آج کل کی مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں۔ حالاں کہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دوران سر کا دورہ زیادہ ہوجاتا ہے تاہم میں اس بات کی پروا نہیں کرتا اور اس کام کو کئے جاتا ہوں۔‘‘ (کتاب منظور الٰہی ص۳۴۸)

۴...... ’’حضرت (مرزا) صاحب نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مجھ کو مراق ہے۔‘‘ (ریویو آف ریلیجنز ج۲۵ نمبر۸ ص۶ مؤرخہ اگست ۱۹۰۶)

شیخ صاحب اب تو آپ کو تسلی ہوگئی ہوگی اور اس میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہا ہوگا کہ مرزا قادیانی مراقی تھے تو اب ذرا عقل سے کام لو اور سوچو کہ کیا مراقی ملہم ہوسکتا ہے۔

والسلام: شیدا

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

قادیانی نبی کی ننگی تصویر

(حصہ اوّل)

جناب حاجی محمد عمر اسلامی لائبریری شیخوپورہ

سلسلہ تصنیفات ۳
بغیر اجازت انجمن لائبریری کے شائع کرنے کی کوشش نہ فرمادیں۔

یا اللہ یا محمد

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

۷۸۶ / ۹۲

المدد یا غوث اعظم پیر ما

المدد یا میاں صاحب پیر ما

بغرض مطالعہ اہل سنت وجماعت

قادیانی نبی کی ننگی تصویر

حصہ اول

مؤلفہ

حاجی محمد عمر صدر وانچارج اسلامی لائبریری

اشاعت منجانب

انجمن اسلامی لائبریری محلہ اسلام پورہ چوہڑ کانہ منڈی ضلع شیخوپورہ

تعداد چار ہزار ۴۰۰۰ ۔ ہدیہ دعاء خیر

کتاب ہذا انجمن لائبریری سے مفت طلب فرمادیں۔
ناظرین کتاب ہذا کے تیسرے حصے کا انتظار فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزا غلام احمد قادیانی عرف انگریزی نبی سے پہلی ملاقات

سوال: جناب مرزا قادیانی۔

جواب: ہاں بھئی کون صاحب ہیں۔اندر تشریف لے آئیں۔

سوال: جناب بندہ کو حاجی محمد عمر کہتے ہیں۔

جواب: آیئے جناب آپ کیسے تشریف لے آئے، ہماری تو بڑی خوش قسمتی ہے۔ آپ کو کیسے خیال آ گیا یہاں تشریف لانے کا۔

سوال: بس جناب آپ کی ملاقات کا شوق تھا، بندہ نے آپ کے متعلق بہت سی باتیں سنی ہیں۔خیال تھا کہ کسی وقت خود ملاقات سے مشرف ہوکر دریافت کروں کہ واقعۃً وہ تمام باتیں جو لوگوں کی زبان سے سنی جاتی ہیں، کیا سچ ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ آپ اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ دیر ہمیں اپنے گزشتہ واقعات سے روشناس کرائیں گے۔

جواب: فرمایئے! جناب کیا ارشاد ہے......

سوال: مرزا قادیانی! بندہ نے سنا ہے کہ آپ کی پیدائش بڑی عجیب قسم کی ہوئی ہے۔مثلاً پہلے مرد پیدا ہوئے، پھر مرد سے عورت بنے، پھر حاملہ ہوگئے۔ پھر آپ کو بچہ پیدا ہوا، پھر وہی بچہ خود ہی آپ مرزا قادیانی بن گئے۔

جواب: ہاں جناب بات تو ٹھیک ہے۔مگر اس وقت ہمیں اتنی فرصت نہیں کہ یہ تمام واقعات مفصل بیان کروں، کسی فرصت[۱] کے وقت ضرور ان شاءاللہ عرض کروں گا۔

سوال: مرزا قادیانی! میں نے سنا ہے کہ آپ کے بہت سے نام ہیں مثلاً کرشن جی، ہنومان جی، بھگوان جی۔وغیرہ وغیرہ......

جواب: ہاں جناب میرے بہت سے نام ہیں جو اپنے اپنے موقعہ پر بیان کئے جائیں گے۔

سوال: جناب آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے نبی اور مسیح موعود ہونے کا

۱؎ فرصت سے مراد کتاب کا دوسرا حصہ ہے جو عنقریب چھپ رہی ہے۔

دعویٰ کیا ہے۔

جواب: ہاں صاحب! مجھے انگریز صاحب کی مہربانی سے سب کچھ بنایا گیا ہے۔

سوال: انگریز کی مہربانی سے، مرزا قادیانی! یہ کیا فرمایا ہے آپ نے۔

جواب: ہاں جناب عالی! میں تو اسی کا بندہ بے دام ہوں۔ آپ ذرا تحفہ قیصریہ کو دیکھیں جس میں یہ لکھا ہے:

(تحفہ قیصریہ ص۱۴، خزائن ج۱۲ ص۲۶۶) ''جس گورنمنٹ کے سایہ عطوفت کے نیچے میں امن کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اس کے لئے دعا میں مشغول رہوں اور اس کے احسانات کا شکر کروں اور اس کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھوں اور جو کچھ مجھے فرمایا گیا ہے، نیک نیتی سے اس تک پہنچاؤں۔ لہٰذا اس موقعہ جوبلی پر جناب ملکہ معظّمہ کے ان متواتر احسانات کو یاد کر کے جو ہماری جان و مال اور آبرو کے شامل حال ہیں، ہدیہ شکر گزاری پیش کرتا ہوں اور وہ ہدیہ دعائے سلامتی و اقبال ملکہ ممدوحہ ہے جو دل سے اور وجود کے ذرہ ذرہ سے نکلتی ہے۔''

(جناب اگر اس سے بھی آپ نہیں سمجھے تو اور سنئے)

(ازالہ اوہام ص۵۴، خزائن ج۳ ص۱۳۰ حاشیہ) ''میرا یہ دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں۔ جس نے زمین پر ایسا امن قائم کیا ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں۔ یہ خدمت ہم مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے۔''

اور سنئے جناب (ازالہ اوہام ص۱۳۲، خزائن ج۳ ص۱۶۶ حاشیہ) ''ہم پر اور ہماری ذریت پر فرض ہو گیا ہے کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکر گزار رہیں۔''

کیوں جناب! اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ انگریز سرکار اور ہم کس رشتے میں منسلک ہیں۔

سوال: مرزا قادیانی! آپ کو تو لوگ نبی، مسیح موعود اور مہدی وغیرہ کہتے ہیں اور آپ انگریز سرکار کے پودے ثابت ہو رہے ہیں۔

جواب: بھئی بھولے بادشاہو، پیٹ سب کو پیارا ہے اور پیٹ کی خاطر کیا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: لاحول ولا قوّۃ الا باﷲ! مرزا قادیانی! آپ نے اپنے پیٹ کی خاطر

ہزاروں لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ یہ تو آپ نے بھولے بھالے لوگوں پر ظلم کیا ہے۔

جواب: سرکار میں نے تو کتابوں میں صاف لکھ دیا ہے کہ میں جھوٹا ہوں، دغاباز ہوں، شیطان ہوں، لیکن کیا کروں یہ میری کتابوں کا مطالعہ ہی نہیں کرتے۔ اگر میری کتابیں ایمانداری سے پڑھیں تو ہمیشہ ہی مجھ پر لعنت ڈالیں۔

سوال: جناب مرزا قادیانی! آپ نے واقعی اور صحیح فرمایا ہے کہ میں جھوٹا ہوں، ذرا ارشاد ہو۔

جواب: بھئی میرے جھوٹ تو سورج کی روشنی سے بھی زیادہ روشن ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ سب سے پہلے آدم علیہ السلام کی بے ادبی شیطان نے کی اور کوئی انبیاء کی شان پاک میں گستاخی[1] کرے تو وہ شیطان ابن شیطان نہیں تو اور کیا ہے۔

سوال: مرزا قادیانی! آپ نے کہا تھا کہ میں نے لوگوں کو بتا دیا ہے کہ میں جھوٹا ہوں ذرا ہمیں بھی بتا دیں تو آپ کی عین نوازش ہوگی۔

جواب: میرے دوست ذرا میری کتابوں کا مطالعہ فرماویں۔ یہ دیکھو:

(ازالہ اوہام ص۴۷۳، خزائن ج۳ ص۳۵۳) ''یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوگیا۔'' (اور دوسری جگہ سنئے)

(کشتی نوح ص۱۵، خزائن ج۱۹ ص۱۶) ''اور تم یقیناً سچ سمجھو کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہوگیا ہے اور کشمیر، سری نگر میں محلہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خداوند کریم کا قرآنی فیصلہ ملاحظہ ہو

''وقولهم انّا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله. وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وانّ الذين اختلفوا فيه لفى شك منه. مالهم به من علم الّا اتباع الظن. وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه. وكان الله عزيزاً حكيماً'' (النساء:۱۵۷،۱۵۸)

ترجمہ: اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور

[1] انبیاء کی جو گستاخیاں مرزا قادیانی نے کی ہیں مفصل حصہ دوم میں بیان کی جاویں گی۔ دعا فرما دیں کہ جلدی چھپ کر تیار ہو جاوے۔

ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارہ میں اختلاف کر رہے ہیں، ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں۔ مگر یہی گمان کی پیروی اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

سوال: مرزا قادیانی! بڑے ظلم کی بات ہے کہ قرآن پاک صاف بیان فرما رہا ہے کہ عیسیٰ بن مریم نہ قتل ہوئے اور نہ سولی دیئے گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور آپ کی کتابوں میں صاف جھوٹ لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں۔ وہ بھی کبھی سری نگر میں اور کبھی گلیل ملک شام میں بیان کر رہی ہیں۔ مگر پھر قرآن پاک کو چھوڑ کر آپ کی جھوٹی کتابوں کو مانتے ہیں۔ کیا آپ نے کہیں یہ تو نہیں کہہ دیا کہ قرآن پاک مت پڑھو۔ اس کو معاذ اللہ اب پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

جواب: توبہ توبہ جناب میں نے تو یہ ہرگز نہیں کہا بلکہ میں نے تو خود کہا ہے۔ دیکھو: (کشتی نوح ص۲۴، خزائن ج۱۹ ص۲۶) ''سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن پاک کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔''

دوسری جگہ:

(کشتی نوح ص۲۴ خزائن ج۱۹ ص۲۷) ''تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن پاک میں نہیں پائی جاتی۔''

سوال: مرزا قادیانی! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی امت کے دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں، جس کی وجہ سے ان کو رات اور دن میں تمیز کرنے کی عقل نہیں رہی۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے فرمان کو چھوڑ کر آپ کی جھوٹی کتابوں پر ایمان خراب نہ کرتے۔

جواب: ہاں جی! بیشک یہ ٹھیک ہے کہ اگر ان کو ایمان کی ضرورت ہوتی تو ضرور قرآن پاک پر عمل کرتے اور میری کتابوں کو ٹھکرا دیتے جو میرے ہی جوتے میرے ہی منہ پر مار رہی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(نزول المسیح ص۴۸ خزائن ج۱۸ ص۴۲۷) ''جس شخص کو خدا تعالیٰ بصیرت عطا کرے گا وہ مجھے پہچان لے گا کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۱۹۰ خزائن ج۳ ص۱۹۲) ''اے برادران دین وعلمائے شرع متین

آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔''

اور سنئے:

(کشتی نوح ص۷، خزائن ج۱۹ص۱۹) ''جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔''

کیوں جناب انصاف فرماویں کہ جو ان کتابوں کو پڑھ کر بھی گمراہ ہو رہا ہے۔ اس کی جہالت اور ابوجہل مکے والے کی جہالت میں کیا فرق ہے۔

اچھا جناب اب رات کافی گزر چکی ہے۔ اب آپ کل تشریف لاویں۔

مرزا قادیانی سے دوسری ملاقات

سوال: مرزا قادیانی! گھر میں ہیں کیا؟

جواب: جی ہاں آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ جناب والا!

سوال: مرزا قادیانی! آج تو بڑی سخت سردی پڑ رہی ہے۔

جواب: ہاں بھئی؟ ابھی ابھی مجھے وحی آئی ہے کہ آج بہت سردی ہے۔

سوال: مرزا قادیانی! آپ تو بے تکی باتیں کرتے ہیں۔ یہ بھلا کون سا پیچیدہ مسئلہ تھا جو وحی کے بغیر حل نہیں ہوتا تھا۔

جواب: جناب عالی! آپ کو بھی ابھی تک سمجھ نہیں آئی۔ کیا اس زمانے میں آپ سچی باتیں کر کے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ نئی روشنی ہے، یہاں تو بھئی پروگرام ہی الٹا ہے۔

سوال: اچھا مرزا قادیانی! آپ اب کوئی عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرماویں۔ وہ تو خداتعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔

جواب: ہاں جناب! اس کے متعلق بھی الہام ہوا ہے دیکھو:

(تحفہ قیصریہ ص۲۰،۲۱، خزائن ج۱۲ص۲۷۲،۲۷۳) ''اس (اللہ تعالیٰ) نے مجھے اس بات پر بھی اطلاع دی ہے کہ درحقیقت یسوع مسیح خدا کے نہایت پیارے اور نیک بندوں میں سے ہے اور ان میں سے ہے جو خدا کے برگزیدہ لوگ ہیں اور ان میں سے ہے جن کو خدا اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنے نور کے سایہ کے نیچے رکھتا ہے۔ لیکن جیسا کہ گمان کیا گیا ہے

خدا نہیں ہے۔ ہاں خدا سے واصل ہے اور ان کاملوں میں سے ہیں جو تھوڑے ہیں۔''

سوال: مرزا قادیانی! آپ نے یہ بات تو بڑی اچھی کہی ہے۔ کیا آپ کا اب انگریزی نشہ اتر گیا ہے کیا؟

جواب: میرے بھولے بادشاہو، تحفہ قیصریہ تو میں نے اپنے انگریز داتا کا قصیدہ لکھا ہے۔ اس میں تو ایسی ویسی بات کرنی اچھی نہیں تھی اور دوسری جگہ ملاحظہ ہو:

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷ خزائن ج۱۱ ص۲۹۱ حاشیہ) ''آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں، نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔''

سوال: توبہ توبہ مرزا قادیانی! آپ خدا کے عذاب سے بھی نہیں ڈرتے۔ یاد رکھو، مرزا قادیانی خدا کے دوستوں کی ذرا برابر بے ادبی کرنے والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ آخر ایک دن خدا کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔ اگر آپ کا منہ اچھا نہیں بات تو اچھی کرنی چاہئے تھی؟

جواب: اچھا جناب عالی اور سنو:

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۹۸ خزائن ج۵ ص ایضاً) ''یا حضرت مسیح کی نسبت یہ زبان پر لاوے کہ وہ طوائف کے گندے مال کو اپنے کام میں لایا یا حضرت ابراہیم کی نسبت یہ تحریر شائع کرے کہ مجھے جس قدر ان پر بدگمانی ہے۔ اس کی وجہ ان کی دروغ گوئی ہے تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔''

سوال: مرزا قادیانی یہ عبارت تو تمہارے ہی منہ پر لعنتیں ڈال رہی ہے۔ پہلے آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخی میں کفریہ الفاظ لکھے۔ اب ایسا کہنے والے کو آپ نے خبیث اور شیطان لکھدیا۔ اب بتائیں کہ آپ کون ہیں اور اگر آپ کی امت مرزائیہ کو اب بھی سچ بولنے کی توفیق نہ ہو تو بقول آپ کے:

(حقیقت الوحی ص۲۰۶،خزائن ج۲۲ص۲۱۵)’’جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔‘‘

سوال: اچھا مرزا قادیانی! عیسیٰ علیہ السلام کے علم کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے،ان کا کوئی استاد تو تھا نہیں۔

جواب: کیوں نہیں جناب ذرا کتابیں تو پڑھ کر دیکھو:

(ضمیمہ انجام آتھم ص۶ خزائن ج۱۱ص۲۹۰ حاشیہ)’’آپ کا ایک یہودی استاد تھا،جس سے آپ نے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا،معلوم ہوتا ہے کہ یا تو قدرت نے آپ کو زیرکی سے کچھ بہت حصہ نہیں دیا تھا اور یا اس استاد کی شرارت ہے کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا۔ بہرحال آپ علمی اور عملی قویٰ میں بہت کچے تھے۔اسی وجہ سے ایک دفعہ آپ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔‘‘

کیوں جناب! دیکھ لیا۔عیسیٰ علیہ السلام کا علم۔

سوال: مرزا قادیانی! ہمیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پہلے ہی سے معلوم ہے چوں کہ قرآن پاک نے ارشاد فرمایا ہے:

’’واذ علّمتک الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل‘‘(مائدہ:۱۱۰)

ترجمہ: اور جب کہ میں نے اے عیسیٰ علیہ السلام تجھے کتاب اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائی۔

مرزا قادیانی! تم نے خدا تعالیٰ کے شاگرد کو ایک یہودی کا شاگرد بنادیا۔

جواب: ’’ہم نے بار بار سمجھایا کہ عیسیٰ پرستی بت پرستی اور رام پرستی سے کم نہیں اور مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے (کرشن) سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔‘‘

(انجام آتھم ص۴۱خزائن ج۱۱ص ایضاً)

سوال: تیرے منہ میں خاک مرزا قادیانی! تم نے تو خدا اور یوم آخرت کو بالکل بھلادیا ہے۔

جواب: جناب حاجی صاحب! آج کل مثل مشہور ہے ایہہ جگ مٹھا اگلا کس نے ڈٹھا۔اس دنیا میں عیش کرنے دو۔پھر آگے جا کر دیکھا جائے گا۔

سوال: مرزا قادیانی! آپ تو جہنم کا ٹکٹ خرید چکے ہیں۔مگر آپ کی امت مرزائیہ کو تو اب بھی ایمان کی ضرورت ہے۔میرا تو یہ مشورہ ہے۔مرزائی دوستو ابھی توبہ کا

دروازہ بند نہیں ہوا۔ توبہ کر کے دامن مصطفیٰ ﷺ تھام لو۔ ورنہ خدا کا عذاب بڑا سخت ہے اور بغیر اطاعت رسول مقبول ﷺ کے۔

فیصلہ خداوندی

''یا ایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم'' (محمد:۳۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول مقبول ﷺ کی اطاعت کرو اور (انکار کر کے) اپنے عمل ضائع نہ کرو۔

دیکھو قرآن پاک اعلان فرمارہا ہے کہ بغیر اطاعت مصطفیٰ ﷺ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیرات اور تبلیغ اسلام بلکہ تمام نیک اعمال برباد اور ضائع ہو جاتے ہیں اور انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس لئے سوچو اور اپنے ایمان کو کسی نتھو خیرے کے کہنے پر خراب نہ کرو۔

اچھا مرزا قادیانی آپ اجازت فرماویں۔ کل ان شاء اللہ! حاضر خدمت ہوں گا۔

جواب: بہت بہت شکریہ جناب۔ میں کل ضرور آپ کا انتظار کروں گا۔

قادیانی نبی عرف انگریزی نبی سے تیسری ملاقات

سوال: مرزا قادیانی!......مرزا قادیانی!......مرزا قادیانی!

جواب: ہاں بھئی ہاں! ابھی حاضر ہوتا ہوں...... آیئے جناب حاجی صاحب تشریف لے آئے ہیں کیا حال ہے؟

سوال: شکر ہے خدا ورسول مقبول ﷺ کا جناب آپ آج کسی خاص مصروفیت میں پھنسے ہوئے تھے میں نے سردی میں کھڑے کتنی آوازیں دیں آپ کو۔

جواب: حاجی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ نیا نیا دھندا ہے۔ کبھی کوئی الہام تیار کرتا اور کبھی پیش گوئی بنا کر لوگوں کو الو بناتا۔ ابھی کچھ پیسوں کی ضرورت تھی، سوچ رہا تھا کہ کیا کروں۔ آخر بات سمجھ میں آئی کہ کوئی الہام تیار کروں اور آپ کے بلاتے بلاتے میں نے الہام تیار کرلیا۔

سوال: کون سا الہام تیار ہوا جناب!

جواب: سنئے ''ون ول یو (one will you go to amratsar)

گوٹو امرتسر۔ یعنی اس دن تم امرتسر جاؤ گے۔'' (نزول المسیح ص۱۳۴ خزائن ج۱۸ ص۵۱۲)

سوال: مرزا قادیانی! یہ کیا ''دیسی کتی انگریزی چیکاں'' والا معاملہ کرتے ہیں۔ آپ ایسے ہیں تو آپ کا بھید کھل جانے کا خطرہ ہے۔ مرزا قادیانی! آپ کے پجاری سمجھ لیں گے کہ معاملہ گول ہے۔

جواب: توبہ توبہ حاجی صاحب! آپ کو کیا معلوم ہے، وہ بچارے تو اب قیامت کو جہنم میں گر کر بھی نہیں سمجھ سکتے، ایسے پھنسے ہیں اور اگر کوئی ذرا چوں چراں کرنے لگا تو صرف ایک حربہ استعمال کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ اگر کسی نے کوئی ایسا سوال کیا جس میں پردہ پھوٹتا نظر آئے تو فوراً گالیاں شروع کر دیں۔ پھر تو کیا مولوی، کیا صوفی، سب شیطان کی مہربانی سے بھاگ جاتے ہیں۔ دیکھو: (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴ خزائن ج۲۲ ص۴۴۵) ''اور لئیموں میں ایک فاسق آدمی کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے، سفیہوں کا نطفہ بدگو ہے اور خبیث اور مفسد اور جھوٹ کو ملمع کر کے دکھلانے والا منحوس ہے، جس کا نام جاہلوں نے سعد اللہ رکھا ہے۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۵ خزائن ج۲۲ ص۴۴۶) ''تو نے اپنی خباثت سے مجھے بہت دکھ دیا ہے۔ پس میں سچا نہیں ہوں گا، اگر ذلت کے ساتھ تیری موت نہ ہو، اے نسل بدکاروں کی۔''

(نزول المسیح ص۶۳ خزائن ج۱۸ ص۴۴۱) ''میری نکتہ چینی کرنا اور کبھی سرقہ کا الزام دینا اور کبھی صرفی، نحوی غلطی کا یہ صرف گوہ کھانا ہے۔ اے جاہل بے حیا۔''

اس قسم کی صدہاں گالیاں میرے پاس موجود ہیں۔ کیوں جناب! ایسی باتیں سننے کے لئے کوئی مائی کا لال تیار ہوگا۔

سوال: مرزا قادیانی! آپ نے تو پہلے یہ فرمایا ہے:

(کشتی نوح ص۱۱ خزائن ج۱۹ ص۱۱) ''اور کسی کو گالیاں مت دو، گو وہ گالی دیتا ہو۔''

(نزول المسیح ص۴۵، ۴۶ خزائن ج۱۸ ص۴۲۳، ۴۲۴ حاشیہ) ''گالیاں دینا اور کسی کو نجس اور خبیث اور ضال لکھنا اور جس قدر الفاظ ناشائستہ لغت کی کتابوں میں درج ہیں۔ اپنی تحریر کو ان سے مزین کرنا علم اور شرافت کو بٹا لگانا ہے۔''

جواب: جناب یہی باتیں کر کے لوگ مجھ سے گالیاں لیتے ہیں اور یہی بات آپ کر رہے ہیں۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ایسی باتیں کرنے والا ہم سے گالیاں لیتا ہے۔

سوال: اچھا جناب معاف کرنا...... آپ یہ فرمائیں کہ نبی کی کلام تو سچی سمجھی جاتی

ہے ناں کیوں کہ اس میں شیطانی دخول نہیں ہوتا۔

جواب: نہیں جناب! آپ ذرا ہماری کتابیں پڑھیں:

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۵۳ خزائن ۵ ص ایضاً) ’’ادنیٰ درجہ کی وحی میں جو حدیث کہلاتی ہے۔ بعض صورتوں میں شیطان کا بھی دخل ہو جاتا ہے اور وہ اس وقت کہ جب نبی کا نفس ایک بات کے لئے تمنا کرتا ہے تو اس کا اجتہاد غلطی کر جاتا ہے اور نبی کی اجتہادی غلطی بھی درحقیقت وحی کی غلطی ہے۔ کیوں کہ نبی تو کسی حالت میں وحی سے خالی نہیں ہوتا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۶۲۹ خزائن ج۳ ص۴۳۹) ’’ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا۔ نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا۔

سوال: مرزا قادیانی! اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی باتیں اور پیش گوئیاں وغیرہ تو کوئی بھی سچی نہیں ہوگی۔

جواب: نہیں نہیں بھئی میری باتیں کیسے جھوٹی ہوسکتی ہیں۔ آپ دیکھیں تو:

(حقیقت الوحی ص۲۱۱ خزائن ج۲۲ ص۲۲۰) ’’میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۵۰ خزائن ج۲۲ ص۱۵۴) ’’خلاصہ یہ کہ میرے کلام میں تناقض نہیں ہے۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔‘‘

سوال: مرزا قادیانی! آپ کی شکل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ سردار جی ہیں تو آپ کی پیش گوئیاں کیسے صحیح ہوسکتی ہیں۔ (سردار جی پنجابی میں سکھوں کو کہتے ہیں۔)

جواب: خدا کے بندے آپ نے پڑھا نہیں کہ اصل میں سابقہ نبی میرا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

(نزول المسیح ص۸۲ خزائن ج۱۸ ص۴۲۰) ’’گزشتہ انبیاء کے معجزات اور پیش گوئیوں کو ان پیش گوئیوں اور معجزات سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیش گوئیاں اور معجزات اس وقت محض بطور قصوں اور کہانیوں کے ہیں۔‘‘

اور میرے نشان دیکھئے آپ:

(براہین احمدیہ پنجم ص۱۱۸ خزائن ج۲۱ ص۱۴۸ حاشیہ) ’’اب تک کئی ہزار خدا تعالیٰ کے نشان میرے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں، زمین نے بھی میرے نشان دکھائے اور آسمان نے بھی اور دوستوں میں بھی ظاہر ہوئے اور دشمنوں میں بھی جن کے کئی لاکھ انسان گواہ ہیں اوران نشانوں کو اگر تفصیلاً جدا جدا شمار کیا جاوے تو قریباً وہ سارے نشان دس لاکھ تک پہنچتے ہیں۔‘‘

سوال: مرزا قادیانی! پنجابی میں مثل مشہور ہے ’’ذات دی کوہڑ کرلی تے شہتیراں نوں جپھے‘‘ کجا انبیاء اللہ کی پیش گوئیاں اور کجا برساتی مینڈک کی گڑئیں گڑئیں۔ مذاق کی بات نہیں مرزا قادیانی! میرا خیال ہے آپ نے کبھی آئینہ نہیں دیکھا ورنہ آپ کو اپنی صورت سے معلوم ہو جاتا کہ آپ کی بات ماننے کے قابل بھی ہے۔ اچھا مرزا قادیانی! آپ اجازت فرمائیں۔ کل بشرط زندگی پھر حاضر خدمت ہوں گا۔

جواب: اچھا بھئی اب تو باتوں کا مزا آنے لگا تھا۔ خیر کل سہی ذرا جلدی آیا کریں تاکہ دس منٹ باتیں تو کیا کریں۔

مرزا قادیانی عرف کرشن جی سے چوتھی ملاقات

سوال: واہ بھئی واہ مرزا قادیانی! آج آپ نے کون سا بہروپ بدلا ہے۔ یہ ماتھے میں تلک اور گلے میں مالا، کیا نبوت سے مستعفی ہو گئے ہیں یا کہ نصیب دشمنان آپ کو انگریز صاحب نے ڈسچارج کر دیا ہے۔ جس بناء پر اب آپ کو نیا بہروپ بدلنا پڑا۔

جواب: حاجی صاحب آج یہ ہی تو آپ کو بتانا ہے کہ میں نے بہروپ کیوں بدلا۔ مگر ذرا آپ بیٹھیں تو سہی اور چائے وغیرہ پیجئے۔

سوال: مرزا قادیانی! آپ کا شکریہ چائے وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں۔ آپ کی باتیں ہی ہمارے لئے چائے ہے۔ آپ ہمیں باتیں سناتے رہا کریں۔

جواب: اچھا جناب حکم کرو۔ پھر آج کون سی بات شروع کریں۔

سوال: مرزا قادیانی! میں نے سنا ہے کہ آپ بہت سی نسلوں کے معجون مرکب ہیں۔ بتائیں بھلا کتنی نسلیں ہیں آپ کی۔

جواب: بھئی واہ یہ ہی میرا خیال تھا کہ آج آپ کو یہی باتیں سناؤں۔ سنو جناب

میری بہت سی نسلیں ہیں۔ (براہین احمدیہ پنجم ص۱۰۳، خزائن ج۲۱ ص۱۳۳):

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

سوال: بہت خوب، جناب بہت خوب، ذرا تفصیل سے سنائیں پھر مزا آئے۔

جواب: حاجی صاحب! رمضان شریف کا مہینہ ہے آپ کے آتے آتے ہی رات کافی گزر جاتی ہے اور صبح پھر اٹھنا ہوگا اور میں نے بھی کوئی پیش گوئی یا الہام تیار کرنا ہوگا۔ اس لئے اب نہیں، پھر کبھی نسلوں کی تفصیل آپ کو سناؤں گا۔ اب مجمل طور پر ملاحظہ فرماویں۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص۸۴،۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۱) ''میں خدا کے دفتر میں صرف عیسیٰ ابن مریم کے نام سے موسوم نہیں بلکہ اور بھی میرے نام ہیں جو آج سے چھبیس برس پہلے خداتعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرے ہاتھ سے لکھا دیئے ہیں اور دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا مجھے نام نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خداتعالیٰ فرماتا ہے، میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں۔''

سوال: بھئی واہ مرزا قادیانی! آپ کی باتیں تو سننے کے قابل ہیں۔

جواب: آپ ذرا سنیں تو ابھی کیا سنا ہے آپ نے۔

(نزول المسیح ص۸۷، خزائن ج۱۸ ص۴۶۵) ''خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اور ہوتا ہے وہ میری روحانی والدہ ہے جس سے میں پیدا ہوا ہوں۔''

سوال: مرزا قادیانی! یہ تو مان لیا کہ خدا کی کلام آپ کی ماں ہے مگر آپ نے والد کا پتہ نہیں بتایا کہ کون ہے؟

جواب: بھئی حاجی صاحب! ایک طرح تو میں بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوا ہوں:

(نزول المسیح ص۱۲۷، خزائن ج۱۸ ص۵۰۵) ''روحانی طور پر بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوا ہوں۔''

لیکن خدا نے مجھے یہ بھی الہام کیا ہے:

(حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹) ''تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔''

اس طرح میرا باپ خداتعالیٰ ہے اور میں ابن اللہ ہوں۔

سوال: جناب کیا بات ہے آپ کی۔ آپ نے تو ابن اللہ ہونا ثابت کر دیا اور

تمام مرزائیوں اور عیسائیوں کو تایا چچا کی اولاد کے رشتے میں منسلک کر دیا اور مسلمانوں کو بتا دیا کہ اگر عیسائی مشرک ہیں تو مرزائی بھی مشرک ہونے میں عیسائیوں کے چچازاد بھائی ہیں۔لہٰذا دونوں سے ایک جیسا سلوک کرنا چاہئے۔ جیسا عیسائیوں کے ہاتھ کا کھانا حرام ہے، کیوں کہ وہ مشرک ہیں۔ ایسے ہی مرزائیوں کے ہاتھ کا کھانا اوران کی دوکانوں سے سودا لینا نجس اور حرام ہے۔ مرزا قادیانی! آپ نے کیا کیا نہیں بتایا۔ مگر خدا ہدایت دے اس قوم مرزائیت کو کہ باوجود علم ہونے کے عقل اور ایمان سے محروم ہیں۔ اچھا جناب اور بھی کوئی نسل ہے آپ کی۔

جواب: کیوں نہیں جناب اور سنئے:

(تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵)’’جو ملک ہند میں کرشن نام کا ایک نبی گزرا ہے جس کو رودر گوپال بھی کہتے ہیں۔ اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے، آریوں کا بادشاہ۔‘‘

سوال: کرشن جی مہاراج! آپ تو بہت ہی دلچسپ آدمی ہیں۔ آپ نے تو اپنی حقیقت بیان کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ مگر مرزائی متروں کو پتہ نہیں کیوں ایمان کے ساتھ دشمنی ہے کہ سمجھتے ہی نہیں۔ میرا تو خیال ہے اب بھی اگر توبہ کرلیں تو کچھ بگڑتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔ اچھا جناب کوئی اور ارشاد ہو جس سے شاید کوئی بات سمجھ میں آجاوے۔

جواب: سنو جناب! میں نے عرض کیا تھا کہ میری نسلیں بے شمار ہیں۔ اب ایک اور نسل کا انکشاف کرتا ہوں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۷ خزائن ج۲۱ص۱۲۷):

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

سوال: واہ واہ مرزا قادیانی! واہ واہ کیا پتے کی بات کی ہے۔ آپ نے آخر پڑھے لکھے انسان تھے اور وہ بھی انسانوں کی جائے نفرت۔ اب پتہ چلا کہ مرزائی متروں کا کون سا نبی ہے اور کس کو مسیح موعود اور مہدی معہود مانتے ہیں۔ مرزائی مترو! یہ ہے دامن مصطفیٰ ﷺ چھوڑنے کا نتیجہ، خدا کے پیارے محبوب ﷺ کا دامن چھوڑا تو قدرت نے کیا چیز ہاتھ میں تھما دی۔ کیا بشر کی جائے نفرت کی دن رات مالا جپتے ہو، بڑی شرم کی بات ہے۔ آپ لوگوں کے ایمان کے ساتھ ساتھ عقل بھی نہ رہی جس سے آپ یہ محسوس کر سکتے ہیں کہ ہم نے

نبی ﷺ کا دامن پکڑنے کی بجائے بشر کی جائے نفرت کو پکڑ رکھا ہے۔

اچھا مرزا قادیانی! ایک بات عرض کروں؟

جواب: ضرور ارشاد ہو جناب۔

سوال: مرزا قادیانی! بھلا آپ کو زندگی میں کسی عورت سے عشق بھی ہوا ہے۔ ارے ارے مرزا قادیانی! یہ کیا آپ کی آنکھوں میں آنسو کیسے نصیب دشمناں، کیا کوئی تکلیف ہوگئی ہے کیا؟

جواب: بھئی تکلیف وغیرہ کچھ نہیں مگر......

سوال: ہاں ہاں بیان فرمائیں کیا بات ہے؟

جواب: جناب کیا بیان کروں ہماری تو قسمت ہی پھوٹ گئی ہم بیان نہیں کر سکتے حاجی صاحب!

سوال: جناب کچھ پتہ چلے کیا بات ہے؟

جواب: عرض ہے، جناب آپ نے جو عشق کا نام لیا ہے تو میرے دل کے پرانے زخم پھر سے تازہ ہوگئے ہیں۔ دراصل خدا کو مرزا نام سے پتہ نہیں کیا دشمنی تھی۔ آپ دیکھیں جناب رانجھا ہیر پر عاشق ہوا تو کامیاب ہوا، ماہیوال سوہنی پر عاشق ہوا تو کامیاب ہوا، مجنوں لیلیٰ پر عاشق ہوا تو کامیاب ہوا۔ غرض ہر عاشق کامیاب ہوا۔ لیکن جب کبھی کسی مرزے نے عشق کا نام لیا تو خدا کو غصہ آجاتا ہے۔ پہلے ایک مرزے نے صاحباں سے محبت کی تو اس کا سینہ تیروں سے چھلنی کر دیا گیا اور صاحباں اور جگہ عیش اڑاتی رہی اور جب میں نے محمدی بیگم ہائے ہائے ہائے......

سوال: اچھا مرزا قادیانی! آپ آرام کریں اور مجھے آپ کچھ دنوں کے لئے رخصت فرمائیں۔ پھر جب آپ کا غم دور ہوگا تو میں حاضر خدمت ہوں گا اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو عورت کے معاملے میں ذلیل نہ کرے۔ آپ کم از کم بابا نانک صاحب کا فرمان ہی یاد کر لیتے۔ آپ نے فرمایا ہے:

مندیں کیں نانکا جد کہ مندا ہو

برے کاموں کا انجام جب کبھی برا ہی نکلتا ہے۔

جواب: جناب یہ ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔

ختم

(ناظرین اس کا مفصل واقعہ حصہ دوم میں عرض کیا جائے گا)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

قادیانی نبی کی ننگی تصویر

(حصہ دوم)

جناب حاجی محمد عمر اسلامی لائبریری شیخوپورہ

سلسلہ تصنیفات
بغیر اجازت انجمن لائبریری کے شائع کرنے کی کوشش نہ فرمادیں۔

یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

۷۸۶
۹۲

المدد یا غوث اعظم پیر ما

المدد یا میاں صاحب پیر ما

بغرض مطالعہ اہل سنت وجماعت

قادیانی نبی کی ننگی تصویر

حصہ دوم

مؤلفہ

حاجی محمد عمر صدر وانچارج اسلامی لائبریری

اشاعت منجانب

انجمن اسلامی لائبریری محلہ اسلام پورہ جوہر کا منڈی ضلع شیخوپورہ

تعداد چار ہزار ۴۰۰۰ ہدیہ دعائے خیر

کتاب ہذا انجمن لائبریری سے مفت طلب فرمادیں۔
ناظرین کتاب ہذا کے تیسرے حصے کا انتظار فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

فخر اہل سنت شیریں بیان سرپرست انجمن احیاء سنت حضرت مولانا مولوی محمد حسین صاحب شیخوپوری فرماتے ہیں:

ناظرین کرام! بندہ نے کتاب ہذا کا اوّل سے آخر تک باغور مطالعہ کیا۔ جس کو دلائل صادقہ وشواہد کاملہ پرمبنی پایا۔ لہٰذا اس کتاب ’’قادیانی نبی کی ننگی تصویر حصہ اوّل ودوم‘‘ کا مطالعہ ہر اہل اسلام کے لئے نہایت ضروری ہے اور میں اپنی کامل ذمہ داری سے عرض کرتا ہوں کہ ان کتابوں کے مطالعہ سے گمراہ کن مرزائی فرقہ کے شیطانی جال سے انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔

فقط والسلام (محمد حسین شیخوپوری)

پیش لفظ

میرے کرم فرما ناظرین! فی زمانہ آپ کے مقدس دین کو مٹانے کے لئے ظلمت کے بادل چاروں طرف سے منڈلا رہے ہیں اور آئے دن طرح طرح کے نئے نئے فتنے پیدا ہورہے ہیں جس دین وناموس رسول اللہ ﷺ کی خاطر قوم کے لاکھوں فرزندان توحید نے اپنی دولت اور اپنی جانیں قربان کر کے دین اسلام کو پروان چڑھایا۔ آج اسی دین کو ہماری غفلت کی وجہ سے سربازار لوٹا جارہا ہے اور آج بھی ہم خواب غفلت سے بیدار ہوکر دشمن دین کا مقابلہ کریں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمارے سامنے دم نہیں مارسکتی۔

عزیزان گرامی! گمراہ کن فرقوں میں سرفہرست مرزائی فرقہ ہے جس نے ہماری غفلت سے فائدہ اٹھا کر عصمت انبیاء اور قرآن پاک پر وہ ناپاک حملے کئے جس کی مثال ملنی ناممکن ہے۔ چنانچہ اسی گمراہ فرقہ کے رد میں کمترین کتاب کا دوسرا حصہ پیش خدمت کررہا ہے اور مرزائیوں کو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر ہر دو حصہ کتاب میں کسی حوالہ کو غلط ثابت کریں تو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا ورنہ توبہ کر کے مسلمان ہوکر جہنم کا ایندھن بننے سے بچیں۔

لہٰذا بطرز مکالمہ کتاب پیش خدمت ہے۔ وما توفیقی الا باللہ!

(احقر ناچیز محمد عمر صدر انجمن اسلامی لائبریری)

ناظرین! بندہ کو دوستوں نے مجبور کیا کہ آپ ''قادیانی نبی کی ننگی تصویر'' کا دوسرا حصہ تیار کریں۔ مگر کم ہمتی اور کم وقتی کی وجہ سے بندہ خاموش رہا۔ آخر دور دراز سے خط بھی آنے لگے (جو ان شاء اللہ آخر میں لکھیں گے) کہ آپ دوسرا حصہ ضرور تیار کریں۔ اللہ تعالیٰ دین کے کام میں مدد فرمائیں گے۔

چنانچہ ناچیز نے خدا ورسول ﷺ اور اپنے پیرومرشد کو یاد کر کے دین کے کام کو شروع کیا:

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے　　دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

چند دوست ملنے آئے، ان کے ساتھ حسب ذیل گفتگو ہوئی مکالمہ ملاحظہ فرمائیں:

جناب حاجی صاحب: السلام علیکم!

انور: خدا کا شکر ہے جناب حاجی صاحب! امانت علی آپ سنایئے کیسے مزاج ہیں۔

الحمدللہ! جناب خدا ورسول ﷺ کی مہربانی سے خوش ہوں لیکن آپ سنائیں کہ یہ کتابوں کا ڈھیر کیسا؟

محمد عمر: عزیزم یہ تمام کتابیں آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی ہیں۔ کئی روز سے انکا مطالعہ کر رہا ہوں۔

انور: ہاں جناب حاجی صاحب! ہمیں بھی بتائیں کہ ان میں کیا کچھ لکھا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ جناب اس کی بہت عجیب ہی باتیں ہیں اور یہ دماغی توازن خراب ہونے کی وجہ سے سب کچھ آپ ہی بن جاتا ہے۔

محمد عمر: انور صاحب! اس کی باتیں عجیب ہی نہیں بلکہ سراسر افترا، دروغ گوئی، غلط بیانی، کذب اور قرآن مجید کی تحریف اور انبیاء کی توہین میں بھری پڑی ہیں۔

انور: کمال کی بات ہے جناب! مرزائی لوگ تو اس کو نبی اور رسول مانتے ہیں اور مرزا نے خود بھی لکھا ہے:

(نزول المسیح ص ۴۹ خزائن ج ۱۸ ص ۴۲۷) ''کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔'' تو پھر یہ کیا چکر؟

محمد عمر: ہاں جناب یہ ہی تو بات ہے:

نگاہ لطف کی اک اک ادا نے لوٹ لیا وفا کے بھیس میں اک بے وفا نے لوٹ لیا

دیکھئے دوسری جگہ یوں لکھتا ہے:

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۸۹ خزائن ج۲۱ ص۱۱۶) ’’ایک بھی نبی نہیں ایسا گزرا جس کے خواص یا واقعات میں سے اس عاجز کو حصہ نہیں دیا گیا۔ ہر نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے۔‘‘

انور میاں! اس کرشن جی مہاراج نے یہ سب شیطانی چکر چلایا ہے۔

امانت علی: جناب حاجی صاحب! یہ کرشن مہاراج کون بلا ہے؟

محمد عمر: امانت علی! یہ وہی مرزا قادیانی ہیں اور خود ہی فرماتے ہیں:

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۰ خزائن ج۲۱ ص۱۱۷) ’’کل دنیا میں جو نبی گزرے ہیں۔ ان کی مثالیں اور ان کے واقعات میرے ساتھ اور میرے اندر موجود ہیں اور ہندوؤں میں جو ایک نبی گزرا ہے جس کا نام کرشن تھا وہ بھی اس میں داخل ہے۔‘‘

دوسری جگہ کہتے ہیں اور سنو:

(تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵ خزائن ج۲۲ ص۵۲۱) ’’پس جیسا کہ آریہ قوم لوگ ان دنوں میں کرشن جی کے ظہور کا انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں۔‘‘

امانت: جناب! ذرا کتاب تو دکھائیں۔

محمد عمر: لیجئے جناب یہ ہے براہین احمدیہ اور یہ ہے حقیقت الوحی۔ آپ خود ملاحظہ فرمائیں۔

انور: ہاں جناب! یہ بالکل صاف لکھا ہے۔ حاجی صاحب! اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی چودھویں صدی کا بہروپیا تھا؟

محمد عمر: نہیں انور بھیا! میرے خیال میں تو اس کو بہروپیا کہنا بھی گناہ ہے۔ کیوں کہ اکثر دیکھا ہے کہ بہروپیا کسی کو دھوکا دے کر نہیں لوٹتا مگر کرشن جی قادیانی نے نہ صرف دنیا کی دولت لوٹی ہے بلکہ لاکھوں مسلمانوں کا ایمان بھی لوٹ لیا ہے۔ دین میں سب سے بڑا فتنہ اس رودر گوپال نے کھڑا کر دیا ہے۔

امانت علی: یہ کیا حاجی صاحب! رودر گوپال کس کو کہا ہے؟

محمد عمر: امانت علی بھیّا! یہ آنجہانی مرزا قادیانی ہیں۔ دیکھو:

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۸۵ خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۱) ''جو ملک ہند میں کرشن نام کا ایک نبی گزرا ہے جس کو رودر گوپال بھی کہتے ہیں۔ اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔''

انور: جناب حاجی صاحب! تو پھر مرزا آنجہانی کی حقیقت کیا ہوئی؟

محمد عمر: عزیزم! آپ خود سوچ لیں کہ کیا ہوئی۔

انور: جناب میرے خیال میں ایک بات آئی ہے کہ یہ گرگٹ یعنی ''کوہڑ کرلا'' ہوگا کیوں کہ سنا ہے اور دیکھا بھی ہے کہ ''کوہڑ کرلا'' کئی رنگ بدلتا ہے۔ کبھی سبز، کبھی لال، کبھی زرد، کبھی پیلا اور کبھی مٹی جیسا...... تو جناب اس حساب سے مرزا گرگٹ صاحب ہی کہنا درست ہے۔ کیوں جناب امانت علی! ہاہ، ہاہ، ہاہ۔ بھئی انور صاحب! خوب سوجھی آپ کو۔ کیا نام فٹ کیا آپ نے۔ ''جیسا منہ ویسی چپیڑ (تھپڑ)''

محمد عمر: انور صاحب! آپ تو بڑا دلچسپ آدمی ہیں۔ میں نے بھی سنا ہے کہ وہ کئی رنگ بدلتا ہے اور مرزا قادیانی نے بھی کئی رنگ بدلے ہیں۔ لہٰذا دونوں کی حقیقت ملتی جلتی ہے۔

انور: جناب حاجی صاحب! میرے خیال میں ایک بات اور آئی ہے کہ اس نے کہا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور مہدی موعود ہوں۔ کیا ان میں کوئی نشان مماثلت کی بھی ہے جس سے لوگوں کو دھوکا دینے کی گنجائش ہو۔

محمد عمر: انور صاحب! کجا رام رام، کجا ٹیں ٹیں، کجا خدا کا اولوالعزم نبی اور کجا بشر کی جائے نفرت، مماثلت تو کیا اس کے بارے میں مماثلت کا نام بھی لینا گناہ ہے اور سراسر قرآن مجید کی توہین ہے۔ دیکھو قرآن مجید میں رب کریم نے اپنے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شان پاک میں فرمایا ہے:

''ورسولاً الیٰ بنیٓ اسرائیل انی قد جئتکم باٰیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن الله. وابرئ الاکمه والابرص واحی الموتٰی باذن الله. وانبئکم بما تأکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذالک لاٰیة لکم ان کنتم مؤمنین''(آل عمران:۴۹)

ترجمہ: اور وہ رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف سے یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے

پاس نشانی لایا ہوں، تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے۔ اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ برص والے کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں۔ اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

یہ ہے جناب شان سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی کہ مادر زاد اندھوں تک اچھے کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا اللہ کے حکم سے۔ اس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت عیسائی اور مخالف قوم مرزائی کو بتا دیا کہ دیکھنا کہ میں ہر کام اللہ کے حکم سے کرتا ہوں تم مجھے خدا نہ مان لینا چوں کہ خدا وہ ہے جس نے مجھے اتنی طاقت دی اور اے آنے والے مرزائی لوگو یاد رکھو مجھے سب انعامات میرے خدا نے عطا فرمائے ہیں اور اگر تم نے مجھ پر کوئی شک کیا تو وہ خدا کی کلام پر شک ہوگا...... اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو رب کریم نے شفاء کے خزانے عطا فرمائے تھے...... لیکن دوسری طرف کرشن جی مہاراج سراپا مرض تھے۔ دیکھو خود فرماتے ہیں:

(ضمیمہ اربعین نمبر۳،۴ ص۴ خزائن ج۱۷ ص۴۷۰،۴۷۱) ’’وہ دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دو زرد چادریں میرے شامل حال ہیں...... سو ایک چادر میرے اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ سر درد اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر میرے نیچے کے حصہ بدن میں ہے۔ وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو مرتبہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے۔‘‘

کیوں جناب دیکھ لی مماثلت کرشن مہاراج کی عیسیٰ علیہ السلام سے ایک سراپا شفا بخش اور ایک سراپا مرض، خدا کرے ان مرزا کی چادروں کا تمام مرزائیوں کو حصہ ملے۔ ورنہ ان بیچاروں کا نہ حقیقی تعلق نہ ہی مرزا سے ہوا اور نہ ایمان ہی رہا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے، واقعی خدا بھی بڑا بے نیاز ہے جیسا آدمی دیکھا ویسا ہی انعام ونشان اور لباس دے دیا۔

محمد انور: جناب حاجی صاحب میرا خیال ہے، عام مرزائیوں کے پاس یہ کتاب

نہ ہو۔ ورنہ پڑھ کر تو ضرور شرم کرتے۔

محمد عمر: بھیا انور یہ کوئی ایک کتاب میں ہی تھوڑا لکھا ہوا ہے:

یہ قصہ لطیف ابھی ناتمام ہے — جو کچھ بیان ہوا ہے وہ آغاز باب تھا

اب اور سنئے:

(فتح اسلام ص ۲۸، ۲۹ خزائن ج ۳ ص ۱۸ حاشیہ) ''جن لوگوں نے میری اس بیماری کے سخت سے سخت دورے دیکھے ہیں اور کثرت گفتگو یا خوض وفکر کے بعد بہت جلد اس بیماری کا برانگیختہ ہونا بچشم خود مشاہدہ کیا ہے۔ وہ اگرچہ بباعث ناواقفیت میرے الہامات پر یقین نہ رکھتے ہوں لیکن ان کو اس بات پر بکلی یقین ہوگا کہ مجھے فی الواقعہ یہی مرض لاحق تھا۔''

اب اور سنئے:

(تریاق القلوب ص ۳۵ خزائن ج ۱۵ ص ۲۰۳) ''میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردسر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں۔ جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا۔ اس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی۔''

اور سنئے: (سیرت مہدی حصہ اوّل ص ۵۵ روایت نمبر ۶۵، طبع قدیم، سیرۃ المہدی ج اوّل حصہ اوّل ص ۴۹ روایت نمبر ۶۵ جدید) ''خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ والدہ صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود عموماً ریشمی[1] ازار بند استعمال فرماتے تھے۔ کیونکہ آپ کو پیشاب جلدی جلدی آتا تھا۔ اس لئے ریشمی ازار بند رکھتے تھے تاکہ کھلنے میں آسانی ہو اور گرہ بھی پڑ جاوے تو کھولنے میں دقت نہ ہو۔ سوتی ازار بند میں آپ سے بعض وقت گرہ پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔'' دیکھئے جناب مثلیت کرشن مہاراج کی۔

امانت علی: جناب اس کی مثال تو یہ ہوئی کہ جیسے کوئی مریض ہسپتال میں داخل ہوکر لوگوں کو یوں کہے کہ میں یہاں ڈاکٹر صاحب کا علاج کرنے کے لئے پڑا ہوں۔ لیکن حاجی صاحب! اس سے امت مرزائیہ سبق کیوں نہیں حاصل کرتی۔ الٹا کہتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہے؟

[1] ریشمی کپڑا پہننا مرد کو شرعاً حرام ہے، شائد مرزا قادیانی عورت ہونے کی حیثیت میں ریشمی کپڑا پہنتے ہوں جوکہ آگے آپ کی تحریر سے ثابت ہے اگر آپ عورت ہوں۔

مولانا ظفر علی خانؒ اور فتنۂ قادیانیت

تحفظ ختم نبوت کے موضوع پر مولانا ظفر علی خانؒ کے معرکہ آرا مضامین، مقالات، توضیحات، اداریے، خطبات، مکاتیب اور شاعری کا دلکش مرقع

محمد متین خالد

عالمانہ شکوہ، ادیبانہ جلال و جمال اور صحافیانہ بے باکیوں پر مشتمل مربوط و مبسوط ایک ایسی دل آویز کتاب

- جس کے مضامین کا انتخاب انتہائی محنت شاقہ اور عرق ریزی سے اردو کے قدیم اور تاریخ ساز اخبار 'زمیندار' اور 'ستارہ صبح' کی فائلوں سے کیا گیا ہے۔
- جو فتنہ قادیانیت کے رد میں لکھے گئے تاریخ ساز مضامین اور ولولہ انگیز نظموں کا سدا بہار گلدستہ ہے۔
- جو استعماری آب و گل سے تیار ہونے والے فتنہ قادیانیت کا علمی، تحقیقی، استدلالی اور تجزیاتی محاکمہ ہے۔
- جو پر شکوہ ترکیبوں، نادر استعاروں، دلکش تشبیہوں، تیز دھار روزمروں، سنگلاخ زمینوں، اوق قافیوں، دلچسپ محاوروں، نایاب ضرب الامثال اور جدید الفاظ و اصطلاحات کا ایک پوشیدہ جہاں اپنے اوراق و صفحات کے دامن میں نگینوں کی طرح سمیٹے ہوئے ہے۔
- جس کے گراں بہا رشحات، فتنہ قادیانیت کے لیے روز حشر کا محاسبہ ہیں۔
- جو اپنے دامن میں روانی و سلاست اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور نظم و نثر کا ایک جامع، بلند پایہ اور سحر انگیز ادبی سرمایہ لیے ہوئے ہے۔
- جو معجزانہ نشاۃ پر مبنی علم و تحقیق کا ایک بے مثال اور حیرت انگیز گنج گراں مایہ ہے۔
- جس کی بعض شعلہ فشاں تحریروں کے باعث مولانا ظفر علی خانؒ کو گوناں گوں مصائب و شدائد، جبر و استبداد اور زنجیر و تعزیر کے مراحل کا سامنا کرنا پڑا۔
- یہ ایک شاہکار کتاب جو پہلی مرتبہ شائع ہو رہی ہے۔ جس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔
061-4783486

www.amtkn.com, www.laulak.info, www.khatm-e-nubuwwat.info,
www.khatm-e-nubuwwat.com, ameer@khatm-e-nubuwwat.com